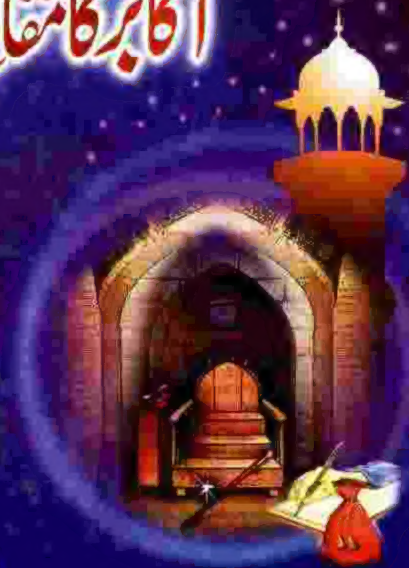


اکابر علماء دینہ کی تواضع و انکساری اور شانِ عبودیت و خفایت کے بصیرت افزا واقعات کا حسین گلہ مستر
ایک ایسی کتاب جس کا مطالعہ آپ کی زندگی کی کالیپاٹ بن سکتا ہے

اکابر کا مقام تواضع

مفت الاسلامی (اساتذہ اہل حق)
استاذ مدرسہ عربیہ رحیم آباد



مفت محمد
مفت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مدظلہ

ادارہ اسلامیات

اکابر ہندوستان کے مشہور دانشور اور اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں کے سربراہان اور محققان و محققین کی ایک جامع
 فہرست ہے جو ان کی خدمات اور کاموں کی ایک جامع فہرست ہے۔

اکابر کا مشاہیر و اشراف

پروفیسر ڈاکٹر (مہدی علی)
 پروفیسر ڈاکٹر (مہدی علی)

پروفیسر ڈاکٹر (مہدی علی)
 پروفیسر ڈاکٹر (مہدی علی)

پروفیسر ڈاکٹر (مہدی علی)
 پروفیسر ڈاکٹر (مہدی علی)

تاریخ: ۱۳۸۶/۰۱/۰۱

اجتہاد - اشرف برادران طبعیہ زمان

لا إله إلا الله

TABLE 26. — *Continued*

2000-2001 2001-2002 2002-2003 2003-2004 2004-2005 2005-2006 2006-2007 2007-2008 2008-2009 2009-2010 2010-2011 2011-2012 2012-2013 2013-2014 2014-2015 2015-2016 2016-2017 2017-2018 2018-2019 2019-2020 2020-2021 2021-2022 2022-2023 2023-2024 2024-2025 2025-2026 2026-2027 2027-2028 2028-2029 2029-2030 2030-2031 2031-2032 2032-2033 2033-2034 2034-2035 2035-2036 2036-2037 2037-2038 2038-2039 2039-2040 2040-2041 2041-2042 2042-2043 2043-2044 2044-2045 2045-2046 2046-2047 2047-2048 2048-2049 2049-2050 2050-2051 2051-2052 2052-2053 2053-2054 2054-2055 2055-2056 2056-2057 2057-2058 2058-2059 2059-2060 2060-2061 2061-2062 2062-2063 2063-2064 2064-2065 2065-2066 2066-2067 2067-2068 2068-2069 2069-2070 2070-2071 2071-2072 2072-2073 2073-2074 2074-2075 2075-2076 2076-2077 2077-2078 2078-2079 2079-2080 2080-2081 2081-2082 2082-2083 2083-2084 2084-2085 2085-2086 2086-2087 2087-2088 2088-2089 2089-2090 2090-2091 2091-2092 2092-2093 2093-2094 2094-2095 2095-2096 2096-2097 2097-2098 2098-2099 2099-2100 2100-2101 2101-2102 2102-2103 2103-2104 2104-2105 2105-2106 2106-2107 2107-2108 2108-2109 2109-2110 2110-2111 2111-2112 2112-2113 2113-2114 2114-2115 2115-2116 2116-2117 2117-2118 2118-2119 2119-2120 2120-2121 2121-2122 2122-2123 2123-2124 2124-2125 2125-2126 2126-2127 2127-2128 2128-2129 2129-2130 2130-2131 2131-2132 2132-2133 2133-2134 2134-2135 2135-2136 2136-2137 2137-2138 2138-2139 2139-2140 2140-2141 2141-2142 2142-2143 2143-2144 2144-2145 2145-2146 2146-2147 2147-2148 2148-2149 2149-2150 2150-2151 2151-2152 2152-2153 2153-2154 2154-2155 2155-2156 2156-2157 2157-2158 2158-2159 2159-2160 2160-2161 2161-2162 2162-2163 2163-2164 2164-2165 2165-2166 2166-2167 2167-2168 2168-2169 2169-2170 2170-2171 2171-2172 2172-2173 2173-2174 2174-2175 2175-2176 2176-2177 2177-2178 2178-2179 2179-2180 2180-2181 2181-2182 2182-2183 2183-2184 2184-2185 2185-2186 2186-2187 2187-2188 2188-2189 2189-2190 2190-2191 2191-2192 2192-2193 2193-2194 2194-2195 2195-2196 2196-2197 2197-2198 2198-2199 2199-2200 2200-2201 2201-2202 2202-2203 2203-2204 2204-2205 2205-2206 2206-2207 2207-2208 2208-2209 2209-2210 2210-2211 2211-2212 2212-2213 2213-2214 2214-2215 2215-2216 2216-2217 2217-2218 2218-2219 2219-2220 2220-2221 2221-2222 2222-2223 2223-2224 2224-2225 2225-2226 2226-2227 2227-2228 2228-2229 2229-2230 2230-2231 2231-2232 2232-2233 2233-2234 2234-2235 2235-2236 2236-2237 2237-2238 2238-2239 2239-2240 2240-2241 2241-2242 2242-2243 2243-2244 2244-2245 2245-2246 2246-2247 2247-2248 2248-2249 2249-2250 2250-2251 2251-2252 2252-2253 2253-2254 2254-2255 2255-2256 2256-2257 2257-2258 2258-2259 2259-2260 2260-2261 2261-2262 2262-2263 2263-2264 2264-2265 2265-2266 2266-2267 2267-2268 2268-2269 2269-2270 2270-2271 2271-2272 2272-2273 2273-2274 2274-2275 2275-2276 2276-2277 2277-2278 2278-2279 2279-2280 2280-2281 2281-2282 2282-2283 2283-2284 2284-2285 2285-2286 2286-2287 2287-2288 2288-2289 2289-2290 2290-2291 2291-2292 2292-2293 2293-2294 2294-2295 2295-2296 2296-2297 2297-2298 2298-2299 2299-2300 2300-2301 2301-2302 2302-2303 2303-2304 2304-2305 2305-2306 2306-2307 2307-2308 2308-2309 2309-2310 2310-2311 2311-2312 2312-2313 2313-2314 2314-2315 2315-2316 2316-2317 2317-2318 2318-2319 2319-2320 2320-2321 2321-2322 2322-2323 2323-2324 2324-2325 2325-2326 2326-2327 2327-2328 2328-2329 2329-2330 2330-2331 2331-2332 2332-2333 2333-2334 2334-2335 2335-2336 2336-2337 2337-2338 2338-2339 2339-2340 2340-2341 2341-2342 2342-2343 2343-2344 2344-2345 2345-2346 2346-2347 2347-2348 2348-2349 2349-2350 2350-2351 2351-2352 2352-2353 2353-2354 2354-2355 2355-2356 2356-2357 2357-2358 2358-2359 2359-2360 2360-2361 2361-2362 2362-2363 2363-2364 2364-2365 2365-2366 2366-2367 2367-2368 2368-2369 2369-2370 2370-2371 2371-2372 2372-2373 2373-2374 2374-2375 2375-2376 2376-2377 2377-2378 2378-2379 2379-2380 2380-2381 2381-2382 2382-2383 2383-2384 2384-2385 2385-2386 2386-2387 2387-2388 2388-2389 2389-2390 2390-2391 2391-2392 2392-2393 2393-2394 2394-2395 2395-2396 2396-2397 2397-2398 2398-2399 2399-2400 2400-2401 2401-2402 2402-2403 2403-2404 2404-2405 2405-2406 2406-2407 2407-2408 2408-2409 2409

[illegible]

© 1996 by The McGraw-Hill Companies, Inc. All rights reserved. Printed in the United States of America. This book is printed on acid-free paper.

[illegible]

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم العالی

استاذ الحدیث و نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على

سيدنا محمد بن المصطفى

و على آله واصحابه وازواجه وعلى كل من تبعهم بالهدى و النفى

اما بعد: قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ رب العزت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نافرمانی کا پیمانہ گناہ شیطان نے کیا۔ اور انکی بنیاد تکبر پر تھی۔ ابی واستکبر وکان من الکفرین۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ شخص جس نے میرا کلمہ جس کے دل میں رانی برابر بھی سمجھ کر دیا۔

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ غصہ، ظلم و تشدد، بغض و حسد، دیر پا، و حسب جاہ، اکثر اخلاقی باطنی بیماریاں اور عیوب تکبر ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کی وجہ سے انسان کے نیک اعمال بھی ہیبا، مستحورا ہونے کا قوی احتمال رہتا ہے۔ لیکن اگر کسی طرح تکبر اور عجب کی رگوں کو اپنے نفس کی گہرائیوں سے کھینچ کر نکال دیا جائے اور اخلاص، تواضع اور عجب اللہ اور بندیت کے کمالات حس سے اپنے آپ کو آراستہ کر لیا جائے تو پھر مسلمان کے لئے اطاعت خداوندی اور اقرب عند اللہ کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس کی تھوڑی سی دینی خدمت بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کے یہاں باوزان اور مقبول ہوتی ہے اور اور دنیا میں بھی اس کے دور رس اور گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس کے دل میں تکبر کا داعیہ طبعی طور پر موجود ہوتا ہے۔ اس کی بنا پر وہ اپنے کمالات پر نظر رکھتا ہے۔ اور دوسروں پر اپنے آپ کو افضل جان کر تکبر و رن کم از کم عجب میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔ مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ یہ کمالات میرے ذاتی نہیں بلکہ حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اور وہ کسی بھی وقت یہ

میں مرتب کر دینے ہیں جو سلسلہ لے، حسب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو ان کے کام سے
 انسانی میر سے خوب سے خوب تر تھا۔ وہ وہ نہ اور ملتا ہوگا۔ ہے۔
 اللہ تعالیٰ ان سے پورا کرے۔ خدا کرے اور اس مجموعہ کو قائم رکھے۔ عمل سے لیے
 بہت ہی واضح اور مفید ہوں۔ آمین

رحمن معبود الرحمن حضرت محمد

۱۵۱۲۶۶.۷.۲۴

۱۵۱۲۶۶.۷.۲۴

(۳) ایک مرتبہ بھی سفر میں چند صحابہ نے ایک بکری ذبح کر کے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرمایا۔ ایک نے اپنے ذرا ذبح کر لیا، دوسرے نے کھال اٹھائی، تیس نے کھانا کھنکھنایا اور چھوٹے نے فرمایا کہ کھانے کے لئے لکڑی اٹھائی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کام ہم خود کر لیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کر لو گے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں مجمع میں مستزہوں اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔

(۴) آپ ﷺ نے ایک صحابی کو دیکھا کہ بکری کی کھال اتار رہے ہیں، ان سے ارشاد فرمایا: تمہیں کھال اتارنے کا صحیح طریقہ نہیں آ رہا ایک طرف ہو جاؤ، میں تمہیں بتاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مہارک کھال اور گوشت کے درمیان داخل فرمایا حتیٰ کہ انگلی تک پورا ہاتھ گھس گیا، پھر ارشاد فرمایا ”جوان! اس طرح کھال اتارو“۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

(۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کب سے گھس کر تے تھے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی انسانوں میں ایک انسان تھے، اپنے کپڑے میں خود جوں تلاش کر لیتے (کہ کسی دوسرے کے کپڑوں سے نہ آگئی ہو)، بکری کا دودھ دوو لیتے، اپنا کپڑا اسی لیتے، اپنا کام خود کرتے، اپنا جوتا لٹکتے اور وہ تمام کام انجام دیتے جو مرد اپنے گھروں میں انجام دیتے ہیں اور گھر والوں کی

خدمت کرتے، جب موافق کی آواز سنئے تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (احمد۔ ترمذی)

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی کوئی سی اونٹنی آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی، آپ ﷺ ہاتھ نہ کھینچتے حتیٰ کہ وہ مدینہ کے جس گلی کو چے میں جا رہی آپ ﷺ کو اپنی ضرورت کے لئے لے جاتی۔ (ابن ابی شیبہ)

(۷) ایک شخص آپ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے صحبت کے مارے کا پتہ لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”گھبراؤ مت! میں کوئی بادشاہ نہیں، میں تو قریش کی ایک عورت کا

(۸) (۱۰۱۱)

بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھا آتی تھی۔

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری جان آپ پر قدا ہو، آپ ایک کڑکھانا کھائے اس میں آپ ﷺ کو زیادہ قبولت رہے گی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (خمسین جگہ) میں ایسے کھانا کھاتا ہوں جیسے بندے کھاتے ہیں اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندے بیٹھتے ہیں۔ (ابن سعد)

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ حضرات آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ عمل آپ ﷺ کو جہنم کا دروازہ ہے۔ (ترمذی)

(۱۰) آپ ﷺ کو تو نہ اپنا تواضع تھی ہی، دوسروں کی زبان سے بھی ایسی تعریف و توصیف سننا گوارا نہ فرماتے جس میں افراط یا مبالغہ آرائی کا شائبہ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: میری تعریف میں حد سے نہ بڑھو جیسے انصاری نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حد سے بڑھ کر تعریف کی (اور انہیں خدا کا بیٹا قرار دیا) میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، لہذا تم بھی مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (بخاری، مسلم) ات لك عششہ ككاملہ۔

یہ آپ ﷺ کی شان تواضع کی ایک تنگ سی جھلک تھی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اور آپ ﷺ کا یہ عمل درحقیقت تفسیر ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کی سادہ تواضع اُحد للہ الارفعہ اللہ (مسلم) جو اللہ کے لئے تواضع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بلند کریں گے۔

اس ارشاد نبوت کی صداقت کا مشاہدہ ہر انسان ہر جگہ سکتا ہے کہ جو اللہ کے بندے اللہ کی خاطر اپنے آپ سے منادیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت و عظمت کا سنگہ بٹھادیتے ہیں اور رفعت و عظمت کی ان بلند یوں سے کہ فرما دیتے ہیں جن پر سلاطین کو رشک آئے، مٹکس المزاج اور فریقین انسان کو لوگ عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دلی کی گہرائیوں سے اس کی تعظیم کرتے ہیں، جبکہ متکبر و مغرور انسان کو سب بقدار

جاء۔ انہیں سوس ان کی توجہ، مسکن اور غم، انکسار کے واقعات نظارت سے چھوڑ
 دیا۔ ان واقعات میں مدد ملی ہے جو یہ پہلی تاثیر رہی ہے۔ وہ جتنا بیان نہیں۔ وہیں
 راجہ پانی

ان حقیقت سے کسی بھی دیکھ بھال کا شکر نہیں کہ کاروبار یہ بدلی رہا یاں حالت ہوئی اور
 یہ تہہ کا کھانہ میں۔ چند اوقات علم و فضل میں شہر و آفاق ہائے ہندوستانی
 تھی اور اتنی زمانہ میں زمرہ اتوری تو صبح و شام اور یہ نہیں ہے۔ جی بھیر، جس
 شون پادریٹ میں اور اپنی نگاہ آپ تھے۔ حضرت نصیر الامت کو نوی قدم بہ دیں یہ
 شہر اس کی برافیت ہے

اپنے حضرات کو یہ سہ ملوس، تواسع اور بے ساختگی کے واقعات بیان کرتے
 قرار دے کہ ان واقعات سے کوئی نکتہ برقی نہیں کہ لکھنا اور اخراجات و محنت صبر اور محنت و صبر
 میں ان سے بڑھے ہوئے ہوں۔ چنانچہ ان کے زمانہ میں بھی یہ بات ہو جو تھے تین جو
 لکھتے اور نصیر میں ان حضرات میں دیکھا جاتی اور میں نے ان کے پاس یہ جو مشورہ نصیر سے ان پر
 صادق قات ہے۔

ان پر پہنچنے کے ارادے سے وہاں سے ملی تھی۔ ضرورتاً یہاں سے کوئی جان کی
 نوک و مقلوں کو احوال سے جس میں آج ہوں ان کے لئے ہے۔ واقعات کو دیکھیں۔ یہ
 واقعہ ایک متعلق کر رہا ہے۔ یہ درجہ ان کے اپنے کلمات کو بھلا کر دیکھا کہ جس
 یوں کہ پانچ فرماں میں صاحب میں کے حکم تھا۔ اس خیال میں۔ ہاں کہ یہ ہے کہ وہاں
 سرائی کے سوائے ہاتھ میں جب یا نہ نکلا اور یہ کہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ ہے۔ اس وقت
 ہے حضرات سے کہہ سکتے ہوئے کہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرات ہیں ان کے لئے نہیں رہتے۔

(ایضاً ص ۱۲۵)

ان صاحب دل خدایانہ کے واقعات میں جو محنتیں پیش اور پامانی تھیں
 ہے اس کا اندازہ دینے والے غور کرتے ہیں۔ ملک دل سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کی مدد
 کے بعد اثر لینے والے نہیں رہ سکتے۔

نہ دیر تھی کہ ان کچھ مہدیوں کو سجا کر گئے ہر شخص کے لئے استفادہ کی راہ
آسان کی جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے

برخوردار عزیز مفتی محمد صاحب (سابق آبائی) کو جنہوں نے اس عظیم کام کا جوا اٹھایا، پہلے
باروں صفحات کام طالعہ کیا، پھر ان سے اکابر کی تراضی اور ان کی فتائیت و عہدیت کے
واقعات کا انتخاب کر کے "اکابر کا مقام تواضع" کے نام سے ایک تیسری جلد تیار کیا جس
میں ایک سو دن علماء و یوہدہ کے واقعات جمع کئے گئے ہیں۔

کتاب اتنی دلچسپ، دل آویز اور دیر پا ہے کہ ایک بار شروع کرنے کے بعد ختم کے بغیر
چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، اس میں واقعات کی تاثیر و جاہلیت اور ان بزرگان دین کی
روحانی کشش کے علاوہ عزیز مولف کے جہد و اخلاص کا بھی بھل ہے۔

اپنی نوعیت کی یہ منفرد اور جامع کتاب جہاں اکابر کے واقعات کا ذخیرۃ المعارف ہے وہاں
اردو کے ذہنی، علمی و ادبی میں بھی ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ آئندہ بڑے اس کی جمع و ترتیب
میں جو شان و زحمت و مشقت اٹھانی ہو انہیں کا حق ہے۔ بفضل اللہ مدد کتاب یوں قوم
پر جسے لکھ مسلمانوں کے لئے فہمائیت مفید اور سبق آموز ہے لیکن یہی درخواست ہے کہ علماء
طلبہ مدرسین اور وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی مقصد، پیشوا ہونے کا شرف بخشا ہے
اس کا ایک بار ضرور مطالعہ فرمائیں۔

آخر میں قارئین سے التجا ہے۔ مولف سلمہ اللہ تعالیٰ کے لیے دعا فرما۔ میں کہ اللہ تعالیٰ
ان کے علم و فضل اور عمر عزیز میں برکت دیں۔ اور تا دم آخر دینی خدمات میں مشغول رکھیں۔
وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی الہ وصحبہ
احمعیہ۔

محمد رفیع الرحمن

دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

۲۲۷/۳/۹

فہرست کتاب

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ طبع	نمبر شمار
	تاثرات	۳	
	مقدمہ	۶	
	آؤشیق و قمریت لہذا کا برہم دار یویند کا آپہ ممتازہ	۱۷	
	حرف		
(۱)	امریکا و اٹلی حضرت مولانا مملوک علی	۱۷۲۷ھ	
	صاحبہ نونو کی رحمت بعد کے واقعات۔	۸۰	
	انوت چھپے کی صرف و سرکس ایاہ تو	۸۱	
	تو اشیق و انکسار کا سہارہ	۸۱	
(۲)	حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کا ندھلوی	۱۲۹۳ھ	
	رہ مسالہ کے واقعات۔	۸۲	
	انور قرآن میں تولی بات کس باب انما ز تو چھت		
	ہے۔	۸۳	
	سہادی قہرنا	۸۳	
	انور قرآن صاحبہ رحمت الی بھی آدی تر	۸۳	
	لحمے میں مادی	۸۳	
	انجمن کے بار بھگت جا اچھ تولی بھگت کھگ	۸۳	

صفحہ نمبر	تاریخ و قات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۹۳		مباحث شاہجہان پور کا عجیب واقعہ۔	
۹۴		شان مسکنت۔	
۹۴		خدا کی خدمت۔	
۹۴		کھانے میں تواضع۔	
۹۴		”ارے کیا قسم کی تکلیف سے وہ قابل امامت نہیں رہا؟“	
۹۵		”یہ عجیب آدمی ہے جس نے قرآن ہی الٹا پڑھ دیا۔“	
۹۵		”حکیم صاحب مولانا کے دھوکے میں سب شاندار لوگوں سے مصافحہ کرتے رہے۔“	
۹۶		”قوت عشق کے نزدیک سب گل برابر ہے۔“	
۹۷	۱۳۰۲ھ	حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی	(۵)
۹۸		رحمہ اللہ کے واقعات۔	
۹۸		تواضع و حقیقت۔	
۹۹		تواضع کا ایک اور واقعہ۔	
۹۹		”بس اب تو گنگوہ آ کے ہی کپڑے بدلا کریں گے۔“	
۱۰۰		”میں ادھورا ہوں، معلوم ہوتا ہے میں ادھورا ہی مر جاؤں گا۔“	

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	گلدھے پر سوار ہو کر اسی پر کتابیں رکھ کر نانوت کو چلے دیئے۔		۱۰۱
	قلطی کا اعتراف۔		۱۰۲
	سر اپا بجز وانکسار۔		
	اپنے مکتوبات کے آئینہ میں۔		۱۰۳
	استدعائے حسن خاتمہ۔		۱۰۴
	”نہ علم میں مجھے کمال، نہ عمل میں خوبی۔“		۱۰۴
(۶)	حضرت ملا محمود دیوبندی رحمہ اللہ کی تواضع و	۱۳۰۴ھ	
	سادگی۔		۱۰۵
(۷)	سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق	۱۳۰۸ھ	
	صاحب بھر چوٹ دی رحمہ اللہ کے واقعات		۱۰۶
	”اب راکھ میں چنگاریاں رہ گئی تھیں وہ بھی بجارہا		
	ہے۔“		۱۰۶
	اپنی پڑی پہاڑ کر مصلیٰ کی جگہ بچھا دی۔		۱۰۷
(۸)	سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب	۱۳۱۷ھ	
	مہاجر مکی رحمہ اللہ کے واقعات۔		۱۰۷
	”ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ مبارک کے گنبد		
	شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے۔“		۱۰۷
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شانِ عہدیت۔		۱۰۸

نمبر شمار	آئیہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”آنے والے حضرات کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔“		۱۰۸
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی سادگی کا حال ایک اہل علم کی زبان پر۔		۱۰۹
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ پر فنا کی ایک خاص شان غالب تھی۔		۱۰۹
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی سادگی۔		۱۱۰
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان تحقیق۔		۱۱۰
	ہر سے سے یہ شخص کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔		۱۱۱
	گھر کی حاجت کے لئے عجیب دعا۔		۱۱۱
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا اپنی مدد کی تاویل فرماتا۔		۱۱۲
	”مجھے خود بھی یہ بات ہے۔ یہ حضرات میرے کیوں معتقد ہوئے۔“		۱۱۲
	”فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔“		۱۱۳
	”تم غریبوں کے کلمات کی وجہ سے فقیر کے نقصان کو میسر ہو چکا ہے۔“		۱۱۳
	”ان میں سے کوئی تو ایسا ہوگا جو میری بھی شفاعت کر دے گا۔“		۱۱۳

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۹)	امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۲۳ھ	۱۱۲
	تواضع و فتائیت کا مقام بلند۔		۱۱۳
	”اب اسی حجرہ میں دنیا بھری پڑی ہے۔“		۱۱۵
	”بھائی! ہمیں تو ابتک بھی یہ حالات نصیب نہیں ہوئے۔“		۱۱۵
	”اگر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو کیا میں انکے سامنے بولتا بھی؟“		۱۱۵
	شیخ کی جگہ کا ادب۔		۱۱۶
	”الحمد للہ! مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں۔“		۱۱۶
	”بیشک میری غلطی ہے، ان شاء اللہ آئندہ نہ دیکھوں گے۔“		۱۱۶
	کسر نفسی و عامۃ المسلمین سے درخواست دعا۔		۱۱۷
	”دنیا میں تو میرے ساتھ یہ معاملے ہو رہے ہیں، دیکھئے وہاں بھی کچھ ہے یا یہیں یہ دھوم دھام ہے۔“		۱۱۸
	”چونکہ وہ خود قابل تعریف ہیں اس لئے دوسروں کی بھی تعریف فرماتے ہیں۔“		۱۱۹
	طلب کی حالت غیر ہو گئی اور وہ چیخیں مارنے لگے۔		۱۲۰
	”دوسرے پیر کے یہاں حب جاہ کا سر قلم پایا۔“		۱۲۱

نمبر شمار	آئینہ خامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	وہ وہ اپنے سے افضل سمجھتے۔		۱۴۱
	”جو لوگ قال اللہ وقال الرسول پڑھتے ہوں۔ رشید احمد ان کے چوتھے نہ انھوں نے تو اور کیا کرے؟“		۱۴۱
	اس دنیا باقی نے سچ قیبا اٹھ کر لیا۔		۱۴۲
	حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خام پر شفقت۔		۱۴۲
	”جہاں سے پتھر ملتا رہتا ہے وہاں سے ناگواری نہیں ہوتی۔“		۱۴۲
	”شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کر لیں۔“		۱۴۳
	”مجھے تحقیق نہیں۔“		۱۴۳
	”مجھے بھی یاد رکھنا!“		۱۴۳
	”منہ پر مدت کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔“		۱۴۵
	مکاتیب رشیدیہ سے چند اقتباسات۔		۱۴۵
	اپنے مرید صادق سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی عجیب تواضع نے کلمات رفیعہ۔		۱۴۵
	حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی فنا عن الانوار۔		۱۴۶
	”میرا حال اس قابل نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد رکھے۔“		۱۴۶
	”اپنے آپ کو بالکل بے مناسب اور خالی دیکھ کر تائب نہ کرتا ہوں۔“		۱۴۶

نمبر شمار	آئینہ نصائین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	"آپ تشریف لادیں گے تو خود ہی امید نفع کی رخت ہوں کہ صحبت مسلمان قیمت ہے۔"	۱۲۷	
	"تم کو ذخیرہ آخرت جانتا ہوں، تم قابل فراموشی نہیں ہو۔"	۱۲۷	
	"اگر خود ایسے عطیات سے محروم ہے بارے احباب کو عطا ہوتا رہے۔"	۱۲۷	
	"اب سب رفیق رخصت ہوئے دیکھئے اب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دکھے نکات ہیں۔"	۱۲۸	
	حکیم عبدالعزیز صاحب مہم کے بد یہ پڑ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے غیر معمولی کلمات تواضع۔	۱۲۹	
	حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا اپنے نفس پر سوا ظمن اور دوسروں کے حسن ظمن پر پریشانی۔	۱۳۰	
	"اپنا جو حال ہے لکھ نہیں سکتا، محض بیگانہ ہوں۔"	۱۳۲	
	چند باتیں یاد ہیں اور بس۔"	۱۳۲	
	"خود شرمندہ و محبوب ہوا کہ آپ کو بندہ کیسا تھ یہ حسن عقیدت ہے اور خود بیچ در بیچ ہوں۔"	۱۳۲	
(۱۰)	حضرت حاجی شاہ عابد حسین صاحب دیو	۱۳۳ھ	
	بندی رحمہ اللہ کی فتائیت۔	۱۳۲	
(۱۱)	حضرت مولانا محمد تکی کاندھلوی رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی۔	۱۳۳ھ	
		۱۳۳	

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۱۲)	اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمہ اللہ کے واقعات۔ "اللہ اکبر" اس ہانگے درختوں کے پتے پتے سے تو اشع غیب رہی ہے۔ حب جاہ کا وہاں۔ نہایت تھا۔ "مجھ فقیر نے لئے تو جہاں بھی بیٹھ جاؤں گا راحت ہی راحت ہے۔" "حضرت! معاف فرمائیے، میں باز آیا ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں دو پاؤں۔" "گستاخ نہ ہوا۔" "میں نے دیکھی کہ حضرت رائپوری بھی طلبہ کی صف میں جیسے ہیں۔" "بھائی! تم جواب تک اندھیرے میں رکھا، اللہ کے واسطے میری خطا معاف کر دو۔" "میں کوئی چیز نہیں دے دوں، آپ میں تو طلب ہے مجھ میں یہ بھی نہیں۔" شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو ہندی رحمہ اللہ کے واقعات۔ عادات و اخلاق اور طرز زندگی۔	۱۳۳۷ھ ۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۳۹ ۱۳۹	۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۳۹ ۱۳۹

نمبر شمار	آئینہ مصائب	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”لومیاں محمود صاحب! اپنی چار پائی اٹھاؤ، میں بھی شیخ زادہ ہوں، کسی کا نوکر نہیں۔“		۱۴۱
	”مولانا تو یہاں کوئی نہیں رہتے اور بندہ محمود تو میرا ہی نام ہے۔“		۱۴۲
	معاصرین کا ادب۔		۱۴۳
	”میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے۔“		۱۴۵
	”ہاں! اور اصل یہی خیال مجھے بھی آ گیا تھا۔“		۱۴۵
	”مجبوراً میں چپ رہ گیا اور مولانا اس ہندوؤں کے پاؤں دھاتے رہے۔“		۱۴۷
	ایسا ہی ایک اور واقعہ۔		۱۴۷
	پہننے اوڑھنے میں سادگی اور طالب علمانہ وضع۔		۱۴۸
	”میاں! دل تو یہ چاہتا ہے کہ کوئی جو تیاں مارے تو اف نہ کروں، لیکن رائے و مشورہ میں سب کا تابع ہوں۔“		۱۵۰
	حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا لباس۔		۱۵۱
	فکر آخرت۔		۱۵۲

نمبر شمار	آئینہ ضابطین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”ہاں بھئی ایسے بے شرم تو ہم ہی تیں جو منتی رویاں لکھتے تیا۔“		۱۵۲
	حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کلامات میں سہقت فرماتا۔		۱۵۳
	حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی شان فناء۔		۱۵۳
	حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی اپنے شاگرد رشید حکیم امامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر شفقت۔		۱۵۴
	”اور تجھ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔“		۱۵۵
	”خدا نے کسے حیا خیال رکھنا اور مجھے رسوا نہ رہنا۔“		۱۵۶
	مزید چند واقعات۔		۱۵۹
(۱۴)	حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تواضع و قنایت۔		۱۶۳
(۱۵)	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۴۶ھ	۱۶۳

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	عاجزی و انصاری۔		۱۶۳
	”بند و ناجنح با اعتبار اپنے علم و فہم کے اس قابل نہیں کہ		
	علما و اہل امام کے اختلاف کا فیصلہ کر سکیں۔“		۱۶۳
	حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ توضیح میں اسلاف کا		
	نمود تھے۔		۱۶۵
	شیخ پورہ کی دعوت کا قعدہ۔		۱۶۵
	بیعت کے عجیب الفاظ۔		۱۶۶
	اہل علم نے استفادہ۔		۱۶۷
	اختلاف میں بھی اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ۔		۱۶۷
	”میں اپنے آپ و آپ کی روٹیوں پر پٹے والے		
	کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔“		۱۶۸
(۱۶)	مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن	۱۳۳۷ھ	
	صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔		۱۶۹
	”بے انسی کا ایسا کوئی دوسرا نمونہ اس عاجز نے نہیں		
	دیکھا۔“		۱۶۹
	”مولوی صاحب ایتہ آپ غلط لے آئے ہیں، میں		
	نے یہ چیز اتنی نہیں اتنی منگائی تھی۔“		۱۷۰
(۱۷)	امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ	۱۳۵۳ھ	
	اللہ کے واقعات۔		۱۷۰

فیہ نامہ	آئینہ اندام میں	تہذیبی اخلاقیات	صفحہ نمبر
	تو اسے دیکھو بیت و بیت میں بیٹھو۔ ”آپ! یہ ہے غیہ و غوغا اور بے جا شہینہ کی		۱۷۰
	اپنی ذات ہے۔		۱۷۲
	صحت کی غفلت۔		۱۷۳
	انحیثت پر اندیشہ۔		۱۷۳
	اساتذہ کا ادب		۱۷۴
	انسانی خدمت۔		۱۷۵
	ہذا ہے تعمیرِ برکت کی شکل البتہ دسہ صدق و خمس میں۔ دسہ صدق میں دسہ الفاظِ سعادت ہیں البتہ دسہ اللہ کی		۱۷۶
	مشارکت کا فہم۔		۱۷۶
	ہجڑ و اغیار کی سے زمین کا پیر۔ خرابیہ خراب ملکی		۱۷۹
	بولی جھکی کر کے پر معافی۔ نکتہ کا قسم۔ ”میں یہ کہے ہیں شخصوں میں جس کا دل ان کو		۱۸۰
	سعادت سے تعلق ہے۔		۱۸۱

نمبر شمار	آئینہ مشامین	تاریخ و قات	صفحہ نمبر
(۱۸)	قطب الاقطاب حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔ سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بحرِ چوندوی رحمہ اللہ کی صحبت۔ احترام سادات و بزرگان دین و اساتذہ۔ حضرت کے مرید ناماں منھا کی تواضع و انکساری۔ فنائیت پر مبنی عجیب جواب۔ صحبت کا اثر۔ شادی بیاہ میں سادگی۔ حضرت کے خادم و ولوی شیر محمد صاحب مرحوم کی فنائیت۔ "اگر جماعت کی خدمت کرنی ہے تو وہاں سے اٹھالیں، فقیر اپنی خدمت نہیں لیا کرتا۔" "میں خانہ رقیب کو بھی سر کے بل گیا۔" کھانے میں نہایت سادگی۔ غریب آدمی کی دلجوئی کا عجیب واقعہ۔ "تم نشستی میں جاؤ اور میں اونٹوں کو دھکیلتا ہوں۔" خود پیدل چلتے اور کسی فقیر کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے۔	۱۳۵۴ھ	۱۸۰ ۱۸۰ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۳ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۷ ۱۸۷

نمبر شمار	آئینہ ضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	اپنی فیہ ستارے پہ اپنا زلزلہ نقلی پر برگ نیم کی پٹی باندھی۔		۱۸۸
	"اگر اجازت ہو تو تے نورونی کا ٹکڑا ڈالا جائے۔"		۱۸۸
	عجز و انکساری نے سین پیلر۔		۱۸۸
(۱۹)	شیخ المشائخ حضرت خولجہ محمد فضل علی صاحب قریشی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۵۴ھ	۱۸۹
	"میں تو اس دیکھتا ہوں اور مجھے جو قوتوں کے قریب بینھنا چاہیے۔"		۱۸۹
	"تو مجھے تھنہ سکھاتا ہے؟"		۱۹۰
	کھانے میں مادی۔		۱۹۰
	"جورتنہ خارجی نے میں اللہ کا محتاج ہو وہ بڑا بول بول سکتا ہے؟"		۱۹۱
	پیر! تو چھیننا چاہے تو چھپ نہیں سکدا۔"		۱۹۰
	حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء۔		۱۹۲
	لونا لیکر تمام جماعت کے ہاتھ دھلائے اور جماعت کے سامنے رکھتے رہے۔		۱۹۲
	"میں نے اس لئے تمہارے جوتے صاف کیے کہ میرے عاقبت آپہنچے ہو تم بخل کرتے ہو اور روتے ہو ؟"		۱۹۳
	مجلس شیخ کا حیران کن ادب۔		۱۹۳

نمبر شمار	آئینہ نساجین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”شاہ شاتم نے میری طعنی پکڑی“ دوران سفر جمعہ صبح کے گھر لوگوں کے ہاتھ پاؤں دہاتے۔	۱۹۴	۱۹۴
(۲۰)	حضرت مولانا محمد یاسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کی تواضع و فتائیت۔	۱۳۵۵ھ	۱۹۵
(۲۱)	حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات کے آئینہ میں۔	۱۳۶۲ھ	۱۹۷
	حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے واقعات۔		۲۰۶
	”سب سے زیادہ دانا اور ناکارہ میں ہی ہوں۔ یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔“		۲۰۶
	حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا اعلاان۔		۲۰۸
	تواضع و فتائیت کی ایک عجیب مثال۔		۲۰۹
	حضرت حکیم الامت اور حضرت مدنی کے درمیان اختلاف اور دونوں بزرگوں کی تواضع و فتائیت۔		۲۱۰
	حضرت تھانوی اور مہتمم دارالعلوم دیوبند کی دین پور شریف میں تشریف آوری۔		۲۱۳
	حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی فتائیت۔		۲۱۶
	”بھائی! میں انکی سی ہمت مردانہ کہاں سے لاؤں؟“ اپنی اخلاقی اصلاح کے لئے ”ترجیح الراجح“ کے سلسلہ کا قیام۔		۲۱۶ ۲۱۷

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و وقت	نمبر نمبر
	حضرت سید مرامت کے طرز تربیت کی وضاحت۔ ”میں اپنے بچہ کو کتبہ والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہتا ہوں۔“		۲۱۸
	”یا آپ نے کتنا فرعون بچھو لیا ہے؟“		۲۱۹
	”ابھی تو میرا یہ خلق بھی درست نہیں ہوا۔“		۲۲۰
(۲۲)	مولانا بخشش احمد صاحب رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	۱۳۶۲ھ	۲۲۰
(۲۳)	بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۶۳ھ	۲۲۱
	تواضع و فنائیت۔		۲۲۱
	عاجزی و اعلائی۔		۲۲۲
	آخرت کا اتنا خمار۔		۲۲۵
(۲۴)	رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب وال پٹھروی رحمہ اللہ کے واقعات ”حشر کے روز میرے پاس اس سوال کا جواب نہ ہوگا۔“	۱۳۶۳ھ	۲۲۶
	شے کے انتقال۔ بعد اپنے مرید اور شاگرد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔		۲۲۶
	طلبہ کرام کی خدمت کا عجیب واقعہ۔		۲۲۷

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و اوقات	صفحہ نمبر
	”اللہ راضی قیوی، میں سمجھاؤں اسی پائیاں نہیں۔“ ”مجھے اس علم و فضل کا مالک عالم ہر عمل ہندوستان کے مہرزدہلی میں بھی نظر نہ آیا۔“ اس طرح کا ایک اور واقعہ۔		۲۲۷
(۲۵)	عارف باللہ حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ ایثار، ہمدردی اور اخوت کی جیتی جاتی تصویر۔ فنائیت کا مقام بلند۔	۱۳۶۴ھ	۲۲۸
(۲۶)	حافظ العصر حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجدوب رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔		۲۲۹
(۲۷)	”نہ جانے ایمان بھی ہے کہ نہیں“ حضرت مفتی عبدالکریم صاحب مکتھلوی رحمہ اللہ کی بے نفسی۔	۱۳۶۸ھ	۲۳۰
(۲۸)	شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے واقعات۔ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی تاریخ۔ شیخ الاسلام کا اخلاص اور زہدانہ زندگی۔ ایک غریب کی دلجوئی کا واقعہ۔	۱۳۶۹ھ	۲۳۱
(۲۹)	مولانا عبد المجید صاحب پچھراٹوی رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	۱۳۷۱ھ	۲۳۲
			۲۳۳
			۲۳۴
			۲۳۵
			۲۳۵
			۲۳۶

نمبر شمار	نیزہ مہر میں	تاریخ دعا سے	صفحہ
(۳۰)	مفتی اعظم دھرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ "اس مقام کی کسی شخصیت میں بھی اس درجہ کا تواضع نہیں دیکھا۔ "سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اپنی خدمت کو اپنے لئے مار رکھتے۔ "اپنے کام کو اپنے ہاتھ سے کرنے کے۔ وہی حق ہے۔ محمد امجد علیہ السلام سے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (۱۳۷۲ء)	۱۳۷۲ء	۲۳۷ ۲۳۷ ۲۳۹ ۲۳۸
(۳۱)	کے واقعات۔ "تمام تصوف کا دامن خود کو بنا دینا ہے۔ "بدعتی، بدعتی میں تو اولیٰ و آخریٰ ہے۔ آپ کو سنا دینا ہے۔ دھرت سید صاحب رحمہ اللہ کی علامہ ندوی رحمہ اللہ سے عاجزانہ درخواست۔ "میں ان کی تائید و معاونی کو کچھ کرتا تو مسخراتی ہو کیا۔ پورنوا سے نکلتے۔ خارقت سے سرفراز تھی۔ بدعت و فساد کا "اب جانی مانتے ہیں صرف جہول۔"	۱۳۷۲ء	۲۳۹ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۳۲)	شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ ابتداءً بالسلام کرنے کا اہتمام۔ "میں امیر ہوں، میرے حکم کی اطاعت ضروری ہے۔" رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ مولانا گیلانی رحمانہ کی صاف ولی۔ نفس پر قابو۔ شرشہ بننے سے لرزنا۔ مولانا کا اچھا حال۔ اپنے کو مٹانے کا جذبہ۔ پاوقار اور سادہ زندگی۔ سادگی کا ایک واقعہ۔	۱۳۷۴ھ	۲۴۹ ۲۴۹ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۰ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۳
(۳۳)	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے واقعات۔ مکارم اخلاق۔ درویشی اور ولایت۔ تواضع اور انکساری۔ "وہ بریلی سے رائے پور تک مجھے دہاتے رہے۔" "حضرت! میں نے کیا غلطی کی ہے؟"	۱۳۷۷ھ	۲۵۴ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۷

نمبر شمار	آئیے شملین	۳ تاریخ و کتاب	صفحہ نمبر
	”محمد کریم کی آنکھ بھینک اٹھ کا جو جنت البقاؤں میں ہے۔“		۲۵۸
	”خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دہ اس کا؟“		۲۵۹
	”آپ اشریتان سے اچھی طرح آشنا ہو جائیے؟“		۲۵۹
	ساری بات عبادتِ مبراہ و مبراہ کذا روتی۔		۲۶۰
	محمد و مبراہ نام نہا و اقصا۔		۲۶۰
	حد سے زیادہ شمع اور خا کساری۔		۲۶۴
	اپنے سر پہ پانی کا۔ کار کو کر اپنے شمع کے گھر بجا رہے تھے۔		۲۶۳
	ساو کی وجہ نکلی۔		۲۶۵
	خلاق پریدہ۔		۲۶۵
	حقوقِ خدا کی خدمت۔		۲۶۶
	”مجھ سے اطلاع سنت کہاں ہو؟“		۲۶۷
	”میرے متروک علی مطالع کہاں ہیں؟“		۲۶۷
	”مملوک شمس و مبراہ کیوں رہے؟“		۲۶۸
	”خداوند تعالیٰ حضرت مبراہ رحمہ اللہ کا حضرت عازمہ		
	نورانی رحمہ اللہ سے نام ایک کتاب۔		۲۶۸
	”اپنی عمر بیکار بی بات ختم ہوں تو مجھے ختم رنج ہوتا		
	ہے۔“		۲۷۰
	خوشیوں سے ہے نکلی اور تو اضع و اکساری۔		۲۷۰
	آفتاب پرستہ و فرما۔		۲۷۱

نمبر شمار	آئینہ ضامین	نمبر شمار
۲۷۱	مختلفی قائم نہ چاہئے تے انکار۔	
۲۷۲	نہ وچا نہ پانی پایا۔	
۲۷۲	ماتے تھے۔	
۲۷۲	دست و باز سے تالی صاف کی۔	
۲۷۳	شمار کی خدمت۔	
۲۷۳	مخدوم لیاقت خان خادم۔	
۲۷۳	ایک روپیہ قبول فرمایا۔	
۲۷۴	تعویذ مکے کے خود در خواست۔	
۲۷۴	دیکھا گیا دسترخوان بچھا رہے ہیں۔	
۲۷۴	مزدور کے مکان پر تشریف لے گئے اور خدمت کی۔	
۲۷۵	”تم قیل حکم کے لئے حاضر ہیں۔“	
۲۷۵	”معاف کیجئے گا میں بالکل بھول گیا تھا۔“	
۲۷۵	امیازی برج سے انقباض۔	
۲۷۶	ایثار و انکسار۔	
۲۷۷	عوام کے کہتے ہیں؟	
۲۷۷	نمازی کے چیل سیدھے گئے۔	
۲۷۸	مکتوبات شیخ الاسلام سے پتہ اقتباسات۔	
	”اصلاح نفس کا خیال ایک نفس پرور ہے؟ یا	
۲۷۸	ملحوظ۔“	
۲۷۸	”ممر سے تجاوز کر کے ممر تو بند آخرت پہنچیں۔“	

نمبر شمار	آئینہ ضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	نہایت اہمیت میں دیکھا رہوں۔		۲۸۵
	”تو یہ باتو! آپ نے بھی آخرت کے لئے اس		۲۸۶
	ناکارہ شخص کا قرب تلاش کیا۔“		۲۸۶
	حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی کمال تواضع۔		۲۸۷
	”ابورکے“ جامعہ اشرفیہ انیسویں قرآن۔		۲۸۷
	”جینا اچھے معاف کردہ میری خدمت کی وجہ سے		۲۸۸
	تھیں یہ آراہ ہو ناچار۔“		۲۸۸
	حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت ابوہریری		۲۸۹
	رحمہ اللہ کی ایک یادگار ملاقات۔		۲۸۹
	حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت ابوہریری		۲۸۹
	رحمہ اللہ کی ایک یادگار ملاقات۔		۲۹۱
	”میرا اہل خلیل خلقت نے بنایا۔“		۲۹۱
	”اگر میری تعریف میں بے قہر نہ ہوتے تو قطعاً اب زنت		۲۹۲
	نہیں۔“		۲۹۲
	”اس مجلس میں سب سے زیادہ جتنی میں ہوں۔“		۲۹۳
	”میں کیا ہوں جو میرے خطوط لکھتے ہو! امت کا حوالہ۔“		۲۹۳
	”حضرت مفتی صاحب نے اپنی فقیہی کو اس طرح		۲۹۳
	چھپایا ہے جیسے مرنے والے اپنے پورے دل اپنے پرہیز میں		۲۹۳
	لے بیٹھی ہے۔“		۲۹۳
	”یہ تو آپ کا احسان ہے کہ آپ نے کچھ ذرا جامعہ کلامی کی		

شمارہ شمار	آئینہ مصائب	تاریخ و مکان	صفحہ نمبر
	سہ ماہی نے غصہ بہ نہ بھائی ہے۔		۲۹۴
	”بھائی، دعا کر، رانا اس نے تیریں بہت آکھیں		۲۹۵
	ہی ہے۔“		
	”میری کیا یہاں ہے کہ رین کی خدمت کا کوئی دلچا		۲۹۵
	ہو کوئی نہ ہو۔“		۲۹۶
	حضرت شفیق صاحب رحمہ اللہ کی شان تو شیخ		
	بران نے انصاف کی محی تعظیم فرمائی اور نگہ سے بچنے		۲۹۷
	کی بھی نہ ہی سمجھا۔“		
	جب تمام غصے کی پگھلا نہ ہو تو بھائی نے		۲۹۸
	کہہ دیا: ”اے“		۲۹۸
	”میں جسیں دانت نہ بچھاؤ بہت۔“		
(۳۶)	شیخ انصاریہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ	۱۳۶۱ھ	۲۹۹
	اللہ کے نعمات۔		۲۹۹
	میرا اور اہل کی۔		۳۰۰
	مردارچہ تہ اضع اندری۔		۳۰۰
	کمال سادگی۔		۳۰۱
	ایک عظیم پیروگر پیدل جس کا پیچھے۔		

نمبر شمار	آئینہ منامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	اکابر سے عقیدت - مشائخ کا ادب -		۳۰۱
	اکرام قطب عالم حضرت شاہ عبدالقادر رانی پوری		۳۰۱
	شیخ الاسلام مولانا حسن احمد مدنی سے عقیدت -		۳۰۳
	نسبت گاہ کا بھی اکرام -		۳۰۳
	حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں ہمیشہ وزانو بیٹھنے کا اہتمام -		۳۰۴
	تواضع و انکساری -		۳۰۴
	درس توحید کی وہ سچیں سچوں کا آرام و تعلیم -		۳۰۵
	اکرام مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ -		۳۰۶
	رواداری اور احترام مسلک کا عجیب منظر -		۳۰۷
	طلبہ کا سامان اٹھا کر مسجد لیجاتا -		۳۰۷
	انسانی ہمدردی -		۳۰۸
	نظارہ میں کوسے والے سے بغل یہ ہو گئے -		۳۰۸
	اصناف نوازی کی عجیب مثال -		۳۰۹
(۳۷)	عارف باللہ حضرت مولانا حماد اللہ بالجووی	۱۳۸۱ھ	۳۱۰
	رحمہ اللہ کے واقعات -		۳۱۰
	"میں اس گدھے کا بیوقوف مالک نہیں ہوں کہ آپ کی تعریف سے میرا نفس پیول جائے"		۳۱۱
	"میرے اعمال تو ایسے ہیں کہ زمین پھٹ جاتی اور مجھے دھنسا دیا جاتا"		۳۱۲

نمبر شمار	آئینہ مختصر	صفحہ نمبر
	"میں دن اور رات کی رائے یہ ہے کہ مایوس است ایسے فرمان میں جس میں حاکم ہوں"	۳۱۳
	"کبھی لوگ اللہ کے نام نہ لے ہیں یہ ف میں ایک عجب شخص میں ہے۔"	۳۱۳
	"حضرت اقدس مولانا پوری زیدی قاضی و فیضیت کا مٹی ہو رہی۔"	۳۱۴
(۳۸)	امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب مکتبہ دینی رحمہ اللہ کی فنائیت۔	۳۱۵
	امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے واقعات۔	۳۱۶
	بے نفس و باندہ مٹی۔	۳۱۶
(۳۹)	اپنے سر مبارک سے وہاں انور حضرت مولانا اللہ کے قدموں میں بیچاویں۔	۳۱۸
	"میرے دل میں یہ ہے کہ مالک نے یہ دعا الیہ بتائی۔"	۳۱۸
(۴۰)	مولانا سید حسن صاحب رحمہ اللہ کی حاجزی و انکساری۔	۳۱۹
(۴۱)	حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رانی پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	۳۲۰
	"ان کا درجہ بہت اونچا ہے اللہ نے ایسے بندوں و	

نمبر	آئینہ خدامین	ترجمہ و معنی	صفحہ نمبر
۳۲۰	بیوت کرنے سے شرم آتی ہے۔		
۳۲۲	بے نقی و فانییت کے عجیب واقعات۔		
۳۲۳	مزید چند حقیقہ آمیز واقعات۔		
۳۲۰	”تپتے ہوئے کان ہوتا تو اور بھی بے خوش ہوتا۔“		
۳۲۰	”یہ شخص ہم آں اپنی فی میں مشغول ہے۔“		
۳۲۲	حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمہ اللہ اور حضرت		
۳۲۳	راپھوری رحمہ اللہ کی خانقاہ تہذیبیوں میں حاضری۔		
۳۲۳	عارف باللہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب	۱۳۸۳ھ	(۴۲)
۳۲۳	پچو پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔		
۳۲۳	حضرت والی مادی۔		
۳۲۳	ہندوستان کی خدمت کا عجیب واقعہ۔		
۳۲۳	امیر القلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب	۱۳۸۵ھ	(۴۳)
۳۲۳	دہلوی رحمہ اللہ کے واقعات۔		
۳۲۳	مولانا ابواسم ندوی رحمہ اللہ کے مایہ ناز۔		
۳۲۶	کسی سے استغناء کرنے میں کبھی حجاب نہیں ہوا۔		
۳۲۷	”مفتی بی اسرار کے لئے اور ہمارے لئے والوں کے		
۳۲۷	لئے و ماسرنا۔“		
۳۲۷	”مجھے ابھی تک چوبہ نہیں آئے۔“		
۳۲۸	اس ہائی کے اٹھنے کا لطف، ملاوٹ تک پر ہانوں۔		
	کئی دنوں تک مہمانوں اور گھر والوں کی نجاست اٹھ		

نمبر شمار	آئینہ مصومین	تاریخ اشاعت	صفحہ نمبر
	برہنہ نقل میں پختہ رہے۔		۳۳۸
(۴۴)	عارف بامد حضرت مولانا عبدالرحمن	۱۳۸۵ھ	۳۳۸
	صاحب کا ملبہ و رسی رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۳۹
	اکوڑہ خٹک میں توفیق آمیز۔		۳۴۰
	طلبہ پر شفقت۔		۳۴۱
	شان تواضع۔		۳۴۲
	ب نفسی و فنییت۔		۳۴۳
	اصلاح میں رہنمائی۔		۳۴۴
(۴۵)	حضرت مفتی سعید احمد صاحب کی تواضع و		۳۴۹
	فنائیت۔		۳۵۱
(۴۶)	حضرت مولانا فخر الدین شاہ صاحب رحمہ		۳۵۱
	اللہ کی تواضع و فنائیت۔		۱۳۹۶ھ
(۴۷)	حضرت مولانا شہید محمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی		۳۵۲
	تواضع و فنائیت۔		۱۳۸۷ھ
(۴۸)	مصالح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ		۳۵۲
	صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔		۱۳۸۷ھ
(۴۹)	جامع المعقول، المعقول، علامہ مولانا محمد		۳۵۳
	ایبراهیم صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔		۱۳۸۷ھ
(۵۰)	شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی		۳۵۵
	رحمہ اللہ کے واقعات		

نمبر شمار	آئینہ خدمت میں	تاریخ وفات	نمبر شمار
	”حضرت ایہ نوب مجھے پہنچتے ہیں اسی لئے مدح کا کہتے ہیں۔“		
۳۵۵	”اگر ان حضرات کی تراب غفلت ہو جائے تو میرے لئے یہی فخر ہے۔“		
۳۵۶	ہاتھ چومنے والوں کو تنبیہ۔		
۳۵۷	”مجھے اس بیان سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔“		
۳۵۷	خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	۱۳۹۰ھ	(۵۱)
۳۵۷	رحمہ اللہ کے واقعات۔		
۳۵۷	کمال تواضع۔		
۳۵۸	ادب و تواضع۔		
۳۵۸	ایک سبق آموز واقعہ۔		
۳۵۹	اتباع شریعت و سنت۔		
	حضرت حاجی عبدالغفور صاحب جو دھپوری	۱۳۹۰ھ	(۵۲)
۳۶۰	رحمہ اللہ کے واقعات۔		
۳۶۰	بے نفسی۔		
۳۶۳	حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف سے اجازت۔		
	مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری	۱۳۹۱ھ	(۵۳)
۳۶۳	رحمہ اللہ کے واقعات۔		

نمبر شمار	میزہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۵۴)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کا مدح و تحسین اور اللہ کے واقعات۔ تواضع اور فطانت کے حسین پیکر۔ "تحت والوں سے تھی اونچے ہیں ترے خاک نشین۔" "یہ بیضائے فیض تھے ہیں اپنی آفتاب میں۔"	۱۳۹۲ھ	۳۶۵ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۸
(۵۵)	شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے واقعات۔ "اب ایسے متواضع اور منظم المرآج بزرگ کہاں پیدا ہوں گے۔" "ان شاء اللہ ان حضرات کی علمی و دینی خدمات میری مغفرت کا ذریعہ بنیں گی۔" مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ تواضع اور سادگی کے پیکر۔ "مجھے ان کی اس تواضع پر بے حد شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔" بے تکلف اور ہنس مازندگی۔ "میرے پاس وہی - مایہ آخرت نہیں ہے، میں نے عمر بھر پانچ نہیں کیا۔" حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا امتیازی وصف۔ "ان کے اسی رویہ سے میں ہمیشہ شرمسار رہتا۔"	۱۳۹۲ھ	۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۳ ۳۷۵ ۳۷۵ ۳۷۶

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ اشاعت	نمبر شمار
۳۷۷	خدمتِ خلق اور بے نفسی کا ایک سبق آموز واقعہ۔		
۳۷۸	ایسا ہی ایک اور واقعہ۔		
۳۷۹	اجازت، رخصت اور خلافت سے سرفرازی۔		
۳۸۰	استغناء کی خواہش اور خشیت و تواضع۔		
۳۸۱	حقیقتِ طم۔		
۳۸۲	تواضع و فرویت۔		
۳۸۳	”یہ خواہش فریضہ الی و رحمت و پیغامی سب نہیں۔“		
۳۸۴	حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا اپنے بعض ہم		
۳۸۵	اصروں کے ساتھ معاملہ۔		
۳۸۶	”حضرت میں کچھ کا مذکا لے کر لیتا ہوں اور کیا کام		
۳۸۷	ہے؟“		
۳۸۸	حضرت رحمہ اللہ کی شان تواضع۔		
۳۸۹	”یہ میری حقیقت ہے۔“		
۳۹۰	”ہمیں خدا کے قرب و پیڑوں میں جو رات		
۳۹۱	نسیب ہوتی ہے وہ نہ کاری عمارت میں نہیں ہوتی۔“		
۳۹۲	”اصول فقیر پر تمہارے دوس میں میں بھی شریک		
۳۹۳	ہو آبرو وال کا۔“		
۳۹۴	فروتنی است دلیل رسیدگان خدا۔		
۳۹۵	حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی سب سے ممتاز اور		
۳۹۶	نمایاں خصوصیت۔		

نمبر شمار	آئینہ شامین	تاریخ و وقت	صفحہ نمبر
(۵۸)	محدث الائمہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے واقعات۔ صغیرانوی کی مجیب مثالیں۔ مالی ظفری، سب نفسی اور ایثار و اخفاء کے بے نظیر واقعات۔ حقیقی عظمت۔ ”جو کچھ کر، اللہ کے لئے کرو، شہرت کے لئے نہ کرو۔“ ”اولئک آہالی فجتنی بمثلہم۔“	۱۳۹۷ھ	۴۱۱ ۴۱۱ ۴۱۳ ۴۱۵ ۴۱۷ ۴۱۷
(۵۹)	قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بہلولی رحمہ اللہ کے واقعات۔ تواضع و عہدیت سے متعلق حضرت کے ملفوظات طیبات۔ ”جہاں میں“ ہو وہاں اللہ تعالیٰ کیسے؟“ کمال انکساری۔ ”میں تو بہت سنبھرا ہوں، کسی سے میری غلط تعریف بن کر بھول رہے ہو۔“ ”جہاں گندگی ہوتی ہے کبھی آیا ہی کرتی ہے۔“ ”بھائی! مجھ میں کوئی ایسا نقص ہو گا دعا کرو پہلے میری اصلاح تو ہو جائے۔“ اپنی تعریف اور کسی کی تنقید میں سن کر رقت طاری ہو جانا۔ ”میں تو کانا ہوں مگر حضرت تھانوی قدس سرہ کی	۱۳۹۸ھ	۴۱۹ ۴۱۹ ۴۲۲ ۴۲۲ ۴۲۲ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۳

تبدیل شمار	تبدیل مضامین	تبدیل مقامات	تبدیل نمبر
۳۲۴	تو تین باتیں برو شمت ہے۔		۳۲۴
۳۲۵	برو تکتے کے انکسار پر سارے مخالف مانگے کا اجتماع۔		۳۲۵
۳۲۶	بے نفس اقلیت کے عجیب واقعات۔		۳۲۶
۳۲۷	غلام کا احترام۔		۳۲۷
(۲۰)	حضرت ائمہ میں مولانا شاہ محمد اسعد اللہ	۱۳۹۹ء	۳۲۸
	نصاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۲۹
	ہشتی سے مولیٰ، تھن کا ائمہ۔		۳۳۰
	امام سے بھائی ائمہ نے جلا جھٹے جو۔۔۔۔۔		۳۳۱
	پنے حکم کردار پر بے سہارے میں فرمان کی		۳۳۲
	بھرنے اور ترقی ہے کہ میں ان کے پاؤں، ہاؤں۔		۳۳۳
(۲۱)	قائد ملت، امامیہ حضرت مولانا مفتی محمود	۱۳۰۰ء	۳۳۴
	نصاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۳۵
	”نوٹ: ہوں میں ناف گئے ہیں اور کاموں سے		۳۳۶
	کو سول دو، چھ گئے ہیں۔“		۳۳۷
	فخر شاہی کا مفاہم۔		۳۳۸
	بوند ملت علیہ کی سادگی۔		۳۳۹
	”میں کی سادگی کے سامنے پولیس والے تماشہ عام ہیں۔“		۳۴۰
	”میں نے سادگی اپنے آپ کو بھی ڈالنے بھجوا۔“		۳۴۱
	بروز وزارت میں نہ میں چھٹی فہرست ہو گئی۔		۳۴۲
	”میں بکلف سے ہری ہے حسن ذاتی۔“		۳۴۳

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و اوقات	صفحہ نمبر
	”کیا میں اپنا اخلاق اور شرف افت چھوڑ دوں گا۔“ ”وہ اسلام آباد جا رہے تھے اور ان کا جوتا ٹوٹا ہوا تھا۔“		۴۳۶
	خواب بیان کرنے سے منع لیا کہ خود ستانی کا پہلو کھتا ہے۔		۴۳۷
	حکومت سعودیہ کے مہمان۔		۴۳۸
(۶۲)	مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث بخاروی رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی۔	۱۴۰۱ھ	۴۳۹
(۶۳)	حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کی عاجزی و انکساری۔	۱۴۰۱ھ	۴۴۰
(۶۴)	حضرت مولانا مفتی محی الدین صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔	۱۴۰۱ھ	۴۴۱
(۶۵)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۴۰۲ھ	۴۴۲
	حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اپنے ملفوظات و مکتوبات کے آئینہ میں۔		۴۴۳
	مولانا ابوالحسن علی ندوی کے نام دویا کا رکتوب۔		۴۴۷
	”افسوس! کہ کتے کی دم برس قلمی میں رکھنے کے بعد نکالی تو نیز گھی سی نکلی۔“		۴۵۰
	خلافت کی تشہیر کے خوف سے حضرت رائے پوری		

نمبر شمار	آئینہ ضامین	تاریخ و قات	صفحہ نمبر
(۶۸)	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۲۰۳ھ	۴۵۷
	”بھائی! شہد و بھی تو گھیاں بناتی ہیں۔“		۴۵۷
	”تشریف آوری محسوس نہ ہوئی۔“		۴۵۸
	”یہ آپ کی محبت ہے۔“		۴۵۸
(۶۹)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رانپوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۲۰۵ھ	۴۵۹
	”میں نے سوچا کیوں نہ میں خود ہی وقتصور وار سمجھ کر مہتمم صاحب سے معذرت کر لوں؟“		۴۵۹
	کمال درجے کمالی۔		۴۶۱
(۷۰)	مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتانی رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	۱۲۰۵ھ	۴۶۲
	حضرت حاجی محمد شریف صاحب ہوشیار پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔		۴۶۳
	”خدا کی قسم! میں تو اس قابل ہوں کہ بندی تالی میں پھینک دیا جاؤں۔۔۔۔۔“		۴۶۴
	”اگر مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو مجھے اس کی اطلاع ضرور کرو!“		۴۶۴
	”میں کیسا خوش قسمت ہوں کہ ایک طالب علم میرے پاس آیا ہے۔“		۴۶۴

نمبر شمار	آئینہ ضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	اس فطانت کی مثالیں اس دور میں بہت ہی کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔		۴۶۵
	"میرے پاس کسی مال کا جواب نہیں۔"		۴۶۵
	"میں اپنے آپ کو سب میں ذلیل ترین دیکھتا ہوں۔"		۴۶۵
	"میں تالائق و ربارا شرف ہوں۔"		۴۶۶
	"کاش! اولاد کا میرے سامنے ہوتا تو میں اپنی چڑی اس کے پاؤں پر رکھ دیتا۔"		۴۶۶
(۷۱)	حضرت کے تحریف مودہ دو خط۔	۱۳۰۵ھ	۴۶۷
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان عبدیت۔		۴۶۹
(۷۲)	حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رائپوری رحمہ اللہ کی تواضع و فطانت۔	۱۳۰۵ھ	۴۷۲
	"حضرات! مجھ سے تقریر کرنے کا تقاضا لیا گیا ہے لیکن مجھے تقریر کرنے کی نہیں آتی۔"		۴۷۲
(۷۳)	عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۰۶ھ	۴۷۳
	"کیوں جھوٹ بولتے ہو، شرم نہیں آتی؟"		۴۷۳
	"تو انجام کار منی میں مل جانے والا ہے۔"		۴۷۴
	نشست کے انداز میں بھی ساہوگی۔		۴۷۵

نمبر شمار	آپ بے شمار میں	تاریخ و وقت	صفحہ نمبر
	پہلوؤں کے ساتھ خوشگفت و صحبت اور آپ کی تواضع		
	انکساری۔		۳۷۵
	تواضع و شفقت۔		۳۷۶
	فیوض و منسوب۔		۳۷۶
	تہذیبیانہ اور عارفانہ۔		۳۷۷
(۷۴)	عارف بانی حضرت قاری فتح محمد صاحب	۱۳۷۷ھ	
	پانی پتی رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۷۹
	تہذیب (۱)		۳۷۹
	تہذیب (۲)		۳۸۰
	تہذیب (۳)		۳۸۰
	تہذیب (۴)		۳۸۱
	تہذیب (۵)		۳۸۱
	تہذیب (۶)		۳۸۲
(۷۵)	مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب	۱۳۷۷ھ	
	رحمہ اللہ کی تواضع و فتاویٰ۔		۳۸۵
(۷۶)	نفاذ جی حضور مولانا محمد اللہ صاحب رحمہ اللہ	۱۳۷۷ھ	
	کی تواضع و فتاویٰ۔		۳۸۶
	جہانگیریت کے بعد اپنے لئے مرثیہ لکھے		
	ازالہ فی دعائیہ درخواست کرے۔		۳۸۹

نمبر شمار	موضوعات	نمبر شمار
(۷۷)	حضرت خواجہ عبدالملک صدیقی رحمہ اللہ کی حاجزئی و انصاری۔	۴۸۶
(۷۸)	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۴۸۷
	مدارس کی تاریخ ۱۰۰۰ء واقع۔	۴۸۸
	ایک اور عجیب واقعہ۔	۴۸۹
	پاپا انصاری۔	۴۹۰
	بہنشی اور حمیریہ کی ایک حیرت انگیز واقعہ۔	۴۹۰
	یاد جو رفعت بلندی کے ۱۰۰۰ آپ کو ملتا ہوا خیال کرتے تھے۔	۴۹۲
	حضرت آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔	۴۹۳
(۷۹)	مرشد عالم مولانا حضرت علامہ حبیب صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۴۹۵
	حکایت اموات۔	۴۹۵
	حضرت صاحب آپ آپ لیٹ جائیں۔	۴۹۵
	انجوائے صفت ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر رہتے ہیں۔	۴۹۵
	انجوائے صفت ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر رہتے ہیں۔	۴۹۶
	پانیہ۔	۴۹۶
	میں زمینداروں کے گھر چل سکتا ہوں تو غریبوں کے گھر بھی چل سکتا ہوں۔	۴۹۶

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و وقت	نمبر نمبر
(۸۰)	حضرت مولانا سید محمد عبد اللہ شاہ بونیری رحمہ اللہ کی تواضع و مساہگی۔	۱۴۱۰ھ	۴۹۶
(۸۱)	استاذ العلماء حضرت مولانا محمد شریف کشمیری صاحب رحمہ اللہ کی تواضع و انگساری۔	۱۴۱۰ھ	۴۹۷
(۸۲)	حضرت مولانا فقیہ محمد صاحب رحمہ اللہ کی فقائیت۔	۱۴۱۲ھ	۴۹۸
(۸۳)	خز اہلسنت حضرت مولانا قاری عبد الرشید صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۴۱۲ھ	۴۹۹
	نام و محمود سے نفرت۔		۵۰۰
	سادگی اور تواضع کے چند دلچسپ اور سبق آموز واقعات۔		۵۰۱
(۸۴)	مسح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۴۱۳ھ	۵۰۲

نمبر شمار	ایضاح و تفسیر	تاریخ و جلد	صفحہ
	”گوئی یہ تھی تو ہوتی میں اپنے آپ سنبھرتا رہوں اور یہی اصلاح ہوتی رہے۔“		۵۰۲
	”لیکن اس وقت کوئی نہیں ہے مابعد وائے آپ نوازا جاتا ہے۔“		۵۰۶
	”میرے لیے ایک بے حد ریت کی صحبت ملے گی جو نہایت ہے۔“		۵۰۷
	”یہاں میری قومیں پائی ہوئی ہیں۔“		۵۰۷
	”وہ ان کی جگہ پر تھکتے ہیں۔“		۵۰۸
	”میں تم سے ملتی ہوں۔“		۵۰۹
	”میرا بھائی ہے۔“		۵۱۰
(۸۵)	”حضرت مولانا محمد علی بیہ و بکر فی رحمہ اللہ کی توانی و انصاری۔“	۵۱۱	۵۱
(۸۶)	”فقیر احمد حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات۔“	۵۱۲	۵۱۲
	”میرے مفتی۔“		۵۱۲
	”میرے مفتی۔“		۵۱۳
	”میرے مفتی۔“		۵۱۳
(۸۷)	”مفتی عظیم حضرت مفتی وں حسن رحمہ حب تھانوی رحمہ اللہ کی غرضیت۔“	۵۱۵	۵۱۵

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و وقت	صفحہ نمبر
(۸۸)	حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ در خواستی رحمہ اللہ کے واقعات۔ ”تم لوگ مجھ سے بدرجہا بہتر ہو، میں تو بدی کا پتلا ہوں۔“	۱۴۱۵ھ	۵۱۶
	”زندگی میں ہم نے کیا ہی کیا ہے جو آپ ہم سے حالات لیتے ہیں۔“		۵۱۶
	”ذرا پی پر بہک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔“		۵۱۷
(۸۹)	حضرت مولانا محمد رضا امیر کی رحمہ اللہ کی اللہ بیت و تواضع۔	۱۴۱۵ھ	۵۱۸
(۹۰)	حضرت مولانا محمد انعام احسن کاندھلوی رحمہ اللہ کے واقعات۔ ”نمائیت پر مبنی عجیب ارشاد۔“ ”میںس بولنا بھی نہیں آیا۔“ ”اپنے پاس کوئی پونجی نہیں ہے۔“ ”بجز واکسار کے حسین پیکر۔“ ”ارے بھائی! میں کیا جانوں۔“ ”مجھے قوت سرنی نہیں آتی۔“ ”اعلان کی وجہ سے پیشان روٹ کر کھڑے رہے۔“ ”اجی امیری کیا بزرگ ہے یہ کام مجھ پر موقوف نہیں ہے۔“ ”آمال بے نفسی۔“	۱۴۱۶ھ	۵۲۰ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۶

نمبر شمار	آئینہ ضامین	تاریخ وفات	تقریب
(۹۱)	شہید انبی - نیک نمانی مہر سے اللہ ہماری بخشش کرے۔ مظفر اسلم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ ماسدنی اور بنگالی۔ انجمن تہذیب و علم۔ شعبہ مشیت۔ زیادہ سے زیادہ نکلے۔ نور و مہر تہذیب و علم۔ انکسار و تواضع۔	۱۳۱۷ھ	۵۲۷ ۵۲۷ ۵۲۷ ۵۲۹ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۰ ۵۳۱
(۹۲)	مولانا محمد عمر صاحب پالن پور جی رحمہ اللہ کی تواضع اور سادگی۔	۱۳۱۷ھ	۵۳۳
(۹۳)	فقیر الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن کنہوی رحمہ اللہ کے واقعات۔ یہ سب سچے سچے نو است سے زور بات۔ اقربا ز پسندی۔ فقیر کو اپنی رکابی میں سناٹا کھانا۔ کھانے کے موقع پر عادت مبارک۔ میں محروم جہاں تھا وہیں رہا۔ شعر کا عجیب مطلب۔	۱۳۱۷ھ	۵۳۲ ۵۳۵ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۷

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”صاحب نسبت بزرگ“ کہنے پر تنبیہ۔		۵۳۸
	”یہ کمینہ سید کارالاق احمد ام نہیں۔“		۵۳۸
	”میو ب پ پ د و ا ل رکھا ہے۔“		۵۳۸
	”حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا قائم مقام“ کہنے پر تنبیہ۔		۵۳۸
	”یہ ناکارہ جو تیاں سیدھی کرنے کے قابل تھی نہیں۔“		۵۳۹
	”اتنی عمر ہو چکی حالات درست نہیں ہوئے۔“		۵۳۹
	”یہاں تو میری نحوست ہی نحوست ہے۔“		۵۳۹
	”آپ سے زیادہ امراض باطن و امراض ظاہر میں یہ ناکارہ ہوتا ہے۔“		۵۴۰
	حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید مجدہم کا مکتوب اور حضرت والا کی طرف سے اس کا جواب۔		۵۴۰
	رجوع کرنے کی درخواست پر تنبیہ۔		۵۴۱
	تاج محمد صاحب سے آمہ کاف کی اجازت۔		۵۴۲
	”میری حالت انقص ہے۔“		۵۴۲
	مجلس شوریٰ کی رکنیت سے معذرت۔		۵۴۳
	”آپ سے ناراض ہو کر مور و غضب بننے کی تاب کہاں؟“		۵۴۴
	”شاید کسی کی خدمت کا موقع مل جائے۔“		۵۴۴

صفحہ نمبر	آئینہ سخاوت	تاریخ و وقت	نمبر شمار
۵۳۴	"یہ ہمارا روتو جو مغرب سے نکلی ہے۔"		
۵۳۵	"وہ لڑکے تو میرا گروہ ہیں۔"		
۵۳۵	روزِ فاضل و فراغت سے دلچسپ ہے۔		
	"اس سے مغرب تک ایک دربار میں مغرب سے		
۵۳۶	نہایت تک ایک دربار میں۔"		
۵۳۶	"میں بیکار ہوں۔"		
۵۳۶	"مغرب لئے وفد کی ضرورت نہیں۔"		
۵۳۶	"قوالی اشاعت نہیں بلکہ قابل اشاعت ہیں۔"		
۵۳۶	حق و حق کی بات کی پابندی۔		
۵۳۶	اندر از خطبہ۔		
۵۳۶	سودہ و قحطی کرنے سے احتراز۔		
۵۳۶	"بھیس فقیہ" کی بحیثیت سے خدمت۔		
۵۳۶	حجرات نے فرمائے کی وجہ۔		
	"میں حضرت مہدی قدس سرہ کی بولی کی ناک کے		
۵۳۶	پر اب بھی نہیں۔"		
۵۳۶	خدا و تبارک۔		
۵۳۶	"چھ سیکڑے جو رکھی تھی کوئی رگارش کرے گا یہ نہیں؟"		
۵۳۶	اس نے لئے کھڑے ہوئے سے انکسار۔		
۵۳۶	"اٹھنے کے لئے میرا نفس کچ رہتا ہی بہت کافی ہے۔"		
۵۳۶	"ہم خاک لٹیلوں کو نہ مستور پہنچے۔"		

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	نمبر شمار
	اپنی تعریف سے انفرت۔		
۵۵۸	"وہ نہیں آتے تو تو ہی چل بختی!"		
۵۵۸	"اس کا مجھے تم نہیں۔"		
	"اب مجھ سے اس طرح نہیں پڑھایا جاتا کیونکہ طلبہ		
۵۵۹	زیادہ فاضل ہونے لگے۔"		
۵۵۹	"اس مٹی کے ڈھیر کو اٹھا کر جہاں چاہے رکھ دو۔"		
۵۶۰	"میری بکو اس کیسا تے ہو۔"		
۵۶۰	"مخت و محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔"		
۵۶۰	"دیتے ہیں بادہ ظرف قدر خوار و کچھ کر۔"		
۵۶۱	"پوری دنیا میں خود سے نکلتا اور ناکارہ کسی کو نہیں پایا۔"		
	(۹۴) عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق	۱۳۱۸ھ	
۵۶۲	احمد باندوی رحمہ اللہ کے واقعات۔		
۵۶۳	وردہ انے پر بیٹھ کر چائے پی۔		
	وہی مدراس وغیرہ میں بیان سے ادب اور تواضع مانع		
۵۶۴	ہوتی تھی۔		
	"وہ حضرات بڑے تھے، ہر کام میں بڑوں کی رہنمائی		
۵۶۵	نہ کرتی چاہئے۔"		
۵۶۵	"ہم تو اوپر سے کہتے ہیں سب وہیں سے ملتا ہے۔"		
	"لوگ مجھ کو یہ نہیں کیوں بزرگوں میں شمار کرنے		
۵۶۵	لگے۔"		

نمبر سیر	نیز مضامین	تاریخ اشاعت	صفحہ نمبر
	”میں اپنی ٹوہنی آپ لوگوں کے جیروس پر دھکتا ہوں میں سداؤ نسیم کیجئے“۔	۵۶۶	
	”یہ تو پلی مر۔ تارا۔ لڑکے بیٹھام کے پانڈاں پر دھک دیا۔ ایک بڑا بڑا صوبہ اور شاہی کی خدمت۔	۵۶۷	
	”مدد کی خدمت نے عجیب واقعات۔	۵۶۸	
	”اشاد کو کسی نیوا۔ سی اعلیٰ کا مہر جائے۔	۵۶۹	
	”یہ ایک دور کی تعلیمی۔	۵۷۰	
	”ایک تحریک و تہذیب اور القابات پر تظہار پہنچنے کی کے واقعہ۔	۵۷۱	
	”ایک تہذیب و تہذیب۔	۵۷۲	
	”حضرت نے ایک نیا ماقا میں سمجھوا پناہ دے بنا یا۔	۵۷۳	
	”جو اشیاء کی انتہا۔	۵۷۴	
	”کچھ۔ دھوئے میں طلبہ کی مدد۔	۵۷۵	
	”تجارت سے پیچھے مشقت کی عجیب داستان۔	۵۷۶	
	”محنت و مشقت نہ نہیں مگر آپ کے فرمانے پر ارادہ نکرتے ہیں۔	۵۷۷	
	”طلبہ نے ساتھ شغف کا معاملہ۔	۵۷۸	
	”میں تو ایک شکار جانور چرانے والے واپ کا مینا میں۔	۵۷۹	

نمبر شمار	موضوع خاصین	تاریخ و مدت	صفحہ نمبر
	"ان کے بار بار و قروانی اور خلوص میں شبہ نہیں رہتا۔ میرا یہ ہو گا؟"		۵۷۹
(۹۵)	مجاہد حضرت حضرت مولانا عبد الطیف صاحب جہلمی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۷۸ھ	۵۸۰
	پوری زندگی غیبت، آپ قلمی سے مہارت تھی۔		۵۸۰
	غلبہ سے محبت و شفقت۔		۵۸۱
(۹۶)	تاریخ انصار فقین حضرت مولانا پیر جی محمد اور ان کے انصاری رحمہ اللہ کی عہدیت و حقانیت۔	۱۳۶۹ھ	۵۸۱
(۹۷)	شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔		۵۸۲
	تواضع اور خدمت کے حسین نمونے۔		۵۸۲
	"میں ملاوی سب ہوں؟"		۵۸۳
	"مجھے حدیث کے معنی کا بھی پتہ نہیں۔"		۵۸۶
	وید، روہت، سبھی اچھے طریقہ سے۔		۵۸۶
	وقت کا محدث کس مہمان کی دلجوئی کر رہا ہے۔		۵۸۷
	سورج کے باوجود انکساری۔		۵۸۷
	حضرت کی ہے قلمی۔		۵۸۸
	"اگرچہ یہ کاروانس کا اہل نہیں ہے لیکن"		۵۸۹

صفحہ نمبر	تقریریں	آئینہ فہمین	تاریخ و مدت	صفحہ نمبر
۵۹۰		”حضرت بابہ حضرت کے الفاظ فرماتے رہے۔“		
۵۹۱		”ہر اسب تو سنتی سب کو روح پاتے تھے لیکن میں		
۵۹۲		”بے جلدی میں رہ رہے۔“		
۵۹۳		”ہر تڑپیں یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔“		
۵۹۴		”میری غلطیوں کو حاف فرما رہی۔“		
۵۹۵	(۹۸)	”والی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خان	۱۳۶۹ھ	
۵۹۶		”صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔“		
۵۹۷		”بھائی آتش آگ و آہ اپنی اصلاح کے لئے کسی نی		
۵۹۸		”بلاش میں ہوا۔“		
۵۹۹		”سوچتا ہوں کہ کیا مولانا کے بعد امن کی مثال مل		
۶۰۰		”سکتی ہے۔“		
۶۰۱	(۹۹)	”مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	۱۳۷۰ھ	
۶۰۲		”رحمہ اللہ کے واقعات۔“		
۶۰۳		”بایں اور محبت میں سادگی کا حال۔“		
۶۰۴	(۱۰۰)	”جامع شریعت و طریقت حضرت ڈاکٹر حفیظ	۱۳۷۱ھ	
۶۰۵		”اللہ مہاجر بنی رحمہ اللہ کے واقعات۔“		
۶۰۶		”تبیان شریعت و تہذیب و تمدن۔“		
۶۰۷		”حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی توضیح۔“		
۶۰۸		”توضیح اور طلب۔“		
۶۰۹		”معارف و فہم۔“		

نمبر شمار	تاریخ وفات	تذکرہ مطہر
۶۰۲		گھیلو کا مکان میں گروالوں کے ساتھ شرکت۔
۶۰۳		”یہوئی! جس نے لٹے سے پراٹھے کھائے ہوں وہ“
۶۰۴		”اس روٹی پر کیا گزارو کرے گا؟“
۶۰۵		”یوں یہاں نہیں کہتے کہ میری دوست سے دوست“
۶۰۶		”خسے جل گئے؟“
۶۰۷	۱۳۳۱ھ	حکیم ناصر حضرت مورا ناٹھ یوسف
۶۰۸		”رحیم نوری شہید رحمہ اللہ کے واقعات۔“
۶۰۹		”وحدہ دور معاشرت کی تباہی سے پاک تھے۔“
۶۱۰		”یہ نہیں دیکھتا ہندوستان نام پر کر کے“
۶۱۱		”وید کہا۔“
۶۱۲		”اتحاد مذہب کی سرخس۔“
۶۱۳		”ہاں بھائی! سوچ کہتے ہیں میں نہ باقاعدہ مشق“
۶۱۴		”ہوں نہ بے تادم۔“
۶۱۵		”میرزا نادر، ابو اضع و تقویت پر مبنی حضرت شیخ الحدیث“
۶۱۶		”رحمہ اللہ کے نام ایک مکتوب۔“
۶۱۷	۱۳۳۲ھ	”امین الملت حضرت مولانا محمد امین صاحب“
۶۱۸		”صغیرا کو کاڑو کی رحمہ اللہ کے واقعات۔“
۶۱۹		”ابو اضع اور انکسار کا بیڑ۔“
۶۲۰		”پروقا رہا ہوگی۔“
۶۲۱		”وہ چھوٹوں کو بھی براہ دیکھتے تھے۔“

نمبر شمار	آئینہ شامیں	تاریخ و کثات	صفحہ نمبر
	”میرے ساتھ وہ چلے کہ میں اس کی جوتیاں سیدھی کر دیتا۔“		۶۱۶
	”سادہ اور بے تکلف زندگی۔“		۶۱۶
	”سادگی کا ایک خوب واقعہ۔“		۶۱۷
	”حق سقا نے کہے۔ عجب آراہم و حق۔“		۶۱۷
	”کسا نگو۔ تری۔“		۶۱۷
	”عاجزی کے دو عجیب واقعے۔“		۶۱۷
	”سادگی کا ایک اور واقعہ۔“		۶۱۹
	”راہِ فنا، شخصیت۔“		۶۱۹
	”کسی کی تین غرائب کہیں مٹا سب نہ جاتا۔“		۶۲۰
	”غریبی میں ہم بیہ اثر۔“		۶۲۰
	”صلہ رحمی اور رشتہ قلبی کا حیران کن واقعہ۔“		۶۲۲
(۱۰۳)	”قیام العصر حضرت مفتی عبدالغفور صاحب	۱۳۶۱ھ	
	”ترمذی رحمہ اللہ کے واقعات۔“		۶۲۲
	”سرخ بجز و کب۔“		۶۲۲
	”یہ بات میری زندگی کا سبب بن جائے گی۔“		۶۲۵
	”تواضع اور سادگی کے حسین سرچشمے۔“		۶۲۵
	”مجھے پہنچیں آتا۔“		۶۲۶
(۱۰۳)	”مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد	۱۳۶۱ھ	
	”صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔“		۶۲۷

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ ادا سے	صفحہ نمبر
	تو اضع و سادگی۔		۶۲۷
	”جریر۔۔۔ اور ابو جریر“۔		۶۲۸
	”محمد یوں زندگی کی سبق آموز خصوصیات۔		۶۲۹
	محاشرت میں اسودخت۔		۶۳۰
	اسلام میں ہیئت کا عجیب واقعہ۔		۶۳۱
	”نالی پارسہ السلام“۔		۶۳۲
	پیدا کی تو اضع و اس کا اثر۔		۶۳۳
	”من کی تفریح میں تو اضع۔ اذہد و اشتقاؤد۔		۶۳۴
	اعطاف و حق حق۔		۶۳۵
	”حق یاس میں سادگی۔		۶۳۶
	”قہ ایک لاکھ تو بات کا۔		۶۳۷
	چھوٹوں سے بھی استفادہ علم و طلب اصلاح۔		۶۳۸
(۱۰۵)	حضرت مولانا مفتی محمد عاشق انصاری صاحب	۱۲۲۲ھ	۶۳۹
	بلند شہر کی رحمت اللہ کی تو اضع و انکساری۔		۶۴۰
(۱۰۶)	حضرت علامہ قاضی محمد زاہد انصاری رحمتہ اللہ کی		۶۴۱
	تو اضع و قنایت۔		۶۴۲
	”میرے پاس یہ علم ہے نہ عمل۔ ساری زندگی پر دہی		۶۴۳
	میں گزرتی“۔		۶۴۴
(۱۰۷)	جام ربانی حضرت مفتی عبد القادر صاحب	۱۲۲۲ھ	۶۴۵
	رحمتہ اللہ کے واقعات۔		۶۴۶

نمبر شمار	آئینہ صحن	تاریخ روایات	صفحہ نمبر
(۱۰۸)	تواضع و انکساری۔ تواضع و انکساری اور ملائی کا بیکر مجسم۔ لوکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ تواضع و فروتنی۔ بے نفسی۔ کمر نفسی کی ابتدا۔	۱۴۲۳ھ	۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴
(۱۰۹)	شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کے واقعات۔ بجز و انکسار کا تجربہ۔۔۔۔۔ اعظم طارق شہید ”یہ قدمت میں ہی مرا انجام دیا ہوں“۔	۱۴۲۳ھ	۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸
(۱۱۰)	مفتی نظام الدین شہید رحمہ اللہ کے واقعات عصرانی برہمنوں کو کربہا کرتی ہے پانڈ۔ حقیقت کا عقیم بیکر۔	۱۴۲۵ھ	۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 ”تَوَاضَعُ وَفَنَاسِیْتُ“

اکابر علماء دیوبند کا ایک ممتاز وصف

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، بزرگوں کی دعاؤں اور اللہ محترم حضرت اقدس مفتی محمد ابراہیم صاحب صاقل آبادی مدظلہ العالی کی مسن ترقیت کے غرض سے احمدیہ دہو کو اکابر علماء دیوبند کے مبارک سیر و سواغ اور انکے پائیز و حالات سے عشق کی حد تک شغف ہے۔ تاریخ اوقات میں انکے تہکروں پر مشتمل کتب کا مطالعہ میرا دلچسپ ترین مشغلہ ہے۔

نقشبندی سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت سید جی سید محمد اور سید انصاری صاحب مدظلہ العالی فرمایا کرتے تھے کہ اکابر کے حالات پر جتنے سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) اپنے اعمال پر نظر نہیں دیتی، یہ سوچ کر کہ ان حضرات نے تو بہت کچھ کیا جس ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

(۲) بزرگوں کے حالات پر غور و فکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ان کی یادوں میں گھومنے کی خوشبو کے مصداق اس میں جو لطف اور سکون وغیرہ ہوتا ہے وہ اس پر مشتمل ہے۔

علامہ زکریا رحمانی کی اشعار آج بزرگوں کے قابل ہیں:

سُهِرَ نِي لِنَقِيْبِ الْعُلُوْمِ الَّذِي

مِنْ وَصْلِ غَانِيَةِ وَطَلَبِ عَنَاقِ

”علم و سخاوت کے لیے میرا انوں کو چاہئے تو بصورت و شیراز کے وصل و ملاقات

سے میرے لیے زیادہ لذت ہے“

وَمَعَانِيِيْ خُزْنَةُ لِقَائِيْ غَوِيْعَةِ

اَشْهِيْ وَنَاجِيِيْ مِنْ مُدَامَةِ سَاقِي

بڑی مشکل سے وہ پہنچیں وہاں یہ دور پید

پھر کہہ کر اسلام کی غرانی پانچ سو سالہ تاریخ انور شدہ تیسری کی تعمیر پیش کرنے سے عاجز
ہے ایسا بلند پایہ مہم اور فاضل محض ایسا ہیہ انہوں کا۔

مست اس میں بے غور و غافل ہے ملک بڑا سب کچھ ان سے پر ہے سے انہوں نے سمجھتے ہیں
شرع بن دیکھوئے ان جیسے فقہان کی طرف غائب میں بھی جو پہنچتے ہیں یہ وہی کی طرف
تو اصح و فہمیت کے حسین پیکر ان کا علم و روح ہندی تاریخ پانچ سو سالہ سے ان کی
آب زندگی کا سب سے حسین و بقیہ مورخ ہے یہاں پر وہ اپنے آقا سے علم و فضل کے
معدرینے میں جذب کر لیتے تھے وہ خود ان کی تالیف و تصانیف ایسا کو پہنچتی ہوئی تھی۔ یہ بکاہرہ
زبان و ادب عام ہے کہ پچھوں سے ہندی جوئی شان بھوشن بھی رہتی ہے لیکن ہر دور کے زمانے
میں ان محاورے کا کس مغلہ پر وقتنا اکابر و جہاندی زندگی میں نظر آتا ہے اور کس نہیں ملتا
۔ یہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا وصف اور ان کی شخصیت کا ذریعہ عنوان ہے۔

بالی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس دہلوی صاحبہ، مولانا نے ایک مرتبہ اور شہرہ فرمایا
میں بنیادی دو شخصیتیں لیکن میں جو انہی کا دوسرے میں ایسا تو مشفق و بہت اور دوسری جذب و
فیہیت۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مکہ مکرمہ میں ایک دینی بزرگ تھیں پاشا، میں نے پہلے تو ان کی سلطنت کی طرف
سے جہاد کے گورنر تھے اور پھر عہدہ چھوڑ کر اور پاشا اختیار کر دیا ان کی اور پاشا کا بھی
ایک خاص و قصیدہ ہے کہ ان کے والد بزرگ اور کان شیخ تھے اور مکہ مکرمہ میں تھیں تھے
۔ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ و کی خدمت میں بھی بھی حاضر ہوتے تھے، ایک روز
حضرت حاجی صاحب سے حکایت کی کہ میرا بیٹا آیا اور بتایا کہ میرا بیٹا ہے، انہوں نے فرمایا
کہ وہ بھی آپ جیسے ہی ہو جائے گا، چنانچہ تھوڑے عرصے میں خود ان کا دل و دماغ
نہایت گورنری چھوڑ کر دوسری اختیار کر لی اور عہدہ میں مشغول ہو گئے۔ میری ان سے

کبھی۔ حقائق نہیں بدلتی تھیں۔ یہ رات خواب میں، دیکھا کہ کوئی بزرگ مجھ سے کہتا ہے کہ میں
 فطیس پاشا سے بیوی لے لیا ہے۔ انہوں نے جاکر حضرت ساجی صاحب کے ہوتے ہوئے میں
 نے انہی بزرگ سے ملنے پر ضرورت نہیں سمجھی۔ یہ مثال بھی خواب ہی میں، ان کی کہ
 "مقبوریت اللہ کے پاس رہے گی۔ جو بزرگ نہیں ایسا رہتے۔ وہاں پہنچے۔" اس کے
 لئے لکھیں کہ چھوٹے کر جانے اور مرے رات کے پٹھے۔ وہ بزرگ خاموش ہو گئے۔
 لیکن انہوں نے خواب میں حضرت حیدر صاحب، امداد تھانی کی خدمت میں پیش پاؤں لگا کر
 کہان کی زیارت کر دی۔ انہوں نے کہا اب حضرت کے حکم سے ضرور جانا پکار چنانچہ میں
 ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ غلیل پاشا صاحب نے فرمایا کہ میں تمہیں زبانیں ہانکنا ہوں
 ۔ ترقی۔ عربی اور فارسی۔ اب میں یہ بات تمہیں بات کروں گا میں نے عرض کیا
 کہ میں ان کی زبان کو تو سمجھتا ہوں اور بول سکتا ہوں۔ عربی تو سمجھتا ہوں۔ روئے کر
 خدمت نہیں۔ فارسی تو سمجھتا ہوں۔ پتا ہوں اور بول بھی سکتا ہوں۔ انہوں نے بڑی اطمینان سے
 ساتھ لڑائی میں غلیل فرمائی۔ یہ باتیں باتیں میں سے ایک یہ جی تھی۔ غلیل پاشا
 صاحب نے فرمایا کہ میں غلیل صاحب سے بہت بہت ہوا۔ میں ہوں مگر یہ وہ حق کے ہوا۔ میں
 بہت ہوا۔ میں نہیں پاتے۔

میں نے پوچھا آپ سے ان میں کیا وصف پڑے؟ وہ فرمایا کہ وہ محبت و پیغمبر غلام کے
 ساتھ دین کی خدمت میں لکے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 میں حقیقت یہ ہے کہ یہ بات جو کہنے کا پروردگار نے معلوم کیے تھے میں مخصوص تھی، جو دنیا کے دور
 اور دین کے دور میں سب سے زیادہ اہمیت والا تھا۔ ان کے مطالبہ یا تھا وہ یہ کہ سب کچھ ہونے
 کے بعد جو رہا ہے آپ کو ان کے لئے دیکھنا چاہئے۔ دنیا کی محبت چھوڑ دینا اور خاص طور پر پ
 کی محبت چھوڑ دینا۔ اس لیے کہ اس کی محبت تو چھوڑنا ان کے لئے ہے لیکن جو کوئی محبت چھوٹ
 جائے وہ دینی کے دل میں اپنی برائیوں اور اس پر اپنی محبت اس میں نہ رہے یہ بیچ صرف

اپنے بزرگوں میں دشمنی یہ بات نہیں اور نظر نہیں آتی۔

ہمارے مہتر سے والد (حضرت قحطانوی) رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ مہتر سے جانی اور اللہ صاحب قدس سرہ سے جھگڑیں اور ان کے پیارین کو اللہ تعالیٰ نے غصہ و عینیت سے یہ چیز عطا فرمائی ہے، یعنی قحطانوی، اس لیے ان سے لودر جب جاکریں ہوں اور جس میں یہ چیز نہیں تو سمجھو کہ اس کا اس مسئلے سے تعلق یا تعلق نہیں ہے یا وہ تعلق بہت سزاوارتہ ہے اور جو اس مسئلے سے صحیح طور پر وابستہ ہے اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اس میں شہ نہیں ہوگا، تعلق نہیں ہوگی، محرم نہیں ہوگا۔

اپنے دادیچا بھٹے کا کہیں کوئی شاہ نہیں ہوگا (مچا اس مفتی اعظم م ۵۴۲، ۵۴۳)
مہتر سے حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

ایک دائرہ کے حضرت جانی صاحب سے عرض کیا کہ میں نے طالب میں پیدا اور جا
اگر ہم اسے روزانہ بڑے سرفراز بنیں تو معلوم ہوتا ہے حضرت راہی ہیں یا کیا کہہ کر
میں راہی ہوں تو تم سوچو! ہوا کرتا ہے، زمانہ کی ترقی ہی نہ ہوتی اور یہ بات جو حضرت نے
فرمائی، اس میں تشویش نہ ہو ایک شان سے یہ چونکہ تشویش یہ ہیں لازمی شان کا سبب ہے اور
پیشہ میں یا زنی اور ہمارے مہتر سے سب سے بڑی بات ترقی اور تشویش نہ ہوتی ہے، اس
میں وہ لوگ شہ نہیں ہیں مگر نہ یہ ہی نیاز اور مشق ہی کو بہت ہی تحقیق کی ہے
(مخوف سے حکیم الامت ج ۲ ص ۳۹۰)

مہتر سے حکیم الامت قحطانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چڑی حکیمات قزاقیت، نو، ہمدانی سے پوچھ
ہیں حضرت فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جانی صاحب سے ایک شی متعلق پڑھا ہے اور وہ
یہ کہ بچے آہٹاؤں، چنانچہ اس مسئلے کے تمام افکار پوائیٹ کا کارہ دیا ہے۔ ان مہتر سے
مخوف دیا مگر کہ یہ نہ ہو کہ میں نظر نہ پہنچاؤں گی۔
انسان کا سب سے اعلیٰ مقام بندگی ہے۔

میں عارفی آواز بھردی ہوں۔ ایک صاحب، مومنان میں سے تھے۔
 یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے قرابت کے صحرائیں آواز میں ملاحظہ فرمائی تھیں اور مجھے قرابت کا ورس عطا
 فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی ملاحظہ فرمائے۔ آمین (سوانحی اخبارات، جلد ۱۰، ص ۳۲)

انکا یہ عہدہ اور ایسا بڑا پتہ ملفوظات کے آئینہ میں دکھایا گیا۔ چونکہ آئینہ بے
 نفس، عینیت و غایت، حقیقی و فرائقی، جزائی و کسائی، رنگ و آواز، نفاذ و نفوذ،
 خودکشی و خودکامی، اور خود غفلت و خود غفلت کے اس مقام میں نہ تھا، اس لیے ایک واضح
 اور نمایاں تصدیق اس کے چند ملفوظات و اشارات میں آسانی و تسکین پا سکتی ہے۔ یہ
 اشارات جمع کیے جائیں تو انہی ضخیم حصوں پر دو جلدیں لکھیں گے۔ ان کے نمونے ذیل کے ہیں۔
 چند اشارات نقل کیے جاتے ہیں۔

سید الہی کے حضرت علی، ابوہاشم، حضرت علی، سید احمد فرمایا کرتے تھے کہ

”آگے والے حضرات کے قدموں کی زیارت واپسی جات کا فائدہ بھگتتا ہوں، لیکن میرا تو
 کبھی واپس سے بھی اچھا ہونا ثابت نہیں اور میرے پاس آنے والے اللہ کا نام پختے آتے
 ہیں یہ یقیناً اچھے ہیں“

بانی و مخلص و یوزر و تہذیب و اسلام حضرت مولانا محمد قاسم، دکنی صاحب فرماتے تھے
 ”اور دکنی مہر کی تہذیب محمد قاسم کے نام پر نہ ہوتی تو یہ وہاں تک نہ پہنچتا۔“ (تجربہ ہاں بیجا
 روحانی و کہیں مر گیا“)

امام ربانی حضرت مولانا شہید احمد رکنی صاحب اپنے ایک مکتوبہ واد میں تحریر فرماتے ہیں۔
 آپ چوبیس سن تک نہیں کیا جو میرے ساتھ اتفاقاً دوسرے تھے، میں واقعی مجھ و شہادت
 شریعہ میرے اہل قریب کے لیے کوئی بھگتتا تھا۔ یہ تو جیسا کہ میں نے کہا وہاں
 آ کر ہے چاہتا ہوں اسے جسد طہر عسکری ہی (میں اپنے بندہ کے ساتھ اس نے شہان
 کے مطابق معاملہ کرتا ہوں)۔ مگر اب اس پر یہ ہو رہی ہے۔ لیکن میرے اپنے فاضل کرتے مجھ کو

شعبہ امت لڑنا۔

”جنگ اہل بدعتوں سے ہو رہی تھی۔ اور بدعتی دھرماء کا ارشاد ہے

”فرج جو چاہے پڑے گا۔ نہ ہی یہ قیامت کا دن کہ جہل میں مرکب سے جہل بیٹھیں آگے۔“

اور اس وقت کہ ”وہا“ مریدانہ اور شاہیہ سب طبعی دھرماء کا ارشاد ملا۔ ملا ہو

”میں ایک سب میں شمس۔ اس کا زمانہ زوال و آخرت سے خالی ہے۔“

زوال کی آغوشی اس میں ایک موقع پر، شمس و

”سب۔ پس وہی قیامت آخرت میں دلیہ سے خالی ہاتھ جاتا ہوں۔“

”مذہب خلیفہ“ اسے تحریر کی کہ اس وقت سے اندھا دلیہ جسے ”مذہب“ کہتے ہیں اپنے دین کی

مظاہرہ سے ”وہی“ کہ ”اندھا“ قبولیت کی ”صبح“ کہ ”میں“ کہ ”سب“۔ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

کے ”سید“ ان میں ”وہا“ کہ ”سب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

جس میں ”وہا“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

(۱) ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

(۲) ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

(۳) ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

(۴) ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“ کہ ”مذہب“

ہم تعالیٰ نے جب تک کہ اسے اپنی رکھا ہے بچے جیسے ہیں۔ فرعون و ہام کو نہیں بچایا ان میں اور اسے اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور یہ وقت ختم ہے۔

(۵)۔ ایک مجمع سے مصافحہ کر کے نے بعد فرمایا۔

میں نے تو ان نیت سے مصافحہ کیا ہے کہ کیا اسے مراد محبت کرتے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا متبرک اور عظیم بندہ ہو گا۔ اگر آپ بھی مرحوم ہو تو کیا مجھ کو اور میں جتنا ہوا آج کر اسے تم نہ آنے کا اور اللہ میاں سے ستارش کر کے جھکا دینا ہے۔

مخدوم اہل حضرت مفتی محمد حسن صاحب امر قمری رحمہ اللہ فرما کر رہے تھے۔

”اگر میرے محبوب کی کسی غلطی ہو جائے تو کوئی میرے اوپر ٹھوکرے بھی نہیں۔“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ملاحظہ ہے

”ہر انسان بے کوتاہیوں لیکن ہمارے انسانوں کو دیکھا ہے۔ اب کوئی ایسا کر نہیں دیکھا نہیں دے سکتا کہ میں انسان ہوں۔“

جب آپ پر پہلا دل کا دورہ ہوا تو میں موقع پر موجود بعض بڑوں (حضرت ائمہ مہدائی عارفی صاحب دھرتی باطنی و حسن صاحب وغیرہ) سے نہایت ٹیف اور لرزتی ہوئی آمیز میں فرماتے تھے

”میرے لئے وہ نہ تو کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دیں۔ میرے پاس وہی سرمایہ آخرت نہیں ہے۔ میں نے تیرا ہر لمحہ نہیں کیا۔ چنانچہ یہ لکھ کر یہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ انہی کو قبول فرمائیں تو ان کی رحمت ہے۔“

ایک صاحب دل بزرگ کے بیان کے مطابق اہم ائمہ و حضرات سوا کا میاں عبدالغلامی

صاحب دہلی و شیخ رنی رحمہ اللہ ان کے اپنے حقیقی امیرین سے فرماتے

”فقیر و امیر میری بغیر از حدی کو کچھ نہ ہو کر نہ ہوا۔“

کبھی فرماتے:

”میں کیا ہوں، میرے اندر مہارت کون سی پھرتی ہے؟“

یہ کہ ”میر تقی محمد“ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، محمد اللہ مفتی محمد شفیع صاحب، دہلوی، کوہیہ۔ مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”میر کے کارہائے قلمی، مسلمان کی بہت کوشش فرمائی، مگر انہوں نے کہنے کی ہم پارہ میں تکی میں رکھنے کے بعد نکالی تو بیچ میں ہی ٹنگی۔“

حضرت طاعی محمد شریف صاحب ملتان، دہلوی صاحب اپنے شیخ حضرت تھانوی نور محمد عرقہ کی جانب سے اجازت بیکار فتنہ کی ”بشارت“ کی تھی تو ماضی صاحب نے جواب میں قصداً ”حضرت کے ارشاد و واجہ در ششدر رویا۔ خدا کی قسم اس قہر میں کہ کونسی تانی میں بچیک، یا جاؤں اور بچوں میں بچوں پر تھوکتے تھوکتے کہ ہائے اللہم اجعلنا منهم ما میں۔“

یہ ان کے نقیضہ پر ہوا یا خدا ہیذا۔ برحو اللہ عبداً ظالمیاً۔

تواضع و فرائض کے متعلق چند اشعار

تواضع و فرائض کے متعلق اکابر پرزگوں سے متعدد اشعار بھی منقول ہیں جنہیں دو آراء اپنی اسلامی مجلس و دیگر ترجمی نشستوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ ملاحظہ کی

من بہت سے ان میں سے چند اشعار کا انتخاب ذیل میں پیش خدمت ہے

(۱) ملاک اپنی اسکی کو آ کر کچھ مرتبہ چاہیے

کہ ہاں ناک میں مل نرگل بکھڑا رہتا ہے

(۲) بھادوڑ میں فتنی جو کریم نے حاصل کی

یہ شعلی بھی محب ہے ذوق کرب پاریا کرتی ہے

(۳) پارہا پارہ کی میں شریوں کا خلاصہ سمجھا

وہی پیچھے کا جو خود کو ماضی دے گا۔

- (۳) مجھے نہ کہ میں عداوت میری خاک بھی ارادہ
- (۵) یہ دل کی ہے آواز کہ میں یہ مجھ بھی نہیں ہوں
اس نہ ہے مجھے نہ کہ میں جو بھی نہیں ہوں۔
- (۶) تو بے باک کا طریقہ سیکھ لو تو کو اسرارِ حق سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور بھی جاتی ہے رونا بھی
- (۷) مجھ کو کراہی جانی نہ تو بے باک اختیار
رجہ مسجد کے منار سے کا ہے کم مہراب سے۔
- (۸) ہم نے ہر اونٹنی کو باطنی کر دیا
خاکساری اپنی کام جلی بہت
- (۹) جو عالی طرف ہوئے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں
صراحتی سرنگوں ہو کر پھر آرتی ہے پیمانہ
- (۱۰) خاکساری نے ہمارے رفعتوں پر رفعتیں
اس زمیں سے واہ کیا کیا آسمان پیدا ہوئے۔
- (۱۱) خاک میں بھی زحمت نے پڑا ہے طے و پناشوں
خاکساری خاک کی سب و خاک ساری روٹتی۔
- (۱۲) غبارِ دہا ہو کر چشمِ مردم میں مگل پایا
غبارِ خاکساری کو گنا کر ہم نے جمل پایا۔
- (۱۳) نہ بھی جھکے من ہوں کی ایسے خیر
رہے یہ کھتے اور واں کے عیب و بھر۔
- پڑی ایسے بیوں پہ نہ نظر
تو نکاد میں کوئی براہِ رجا۔

(۱۴) میرے بالکل بن فھ جائے نگر

تیری جتنی کاربند ہوں ہوں۔

تو کہہ تا مہ کیونہ ہے

جی کی جتنی کاربند ہوں ہوں۔

ہو میں اتنا نال پیدا کر کہ

ہو میرے تونہ ہے

(۱۵) تکبر کا انجی م۔

دھرت منشی مہدی اور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عارف بر بلا طر تہا۔

ہوئی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(حضرت انا صاحب حکیم کو اس پر اس قرار ہے کہ فرماتے کہ انا ہوں)

تیرے کی طرح میں نہ ہوں چاہئے "یعنی یہ کہ ہے کہ میں ایسوں میں ایسوں ہوں۔

تجربہ و فریب اشعار کہتے ہیں میں فانی کی فانی ہے اور نہایت ہی سہولت ہے وہاں اشعار اس

طرح سے ہیں

نظر نہ کرنے سے میرے سوا کوئی نہیں

میں ہی میں ہوں اس جہوں میں دوسرا کوئی نہیں۔

جب نہ میں میں نہ کی اس مایہ فزاات نے

پھیر دی آ کر پھری تپ عشق پر قہار ہے۔

موسم و بدلی چہرا جو ہر گھوڑا جان زار میں

آئے ہیں۔ چہرا آئے آیا پھوٹا یک بیوا زار میں۔

باقی رہی آتیں نکلا "میں میں آئے کے لئے

ان کو بھی لے گیا عارف دھکی مٹانے کے لیے۔

مرد کی یونوں سے جب آنت گھبرائے گل

میں کے بدلے "تو ہی تو" کی صدا آنے لگی۔

یہ بونی تو مشکل ہے کہ یہ مجموعہ اپنے موضوع پر حرف آخر ہے، لیکن بہر حال اس میں تقریباً تمام اکابر علم و ادب کے بصیرت افروز اور سبق آموز واقعات جمع کر کے اسے جامع بنانے کی اپنی ہی کوشش ضرور کی گئی ہے۔ دست خداوندی سے لیا ہوا ہے کہ کوئی خوش نصیب ان واقعات کا مطالعہ کر کے نہیں اپنی عملی زندگی میں اپنا سناے اور اس کا نتیجہ حصہ نہ سیاہ کار کو بھی نصیب ہو جائے۔

آخر میں میں اپنی اس حقیر سی طالب علمانہ کاوش کو اس رب العالمین اور ارحم الراحمین کے عظیم دربار میں پیش کرتے ہوئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اس دعا کی قبولیت سے ان کی خاطر منت و غما بہ کرنے والوں کی قدر ہے اور وہ اپنے در پر مستحقوں کو ملے گی۔ پھر اپنے والدین کو بھی باریک دیکھنا اور خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹنا تاکہ اپنی شان و شوکت اور ستاری کا مظاہرہ کر سکیں۔ تمام علمی و عملی کوششوں کی پردہ پرچی کرتے ہوئے اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبول سے نوازا ہے۔ مجھے اور قلم کار عین و اس سے خاطر خواہ استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین برکتک یا ارحم الراحمین۔

معسر

مولوی محمد سعید علی شاہ صاحب

۲

میں منجی (۱۹۲۶ء) معسر فاروقی (۱۹۲۶ء) معاون لکھا

۱۹۲۶ء

استاذ اہل حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے

واقعات

(۱)۔ لوٹ پیچھے کی طرف اے مردِ شاہ کیا مولا۔

یہ وہی مولانا محمد انوار الحسن شیر کوٹی صاحب زید مجدد ہے؟ یکے کے کرہ میں تو یہ
فہم ہے۔

مولانا مملوک علی صاحب برے منکر المذنب صاحب عروت و خوش اخلاق ہونے پر وہ
مجتبیٰ پر بیجا کلمہ ہدایت ہدایت ہدایت انسان تھے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفسِ نیت کا
نامہ و انشائیہ بھی نہ تھا۔ عیسویان سے حضرت مولانا اثری علی قی قوی مدد اخذ نے انھیں لا کار
میں ایک واقعہ لکھا ہے جسوقت مولانا صاحب نے "الکشاف کا مضمون" کے مصنف مولانا
استاذ اہل کوٹے کو لکھا تھا کہ "یہ ہے" "قدیر ہے"

مولانا مملوک علی صاحب ہمیشہ علی آتے اور جاتے جب کا مملوک سے
گھڑتے تو باہر مملوک پہ غازی اور غازی آتے۔ مولانا مظفر حسین صاحب اولیٰ یہ
چو پہنچتے کہ حنا حنا چنے یا کھاوے یا کرکھا چکا تو یہ چھوٹے چھوٹے اور تھوڑے کھانے ہوئے
ہوتے تو کہہ دیتے کہ میں مملوک کا تو مولانا چو پہنچتے کہ کھا ہوا لادوں یا تازہ بچاؤں؟
چنانچہ ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ کھا ہوا لادو اس وقت سے کہ کچھ بھنی کی کھر بھنی تھی اس کو لے آئے
اور فرمایا کہ کھی ہوئی آئیں تھی۔ انہوں (مولانا مملوک علی) نے کیا پس بیک کافی ہے۔ پھر
جب رخصت ہوتے تو مولانا مظفر حسین صاحب ان کو تری تک پہنچاتے ہوتے تھے۔ یہی
ہمیشہ کا معمول تھا۔ (مولانا محمد حسین ص ۹۷)

اللہ اللہ ایسے حضرات تھے جگہ جگہ معنی میں انسان کہہ سکتے ہیں۔ واقعات
سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات میں یا ہم یہ نہ خلوص اور محبت تھی۔ یہی اس دور میں بھی
ایسے انسان مل سکتے ہیں۔ مولانا مظفر حسین کا نہ حسوی کا غلط اور کھر بھنی میں بے اندازہ
محبت اور مولانا مملوک علی کا اسے قبول کر لینا کہ پیشانی پر مل تو کیا ہے حد فائدہ پیشانی سے

قیوں مر جائیے پیارے زندگی سے نمونے ہیں۔

نہ آج کل تو کوئی کمزور نہ کہ کبھی لایا جاتا ہے۔ انی دور میں مولانا مملکت علی نے
تخصیص میں حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میاں برقی نقوی (۱۳۱۳ھ) سے
دونوں میں بے حد محبت و رابطہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی پیچھے کی طرف جان سے پورا دل دیا۔ اہل بیت و اولاد پر بیحد مہربان رہے
۔ موت پہنچنے کی طرف اسے نہ ہلایا۔ (یہ بات قلمبند مملکت علی صاحب
(۲)۔ تو اصرار و انکساری کا حسلہ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سعید الدان صاحب زید مجدد مملکت علی صاحب سے اپنے اصناف
بیان میں فرماتے ہیں۔

مولانا مملکت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے ایک ہفتہ تھے۔

مولانا محمد قاسم ناٹو قوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے
استاذ اور مولانا محمد یعقوب ناٹو قوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے والد تھے۔ جو یہ افواج پڑھتے تھے ایک
استاذت پر اس لئے ملت بھی تھے کہ وہ استاد شیعہ کمال کو میرے پاس نہیں آتا۔ دوسری
سبب کا علت کرتے اس کے پاس جاتے ایک ماہ کے بعد وہ بھی کتبہ میری وقت نہ لے
لے کر وہاں نہیں آتا۔ رابطہ دینی کے سہم میں حضرت شہداء مبراہیہ پڑھتے تھے۔ دیوبند
اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ملنے اور ان سے عرض کیا کہ ملت میں پڑھنے کے لیے پڑھیں
لیکن کوئی استاد پڑھانے کے لیے تیار نہیں۔ ایک دو سبق پڑھاتے ہیں اور پھر کتبہ میں کو تم
بہ راہت غراب لڑنے کوں آیا کرو۔ تم کچھ بھٹکتے ہی نہیں تو کیوں خود کو خود ہمارا وقت برباد
کرتے ہو۔

شہداء مبراہیہ پڑھتے تھے۔ اہل دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پاس آنا۔ شہداء
مبراہیہ پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اللہ کو صرف ایک سبق پڑھایا کہ اب جس استاد کے
پاس جاتا دبا کر پڑھو پڑھائے گا۔ پھر جہاں بھی پڑھنے لگے تو ہر ایک نے کہنا یہ قابل ذی

مقتدر اور ان کی ناپ سہ ہے یہ تو میرے یہ سن پڑے تو بہت اچھے ہے۔

تو یہ دیکھا ہے۔ مگر تعجب نہیں وہاں کی اور صحت کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح انتظام کر دیتے ہیں۔ آپ تو اسے کو اپنا شکار میں مان کر دے دیں اور اس کے ساتھ قیام پائی دیکھتے ہو۔

اب اس علم کو دیکھیں (۱۰۷)

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کا نام دہلوی رحمہ اللہ کے واقعات (۱) اور تو اس میں کوئی بات نہیں، ہاں انہوں نے تو پڑھ لے ہے۔

حضرت قدس مطلق عمر قی عثمانی صاحب زید محمد رحمہ اللہ مانتے ہیں۔

آخر میں مولانا مظفر حسین کا نام دہلوی رحمہ اللہ کا شمار بھی کیا ہوا ہے۔

ان کے ہم فاضل کا شمار ان سے کیا جائے گا کہ وہ حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہوا۔ اور حضرت شاہ محمد تقی صاحب دہلوی کے ہم فاضل تھا۔

وہ ایک مرتبہ انہیں شہر لے جانے کے لیے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھا شخص جو بوجھ لیے جا رہا تھا بوجھ زیادہ تھا اور بھاری چال رہا تھا۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب نے یہ حال دیکھا تو اس سے دو رو ہوئے پھر انہیں دیکھا کہ وہ بوجھ چاہتا تھا وہیں چھوڑ دیا۔ اس بوڑھے نے ان سے کہا کہ اے صاحب! تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ بھائی میں لاٹھو۔ میں رہتا ہوں۔ ان کے کہہ "میں مولانا مظفر حسین کے بھائی ہیں" اور یہ کہ ان کی بڑی عمر نہیں بگڑ سکتا ہے۔ فرمایا "اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہے، ہاں انہوں نے پڑھ لے ہے" اس نے ہوا اور میرا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے کیوں؟ سوچنے لگا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں۔ دو بوڑھے ان کے سر پر کھڑے تھے میں ایک اور شخص آ رہا ہوں مانو چاہتا تھا اس کے بوجھ سے کہا، بھلے۔ اس نے دہلوی مظفر حسین کی ہیں۔

اس پر دو بوڑھے مولانا سے اپنا کر دے لگا۔

(۱) دہلی ہفت روزہ "تقریر" ص ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱

(۲)۔ مساوی کی اجتناب۔

انہی مولانا مظفر حسین صاحب کی حدت یہ تھی کہ اشراقی مذاہب یا مذاہب سجدہ سے کھٹکتے تھے اور اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ کھٹکتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کے مکان یا مکانوں سے بچھڑ کر اپنے اور طریقہ کے لوگوں کے پاس چھپے کم ہوتے تھے، جو چیزیں ان کے حوصلہ خریدی جاتی تھیں، پتہ نیچے آپ گھروں سے بندہ باندھ کر لے جاتے اور اس سے اشیاء ضرورت خرید کر لے جاتے تھے۔

(حوالہ بالا ص ۱۰۰)

(۳)۔ "مولانا رشید احمد صاحب بہت اچھے آدمی ہیں"۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب جب ننکوہ سے رام پور چلے جاتے تھے تو حضرت ننکوہی نور الدین مرقدہ نے کھانے کی تو اشع کی حضرت مولانا نے فرمایا کہ دیر ہو جائے گی، جو کچھ میں رکھا ہوا ہے وہ حضرت ننکوہی قدس سرہ نے چند ہائی روٹیوں پرانے کی وال رکھ کر دی اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب نے ان کو پلیٹ کر اپنی چادر میں باندھ لیا اور دوسرے چاکر فرمایا کہ "مولانا رشید احمد صاحب بہت اچھے آدمی ہیں"۔

(آپ جی حضرت شیخ احمد ریٹ ص ۲۳۸)

(۴)۔ کھانے میں مساوی۔

حسن انصاری میں ملتا ہے کہ مولانا مظفر حسین صاحب کا تعلق میں ایک بزرگ تھے۔ درویش بھی تھے، زمیندار بھی تھے، مگر ذلیل تھا کی کوئی ان کا عالم نہ سمجھتا ان کے عجیب و غریب معمولات تھے کہ ان کے متعلق ماں کے قریب دار مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی دہلی کے جہاد میں مدد میں تھے، دہلی سے نانوتوی کا بھی راستہ تھا، کاندھلہ راستہ میں واقع ہوتا ہے، مولانا مظفر حسین صاحب نے ان سے شکایت کی کہ جب بھی آپ آتے ہیں تو بلا میں چلے جاتے ہیں مولانا مملوک علی صاحب نے فرمایا کہ اگر اصرار نہ کیا جائے تو کافر میں آجایا کروں، اس وقت سبلی میں رہتا تھا، اس روز سے معمول ہو گیا کہ کاندھلہ کوچ

مردی نے میرے حسین صدمہ پہ اپنا شہ نہ چھوڑا۔ میں تو بھڑک اٹھی تھی۔ میری اصل بات تو یہی تھی کہ غالب قلبِ ابد میں کون سا صدمہ رکھے بھی جیسا کہ دیا اور مولوی نے میرے حسین صدمہ پہ غصہ بھی کیا۔ سو وہی نے میرے حسین صدمہ پہ تو میں نے کراہش کی تھی۔ فکر و غم پہ صدمہ پہ یہ بات ہو کہ جہاں میں نصیر ابو اکتھا میرے پاس تشریف لائے اور ان کو میرے پاؤں پر غصہ ملا دیا اور وہاں تک پہنچے۔ اور روئے کے (میرے) اکتھا ہے کہ اس کی نسبت کی۔ ایسے بڑے صدمہ پہ صدمہ صدمہ کہ نہ کہنے کے لئے نہایت سے مراد ہے۔ (شرف علی) اور فرمایا

”میری (میں) قدر میری زیادتی یہ قدر اے دل کے تم مجھے یہ بتا دو۔ میں سخت غم میں ہوں اور مجھ سے بڑے اس کے کچھ نہیں ہیں۔ انکے جسمت ہولوں بڑا میں نے جسمت دیا۔ (اور میں جس جسمت میں نے اسی دلی والا تھا) (یہ نکال اس میں کسی کچھ نہ تھا اس لئے اہستہ کچھ ہو چکا ہے کہ شرف علی) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بڑے دل میں میری یہ مجال کو میں انکی شہنائی کرتا۔ آپ سے لگی ہے۔ خود کہا ہے۔ غرض میں نے بے شکلی ہی کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک رو بھی دیتے رہے۔ نور میں بھی روتا رہا۔

یہ قدر بیان کر کے میرے صدمہ پہ نے فرمایا کہ صدمہ بولا۔ مے یہ قدر بیان کر دیا اسی وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو پڑے گئے تھے۔ (ذرا وار خلاصہ ص ۳۳)

جیہ ارا سنا م حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے واقعات (۱)۔ ”سداوی اور کسر کھسی“

حضرت مولانا محمد غنیاب زکوی تھو فرماتے ہیں

بہت خوش مزاجی اور شہ و اخلاق تھے۔ مزاجی چھائی نہ تھی اور اولیٰ مرتبہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بات علامتِ ربانی تھی کہ اللہ عزوجل نے جس سے ہر کسی کو چھوڑنے کا قصد نہ کرتا تھا۔ ان کے حال سے جدا ہو گیا یہ کسی واقعہ نہ تھی۔ آپ کہتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر بنا بھی نہ جاتے تھے بھی شدت کے وقت کسی نے جان لیا تو جان لیا وہ خبر بھی نہ ہوتی اور وہاں نہ کہہ سکتا تھا۔

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ غیب نے پچاس (۱۰۵) برس
 دہائی کا سہ پہا بن کر اپنے شیعہ حلقوں یا طائفہ ہاک کو دنگ موادی سب کچھ پر پھرتے ہیں اور آپ
 ہوتے نہیں کوئی کام نیکر پچاس تو خوش ہوتے۔ خشکیم سے نہایت فہم آتے۔ یہ تکلف ہر کسی
 سے رہ چہ نہ ہو شہر و سرحد ہوتے ہی سے دوستوں کی خیریت رہتے۔ ملکان و شیعہ ہمہ پایا
 کرتے پچھن دیکھتے۔

ایک دن آپ فرماتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا اور اپنی شیخ کو یہ نہ کہ میں
 مانا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔

میں (مولانا محمد یعقوب) کہتا ہوں کہ اس شہرت پر بھی نہیں نے کیا جانا۔ جو کلمات تھے وہ
 اس قدر تھے کیا ان میں سے غایب ہوئے اور فرسب کو خلاف میں ملا دیے کہنا اور کھلا
 سند بھی نہ جانتے کسی سے حوالے فرماتے بخوبی پرنا مکتبہ دوم ایچا تو دور سارا اولیٰ است
 سے بھی لکھواتے۔ آخر وہ کتابا ہاک وطن میں نماز پر حوالہ دیتے تھے۔ نہ بھی نہ کہتے۔ جناب
 مولوی مظفر حسین صاحب مرحوم کا نہ بلوی (جو اس آخری زمانے میں قدامت کے تصور تھے)
 نے ان کے کلمہ سلوایا اور خود بھی بیخبر رہنا اور بہت خوش ہوئے۔

(میں بڑے مسلمان میں ۷۱۰ بحوالہ سوانح عمری مولانا محمد قاسم ص ۹۰۸)

(۲)۔ ”موسلوویستہ کی قید نہ ہوتی تو قہر کی ٹانگہ کٹکے کا بھی پتہ نہ چھتا“۔

حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سید یہ محمد محمد حقیر فرماتے ہیں

پانی دار المصلح ابو یوسف زید ابو اسد حضرت مولانا محمد قاسم سوانح عمری رحمہ اللہ یہ علوم سے
 بخوبی پیر استاد تھے۔ ان کی تصانیف آپ حیات وقت پر اپنی تمام انعموں اور مباحث
 شاہجہاں پر و فیروست۔ ان کے تمام بلند کلام الازہار ہے اور ان میں بعض تصانیف تو یہی
 ہیں کہ ابھی چھپے ہیں۔ ان کی تھہر نہیں آتیں۔ یہ یہ کہ ان کے ہم عصر بزرگ حضرت مولانا
 محمد یعقوب خان قادیانی کا یہ جملہ اور اظہار میں معارف تھے کہ میں نے آپ حیات کا چھ مرتبہ
 ملا اور کیا ہے اب وہ بیکار ہو چکے ہیں۔

(۶)۔ ”ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے۔“

حضرت کا نو توہی رحمۃ اللہ علیہ ہم وقت ایک تہینہ بیٹھے۔ جیسے کہ معمولی سائیکل پر نہ تھا کوئی شخص وغیرہ۔ یہ بچانہ علی نہیں تھا کہ اسے پڑے۔ عازم میں ادب معلوم نہ کرنے پر آجہائیں تو بڑوں کے اہانت کئے تو یہیں انہیں سرائی اور تفریق کا یہ حال تھا کہ تہینہ پہنچے ہوئے مسجد میں جھاروا سے روکے ہیں۔

یونکہ آپ نے انگریزوں کے خلاف جیو و کیا دہا انگریزوں کی طرف سے آپ کی ارقاری کا سبب باری ہو گیا، چنانچہ ایک آدمی ان کو گرفتار کرنے کے لیے آیا، کسی نے جاکر کہہ دیا کہ یہ مسجد میں رہتے ہیں، مذہب انھیں مسجد میں پہنچا تو اس نے مسجد کی ایک آدمی بنوین اور انکی پیٹہ ہوسہ مسجد میں بیلوا دے دے، بابا باب یونکہ وارنٹ سے اندر یہ ملے ہوئے تھے میں سمجھا کہ محمد قاسم کو تو کوئی نواز قرار پایا ہے۔“ اس لیے جو شخص رقتا کرنے آیا تھا وہ یہ سمجھ کر یہ تو قہر ہے اندر طلبوں پر سے علامہ ہو گئے جنہوں نے اتنی بڑی تحریک کی تو اس نے اس کے حاشیہ نکال میں بھی یہ دے نہیں آئی کہ یہ صاحب جو مسجد میں جھاروا دے رہے ہیں یہی سوا! نامہ قاسم صاحب ہیں بلکہ وہ سمجھا کہ یہ شخص مسجد کا نام ہے۔ چنانچہ اس شخص نے انہیں سے پوچھا کہ ”سوا! محمد قاسم صاحب نہیں ہیں؟“ حضرت سوا! کو معلوم ہو چکا تھا کہ میرے خلاف وارنٹ لگا رہا ہے اس لیے بچنا بھی ضروری ہے اور نہ مل بھی نہیں آتا اس لیے آپ جس جگہ کھڑے تھے وہاں سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئے، اور مذہب کے ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے۔“

یہ خبر دو سبکی تہینہ سے تھوڑی دیر پہلے تو مسجد میں تھے لیکن اب مرنے لگے ہیں، بہت بچے دو شخص حاشیہ رہا، مرنے لگے چلا رہے۔

اور حضرت سوا! محمد قاسم کا نو توہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”مخبر دو طرف مل کر آتے تھے قاسم کے نام پر نہ ہوئی تو دینا کو پتہ بھی نہ چلتا کہ قاسم کہاں پیدا ہوا، کہاں مر گیا۔“ اس طرح لکھتے تھے۔ ساتھ زندگی گزارتی۔ (اصلاحی خطبات جلد ۱ ص ۳۸-۳۹)

(۵)۔ ”حضرت، نوتونی کی شانِ اخفاء“

حضرت مولانا محمد قاسم بن نوتونی رحمہ اللہ باقی دارالعلوم دینِ ہندی سادہ کی گایہ عام تھ کہ انہوں نے کاپی جامہ پہنتے، ایک مونی لکڑی کو اردن کی صرخا کا نہا جس پر رکھ کر دھڑکتے پر چلتے تھے کسی دن کچھس میں ہاتھی نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی۔ شانِ واضح گایہ عام تھ، ملکہ و خدمت میں ستمی اور چٹھی شان تھی۔

ایک دفعہ حضرت نانوتونی آپس تک ریف لے گئے تقریر فرمائی، معرکۃ الزام تھ برقی و مرائی نام نہ لایا ہوئے۔ تقریر کے بعد نوتونوں نے انہیں سے مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرے۔ کچھ تو فرمایا ”لکھا“ ہاں انہوں اور نماز کے ساتھ ساتھ ہے۔“

تو یہ بد کہ۔ یہ اسباب اور علوم، یہی ہے یہی شانِ اخفاء۔ (دہلی علم کی زندگی ص ۱۰۰)

(۱)۔ ”بھائی جی! آج کل بازار چنانچہ نہیں ہوا۔۔۔“

ایک بار حضرت نانوتونی جا رہے تھے ایک جگہ پہنچے لے ہوئے سادہ کی گایہ جام تو سمجھ کر کہ آپ سے پوچھا ”صوفی بنی، آج کل موت کا یہ جھڑپ ہے۔“ حضرت نے فرمایا ”یہی نامواری کا اخیر کئے بغیر نہ پاؤ کہ“ بھائی! آج بازار چنانچہ نہیں ہوا اس لیے معلوم نہیں کیا یہ ہو رہا ہے۔“ (اصنافِ ملکہ ص ۱۵۵)

(۲)۔ ”اوہ مجھے صابِ سال بچھ کر دیا ہے جس کمر میں اپنے اندر کوئی صاب نہیں پاتا۔“

خان صاحب نے فرمایا کہ ”ن کی مونی امیر ندیم صاحب (حضرت، نوتونی سے بہت ہی بے تکلف تھے) نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا کی طلبی آئی اور پانچ سو روپیہ دیوار تکڑا ہر خریدی، میں نے کہا ”اب تو سہا تو کیوں نہیں جانتا۔“ تو فرمایا کہ ”موت“ خان صاحب کہیں سمجھ کر دیا ہے۔ میں اور انی بنا۔ یہ دو پانچ سو روپیہ دیتے ہیں مگر اپنے اندر میں نوتونی سال نہیں پاتا بھر میں جا چکا ہوں۔“

میر نے بہت امیر کیا یہ کمر میں لائے۔ (ص ۱۵۹)

فرماتے کہ: ”نواب صاحب نے وہ باتیں کہہ کر دیکھا، ایک پوچھا نواب صاحب نے اسی آواز سے انہیں پرہیز خواہی، دوسری ایسے قریب بات یہ تھی کہ ”اے والدین! تمہاری سکتہ میں ان“
”نہ پانچ کا یہ پکڑا بیوں کا۔“

دوسری بات کو سن کر تو نواب صاحب ہنسنے لگے اور یہی بات نئی نسبت فرمایا کہ میں ہنسنے پر
پہنچا ہوں مگر منظور ہی نہیں رہتی۔ (نہ ۷۷)

(۱۰)۔ ”جی ہاں! میں ایسا ہی محروم ہوں۔“

حضرت مولوی میرنچھ میں مشغول ٹیلیف کا افسانہ رہے تھے، اللہ تعالیٰ میں
کوئی حد جب حال اور صاحب ان بھی آنکھیں، انہوں نے جب حضرت مولانا کے عالی
مقام میں سے جو مشغولی میں بیان فرمایا، چاہے تھے تو بڑی مسرت سے کہنے لگے کہ ”کاش
! اگر اس شخص کو اس کی ہر خدمت سے تھوڑا بھلی ہم بھی دیتے تو کیا اچھا ہوتا؟“ اور وہ بخش غلام اور
ایک نئی سے غلامت میں حضرت مولانا کے پاس شریفہ اسے اور بیکو لہو، کہ ”کاش
! آج کو باطنی حرم بھی ہوتے۔“ حضرت مولانا نے زار و اکھسار فرمایا: ”نئی دہ! میں ایسے
نہی محروم رہوں، اگر آپ نے کچھ پر غور و تامل فرمائیں تو میری شکایت سمجھی ہے۔“

اس پر وہ کہ: ”تو یہ جو کہ مراقبہ ہونے اور حضرت مولانا بھی مذہب نسبت نے
سہ صحیح مراقبہ ہونے، قبول فرمائی، وہ دیر میں وہ ہر گز ہر گز نہ کرا تھے کہ ”مولانا مجھے خبر نہ تھی
آپ میں یہ جو برہنہ لیں، انہیں انہیں سمجھا ہے۔“ (۱۸۴)

(۱۱)۔ ”بس جی! تمہاری دعوت ہو گئی۔“

مولانا احمد حسن صاحب نے فرمایا کہ مولانا قاسم صاحب کی ایک جولا ہے نے
دعوت کی، اتفاق سے اس جولا میں مولانا اور مولانا قاسم صاحب نے ملے، انہیں قاسم
نواں جولا ہے کہ میں نے تھوڑے سے ملے، اس سے عرض کیا کہ حضرت! اپنی دعوت
بولی تھی اس لیے میں دعوت کا انتظام نہ کر سکا۔

مولانا نے فرمایا کہ انکھاس کیا سہتا تمہارے دل میں کیا بھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں اور تو

(۱۳)۔ ”شان و شکست“۔

ایک طالب علم نے حضرت مولانا کو فوجی کی موت کی آپ نے فرمایا کہ ایک شہرین
منظور ہے کہ خود کھوسٹ پاتا گھر میں جو قیدی رہا ہوں مقرر ہیں وہی نہیں بھی مریا
اس نے منظر لکھا۔ یہ ہے شان و شکست اور غریت و افسردہ جونی کو اتارنا ٹھیک
اور اس طرح اپنے آپ کو دکھانے والے تھے (امداد کے حیرت انگیز واقعہ ص ۳۳)
(۱۴)۔ ”خدام کی خدمت“۔

ایک دفعہ ایک درویش حضرت مولانا کی خدمت میں درویشی کا ستیانائیت
تک واقعہ برسرے آئے۔ بہت کھڑا۔ اور خدام بھی ساتھ تھے حضرت نے اس کی خدمت
کی۔ شاد صاحب نے فرمایا اور خداموں کو اپنے ہاتھ سے اسی شان کے نشان میں اٹھانے
کھا یہ جیسے برحقوں میں تواضع تھی۔

اور مولانا حضرت کا اصرار و رفق کچھ کر آپ کے کمان کے فائل ہو گئے۔ (ص ۳۶)
(۱۵)۔ ”کھانے میں تواضع“۔

حضرت مولانا کی اپنے طاہرہ صفا کے زمانے میں مکان میں تھا ایک جلد بے تھے
وہ بھی کچھ لیتے تھے تو ان کی اقدار کھا لیتے تھے (ص ۳۹)
(۱۶)۔ ”ارے! کیا قاسم کی تکفیر سے وہ قائل امامت نہیں رہے؟“

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دہلی حریف رکھتے تھے دوران کے
ساتھ مولانا احمد حسن صاحب مروزی اور شاہ خان صاحب بھی تھے۔ شب کو جب سونے
کے لیے لیٹے تو ان دونوں کے چار پائی ڈراما ٹک کو بچھنی اور باتیں کرنے لگے۔ پھر شاہ
خان صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ کبھی کی گزرا ایک برق وانی مسجد میں چل کر
پڑھیں گے۔ اس کے بعد قرآن شریف بہت چھاپڑا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ
ارے چھان بادل! (تو اس میں بے تکلفی بہت تھی) ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو تو
ہم سے مولانا (مولانا کو فوجی) کی تکفیر نہ رہے مولانا نے من لیا اور زور سے فرمایا: ”امیر حسن!“

میں تو سمجھا تھا کہ تو لکھ پڑھ کیا ہے مگر جاہل ہی رہا، پھر دوسروں کو جاہل کہتا ہے مارے! کیا قاسم کی عقیقہ سے وہ قاضی امامت کیس رہا؟ میں تو اس سے اس کی ویدادی کا معتقد ہو گیا، اس نے میری کوئی ایسی بات سنی ہوگی جس کی وجہ سے میری عقیقہ، واجب تھی کہ وہایت عقد پہنچے ہو تو یہ ردی پر لازم ہے کہ اس کا سبب دین ہی ہے اب میں ٹوڈ اس کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ یہ عرض یہ کہ منج کی نماز مسلمانانے اس کے پیچھے پڑھی۔

یہ ہے ہمارے بزرگوں کا مذاق جن کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا، ان حضرات کی عجیب و غریب شان تھی۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۱۱، ص ۳۹۴)

(کے)۔ ”یہ عجیب آدمی ہے جس نے قرآن ہی الٹا پڑھ دیا۔“

مولانا امراء سے بہت بھراتے تھے اور کسی امیر سے ملاقات کا موقع نہ آنے دیتے تھے۔ ”خود“ کے ایک رنجیں برسوں سے شناسا تھے کہ میرے گھر پر ایک دفعہ حضرت والا آجائیں مگر وہ کامیاب نہ ہوتے تھے، اتفاق سے جنگ دوم دروہن چھڑ گئی اور حضرت نے ترکوں کی اعانت کے لیے ہندوئی تحریک شروع کی جو اس زمانہ میں ”سلطانی چھوڑ“ کے نام سے معروف ہوئی۔ ان رنجیں صاحب کے لیے پڑ رہی تھیں موقع ہاتھ لگ گیا، انہوں نے سمجھوایا کہ اگر حضرت والا ان کے گھر تشریف لا کر وعظ فرمائیں تو وہ سلطانی چھوڑ میں دس ہزار روپیہ دیں گے۔ حضرت نے منظور فرمایا اور ان کے یہاں وعظ فرمایا، انہوں نے حسب وعدہ دس ہزار روپیہ پیش کیے، شرم مجلس پر حضرت اسے تو جمع بھی اٹھا اور لوگوں میں حضرت کی سہائی کے بارے میں کہہ دینی، دینی اور روکھو نے لگی، ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضرت کو اپنے گھر لے جا کر مہمان بنادیں، لوگ تو اس جھگڑے اور بحث میں سرگرداں تھے اور حضرت اسی جھگڑے میں آہستہ سے گل کر داند ہو گئے۔ مغرب کا وقت آچکا تھا، انہوں نے والی تھی، حضرت والا شہر کے کنارے ایک غیر معروف سبھ میں پہنچے۔ وہاں اتفاق سے علام مسجد تھا، لوگوں میں تشریف ہوئی کہ نماز کون پڑھائے، ایک دوسرے پر بات تھا، چند ایک نے حضرت سے کہا کہ یہاں اتم ہی نماز پڑھاؤ (یہ لوگ حضرت کو پہچانتے نہ تھے) مگر

ہو گئے اور صاحب پو پند پینچے اور سوا لاکھ قیام دلا لاکھ، اسی سے حسب سہ مکان پر تھا صاحب
 مکان ٹھہر کر پانچ اس قدمہ رہ گیا تو میں چند قدم آگے بڑھ کر سوا لاکھ کے پاس پہلے پہنچ گیا مولانا
 کا پاس اس وقت یہ تصریح میں اور پہنچا ہوا تھا۔ جس میں یہ ہے چاہے ہوئے تھے اور
 چونکہ بروہی کا زمانہ تھا اس لئے ایک دھوڑ کی ٹیلی لگی ہو مرنی پینے ہوئے تھے جس میں بند
 تھے ہوئے تھے اور بیچے نہ کرتا تھا (کہنا چاہتے ہی نہ تھے) اور نہ ٹھہر رہا تھا اور ایک رزائی
 اور ست تھے جو ٹیلی لگی تھی۔ اور جس میں موٹی سی ٹوٹ گئی ہوئی تھی اور چھٹی ہوئی تھی اور پچیس
 تھی اور کہیں بالکل ازی ہوئی تھی۔ میں نے سلام کر کے مصافحہ کیا اور حکیم صاحب کی آمد کی
 اطلاع کی۔ میں تعارف کراشی رہا تھا کہ اساتذہ میں حکیم صاحب بھی آئے تھے اس وقت مجلس کا یہ
 رئیس تو کہ دروازہ کے سامنے مووی والا تھا وہی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے برابر
 میں "عقلم غمر سے ایک"۔ لم بیٹھے ہوئے تھے اور مولانا ایک طرف کو چار پانی سے ٹھکانے
 بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے برابر میں دیوبند کے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو اباباں بھی
 حمہ پینے ہوئے تھے اور ذالعی بھی شہنشاہ تھی۔ جب حکیم صاحب سلام کیا صاحب پینچے تو سب
 لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے حکیم صاحب مولانا سے بولے میں سب شہنشاہ
 انہوں سے مصافحہ کرتے رہے مگر مولانا کی طرف متوجہ نہ ہوئے، میں نے جب کہ مولانا یہ
 میں تڑپ مولانا سے مصافحہ کر کے وہ جب بیٹھ گئے۔ طوٹا تھا اور انہوں میں کھانا بچھا تھا
 صرف حضرت مولانا کی قاضی کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ (ص ۲۳۵)

(۱۹)۔ "قوت عشق کے نزدیک سنگ و گل برابر ہے۔"

حکیم منصور علی صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے سفر
 میں میں حضرت کے سرکاب تھا۔ قہر خواہ جو فی نظروں کے راستے دو امور ان میں سے
 اپنے نظمن اور کربخ میں دیا لیس اور پانچ چار شروعا کیا۔ میں نے ان کی یکسر دیکھی
 اپنی جوتیاں اندر کر کے کچھ ہمارا مولانا مرحوم چلائے وغ کیا۔ اس قدر تقریریں پاؤں میں
 چبھتی تھیں کہ متحمل نہ ہو سکا آخر جو تہمیں کر چلے گا جو کنگر ہیں ایک پٹھان نوجوان کے پاؤں

انہوں نے کائنات کیا تو آپ پیغمبر ہی ہوئے۔ وہ سب حال میں یہ خیال نہیں نہیں آیا کہ ان کی
 بعد آپ کے سوا کسی دوسری نہیں ہو سکتی کا وہ جتنے مہربان ہوئے تھے۔ ہم حال اس کے
 کہ پچھتے نہ تھے۔ اُن کا یہ دعا آج بھی ملے۔ ان کے بعد آپ جس پسنے مطلق ان وقت بھی
 ان کے سوا کسی دوسری اصل نہیں کیا۔ بلکہ ان کے غلط ہے کیا کہ بہت سارے آدمی نے غلطی
 بنی۔ غلطی کے حوالے کر رہی کہ غلطی نہ ہو جو آٹھ کے لئے لیتے جا میں۔ اس لئے
 یہ ہے کہ یہ سوچا کہ کئی آدمی جاتے اور ساری کا کوئی ایسا مہم نہیں ہے۔ یہ اتنی بڑی
 غلطی نہیں جانتے کہ یہ غلطی ہے۔ ان کا وہ یہی امر وہ ان کے وہ قبول فرمائی
 اور اچھے کر چلے۔ یہ سب ساری حرم لانا ہے بھی کتاب جو حق نہیں جانتے وہیں جیسی زندگی
 گزاری۔ اب اس غلطی کو بھی ایک بات میں اچھے ہے۔ یہی وہ ہے۔ ہاتھ میں اللہ سے
 پہلے یہاں ہے۔ یہاں تک کہ سب جو بندہ قریب آئے لگا تو آپ انہوں نے ہاتھ نہ کر چو۔
 ہوتے۔ انہوں نے ہاتھ میں نہیں لیاں ہاتھ میں مٹن دا خر کا اس غلطی کا ہاتھ نہ پنے سر پر رکھ
 لیا۔ سب سر پر رکھا تو ہاتھوں کو لکھ کر اس کا تو فرماتے تھے۔ انہوں نے بھی یہ سب آری ہیں پہلے خیال
 نہیں آیا کہ اس غلطی کو سر پر رکھیں۔ اور نہ اتنی تکلیف نہ دھانی پڑتی۔ اور اب سارا اس
 حالت میں جو بندہ میں داخل نہ ہے۔ یہی حال ہے کہ سر پر آسمان کی غلطی ہے۔ اب رہتے
 میں بڑوں کو جو لوگ ملے۔ وہ آپ دعوہ کر رہے ہیں۔ تو آپ سے ہر لمحہ مر رہے ہیں۔ اب آپ
 نے ایک ہاتھ سے غلطی سنبھالی ہوئی ہے اور ایک ہاتھ سے مسلمان کر رہے ہیں۔ انی حالت
 میں آپ اپنے گھر چلے گئے اور آپ کو یہ وہی رہا کہ یہ خیال نہیں آیا کہ یہ کام سب سے مر ہے
 کے خلاف ہے اور میرے سر ہے۔ یہ وہی ہے۔ ہر حال انہوں نے ہی جس کا ہوا ہے مر ہے
 نے فرما دیا ہے۔ یہ ہے تو امتیعی امامت۔ (بحوالہ باب ۳۳)

(۳) "بس اب تو گنہگار آ کے ہی کپڑے بدل کریں گے۔"

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولا علیؑ کا لقب صاحب زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ دس اللہ جب سگوار آئے تو
 دس سگوار چھاتے تھے۔ کیونکہ وہ اللہ سے ملگوتی۔ ہر اللہ کے استوار ہوئے تھے اس وقت

اُن حضرات کو اب آنکلیں، سونڈی جیں وہ حضرات سب کچھ تھے، مارا پئے، کچھ نہ کچھ تھے اور آنکلی یہ حالت ہے کہ کچھ کس اور اپنے کو سب کچھ گھٹے ہوئے ہیں اور انے تھیں ہیں کہ دور سے بھی ہنستا ہنستے تھیں۔ اسی کی ایک شاخ یہ مرض ہے جو عام بلانی طرح پھیلا ہے کہ اپنے لیے چوڑے القاب تجویز ہونے لگے، کوئی "امام الشیخ" کہلاتے ہیں، کوئی "امام" اور "شیخ" کہلاتے ہیں، کوئی "امام احمد" کہلاتے ہیں، کوئی "شیخ الحدیث"۔ یہ سب کئی لفظ سے ناشی (پیدا ہوئے) ہیں۔ ایک عقب بن میں پرنا ہے "شیخ الاسلام" یہ تو ان کو انہیں ہوتا اور ان کے علاوہ سب میں وہی جدت کی جھلک ہے، مجھے تو سن کر وحشت ہوتی ہے کہ اللہ! یکدم کایا پلٹ ہو گئی، کس قدر زبردست انقلاب ہوا ہے اور یہ اس قدر بعدی انقلاب ان تحریکات کے اثر سے ہونا، انقلاب ہونے کے لیے بھی ایک اقلیت کی ضرورت ہوا کرتی تھی، ہم نے تو یہ دیکھا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ، یہ اپنے شاگردوں اور پیروں کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ بھائی میں اوصواف ہوں اور میں نے ان دونوں سے کئی سرت کباب کھائی، کھلے بھی کچھ بقاء مکر دونوں نے کھلے سے کام لیا۔ مراد دونوں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، فوتی رحمہ اللہ، یہ اور حضرت مولانا شکاری رحمہ اللہ علیہ ہیں۔

اور فرماتے تھے کہ ان میں ایسا ہوتا جیسے کہ یہ دونوں تو پالہ یوں (یعنی سونٹکی چر، نئے، بالوں) کو ایسا بنا دیا جیسے یہ دونوں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ میں اور مولانا شکاری مر جوں گا۔

اپنے مظلوم حاد مریداں کے سامنے یہ بات۔ اس بے نفسی کو ظاہر کیجئے۔ اس کے بعد اتفاق سے کہ حضرت کاسر ہوا اور حضرت (حاجی صاحب رحمہ اللہ) کی خدمت میں چلاں بھرتی۔ (مخطوطات تیسرا جلد ۱ ص ۱۸۴)

(۵) گدھے پر سوار ہو کر اسی پر کتابیں رکھ کر انوت کو چل دیئے:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق یہ قول نقل فرمایا کہ "ہر شخص میں کچھ نہ کچھ ہفتی روک

نہیں " (الہامی مذہب کے حقیقی پیروں میں ۱۳۹)

بعض ازل مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ کے بارے میں جو کہ اور ایسی پرکھ میں رکھا کہ ان کو تو کچھ

دے دے ۲۰ یہ حقائق آپ کے سامنے ۱۳۹۹

(۶) غلطی کا اعتراف :-

ایک غلطی کا اعتراف ہمیں پیش کرنے کی کوئی گزرتا ہے ہر غلطی کی تاہم اور اس پر اصلاح و اصلاح

ہے اور یہ بحث کی علامت ہے۔ یہاں پر وہ وسیع انقلاب فہم میں ۲۰ ہے جو اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا ہے

اور جو بات نہ آتی ہو اس کے بارے میں صاف کہہ دے کہ مجھے نہیں آتی۔ انگریزی سمجھ میں

نہیں آتا تو وہاں سے آتا ہے کہ اس کے بارے میں کچھ حقائق تو سن کر رہتا ہے، اس کی حالت

اس قدر ہے کہ اس میں کبھی کوئی بات تو یہاں سے آتی ہے۔ یہ کہ پڑھنے والے کا غلطی کا اعتراف

میں صاحب مدظلہ کی جانب سے یہ بات چھوڑنا کہ اس پر مستقل اس بار کو جاری ہے۔

آپ حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ کے بارے میں عزائم و عقوبات کے متعلق

مولانا محمد رفیع کی جانب سے لکھے ہوئے ہیں

"شم وادوں میں یہ حادثے نہیں کہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں، گاؤں والے بچہ ہے

اپنی غلطی کا اعتراف کر رہے ہیں، غم و غم والے تو اس غلطی کو دیتے ہیں۔ مولانا محمد رفیع صاحب

میں یہ بات لکھی کہ مٹی سے طالب علم نے "کروٹی" غلطی کیا، مٹی تو فوراً اٹھا کر لپا کر

ہلکی بھٹی مٹی چھٹی تھی۔ مولانا ۱۵۰۰ کے تحت ہر سین کے پاس کتاب ہے، اگرچہ نئے تھے

اور ہونا تھا مجھ میں نہ آتی تھی اس کو چھوڑ لیتے تھے" (ایضاً ص ۲۳۹، ۲۴۰)

(۷) سربراہان و افسار _____ اپنے فتوایات کے آئینہ میں :-

حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ کی تائید و تائید کی گزشتہ افسار تھی۔

صحیح معنی میں صاحب مدظلہ کی تائید و تائید میں تائید و تائید ہے، اور خود ہی مولانا

ہوئی اور تائید ہے۔ یہ خود ہی شیخوہانی خود ہی ہے نہ مولانا تائید کی خود ہی جو مولانا تائید ہے

مولانا کے قلم سے جانتا جا رہی ہے، مختلف فتوایات میں اپنے مرید شیخ محمد قاسم کو نصیحت

جس کی دکانچی مر رہی تھیں جیسا ہے۔"

اور جو کچھ تم نے بیان شہر قی اور اردابہ نے کائنات اور تقدیر میں تو اس
 ۱۰۔ یہ وہ۔ تامل کی موت۔ یہ گھر ملاقات میں جلدی نہ کرتی جو نے۔ اور مقدمہ میں ہے تو افسوس
 ہو جانے لگی اور قیامت بہت قریب ہے۔ اور تمہارا وہاں ۵۰ صوفی ہے۔ امدادی ہمسایہ
 کوئی رستہ سے جھٹکے اور قتل کرے (مکتوب سوم ص ۷۷)

"یہ کام اور جو چند ہی ہفتہ پہلے کے ساتھ ساتھ ہوا اور قیامت میں ہے۔ اور افسوس
 کہ جو سنا ہے تمہارے افسانے کی کامل کی عورتوں کو۔۔۔۔۔ یہ جو خود اور بدادہ اور بدادہ
 کی زندگی۔۔۔۔۔ تو اس کی اس نے ہے کہ کوئی خدا کا بندہ خدا کے اسے نکلی اور پھینکی
 کرے" (مکتوب سوم ص ۷۸)

نیک اور مکتوب میں اپنے عقیدہ قندہ دیکھتے ہیں: "میں نیک اور افسوس خیز مر رہی ہوں۔ یہ ہے
 "اس کا کاروبار وہی دعائے پور ہو گیا۔ پچاس کی عمر تھی اور یہ پچاس کی عمر تھی۔ لڑکپن
 کے بھائی (ملاقات) کوڑوں کے ہیں۔ ایک شخص نے بدلی۔ ایک رکت نے چاہا۔ یہی کہیں
 صحیح ہے میں وہ بھائی کا چچا اور وہاں قی کوڑوں کے ہیں۔ اصل کا جہاں رہا اس کا کام
 ہے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں جو کوئی بھی پیغمبر و نیک
 اس پر ایک بار اثر ہوا یا کہ تمام عمر نیک رہیں تم سب جیسے تھے وہی رہی رہا اور یہ وہی رہی۔"

(مکتوب سوم ص ۷۹)

نیک کا دل میں یہ نے نہایت سے پہلے۔ اوقات کا افسوس رہا ہے ان۔ یہ وہاں ہیں کہتے ہیں
 "یہ نہ کہہ دو کہ اہل مذاہب کیسے وہ تھے۔ یہاں اور ہے اور اچھے لوگ اور ہے اور یہ
 چند بزرگ ایسے ہیں جیسے تم نے انہیں باندھا ہے بہت ان کی زیادت۔ یہ ہے
 کہ اگر وہ اپنے کی رضا اور اپنی عزت پر اور وہی عزت نہ ہو اور یہاں میں نے بڑے فکری کردار کو
 قید جیو۔ قندہ دیکھیں۔ مگر قندہ والہ کی شرط ہے" (مکتوب سوم ص ۸۰)

اللہ اللہ! کیا شان دکھائی ہے۔ سچ ایسے ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو ناکارہ دیتے ہوئے

دور سے بڑے بڑے معنی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ: "واللہ اعلم بالصواب" حسب اور موافقہ فریغ الدین صاحب کی طرف اشارہ دیا۔ یہ ہیں کہ ان سے آنے والے غلطی میں فائدہ ہوگا۔ دروہ الدین کی روشناسندھی، مسلمانانہ رائے اور کارکنان کی میں حرق واقعہ نہ ہونے کی صورت میں آنے کو منع نہیں فرمایا۔ یہ بات ان کی رائے۔

یہ اصول یہ کہ وہ میں آپ محمدؐ میں یہ دیکھتے ہیں۔

"اوقات یہ والی میں اس روایہ کو عائد خاتمہ بخیر سے یاد کرنا، عمر سب پر کارکنان

آئی، یہ پختہ آکر کیا ہو؟" (مکتبہ میں ۷۷)

آپ اور وہ میں بہت مدد میں۔ سنائیں آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اور اپنے محققوں میں اور والدین کی خدمت میں جی رہنا بہتر ہے۔ سفر کا ادارہ مست کرد۔ خاص کر اس روایہ کے بارے سے کہ حسب ضرورت تمہارے پوچھنے کی ضرورت سے کچھ اوقات تک جواب لکھ بھیجنا ہوں ورنہ بالذات عظیم کہ حال میرا نہایت اہم سے اکثر صحبت نہیں۔ خدا کا کہ یہ نہ ہو کہ کچھ نہیں سننا لائق کے پاس رہنے سے کوئی ضرر ہوگا۔ خدا کے تعالیٰ یہ جگہ موجود ہے اور اپنے یاد کرانے والے کے قریب یہ تم ہی حالت پر انتہائی مست کرد۔ میں ۱۶۹

(۱۶۹ میں ۳۳ و ۳۴)

(۸) استدعا کے حسن خاتمہ:

"اگر تمہیں مجھ پر ایسی روایہ ہوں گے کہ چاہے کیا رنگ ناویں اور کس طور جلاویں، سو اے استاد اور استاد کیا چاہو ہے۔ تم بھی اس کا کارہ اور رہا نہ ہو گے حق میں، اے کچھ کر اللہ تعالیٰ ایسے نازل وقت، یہ بارہ کارہ اور ایسا سلامتی لجاویں۔ آمین" (مکتبہ میں ۳۳ و ۳۴)

(۹) "وہ علم میں مجھے کمال نہ عمل میں خوبی۔"

"اپنے مزاج و اہم خواہش کا کارہ اور وہ خدا کی طرف حسن ظن ہے، میں پکارہ کہیں

بزرگوں کے واقعات کی تحریک کہاں؟ اسے اپنے قدر خود بخواس "بندہ کا حال ایسا ہے جیسا کسی نے کہا تھا کہ "عیش، طعش، طعش، طعش ملا" و عیش ہر دو چچہ و عیش چچہ ہر دو "۔ زعم میں کمال عیش میں غولہ۔ (مکتوب ص ۳۴۳ ص ۸۶) (ایضاً ص ۳۳)

حضرت مولانا محمود یویندی رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی

شیخ الاسلام حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیہ مجید مہم خرم فرماتے ہیں:

دارالعلوم کی پارٹ میں یہ جملہ بہت معروف ہے کہ دارالعلوم کی ابتدا اور ایت بزرگوں سے ہوئی جن دونوں کا نام محمود تھا اور دونوں قصیدہ یویندی کے باشندے تھے۔ ان میں شاعر و تودہ محمود تھے جو شیخ لہندہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہوئے اور استاد حضرت مولانا محمود صاحب تھے۔ رالم معروف کے بعد اچھ حضرت مولانا محمود حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابن جبر رحمۃ اللہ علیہ پر جو حاشیہ حضرت شاد و عہد افغانی صاحب مدظلہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے چھپا ہوا ہے اس کا بڑا حصہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کھوایا ہے۔ ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ طلباء نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ مجھ پر بھی کہ علم کے دلوں کو نامہ محمود کی خواہشات سے اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ فصاحت بزرگ کو ایسا پاک رکھا تھا کہ عام آدمی کو یہ پہچاننا بھی مشکل تھا کہ یہ کوئی بڑے عالم ہیں۔

اپنا طریقہ سودا سلف اور گوشت ترکا رشی خود و زار سے فریہ کرواتے اور گھر میں عام آدمیوں کی طرح زندگی گزارتے تھے مگر علوم کے استغناء اور حفظ کا عالم یہ تھا کہ راقم کے ہد اچھ حضرت مولانا محمد نعیم صاحب کی ایک بڑے کتاب (جو غالباً مطلق اصول ہندی کی کتاب تھی) انتقاد و سر سے روٹی تھی، نہیں یہ قرعہ تھی کہ دور و حد سے شروع ہونے سے پہلے یہ کتاب پوری ہو جائے چنانچہ انہوں نے مولانا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوقات ہر سر کے عبادت بھی میرے تمام اوقات اسباق سے بھرے ہوئے ہیں صرف ایک وقت ہے کہ جب میں گھر کا گوشت ترکا رشی لینے

کے لیے بازار چاکا ہوں، یہ وقت خالی گذرنا ہے، تم سب کو مجھ پر ہمارا تو اس وقت میں ملے گا۔ چارہ بولے گا۔ انگریزوں کے دور حضرت سید احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل تھے کہ کتاب پڑے اور مشکل تھی جس کو وہ پڑھتے تھے، ان کو وہ مخالف کے بعد بھی مشکل سے پڑھ سکتے تھے۔ عمر مرزا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ مدت میں، کونچہ آفتاب کی (کانچہ) یہ تمام کتاب ہمیں اس طرح پڑھوائی کہ کوئی مشکل ہی نظر نہ آئی۔ (کوچہ دیا، ہندوستان کے جس ۶۵) سید الفاضلین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب پھر چونکہ وہی، رحمۃ اللہ علیہ واقعات

(۱)۔ "اب رات میں کچھ بچہ گریاں رو مچی تھیں وہ بھی لیجا رہا ہے۔"

حضرت سید الفاضلین حضرت بی بی سہ میں اب آپ کے بعد بھول سائیں (میں کچھ نہیں) کے زمانہ تک کوئی شریف میں آمد و رفت اور صحبت نہ تھے رہے۔ حضرت بھورس سائیں نے وہاں کے بعد کوئی شریف کی سند دلائی ہوئی تو تمام جہالت کی نکالیں حضرت سید الفاضلین کی طرف تھیں کہ جس مسئلہ پر بحث یا جانے آپ نے کیا جواب دیے تھے اور ان کے سوالوں میں (میں انگریز) کی ہوساں یہی تھی کہ کون سے رکھوں۔ اس سے تم جماعت کا رجحان کی طرف ہو گیا۔ اور وہی کوئی شریف نے تیسرا مسئلہ پیش کیا۔

حضرت سید الفاضلین کا جواب ان سائیں کی دیتے ہوئے سے دستور تھا کہ مضامین الہامیہ میں کاہنہ کوئی شریف ہاں کرتا ہے اس مسئلے میں آپ کا یہ معمول تھا کہ روز و پھر چہ ہندی شریف میں افکار کرتے اور یہیں پانچ سائیں نکل کر کاہنہ مجید بناتے اور پھر ان کا تراویح کے بعد فوراً دیکھ لیتے تھے۔ اس طرح روزانہ کی سبیل بھی کرتے جاتے۔ دوسری سہ میں کے بعد بھورس سائیں نے فرمایا کہ یہ معمول براہ جاری رہا۔ اور اس میں کبھی تاخیر نہ ہوئی۔ کوئی شریف کی پانچ سید سہ نول سائیں کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تو حضرت سید الفاضلین ہر شب پیدل فقیر ہاں پرچہ سے مجرا تیار کرتے، انھیں دھو کر پہنا دیاں۔ کے کریم و سیر کا

بھی نہیں کہہ دیا نہ ان کے سید شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے۔

انہذا کہہ کر اس قدر شگلی و وضع کا غلبہ تھا۔ اس پر حضرت والا (تھا توئی) نے فرمایا کہ یہ سن کر ہر دلی آنکھیں محل نکلیں، حضرت کی عجیب شہنشاہی اس فن کے اہم تھے، ہر بات میں شان و عظمت و کھٹ نکلتی تھی، یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت کے خادموں میں سے کوئی محروم نہیں رہا۔ ہر شخص کی اصلاح و تربیت اس کی حد سے کئے مطابق فرماتے تھے، اسی تواضع کو مولانا ندوی فرماتے ہیں۔

”بجہاں طریقہ کردن نیست درامد۔ جز شائستگی تعمیر و تفضل شاہ“

ہر جگہ سنی است آپ آنجا درود و برکات درودے شفا آنجا درود

(بہت بڑا متعلق بننا طریق عشق میں کار آمد نہیں، بہوشاہ (حق توئی) کا فضل و کعبہ حال تھا کہ انگھیری کرتا ہے۔ پانی شیبہ ہی کی طرف جاتا ہے، جہاں درود و جود ہے شفا دیں جاتی ہے۔)

وہی تو مت جانے اور فنا دے گا سہی ملتا ہے۔ حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے برابر خواہ وہ اپنے سے افضل سمجھتے تھے۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۱۰ ص ۹۲)

(۲)۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان و عہدیت :-

ایک سالہ مکتوب میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمت اللہ علیہ کے ائمہ راہروں میں عہدیت کا کیا ٹھکانہ۔ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو اہل نظر سے چھپا رکھا ہے، یہ باتیں کہنے سے کچھ میں نہیں آئیں مگر کہنا پڑتی ہیں، میں پر یہ م قہم گزارتی ہیں، وہی خوب جانتے ہیں، یہاں قال سے کام نہیں چٹا، یہاں ذوق کی ضرورت ہے۔ (ص ۱۸۱)

(۳)۔ ”آئے والے حضرات کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں“

”یہ نہیں مانتی تھی۔“

قاری محمد علی صاحب پالہ آبادی کہتے تھے کہ مولانا مظہر حسین صاحب دہلوی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق فرماتے تھے کہ ”حاجی صاحب پرکاش صاحب سے ہیں۔ اس وقت کے بڑوں میں سے ہیں۔“ اور قاری حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ مایہ نسی کی شان تھی۔ (جلد ۳، ص ۲۴۹)

(۶)۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی۔

ایک صاحب کے سوال نے جواب میں فرمایا کہ میرے بزرگوں کی تو ظاہر فیض بھی ساری رہتی تھی، کوئی بیچہ نہ بھی نہیں تھا۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب رحمہ اللہ مایہ ملی تشریف لے رہے تھے، ایک ایک جگہ جمع تیار

”درواہا محمد ناک“ جو کہ حضرت حاجی صاحب کی تعریف ہے پڑھا جا رہا ہے، حضرت بھی مستمعین (سننے والے) میں شریک ہوئے اور کسی نے بیچنا بھی نہیں۔

ایک بار پولی پت تشریف لے رہے تھے راستہ میں دیکھا تو بلی بٹکتی تھی، روزمرہ پڑھتا ہوا رہے فرماتے تھے کہ میں نے کہا ”یہاں بہت کچھ لکھا ہے۔“ اس نے حضرت کو قلمی سے جواب دیا تو کیا ہے؟ حضرت کے پولی پت چمکنے کے بعد حضرت کو قلمی فیض بھی ملاقات کو آیا، حضرت کو پہچان کر بہت شرمندہ والا اور حضرت سے معافی چاہی اور حضرت نے فرمایا کہ بھائی! تم نے کوئی بری بات نہیں کہی تھی، یہی تو کہہ تھا کہ ”تو کیا مانے؟“ واقعی میں شہساری سے مت کوئی جانوں؟

یہاں سے تھی اپنے بزرگوں کی سادگی کی دراب تو رنگ ہی بدل گیا، ڈھنگ ہی بنا۔ میں ”تجروہ“ اور ”تجربہ“ کہوں، اس سے کہ ایک اسکا پت ہوئی۔ (پہلے ص ۱۳۷)

(۷)۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان عقیدت۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان تحقیق ہے، میں ٹیپ وغیرہ بھی۔ ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب میرٹوی نے دہلی، تحصیل کے بعد حضرت سے کہا کہ

سلطان عبدالحمید خان صاحب میں ایسی ایسی خوبیاں تھیں، اُردو آپ نہیں تو سلطان سے آپ کا بھی تذکرہ کروں؟ حضرت نے فرمایا کہ نہ بہت مافی الزاب نہ تذکرہ سے وہ میرے معتقد ہو جائیں گے، پھر اس انتخاب کا کیا نتیجہ ہوگا، صرف یہ ہوگا کہ وہ سمجھو تو آپ کی طرف سے بلا نہیں گئے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ بیت ہند سے بعد ہوگا اور بیت السلطان سے قرب۔ پھر اس اور عباد میں نظام ایک دعویٰ سچے بڑے اور سلطان کے چھوٹے ہونے کا معلوم ہوتا تھا، یہ دعویٰ اپنا تذکرہ فرمایا کہ آپ سلطان کو مائل بناتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ سلطان عادل کی دعا مستجاب ہوتی ہے، سو اگر قصی کا میرے لیے الہ سے دعا کرو، میرے گھر اس کا یہ طریق تو عرفان سب نہیں کر سکتے، فقیر کے لیے سلطان سے دعا کروا جاوے۔ سو سب صورت یہ ہے کہ ان سے میرا سلام کہہ دو اور ان کا جواب دیکھنے نہیں دینی جواب دعا ہو چاہے کی (میں نے دعا کی)

(۸)۔ ہرگز سے ہرگز کے شخص کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔

آپ سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو فعلی زیادہ ہو۔ وہ حضرت کی شفقت کی وجہ سے ہوا۔ آپ کی شفقت کی حالت اس کی صداقت تھی۔۔۔ بندہ میرا خیر خواہ نہیں رہا۔۔۔ زائد لطف شیخ و زائد گاہ دست و گاہ دست حضرت کی ذات عجیب و غریب تھی وہ بات کسی میں بھی نہ دیکھی جو حضرت میں تھی اما جی اور پریشانی تو وہاں تھی ہی نہیں، ہر پریشان کی وہاں تسلی ہی تسلی تھی اور برے سے برے شخص کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے، ہنگامی وجہ غایت تواضع تھی۔ مشکل سے کسی کے ساتھ حضرت کو بدظنی ہوتی تھی حتیٰ الامکان سب کے افعال اور اقوال میں توبہ اور تادیب ہی فرمادیا کرتے تھے۔ (جلد ۶ ص ۱۹۱)

(۹)۔ گھر کی حاجت کے لیے عجیب دعا۔

آپ سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب شہادت تھی۔ مہریت کا اس قدر ملک تھا کہ آپ کی ہر بات سے شان کا نیکی تھی، چنانچہ باوجود

زاہر ہونے کے گھر کی حالت نے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ ”اے اللہ! کوئی ایسا ٹھکانہ دے دیجیے جس میں بیٹہ جوڑوں اور کوئی عین نہ کہے کہ یہاں سے اٹھو۔“ سو حق تعالیٰ نے بیٹہ کی سمانہ فرمادیا۔ (جلد ۷ء ص ۱۶۰)

(۱۰)۔ حضرت حاجی صاحب کا اپنی مدح کی تاویل فرماتا:-

ایک سلسلہ، ٹنڈو میں مرثیہ فرمایا کہ ہماری حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی بزرگ مشائخ میں سے آئے اور حضرت کی تعریف کرتے تو ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں کی ستاری ہے کہ ان کی نظر سے ابھی میرے محبوب ہمپاہ گئے ہیں۔

کبھی شان ہے ان حضرات کی بالکل ہی کافی محض ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم کے رہنے والے ہی نہ تھے یہ وقت اسی طرف کا استغراق، اسی طرف کا احوال، اس میں رہا ہوا تھا کہ بچائے اس کے کہ اس امیرت کی مدح سے کمال کا لگان ہوتا خود مدح کی تاویل فرماتے تھے (جلد ۹ ص ۲۴)

(۱۱)۔ ”مجھے خود بھی حیرت ہے کہ یہ حضرات میرے کیوں معتقد ہو گئے؟“

امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص بنگالی ڈاکٹر کے معلقہ گیا ہوا تھا، خانہ صاحب کی بیوی سے ان کا نکاح ہو گیا تھا، اس نکاح میں یکم یا تیس حضرت حاجی صاحب کی طبیعت سے خلاف بھی ہوئی تھیں اور یہ ڈاکٹر اچھا آدمی بھی نہیں تھا، چنانچہ میں اس کو مکہ جانے سے پہلے سے جانتا تھا۔ اس ڈاکٹر نے ایک مرتبہ گستاخانہ طور پر حضرت حاجی صاحب سے کہا کہ مجھے آپ کے اہل کوئی کمال نظر نہیں آتا، یہی آپ کی شہرت! مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کی وجہ سے ہوئی ہے، بھلا مجھے یہ حیرت ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب آپ سے کس طرح بیت ہو گئے؟

اللہ کے نفوس، قدس! کہ اس کو سن کر ذرا بغیر نہیں ہوا اور مسکرا کر فرمایا کہ ”ہاں جانی بہت تو

تھیک کہتے ہو مجھے تو بھی جانتے ہے کہ یہ احادیث میرے کیوں مستند ہو گئے، اور کون مجھے
 دے رہے ہیں؟ (دروان غرض)

(۱۲)۔ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

اپنے مسخ شدہ حضرت ص ۱۱۱ نہ گنہگار احمد خان ایک فقہ میں تحریر فرماتے ہیں
 ”ایک غریب آدمی صاحب نے ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے
 اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا محکم کر دیا ہے کہ کوئی شے اس کو
 ہٹائے نہ سکتی، اور میں اپنے سب احباب کی محبت کو اپنے لیے اولیٰ نہایت جانتا ہوں۔“
 (مکاتیب رشیدیہ ص ۲۸)

(۱۳)۔ ”تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و محبوب چھپ گئے
 ہیں۔“

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”میں پرچھو شہید نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و محبوب
 چھپ گئے ہیں اور جہاد کی محبت نے دیکھ کر کا کا کیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی
 انکی ہی ستاروں کی امید ہے اور جہاد کی محبت کا بلا وسیلہ ہے۔“ (مکاتیب رشیدیہ ص ۳۰)
 (۱۴)۔ ان میں سے کوئی تو ایسا ہوگا جو میری بھی شفاعت کر دیگا۔“

حضرت مولانا فاضل دیوبند و افتخار احمد صاحب نقشبندی زید مجدہ ص ۱۱۱ فرماتے ہیں:
 حضرت حالی رحمہ اللہ مہاجر کی رحمت اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی
 بیعت ہونے کے لیے آتا ہے تو مجھے اس سے پاؤں ڈر گتا ہے جیسے کسی بندے کو شیر سے ڈر گتا
 ہے۔ کسی نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ آج کے بعد یہ داخل سلسلہ ہو تو اس کے اہمال
 کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھا جائیگا۔ لیکن وہ بیعت سب کو کر لیا کرتے تھے، جو آتا
 بیعت کر لیتے تو کسی نے پوچھا حضرت پہلے مالے بزرگ تو بڑے سجادوں کے بعد اور
 بڑی سچ کچھ کے بعد، مہجوں کے انکار کے بعد بیعت کرتے تھے اور آپ کے پاس جوتا

۲۱۔ ”اب اسی خبر وہ میں دنیو پجری پڑی ہے۔“

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اپنے متعلق اعتقاد و توہین کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی کافر سے اپنی غلوئی کا چھو بھی اثر ظاہر ہوتا تو وہ اس کی توبہ فرماتے اور اپنے سے اس قدر بدلتے کہ نفی فرما دیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت شیخ عبداللہ بن مشکوی دسامند سے شوق کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ بچوں میں اُھرت کے بدن پر رہا ہے ”اسی شخص میں فرمایا“ اسی خبر میں حضرت شیخ اور شیخ جمال تھا بھری رہا کرتے تھے، سچ میں دعوہ معاملہ تھی رسوا کیا تو فقہ کا یہ حال تھا اور اب اسی خبر وہ میں دنیو پجری پڑی ہے۔ (الذوالہ ۱۰۶۹)

(۳)۔ ”بھائی! ایسی تو اب تک بھی یہ حالات نہ خوب نہیں ہوئے۔“

حضرت عظیم الامت نے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مولانا مفتوی کی خدمت میں اپنے چوتھوںات لکھے، مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بھائی! ایسی تو اب تک بھی یہ حالات نہ خوب نہیں ہوئے۔ یہ نیکان بننے لگے گا۔

پھر فرمایا کہ مولانا مشکوی نے ایک جگہ تصحیح فرمائی ہے کہ ”میں غلوئی عقائد نہیں ہے“ بوش نفس لوگوں کو اس سے شک ہو گیا کہ مولانا میں تعال کا ہونا تو گناہ ہے تو اس قول سے مولانا کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے۔

پھر ہمارے دفتر سے (عظیم الامت) نے مولانا کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ ”میں غلوئی عقائد نہیں ہے“ کی طلب میں موجود و کمالات پر نظر نہیں ہوتی، ایسی مولانا اپنے کہتا ہے۔ موجودہ کی کمالات آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے

(آپ اپنی جگہ میں ۳۳۰ مولانا بن و حواجہ ۱۰۶۹ میں ۱۱۱)

(۴)۔ ”اگر حضرت امام شافعی زندہ ہو گئے تو کیا میں ان کے سامنے بولتا بھی؟“

ایک مولوی صاحب نے مولانا کی ایک تقریر میں کر بوش میں آ کر کہا کہ آپ نے اس آیت حدیث بھی نفی ہو جاتی ہے، مطلب یہ تھا کہ آپ تو ہر حدیث سے حقیقت

تو یہ فرمایا کہ میں اس کو نہ دیتا ہوں۔ سرشاہی رحمہ اللہ بھی اس وقت زندہ دھوئے تو اس کا جواب نہیں دے سکتے تھے، اس پر مولانا صاحب نے فراموش ہوئے کہ ”یہ یہ کہا“ ان کے ساتھ امام شافعی زندہ دھوئے تو کیا میں ان سے سامنے بولتا ہوں؟ اور بولتا تو کیا میں تو ان کی تظلیہ کرتا اور امام ابوحنیفہ کی تعظیم کو پیور دینا اور غرض مجتہدین کے دوتے ہوئے میں سب نہیں ہے کہ مجتہد فیہ فی تظلیہ ہی جائے۔“
(افتا خدات یومیہ ۲-۹ ص ۳۳۹)

(۵)۔ ”شیخ کی جگہ کا ادب“۔

امیر شاہ خان صاحب نے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے غواہ مجھ سے بیان فرمایا کہ جب میں ابتداء کشورہ کی خانہ دہی آ کر مقیم ہوا ہوں تو خانقاہ میں بول دیے اذن کرم تھا بلکہ باہر نکل جاتا تو کہ شیخ کی جگہ ہے، حتیٰ کہ بیٹھے اور جوتے پہن کر چلتے پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔
(بحار اراۃ الیٰ خانقاہ ص ۲۸۸)

(۶)۔ ”الحمد للہ! مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں۔“

ایک مرتبہ آپ داتا گنج بخش و شریف سجاد کا اتفاق ہوا سرکاری کام سم تھا جس کے وقت گاڑھے تیار ہو کر دو گراؤں میں بیٹھے تھے، آپ کے دائیں بائیں صاحب حضرت مولانا محمد ناقص صاحب اور جناب حکیم ضیاء الدین صاحب بیٹھے تھے، ایک صاحب آئے اور دائیں بائیں دونوں حضرات سے مصافحہ کیا مگر حضرت امام ربانی کو عام آدمی سمجھ کر باوجود بیچ میں بیٹھے ہوئے کے چھوڑ دیا، آپ کے استاد زادے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب چونکہ ”آپ سے بہت بے تکلف تھے اس لیے مسکرائے، حضرت امام ربانی نے مطلب سمجھا اور ارشاد فرمایا: ”الحمد للہ! مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں۔“

(تذکرہ الرشید جلد ۸ ص ۸)

(۷)۔ ”پیشک میری غلطی ہے، ان شاء اللہ آئندہ توبہ و تہجد کرو گے۔“

مونزی نور محمد رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں مجھے مشورہ کی حاضری

نہایت ہی "درست" (مکمل) سے بدست نہ سہا کرتا تھا۔ اور نہ تھا کہ اس میں ہر وہ مسافر جو بھی حضرت کی خدمت میں نہ ہو، اس بات پر اذیت نہ اٹھاتا کہ وہاں آجیٹے اور وہاں خوان پر پاس بنھا کر یہ مکان سے اٹھا کر دیکھا کر دیا، اٹھایا کرتے تھے، اسباب ملائی کی تعداد دو دہائی اور حضرت کے مشاغل بہت زیادہ کئے تو اٹھ کر اٹھانا تھا، انے کا وہ اجتہاد آپ سے نہ ہو گا جو کسی بھی آنے والے مسافر کا جو تین دن کی مہمانی نہ ہو گا، مگر حق سے یہ پنجابی طالب علم کے اور خدا جانے کیا مہم جوئی آئی کہ مکان سے ان کا اٹھانا نہ ہو گا، یہ طالب علم میرے پہلے ملاقاتی تھے اس لیے مجھے رنج ہوا اور میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر جیسا کہ فلسفہ کے ساتھ عرض کیا کہ "طلبہ کیا مہمان نہیں ہیں اور اسے لوگ ہی مہمان ہیں، اس کی کیا وجہ کہ جو بھی مہمان آتا ہے آپ اسے خود خانا، خلالتے اور ان چیزوں کو دوسروں پر چھوڑ کر آتی بھی نہیں، لیکن کہ مکان سے اٹھا آنا نہیں"۔

جہ میں مجھے اپنی اس حرکت اور استقامت پر بہت شرمندہ ہوا، اس وقت فلسفی حالت میں جو کھانا پکھاوا دیکھی کہ کھانا دے دی، اس عرض پر حضرت نے شرمندہ ہوا تھا، مگر دن چھا گئی اور مجھ کا رہنے کا ادنیٰ شرم نہ تھا، معذرت کا یہ فقرہ فرمایا کہ "بیکلہ میری غلطی ہے، جان شا، اللہ آئندہ نہ دیکھوئے"۔

اس تاریخ سے میرے دیکھ کر حضرت نے طالب علم کی مہمانی کی اس وقت سے حمید خاص سے حوالہ بھی نہیں کی، جو کوئی آیا خود اس کو حوالہ لکھایا۔ آپ کی یہ سب اسی اور اسی، جو ر مجھے یقین ہوا کہ حضرت پر سے پائے نہیں ہیں (تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۵۵)۔

(۸)۔ "کسر نفسی و عامہ المسلمین سے درخواست دعا"۔

آپ کی کسر نفسی، موضوع یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ عام مسلمانوں سے اپنے لیے دعا کرتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ "لوگوں کے مسکن عین کی ہر بے نجات کی امید ہے۔ مسکن عین دعا فرما"۔

یہی وہ خطبہ میں آپ کے یہ الفاظ موجود ہیں "نہ" مجھے دعا میں ضرور، تامل رکھ کر دیکھا

کر کے کہہ رہے تھے کہ یہ سب حق تعالیٰ کا معاملہ ہے۔

ایک بار مولانا غلام محمد حسن صاحب نے اپنے مالی قصبہ کی کچھ چکرات کی ایک جگہ کو متعلقہ ہر
تہہ منسوخ نہیں ہونا چاہیے چاہتا تھا۔ چھوڑ دوں۔ آپ نے ان کو یہ حقیقی دلی اور لڑکائی نہ فرمایا
انہوں نے جاؤ۔ اس وقت نہیں رہتے۔ چھتے کا مہو چھوڑنا کسی نے بتایا ہے۔ پھر آج چھوڑ دیا ہے۔
نبیوں کے عرش پر یہ کہ حضرت نے مجھے کیونکر ضعیف نہ دیکھا میں دیکھتا ہوں کہ قلب میں کچھ بڑا
نہیں ہے۔ اس وقت آپ کی "معموں میں" لکھو پڑھو سے اور پھر الٹی سولی "انہیں یوں کہا
کہ

"خدا کے بندے! تمہیں اپنے بندے کے کہنے پر بھی اکتا نہیں، مجھے نہیں دیکھتے
کہ یہ مسلمانوں کے حسن نیت پر کیا رہے ہو؟" (مذکرہ انرشید جلد ۳ ص ۵۶)
(۵) "اوپر میں تو میرے ساتھ یہ معاملے ہو رہے ہیں، دیکھتے وہاں بھی کچھ ہے
یہ نہیں یہ دھوم دھم ہے۔"

... یہی تذکرہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمیں کہ کوئی
چیز اس وقت نہیں ہے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے مہمان کے کوئی بڑا لوگ ہیں، ان
بڑا لوگ کی دولت سے یہ شخص بڑا بڑا رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش کئے گئے، اس وقت
حضرت فخر عالم صاحب اسعد ذوالاسلام نے ارشاد فرمایا کہ "رشید احمد مدنی کے پاس
بیچو؟" حضرت نے اس کو آپ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا مگر اظہار چوکندہ نہیں رہے
اس نے مجھے متعلقہ مضمون میں لایا کیا۔ یہ خواب دیکھ کر بھی فراموش کی آنکھ کھل گئی اور انہوں
... یہ یہ خط ... بلا تامل و غور آپ کا قدس حضرت نے عرض کیا آپ نے جواب لکھا اور
کہا کہ اس سے جواب نہ دے گا۔ (مذکرہ انرشید جلد ۳ ص ۵۶)

اس سے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نہایت بھر کے ساتھ فرما نے گئے کہ "دنیا میں تو
میرے ساتھ یہ حالت ہو رہی ہے دیکھتے وہاں بھی کچھ ہے یا نہیں یہ ہم دھم دھم ہے۔"
اس قسم کے عاجز و کمالات حضرت قدس سرہ کی زبان سے اکثر بے تکلف و بلا

تھیں تھکے تھے اور یہ اثر تھوڑی نسبت عہدیت کا جو آپ کی دیکھ رکھ میں سہاوت دینے ہوئے تھی اور اس کے سبب آپ کسی کمال کو بھی اپنی جانب منسوب نہ سمجھتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے دیر قدم میں تمام عالی میں آپ کو اعلیٰ رسول اللہ ﷺ کا تعلق تھا یہی ہے کہ جتنا محبت بڑھتا اور جتنا جہاں اپنے کو پہنچا دیکھ رکھیں اور سہجہ بڑھ جائے اور احتیاطی آجھتا جائے۔ (مذکرہ اربعہ ص ۳۶۸)

(۱۱) ”چونکہ وہ خود قابل تعریف ہیں اس لیے دوسروں کی بھی تعریف فرماتے ہیں۔“

مولوی عبدالجلیل بنیادی فرماتے تھے کہ جب میں نے مولوی خدیج حسین دہلوی (مشہور بغیر مقلدہ لم) کے پاس حدیث شریف پر مبنی ترویج کی تو انہوں نے مہراں تھے اور خواب میں اکثر خیر کے بچے ٹھہرا کر کہتے کہ میرے چاروں سہیلے بھرتے ہیں، ایسے خوب دیکھ کر میرے اس ہنگام اچھوت ہو گیا اور میں وہاں سے روانہ ہو کر سیدہ حاجت مراد آباد حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچا۔ وہاں حاضر ہو کر میں نے اپنے چڑھنے اور خوابوں کی حالت بیان کی۔ سوا گائے وہ وقت فرمایا چڑھتے کہاں ہوں؟ میں نے عرض کیا کہ دہلی میں مولانا خدیج حسین صاحب کے پاس ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شکوہ مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں جا کر چڑھو وہ حدیث کی دکان کھلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ویرانہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تعریف کرتے رہے اور فرمایا کہ تم جاؤ تو ہمارا نام کہنا اور یہ دیکھا کہ مجھے آپ کی خدمت میں فیض رساں سے بھیجا ہے۔

غرض مولوی عبدالجلیل صاحب مشکوٰۃ آئے جس وقت حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت بضو کے لیے چوکی پر بیٹھے اور مسواک کر رہے تھے ان کو دیکھ کر منکرانے مانہوں نے سلام کیا اور حضرت سیدنا فیض الرحمن صاحب کا سلام اور پیغام پہنچایا اور یہ بھی عرض کیا کہ دلائل آپ کی بہت تعریف کی اور انکس کا بھیجا ہوا حدیث ہوا ہے۔

حضرت امام باقرؑ نے ان کی تقدیر میں کئی کئی اصلاحیں اور اضافے کیا۔ چونکہ وہ خود
 تمام تعریفیں ہیں اس لیے دوسروں کی بھی تعریف فرماتے ہیں۔ وہ تین آدمی تھے، انھوں نے
 مولوی عبدالحیہ صاحب فرماتے تھے کہ آخر میں نے حدیث شریف کی اور حضرت کی فیض
 سے مستفیض ہوا اور ان میں سے روز بروز پریشانی کم ہوتی اور فرحت بڑھتی رہتی۔

(تذکرہ المرشد جلد ۲ ص ۳۲۰)

(۱۱)۔ ”طلبہ کی حالت غیر ہو گئی اور وہ چٹخیں مارتے لگے۔“

ارشاد فرما کر حضرت شنگوی رحمہ اللہ صی کے یہاں دوسری حدیث پڑھا تھا۔
 مولانا فخر الحسن آٹھویں طبقہ چھٹے چھٹے والے تھے۔ وہ وہاں درس آپنا دیتے
 تھے۔ لا تقصروا علی بنی ہاشم بن مہدی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیوں میں
 اتنی مایہ اسلام پر فضیلت مستود، اس پر طلبہ نے ہنگام کیا کہ انہوں نے مایہ ﷺ کو کیا
 انھیں قرار دے دیں۔ آپ تو سب سے افضل ہیں اور قرآن مجید میں ہے ذلک الرسول
 وعضنا بعضہ علی بعض میں آئے ہیں وہ دفع بعضہ اور بات۔ حضرت شنگوی نے
 جواب دیا کہ جو افضل ہوتے ہیں وہ اس صرح کیا کرتے ہیں کہ میں اس سے عظیم تر ہوں۔
 اس لیے حضرت شنگوی نے دوسری قوت سے کام لیا، فرمایا اچھا چلو بناؤ، بچو وگھبراؤ
 ! طلبہ نے عرض کیا اپنے میں سب سے بڑھتے ہیں، پھر فرمایا کہ میں جو کہہ دوں اس کو کیا
 سمجھتے ہو؟ عرض کیا بالکل سچ سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ جس بات کو میں قسم کھا کر بیان کروں اس کو
 کیسا سمجھتے ہو؟ کہتے تھے اس میں تو جہنم کا شائبہ تک بھی نہ ہوگا اس پر فرمایا

”یا ربکم لا تہربوا عنی“ ہر شخص کو اپنے سے بڑا اور بڑا فاضل سمجھتا ہوں۔“

حضرت نے اس بارے میں طلبہ کی حالت غیہ ہو گئی، چٹخیں مارتے لگے، بیان پھرنے لگے
 اور مولانا مجمع کو آج کے تراپا ہوا، پھر ذکر حرمہ میں چلے گئے۔ اگلے روز جب سبق پڑھا
 کے لیے تشریف لے گئے تو دریافت فرمایا کل والی حدیث کا مطلب کبھی میں آ گیا؟ اس نے
 عرض کیا کہ حضرت! ہاں مجھ میں آ گیا۔ (ملفوظات نقیہ الامت، جلد ۱۰ ص ۳۷۳)

(۲)۔ ”دوسرے پیر کے یہاں شب چاہ کا سر قلم پایا۔“

ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ حضرتؒ کو امام عبد الرحیم صاحب راجپوری رحمت اللہ علیہ پہلے صبر علیہ الرحمہ رحمہ اللہ علیہ (جن کا شمار مبارکباد سے بیجا ہے) کے ہونے والی حالت پر پہلے یہ نمک کے قریب بارش میں ہے اسے دیت تھے ان کے بچہ بھی تھے وہاں نے انتقال کے بعد حضرت مشکوی رحمہ اللہ علیہ سے جیت ہوئے اور حضرت سے بھی خلافت ملی کہیں صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت اپنے اور دوسرے جج میں کیا فرقی پایا؟ تو یہ منظم اور جامع جواب دیا فرمایا کہ ”دوسرے جج کے یہاں شب چاہ کا سر قلم پایا۔“ (مجموعہ ۱۰۷)

(۱۳)۔ ”دوسروں کو پینے سے افضل سمجھتے۔“

ایک بار حضرت انخوتوی رحمہ اللہ علیہ نے حضرت مشکوی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ ایک بات پر ہذا رشک؟ آپ نے کہ ما شاء اللہ آپ کی نیک فطرت پر بہت اچھی ہے مجاری نظر ایسی تھیں۔ فرمائیے لگتی ہیں؟ میں پلو جو زیادت یا دو نہیں تو آپ کو رشک ہوتے گا اور آپ مجھ سے بیٹھے ہیں ہم نے آپ پر بھی رشک نہیں لیا۔ اس طرح کی باتیں ہوا کرتی تھیں وہ نہیں اپنے سے بڑے سمجھتے اور یہ نہیں بڑا سمجھتے۔

(دعوائے حیرت، الخیر، واقعات ص ۷۷)

(۴)۔ ”جو لوگ قال اللہ قال ارسول پڑھتے ہوں رشید محمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟“

ایک مرتبہ حضرت محدث شریف کا درس دے رہے تھے، امام دوم تھا کہ آپ تک پہنچے، پڑا شروع ہو گئی، اس وقت کہ جب امام شریف درس تھے سب قاریوں کی حفاظت سے لیے، امام دوم کے کورس میں پڑھنے، پھر ان میں دیکھ کر جوتے اٹھائے، چپا، آستین کی طرف رہا یا تو کہتے ہیں کہ حضرت مشکوی رحمہ اللہ علیہ سب سے پہلے جوتے اٹھائے، امام دوم نے کہا کہ حضرت! آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمایا ”جو لوگ قال اللہ قال ارسول پڑھتے ہوں رشید محمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟“ (ص ۲۲)

صاحب ہوجو اپنے حضرت مولانا کا بیٹھ ادب فرماتے تھے مگر اس حالت میں صلیب ترمیم سے لیے فرمایا کہ میں اپنے میری خطابت کہ میں اس طرح ساتھ بیٹھا کرتا تھا ہر بار میں اور ان کو تو یہ حق ہے اور یہ کی مشیت یہ ہے کہ میں مولانا کے ہاتھ پر رکھ کر کہ وہ ان کے ساتھ اور ان ارشاد کے ساتھ کہ انھوں سے دیکھ رہے تھے کہ وہ تو انھیں ہوا۔
یہ واقعہ ہے کہ حضرت مولانا نے ان کے پورا پورا ایمان و داری کا انھیں ہوا انہیں نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کون کون تو نہیں ہوا تھا؟ فرمایا "جی ہاں۔" یہ پوچھا کرتا ہے یہ ملنے کی پتہ امید ہوتی ہے وہاں سے ناگوارانی نہیں ہوا کرتی۔" تو یہ وہ واقعہ کہ ہاں ہاں وہاں وہاں کہ وہ دیکھ جاتا ہے (تہذیب و سنت کے حیرت انگیز واقعات ص ۳۳۴)

(۱۶)۔ "شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کر لیں۔"

برہنہ نے مولوی احمد رضا خان نے اکابر و بزرگ کی فکر اور ان پر سب و شتم کا جو طریق اختیار کیا تھا وہ یہ پڑھے لکھے انسان کو معلوم ہے۔ ان فرائض و محنت کا یہ بڑا کامیابی کا پتہ ہوتا ہے کہ ان میں شہر سے کوئی نہ نہیں تھا۔ کبھی انھیں حضرت مسیحی رمت امدادی نے ہر اس وقت ہر طرف سے ہر سے ہر انکسار تھے ایک روز اپنے شاگرد و شیخ حضرت مولانا محمد علی صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ ان کی تعلیمیں ہمیں ملنا دو۔ حضرت مولانا نے صاحب نے عرض کیا کہ ان میں تو کامیابی ہیں۔ اس پر حضرت کاندھلوی نے فرمایا۔

"اکی اور کی کامیابی کا کیا ہے، پڑی (یعنی ملائے) کامیابی ہوں تم ملنا دو۔ آخر اس نے ایک تو انھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کر لیں۔"

(۱۷) (روایت مختصر ص ۲۱۰)

انہا ابراہیم حق پرستوں کا شیوہ کہ انھیں ملکہ دشمنوں کی باتیں بھی ان کی دشمنی کے طریقوں سے جس طرح اس میت سے سنی پائیں کہ اگر اس سے ہی کوئی غلطی معلوم ہو تو اس سے رجوع کرنا پڑے۔
(اکابر و بزرگ ہندوستان ص ۱۳۳)

(۱۹)۔ ”مجھے تحقیق نہیں“

اگر آپ وہی مسدود تھے تو اس نے بار بار یہی تحقیق حاصل نہ ہوتی تو ”

(میں نہیں جانتا) میں نے آپ کو کوئی تجویز یا ٹھہراہٹ نہ ہوتی تھی بلکہ اس کا سبب کافہ فرما دیتے کہ جس میں مسدود نہیں جانتے تھے مسئلہ نہیں آتا۔ اس وقت کا یہ بھر خیال نہیں کرتے تھے۔ لوگ یہ نہیں۔

جس سے قتل ہوئی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک پرچہ ایک شخص کے پاس دیکھا جس پر چند احادیث اور حضرت کی طرف سے ان کے جوابات تھے۔ اس پرچہ میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ”یوں تو نہ ہی کیا کیا نہ ہو سکتا ہے؟“

اس کا جواب حضرت نے صرف یہ لکھا تھا کہ ”مجھے تحقیق نہیں“ اس پر مسلمان

(۲۰)۔ ”مجھے بھی یاد رکھنا!“

ظاہر ہے کہ یہ نہ دیکھ کر لکھتے کسی نے وہی ہونے کی عادت میں حالانکہ سب سے بڑی کرامت رسول اللہ اور اس کا امت علیہ السلام ہے۔ کرامت تو مخصوص ہی نہیں ہے۔ اصل مقصود انہی کرامت ہے۔ جو اس بار سے میں جتنا زیادہ جانتے مستقیم ہو گا وہ اتنا صحیح ہے کہ اس پر قرآن ہی ہو گا۔ نہ ان افراد و تقریبات کے درمیان احتیاط سے چلنے والا ہو تو وہ صاحب تمام کرامت ہے۔ حضرت مشکوٰۃ ایضاً ہی معتدل الخراج امیان، و دیگر کتب تھے اور اس قدر احتیاط اور احتیاط تھا کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں تیار ہونے اور خدمت میں۔ اگر ہو کر رخصت و اجازت چاہی، تو بعد میں روٹگی کے دن یا زید خیر یا محمد حضرت کو اطلاع دے کہ بعد آج روانہ ہو رہا ہے۔

حضرت مشکوٰۃ نے جو تحریریں اس میں درج تھا کہ ”حضرت حاکمی صاحب کی خدمت میں

حاضر ہو کر مجھے بھی یاد رکھنا۔ اس کے بعد یہ شعر مسطور تھا

پوچھنا عیب نہیں باوجود بیانی
بناؤ آرمین باوجود پورا۔

یہ اجتماع ہے اس مضمون کا کہ عیب سید نامہ رضی اللہ عنہ نے پانچ سو رسالت سے مراد کی
ان زنت چاہی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کرنا فرمایا کہ بھائی وہاں حاضر ہو تو دعا
کے اندر ہمیں مت بھول جانا۔ (بحوالہ بالاس ۲۱۱)

(۲۱)۔ ”منہ پر مدح کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔“

مولوی حکیم اسماعیل گنگوہی نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ بے تکلف
ہونے کی وجہ سے حضرت کے متغیر خابہ کرنے کے باوجود بصرہ استایا، عیب قسم کر چکے تو آپ
جیسے اور زمین سے خاک اٹھا کر ان پر ڈال دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے
پنہ سے خراب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا منہ پر مدح کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔ میں کیا
کروں جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے (حوالہ دار)

مکاتیب رشیدیہ سے چند اقتباسات

(۱)۔ اپنے مرید صادق سے حضرت گنگوہی کی عجیب تواضع کے کلمات
رفیعہ:

”پہلے ستر شد حضرت مولانا صدیقی احمد صاحب کے نام ایک مکتوب میں تحریر
فرماتے ہیں:

”اس کا کارہ کو ساری عمر گذر گئی کچھ بھی عیب نہ ہوا، چاد سے پانی چلا اور
بڑا بھائی دل کے زراعت میں جاتا ہے دل تالی کو کچھ دکھ نہیں محض واسطہ ہے اعلیٰ خدایہ
تاس واسطہ واقع ہوا کو خود فلک لب محروم ہے اب خود آپ سے استعاذ دعا کرتا ہوں کہ
اس دعا سے مجھ کو بھی یاد رکھیں۔“

شیخ محمد القادری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”اصل یہ ہے کہ شیخ مرید کو لے جاتا ہے اور فضل یہ
ہے کہ مرید شیخ کو لے جاوے۔“ پھر مجلس کو اگرچہ ذکر و اور مت نہیں مگر صدقہ ۲۰۰ قلم جائز

”آپ کے رفعت عالی سے مراد ہوتا ہے کہ شاید اس عروج کو ہمیں دیکھنے کے لیے جہل میں اور پھر آپ کا منعمین جو ہے اس سے بھی توقع فی ہوتی ہے کہ متنبیوں کا کلمہ کافی نہیں ہوتا۔ اس ماجرا کو جب استحقاق سے جاننا اور اس کے قدم بقدم چھٹا مکتب آپ کا حسن ظن ہے۔“

”..... اپنے آپ کو بالکل بے مناسب اور خالی دیکھ کر تا سرف کرتا ہوں۔“ (ص ۶۰)

(۵)۔ ”آپ تشریف لادیں گے تو خود اسی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبت صلحاء غیبت ہے۔“

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے ایک مکتوب کے جواب میں انہیں تحریر فرماتے ہیں:

”اور یہاں آنے کے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں جواب دے دے۔“

”اؤٹوٹیشن غرست نور مریدی نہ“

موربعہ اگر آپ تشریف لادیں گے تو خود اسی امید نفع کی رکھتا ہوں۔ بہت صلحاء جس قدر نصیر آدے قیمت ہے۔ (ص ۶۱)

(۶)۔ ”تم کو ذی خیرہ خیرات چاہتا ہوں، تم قابل فراموشی نہیں ہو۔“

اپنے خلیفہ محمد حضرت مولانا عظیم احمد سہارنپوری کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

”اسنا و ملکم آپ کا نام یادداشت خود لایا تم کو ذی خیرہ خیرات چاہتا ہوں۔“

تم کو ذی فراموشی نہیں ہو دعا کا طالب ہوں۔ (ص ۶۳)

(۷)۔ ”اگر خود ایسے عطیات سے محروم ہے یا احباب و عطاء متواتر ہے۔“

حضرت سہارنپوری کو ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

”آپ کا خط آیا حسی معلوم ہوا، وزارت رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت

ہوں اور مجھ وہی عیسیٰ مبرا ہوئی ہے۔ تو اب اگر آپ چشم پوشی کریں تو بہت ہے ورنہ کہیں
کہیں حق تعالیٰ آپ کے حسن نیت سے میرے من اعتناق کا ریا کوڑا لگی کر دیے اور جو میری
کسی تہیہ سے اپنے مرشد کی یاد دے دیے تو مجھ پر ادا ران یعنی سے اہیت کچھ اظہار ہو جائے
وہ کیا مت کو میری تہیہ سے منکشف ہو کر ہمیشہ رہے۔

اسی واسطے اب تک نہ کرتا ہوں کہ میرا اعتناق ظاہر ہو جائے کہ دوست یوں جانتے ہیں کہ یہ ہم
سے بہت کرتا۔ چنانچہ میں بالکل اپنی طرف سے غافل اپنی غرض میں مبتلا ہوں۔

۱۲۔ یہ ادا ران دین اہم سے بھی توقع ہے کہ یہ۔ واسطے اس امر کی دعا کرو
کہ حق تعالیٰ مجھ کو اپنی حب (محبت) تو اس سب سے حب میں لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر
اس سے حب پر ادا ران یعنی نبی ہو جائے اور جس قدر میری کوئی شکایت کرے جو ہے۔ میں
خود میری قریب کر کے دلا ہوں اور اپنا حال جانتا ہوں۔

۱۳۔ یہ بھی ضرور ہے کہ جب آدمی کو رنج ہوتا ہے تو خلاف توقع سے ہوتا ہے کہ جہاں آدمی
تو جمع کسی امر کی دیکھتا ہے اور وہ توقع پر آتا نہیں ہوتی تو رنج ہوتا ہے آدمی واسطے فیروں سے
رنج میں ہوتا ہے اور غریبوں میں دوستوں سے رنج ہو جاتا ہے کہ ان سے توقع جسمانی کی دیکھتا
ہے جب بھلائی تو رنج ہوتا ہے آدمی رنج ہوا خلاف توقع ہوئے کہ جب دل پر صدمہ ہوا۔ سو
پونہ اپنے آپ سے مجھ کو وہ توقع نہیں کہ کسی سے سلوک کروں اور اپنے آپ کو کھلی دوا
کے نہیں جو نہ تو حق اگر کوئی میری شکایت کرے تو مجھ کو بری نہیں معلوم ہوتی کہ چونکہ اپنے
آپ کو ایسا ہی جاننا نہیں اور کسی کی شکایت کو بجا ہونا کیونکہ میرے افعال ظاہری پر
وہ ناک مقرر ہو کر مجھ کو اپنے دوست جان گئے پھر جب معاملہ خلاف پیش آیا تو ضرور شکایت
ہونی چاہیے۔ (س ۷۸، ۷۹)

(۱۱)۔ ”حضرت گشتواہی کا اپنے نفس پر سوء ظن اور دوسروں کے حسن
ظن پر پریشانی۔“

معمولی حکم سنا جب کو ایک دوسرے محبوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”بندہ اپنے عمر میں مختلف پہلوؤں کی تجربہ کر کے اس لئے جو زمانہ آج ہے۔ تین سو سالوں میں پہلی بار
وقت میں شاید کسی وقت ترکہ ہو جاتی ہو لیکن آپ نے اس میں غلطی سے نکتہ پریشان ہو جا
ئے۔ کہ تم کو میرے ساتھ اس قدر عقیدت ہے کہ کل بدلتی ہو جیسے سود باجہ میں سود ہوا اور بدلتا
بہت ہے۔ آپ اپنے سر شدہ کی نسبت میں اس کی کوئی شک نہ ہے کہ ایسا ممکن نہ ہے۔ سود
کا حال تو اس سے واضح ہو چکا کہ یہ سود شب و روز آپ کے ہاں میں دھارے والوں
اور تاجر بہت کے آگاہ نہیں جس سے معاملہ روشن ہے کہ مال کا دھارہ و سہولت میں کسی ایک
ہوں۔“

کوئی شخص اپنی تعریف و براہینیں چاہتا تھا۔ وہ دینا خوب کیفیت ہو چکا اور انہوں نے فقط
اس وجہ سے ہی کہ میرے ساتھ تم اپنے مقصود سے نہ رہو۔ جو دینے کی عقیدت تم کو ملے رہی
ہو۔ اس کا قصہ کہ تم کو یہ پانچ لکھان ہو رہا ہے۔ وہ دینے کی صورت میں جب حال خارج ہو گا
میرا دست نہ ہو کہ وہ اس قدر واقعی کا یہ ہو۔ (ص ۹۰)

میرا محو ملاحظہ الی یہ بھی صاحب خانہ دار عید میں اس صاحب کے نقل کرتے ہوئے بعد تو یہ
فرماتے ہیں

”اس تحریر سے کہ قلمی موضوع کی پکی کیفیت اور راجح انقلاب حالت کا جس قدر یہ ملک بہ
بہ ہو خود بخود نظر میں آئے ہوئے ہے۔ جو میں طاقت نہیں کہ لفظ لفظ کا حال ظاہر کروں
۔ کا تہیہ مقدمہ میں پکڑاں کھراست لکھ آئیں گے جن سے اس صنعت خاصہ کا حال
ملاحظہ ہو۔“

یہ بات مستحکم ہے کہ حضرت امام ربانی کے نزدیک ماوراء النہر کیسے تھا جس قدر
تو آپ کی خدمت میں بہت تعظیم اور تواضع تحریر کرتے تھے۔ حق تعالیٰ کی جناب میں
آپ تواضع و امانت زیادہ کرتے اور جوں و مانا لکھتے تھے کہ یا اللہ! میں جو یہاں تواضع کرتا ہے
نہیں میرے ساتھ میں نے جس غلطی سے ملاحظہ و حاضر فرمایا کہ (تو را فرمایا۔ بعد ص ۷۷)

(۱۴)۔ ”اپنا حال جو ہے لکھ نہیں سکتا بھٹس بیکہ نہ ہوں چند ہاتھیں یاد ہیں اور
بہن“۔

مولانا محمد رشید خان صاحب مراد آبادی کو تحریر فرماتے ہیں

”میں حسب قاعدہ ہمارے حضرت (عائقی صاحب) کے آپ مجاز ہیں لہذا اہلور رغبت
اجازت عیادت کی موعود بتا دیں کہ اپنے نام سے عیادت لیا کر جو اہل ہوں تو بہ
کر دی حسب ایقت و طہیرتہ و یا کریں فقط

مہر نہ ہو شہر نہ ہو غم نہ ہو اور اس اجازت کو حضرت سلی کی طرف سے لکھو۔ غی کبیر
ہوں کہ نہ جان زبان شہ ہوں۔ اپنے حال جو ہے لکھ نہیں سکتا بھٹس بیکہ نہ ہوں چند ہاتھیں
یاد ہیں اور بہن فقط سلام“۔ (ص ۹۶)

(۱۳)۔ ”خود شرمندہ و محبوب ہوا کہ آپ کو بندہ کے ساتھ حسن
عقیدت ہے اور خود بیچ در بیچ ہوں“۔

مولانا موصوفہ نوایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”حالات آپ انہوں کے دریافت ہو کر خود شرمندہ و محبوب ہوا کہ آپ کو بندہ کے ساتھ یہ
حسن عقیدت ہے اور خود بیچ در بیچ ہوں۔ کاش آپ کے حسن عقیدت کی وجہ سے
مکتوبہ جو ہواں حق تعالیٰ ہم فرمائے“۔ (ص ۹۸)

حضرت حاجی شاہ عابد حسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ

(سبھی محترم دارالعلوم دیوبند) کی فیاضیت:-

(حضرت قاضی نے) فرمایا کہ مولانا محمد عابد صاحب کے ذرا سا اہتمام میں ایک
طالب علم کسی انتظام میں آپ سے تھا: وہ گیا اور مدد طلب میں برا بھلا کہا، حضرت عائقی صاحب
خاموش ہو گئے۔ دوسرے وقت دوسری دکانی مسجد میں جہاں وہ طالب علم رہتا تھا خود اشریف
لے گئے اور ان طالب علم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے اور فرمایا کہ مولانا معاف کر
دیجئے و آپ ناسب رحلی ہیں آپ کا بار افسر رکھنا مجھے کوارا نہیں ہے۔

ہو۔ سہ حضرت (تھوٹوئی) نے فرمایا کہ تمکو اور ایک دہائی عیب حمرے مہائے ان کا یہ حال۔ اب تو ہمیں نہیں کراہتے توگ یہ ہوں۔ روڑوں و تالچے ہوتا جاتا ہے۔ کچا ہے۔
 تر پھول پادھ خورندہ و لھندہ
 تھی فٹنہ نہ راندہ ہر فاندہ
 (ارواحِ خواہش ص ۳۳)

حضرت مولانا محمد سکی کاندہ پوئی (والدہ محترمہ حضرت خاتونِ ابراہیمؑ) کی توضیح و رہائی۔

شیخ اندیسے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں میرے والد صاحب کو، نقدِ مرقدہ کی مادی زندگی کو دیکھنے والے تو اب تک حضرت موجود ہیں۔ ان کے لمبے و طرزِ سحاشات سے کوئی ان کو مہوئی بھی نہیں سمجھتا تھا، پڑا سے اور تر میل خور، پینے تھے جنابِ افواجِ شاہ زادہ حسین صاحب دیش دیش کے یہاں میرے حضرت قدس سرہ کے کپڑے بھارت سے تھے اور میرے شہدائے ان کا امی آکر بھولی کہ کے کپڑے دے جاتا تھا اور جمعہ کے چارے کو کے کپڑے سے جڑ تھا۔ میں اکثر ذیالہ کی کرتہ تھا کہ وہ مجھے ہونے پڑوں میں اور اتار دے ہو کے کپڑوں میں سو لوں کے ہوا کوئی فرق نہ ہوتا تھا کہ یہ جو میرے خدام کے رہائے کی وجہ سے مجھ کو نہیں پیہ ہو جاتی تھیں، شاہ صاحب نے کئی دفعہ لہذا صاحب پر اصرار کیا کہ اسی حضرت نے ساتھ ساتھ آپ بھی سپنے کپڑے بھیج دیو کریں، انہوں نے فرمایا کہ میرے کپڑے ایسے ہوتے ہیں جس کو بھولی کے میں دھیں، بہت تم میں بھولی سے دھمکائے کی فیرت آتی تھی اور نہ وہی حلہ میرے بھائی و مددگار و نقدِ مرقدہ پاپائی میں نکال کر نکھادتی تھیں، خواہ گھلے تہ کو میرے والد صاحب پرکھتے تھے۔

میرے بھوپڑ مولانا دھنی دھنی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی رگڑ نہ تھی وہ فارسی سروئی کے قیائی تھیں بولیا کرتے تھے اور میرے والد صاحب نے کاندہ حد چلنے ایک دو چھٹی تری سروئی کے ساتھ کرنا دیتے تھے جو کسی میرے والد صاحب کے اشتہاں میں رہتے تھے، اپنے

یہ اولین سوانہ جو ہے ہم میں نہیں پہنچا۔ دونوں کا چہرہ ایک جیسا تھا، اسی لیے دونوں کو
 بابا سے بھی قریب وہ نہ سمجھ کر دیکھتے تھے، چونکہ سب تعلقانی اور بچپن کا تعلق تھا، کاغذ بدل میں بھی
 مکتوب پہنچے، مشکوٰۃ میں بھی مکتوب پہنچا۔ اس لیے والد صاحب کو بھی ان کے کہنا سے بہکن
 لینے میں تکلف نہیں ہوتا تھا، انشود کے قلم میں بھی اور سہارنپور سے مددنی سے دور میں بھی
 مکان کے وقت تک بعض خدام اور محسوس املاہ اپنے اپنے گھر سے کھانا لاکر شریک ہو
 جاتے تھے اور کھاتے۔ وقت سب بعد کے ساتوں کو ایک بڑے مہلوں میں کھینچ لیا جیتے
 تھے، میں میں شور باجی ہوتا، وہاں بھی ہوتی، سڑک بھی ہوتا، بھونچتی بھی، امرانی میں ان سب کو
 مار مار کر مٹی پر رکھ کر چند من بعد پھینک دیتے تھے۔ سب مل کر اس مہلوں میں مشرک کھاتے
 تھے، میرے استاد اساتذہ املاہ املاہ الطیف صاحب سابق ناظم مغربیہ مدرسہ بھی اکثر کھانے
 سے وقت اپنے آپ سے کھانے لے کر آجاتے تھے، ناظم صاحب کے مہلوں میں خاصیت
 نہایت بہت تھی، مگر میرے والد صاحب سے تعلق بھی بہت تھا، وہ بھی اس پورے نو بہت
 رطبت سے کھاتے تھے، اور کبھی کبھی گوشت، کھانا اور دھڑکے کھانے سے پہلے اسکو پکڑ کر یہ
 سب باتیں اس میں۔ اور ان دنوں دیکھتے ہوتے تھے، یہ ایسا لہجہ ہو جاتا تھا کہ وسیع انداز پر پھر نہیں
 ملا، اس واقعہ کو تو دلدار کا پیشانی میں صاحب نے تہہ مرہ انگلیں میں بھی لکھا ہے۔

ابن ابوشامہ کا شوق و رقص اس زمانہ میں میری والدہ و سہیل پور، ہوتی اس زمانہ میں تو والد
 صاحب کا گھر سے جانا آج کل ہر روز سے اوچا، دھڑکا، جس میں ہم لوگ بھی ہوتے، دنگا لیا
 جاتا، شیعہ آپ جی میں اس کا ذکر نہیں آ بھی چکا۔ اور وہ بھی اسی شہر میں زوال دیا جاتا
 تھا، اکمال الشیخہ۔ سند میں میں مذکور شیخ علی ترقی کے حالات میں بھی اس واقعہ کا ذکر کر
 چکا ہوں کہ حضرت شیخ کا بھی یہی معمول تھا، مجھے یاد نہیں کہ والد صاحب نے گھر میں اپنے
 سے بھی کیا چیز۔ پانچویں فرمائش کی، والدہ دوم دوسرے جو بھی اپنی تجویز سے پانچویں وی
 دہائیوں پر چلا جاتا۔

تہہ مرہ، شیعہ میں لیا، آخر ان دنوں یہ سب ک ایک مرتبہ ملی، حضرت مشکوٰۃ میں تہہ مرہ کے یہاں

کسی سے شیعہ بنی، دینی و قورسہ یا غوث فرما کر ملتا تھا۔ حضرت عبداللہ نے اور کئی ایسے امیر میرے والد صاحب کو اللہ مرحوم سے ارادت فرمادی۔ انہوں میں مولوی مثنیٰ تسمیں بھی تھے جو بڑے ائمہ بن گئے۔ حضرت سید محمد علی قزوینی نے بھی ہوتی تھیں، ہوتی جو چوتھے صاحب پند ہے۔ آپ نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ تمام پڑھال

کیا انہوں نے اس کے کچھ بھانجے تھے۔ کچھ تو بھانجے تھے جو کچھ بھانجے تھے

(تذکرہ الرشید ص ۷۷ آپ جلی ص ۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳ ص ۲۷۴)

اعلیٰ حضرت شاہ عبداللہ رحمہ اللہ صاحب را پور کی رحمہ اللہ کے واقعات
(۱)۔ "اللہ اکبر اس باغ کے درختوں کے پتے پتے سے تو اشع نیک رہی ہے۔"
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

اعلیٰ حضرت شاہ عبداللہ رحمہ اللہ صاحب نور اللہ مرحومہ کی تو چڑھی تھی، لہذا ان کی تالیفات وضع و نگارش کی تھی۔ نور سے جمہور کا ذکر میں اسی حضرت کی تو اشع غریب اظہار تھی۔ حضرت کی ملامت نور اللہ مرحومہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بیوت میں دانیالہ شریف سے کہے تو ارشاد فرمایا: "اللہ اکبر اس باغ کے درختوں کے پتے پتے سے تو اشع نیک رہی ہے۔"

(آپ جلی جلد ۲ ص ۲۵۸)

(۲)۔ "صاحب جواد کا وہاں سے کہ ہوا اٹھا۔"

میں میاں۔ حضرت شاہ عبداللہ رحمہ اللہ صاحب نور اللہ مرحومہ کی تالیفات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ فرمایا میں اپنے حضرت کی تعریف اس لیے نہیں کر سکتا کہ اس میں بھی جتنی ہی تعریف ہے، اور ہمارے حضرت تصوف کے نام تھے، اور تو کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ البتہ اللہ تعالیٰ انہوں کو روز و رات حضرت کی خدمت میں رہاں حوالہ دیتے ہیں، لیکن ایک بار بھی حضرت کی زبان سے نہ کہنے میں، انہیں میں اپنی تعریف کی کوئی آتی ہو۔

صاحب جواد علیہ السلام نے جو اب سے آخر میں مائیں کے قلوب سے نکلتے ہیں، وہ اب سے ایک صدہ لکھن کے مقام تک پہنچے، اب اس سے پہلے پھرتا ہے۔ یہ بات میں نے اپنے

حضرت میں خوب انجلی مرغا سے انجلی کی کہ سب چوہ کا وہاں سر نہا ہوا تھا۔

(۱۰۱۱ء تا ۱۱۱۱ء)

(۳)۔ ”مجھ فقیہ کے لیے تو جہاں بھی بیٹھ چوہ کی گراحت ہی راحت ہے“

حضرت ۱۰۱۱ء کا شوق اپنی صاحب میرٹھی نہ کروا تھیں۔ میں اسی حضرت نور الدین مرقدہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ آخر سفر حج میں حضرت نور الدین مرقدہ کے ساتھ جوئے نامہ جمع ہو گیا تھا۔ یعنی پیچھے آسب رہا۔ کاکلے بیڑا سے من مشکل تھا۔ یہی حضرت نور الدین نے اہل و عیال اور خلوص رہی، دل بستہ تھا۔ بکر حضرت نے بطل مرقدہ سے بچے جان لہو لیں فرمایا اور جن کو نکالت تھی ان کو اس جہاز سے بھی دیا اور خود پندروہی تکے دور سے بیٹھ کر اٹھا رہے تھے۔ ایک فرما رہے ہیں موقع پر بہت سے لوگوں نے حضرت قدس سرہ دین سے روٹی کی کہ حضرت لپاتی دیکھ دو۔ سب جہاز سے آتے رہیں گے مگر حضرت نے یہ نہ لڑا کہ نہ لڑا۔ کہ ان باتوں کو روٹی ہو گا۔ مگر وہ بیچا کر بھی اسباب سے نیک بہت نہیں۔ مکان حضرت اور حضرت کے رائج مکے کے پہلے کے سرائے پر سے رائج تھا اور وہاں حضرت کے کمرہ بہت ہی راحت کا بنا رکھا تھا۔ انھیں علی حد اس نے بہت عمدہ وسیع کی اور انھیں بھیئے۔ حضرت کے کمرے کے لیے مہیا کر رکھے تھے کہ بعد میں حضرت حد جہاز دور حد سب حکیم سعود احمد سب خلاف رشید حضرت تعجب و شاد نشوئی نور الدین مرقدہ دیکھ کے سب مائی کے جیسے سب سے پہنچے پر حضرت را پوری قدس سرہ نے اپنا کمرہ دیا جہاں علی سرہ نہ راحت نے حضرت خیمہ سب کی نذر و فرمایا کہ ”مجھ فقیہ کے لیے تو جہاں بھی بیٹھوں گا راحت ہی راحت ہے، خدا مر کے دوتے ہوئے حضرت کے حکیم سب کو تکلیف نہ ہو بہت مسرتوں سے سختی کہ میرے حضرت مرشدی سہار پوری نے بھی جو بعد میں نہ پہنچے تھے ان پر کچھ فرمائی کہ ہمارا مسلمان لوگوں نے آپ کی راحت کے لیے دیا تھا حضرت را پوری نور الدین مرقدہ نے بھی ارشاد فرمایا کہ ”حضرت! مجھ سے دیکھ نہ کی کہ خدا تو ایسی

راحت میں رہے ہو، محمد و مریمؑ صوفی جود قیام کر رہے۔

حضرت رائے دہی قدس سرہ کے لیے تو خدا نے اس کا بدل کر دیا، یہ عمر حضرت رائے دہی قدس سرہ کا عمل نماز و انعموں کے لیے قابلِ رشک ہی ہو سکتا ہے۔ (ص ۲۱۰)

(۳) ان حضرات اعراف فرمائے میں باز آئے ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں

آئندہ یہ صوفی و مثنوی علمین صاحب جو کہ حضرت ٹنکوںی سے زیارت تھے رہنے پڑے۔ رات زیادہ چلی تھی اور طرفہ کھن بہت تھا، ایک طرف لے کر سائے اور راجہ بعد آٹھ بجی تو دیکھا ایک شخص پائنتی بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ ان کے پاؤں اٹھا رہا ہے، عمر اس شخص سے کہہ کہوت کھل جائے، وہ لی تو سمجھے کہ حضرت نے اس کو اسٹینج کیا مگر پھر غور کی نگاہ لی تو معلوم ہوا کہ یہ تو خود حضرت سے سوال کیا ہیں۔ یہ کھول کر اسٹینج ہو کر کہہ چکے، پانی سے نیچے آئے کہ حضرت ایسا یا نہ کھسب یا آؤ، دیا، یعنی اس میں فرق کیا ہے، آپ کو مکان بہت بڑا، یہ کھانہ رایت چاہیے، آرام مل جائے، ان حضرات نے کہا میں حضرت اعراف فرمائے میں باز آئے یا نہیں، آرام سے کہ آپ سے پاؤں اٹھائیں۔

تو اس طرح اور مرہ سے کوئی نہیں مجسم ہو۔ خواہ وہ تہجد و عبادت الہیہ و سنا ہو

(ص ۲۱۱)

(۴) حضرت شاخ سادات

حضرت شاخ سادات کی یہ بھی مناسب ہی بیان فرماتے ہیں

حضرت مولانا رائے دہی کے اس رکنہ کو میں نے بار بار غور سے دیکھا کہ حضرت (سید رائے دہی) کے تشریف رکھتے ہوئے کوئی صاحب آتے اور مصافحہ کرنے کے لیے مصافحہ کی طرف پڑھتے تو حضرت مولانا اپنے ہاتھ سمیٹ پیتے اور حضرت کی طرف اشارہ کرتے کہ ان کو تشریف فرما ہے کہ شاخ سادات پہلے حضرت سے مصافحہ کرو کہ مقدمہ بھٹل ہیں اور پھر مجھ سے۔ (ص ۲۱۶)

(۶) "میں نے دیکھا کہ حضرت رانچوری بھی طلبہ کی صف میں بیٹھے ہیں۔"

سرخ ٹوپا نے بہ وقت حضرت کے سامنے اپنی درخواست بتائی کہ "ساتھ ساتھ اور سب کو ساتھ لے کر تھوڑے عرصے میں آتا ہوں، چنانچہ پچیس تیس طلبہ صف ہندہ کے ساتھ گئے۔ حضرت اوپر چڑھتے ہوئے بھی ساتھ ہو کر اپوزٹ میں شریک ہو کر وہاں جا کر رہیں کہ حضرت وہاں رانچوری بھی طلبہ کی صف میں بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت استفادہ کی آمد کا انتظار فرما رہے ہیں کہ جہاں ان طلبہ کو اجازت ملے وہاں مجھے بھی یہ شرف نصیب ہو۔"

آدھ گھنٹہ بعد وہاں آگئیں اور ان کے ان آنکھوں نے جہاں کہیں اور کھینچا وہاں دیکھا اور اب وہاں آگئیں چار سو ستر اٹھ سو کچھ راہی ہیں ٹھہرے ہمارے ساتھ دیکھا دیکھا کہ ان میں پکڑی خالی: اللہ المستنکی، اسما الشکوبی، وحزاس الی الی (۲۶۶)

(۷) "بھائی! تم کو اب تک اندھیرے میں رکھا، اللہ کے واسطے میری خطا معاف کر دو!"

حضرت مفتی محمود حسن ٹنکوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شہید الدین صاحب رانچوری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے شرف میاں ابدار میں صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت حاصل ہو گئی تھی، اس کے باوجود ان کے انتقال کے بعد غیر شریف حضرت خواجہ علی الدین تھہر کے حوالہ پر گئے وہاں سے ان کو محسوس ہوا کہ اللہ سے سب سے گھرنا تو اب ٹنکوی میں ہے۔ وہاں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب ٹنکوی رحمہ اللہ نے یہاں منکوبہ کے اور بیعت کی درخواست کی۔

اس پر حضرت نے فرمایا: "پتہ نہ ملا، اللہ خود ہی میں اب کسی سے بیعت ہونے کی ضرورت ہے، ان کے حوالہ پر اس کی بڑی پوٹ لگی، اس نے جائے قیام پر اپنا آئے اور میں نے جن کو بیعت کیا تھا ان کو کہا کہ جوئی اتم کو اندھیرے میں رکھا، اللہ کے واسطے میری خطا معاف

۱۰۰ کی دوسرے مرد خدا سے بیعت کر لو۔ اس طرح ان کی بیعت کو فتح کیا، تب حضرت شہابی رحمۃ اللہ نے ان کو بیعت فرمایا۔ (ملفوظات فقیر الہ امت مجدد، حصہ چہدہم ص ۴۴)

(۸)۔ ”میں کوئی چیز نہیں بولوں آپ میں تو مطلب ہے مجھ میں یہ بھی نہیں۔“

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کی دوسرے ائمہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

”آپ نے افضل نژاد سے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں فدا کلمہ ”وہ میں یہ کہ میں نے اس سے کہہ دیا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا ہوں“ حضرت نے کہ جب میں تحریر فرمائی کہ ”معدیت میں آتا ہے“ امستندہ راہم آئیں ”میں آپ کو ملتا ہوں“ میں کوئی چیز نہیں بولوں۔ آپ میں تو مطلب ہے مجھ میں وہ بھی نہیں۔ آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ کی طرف رجوع کریں۔“

حضرت فرماتے تھے کہ میں یہ خدا پرستہ کرچکا کہ کیا کا خلاص اور بے غنسی اس کو کہتے ہیں۔ (سوانح مولانا عبدالقادر دہلوی ص ۵۸)

حضرت مولانا عاشق الحق بریلوی صاحب رحمۃ اللہ آپ کے محکمہ حالات تحریر فرمائے کے بعد لکھتے ہیں:

”آپ کے حالات میں درجہ حبیب میں کہ چھپائے ہیں ان کے تصور خیال سے کھل جاتے ہیں مگر چونکہ ان کا اہلبہ آپ کو تا کو رہا ہے اور مجھ کو ممانعت کر دی تھی ہے اس لیے بجز اس کے کہ نہیں لکھ سکتا کہ السعید بن سعد بنی بطن اہل تکرہ ارضید مجدد ص ۱۵۶) شیخ، اہلبند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ کے

واقعات

۱۔ عادات و اخلاق اور طرز زندگی:-

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اکابر دارالعلوم دیوبند کی بہت بڑی اور اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ حضرات علم و فضل میں یکساں تھے۔ دوزگارا اور عبادت و ریاضت اور روحانی کمالات میں بے مثال ہونے کے باوجود تواضع اور بے نفسی میں اپنی مثال آپ تھی۔ اور اس خاص وصف میں پانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید حضرت شیخ امجد سوانہ محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے سب حضرات سے زیادہ ممتاز ہیں۔

ان کے کمالات کو تو ان کا پر علمہ اور پاکمالی ہی جان سکتے تھے۔ انھوں نے اپنے بچپن سے ۲۴ سال کی عمر تک جو پچیس شمر خود لکھا یا اپنے قریبی بزرگوں سے سنا میری نگاہوں میں صرف اسی دائرہ میں ہے۔

میر جی مرید رسولہ سہیل کی ہوئی کہ دارالعلوم کی قدیم عمارت نور دو کے عقب میں ایک عظیم الشان واد اللہ پتہ تعمیر کرنے کی تجویز ہوئی، اس کے لیے بڑی گہری بنیادیں نور دو کی طرف سے حاصل کی گئیں، اتفاق وقت سے دیوبند میں بڑی تیز بارش ہوئی اور کافی دیر تک رہی، یہ زمین پچھو ٹھیس میں تھی، بارش کے پانی سے ساری بنیادیں جریز ہو گئیں اور دارالعلوم کی قدیم عمارت کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ فائز برکینڈیر انجنیوں کا زمانہ ٹھیس تھا اور ہوتا بھی تو ایک قصبہ میں کہاں؟۔

حضرت شیخ امجد محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اس صورتحال کی اطلاع ملی تو اپنے گھر میں جتنی رقمیں اور اپنے برتن تھے ان سے پانی کا اچانکے سب جمع کر کے حضرت کے مکان پر جو مناسب طرہ پر دوسرے سر پہ بنی عمارت تھی ان کو ساتھ لے کر ان پانی سے بھری ہوئی گہری بنیادوں پر پہنچے اور بہت فوری طور پر پانی نکال کر وہ پھر پھینکا شروع کیا۔ شیخ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے اس معاملہ کی خبر پورے دارالعلوم میں بجلی کی طرح پھیل گئی، پھر کیا ہو چمنہ ہر دہائی اور ہر غالب علم اور جرات کے لئے وہ اپنے اپنے برتن لے کر اس جگہ پہنچ گئے اور بنیادوں کا پانی نکالنا شروع کیا انھوں نے اپنی قوت و حیثیت کے منہ ہی اس میں شریک تھا، میں نے دیکھا کہ چند گھنٹوں میں یہ سارا پانی بنیادوں سے نکل کر کچھڑوں میں گرا تو اس کو بھی ہانسیں سے صاف کیا گیا۔

اس کے بعد ایک قرآنی ۱۰ تا ۱۵ پر پتھر برف لے گئے اور طلبہ سے کہا کہ اس میں غسل کریں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس امر سے بیابیانہ زندگی رکھتے تھے۔ پانی میں تیرائی کی بڑی مشق تھی۔ حضرت نے ساتھ طلبہ بھی ڈالتے یا جاتے تھے اور سہان میں پہنچ گئے، مجھ جیسے آئی جو تیرنے والے نہ تھے کمرے پر تھڑے ہو کر نہ گئے۔

یہ واقعہ تو حضرت نے خود لکھا اور سرورِ دہکار میں طلبہ کے ساتھ ہے تکلف دوزخ کا بھانٹا، ۱۵ تا ۲۰ اس میں تیرنا یہ عام معمول زندگی تھا جس کے برکت سے واقعات ۱۱، ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ انکس سے ہیں۔

دیکھنے والے یہ نہ پہچان سکتے تھے کہ ان میں کون استاد ہے اور کون شاگرد۔ اپنا عظیم شخصیات میں ۱۱)

۲۔ ”لو میاں محمود صاحب! اپنی چار پائی اٹھاؤ، میں بھی شیخ زادہ ہوں کسی کا ٹوکری نہیں۔“

مولانا قاری محمد طیب صاحب (موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند) دامت برکاتہم کے خسر مولانا محمود صاحب رامپور کے رئیس گھرانے کے فرد تھے۔ یہ خاندان حضرت منشی رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگان دیوبند سے وابستہ تھے۔ جب مولانا محمود صاحب کو تحصیل علم کے لیے دیوبند بھیجا گیا تو ان کا قیام حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے ایک حجرہ میں ہوا۔ دارالعلوم سے حضرت شیخ الہند کے مکان کو جانے والے راست دارالعلوم کے قریب ہی یہ مسجد واقع تھی۔ حسبِ عادت حضرت شیخ الہند دارالعلوم سے سبق پڑھا کر اپنے مکان کو تشریف لیا رہے تھے کہ اسی مسجد کے دروازہ پر مولانا محمود صاحب رامپوری کو کھڑا دیکھا حال پر پوچھا تو معلوم ہوا کہ اسی مسجد کے ایک حجرہ میں قیام ہے، حجرہ کے اندر جب کر دیکھا تو زمین پر بستر بچھا ہوا تھا، خیال آیا کہ یہ رئیس زادہ ہیں، فرش پر سونے کی عادت نہ ہوگی۔ ان سے کچھ نہیں فرمایا اور اپنے گھر سے ایک چار پائی خود اٹھا کر راستے کے قفل کو بچے اور بازو رکھنے ہوئے اس مسجد کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ مولانا محمود صاحب مذکورہ

دور ہوا۔ اسے سے شکر رہے ہیں۔ اب یہ خیال اسن کیو ہوا کہ تھے وہ مولاتے ہوئے آئیے تھے۔
 ان کو سخت شرمندگی ہوئی تو اپنے بزرگانہ فعل کو یہ کہہ کر مٹا کر کہ "اوساں مہوہاں اب اپنی
 پار پائی اچھا، میں بھی شکر زادہ ہوں کسی کا تو نہیں"۔ (حوالہ ۱۸ ص ۶)
 ۳۔ "مولانا تو یہاں کوئی نہیں رہتے اور ہندو محمود تو میرا ہی نام ہے۔"

میرے ایک دوست مولانا قیث الدین صاحب خٹک بکھوڑے باشندے تھے جو
 اور اہلوم میں اکثر اسباق میں میرے ہم سفر رہے تھے عمر درمیان میں کچھ عرصہ رہے۔
 دارا اہلوم کو چھین کر رہ رہہ مہینہ امیر شریف میں مولانا محسن الدین صاحب اہلوم
 رحمۃ اللہ علیہ سے مقدمات متعلق فلسفہ پڑھنے کے لیے گئے تھے کیونکہ مقدمات کے درس
 میں اس عرصہ میں مولانا محسن الدین صاحب کی بڑی شرکت تھی۔

ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا محسن الدین صاحب دارا اہلوم کو توڑا، وہ بے ہوش
 ملاقات کرنے دیکھیں کہ اس پائے کے عام ہیں وہ اس انداز کے انداز ہیں۔ اور اہلوم
 دیوبند کے صدر رہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کا مذہبی سے ہونے تھے۔ ان
 کی حرکات کے لیے دیا ہوا کتا تھا، یہ وہ زمان تھا کہ جس میں اکابر کے ناموں کے ساتھ
 لیے یورپ کے القاب نہ تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پورے دیوبند میں معروف "بڑے
 مولوی صاحب" کے لقب سے معروف تھے۔ مولانا محسن الدین صاحب نے سیشن پر
 مقرر کر کے تھوڑا دیا ہے پوچھا کہ تم مولانا محمود حسن کامکان چاہتے ہو؟ تاکہ اس نے
 جواب دیا کہ دیوبند میں ایک بڑے مولوی صاحب ہیں ان کا مکان چاہتے ہوں مگر ان کا نام
 مجھے معلوم نہیں، مولانا نے فرمایا کہ میں لے چوں۔ تاہم واسطے ان کو بڑے مولوی
 صاحب کے مکان پر پہنچ کر پہنچا دیں۔

یہ اندر اہلوم سے دیکھ کر ایک صاحب پوچھا کہ وہ قریب ہندو تھے تو نے نہ انکے خیال پر
 ہونے دیکھوئی ہی اور میں کوئی سر پہ پہنچے ہوئے مکان کے صحن میں کھڑے ہوئے ہیں۔ مولانا
 نے سمجھا کہ یہ کوئی مولانا محمود حسن صاحب کے خادم ہیں۔ اپنا سامان ان کے حوالہ کیا اور کہا

کہ سامان رکھ کر مولانا کو اٹھانے والا وہ ایک مولانا محسن الدین صاحب المیرینی ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ حضرت مولانا کو ان کی واقفیت کی وجہ سے خدمت کا خوب موقع ہوا آیا۔ سامان اٹھا کر مکان کے اندر رکھا اور پیچھے کے نیچے جو اپنے سرعام کرنے کی ہمار پانی تھی اس پر مولانا کو بھلائی بکلی کا زمانہ نہیں تھا لہٰذا شی پکھٹا تھا جو ہاتھ سے اٹھینے یا نہ تھا، کڑی کی مو پڑ تھی، حضرت نے پیٹھا اٹھینچنا شروع کیا مولانا محسن الدین نے فرمایا کہ میں مولانا کو اطلاع کر دوں، میں ان کی ملاقات کے لیے آیا ہوں حضرت نے فرمایا کہ ابھی اطلاع نہ دیا۔ اُچی آپ پُٹری میں آئے ہیں اور سرعام نہ کریں، پچھلے میں تشریف لے گئے وہاں سے خستہ اثر بہت لے کر آئے۔ مولانا نے پھر فرمایا کہ مولانا سے سب ملاقات ہوئی، حضرت نے فرمایا وہ ابھی ہو چکا ہے، آپ شربت نوش فرمائیں۔

پھر پچھلے دیں شروع کرنے کے بعد تشریف لے گئے اور کھانا، رکھا، اب تو مولانا محسن الدین صاحب نے ذرا پیچھے کے لیے میں فرمایا کہ آپ کھانا بھی لے آئے تین مولانا سے ملاقات نہیں ہوئی، میری والدہ کی کا وقت قریب آ رہا ہے، اس وقت حضرت شیخ ابند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "مولانا تو یہاں کوئی نہیں رہتے اور ہندو محمود، میری نام ہے۔" یہ سن کر مولانا محسن الدین صاحب میرا ان رہ گئے کہ سب کی کریں اور بڑی شرمندگی کے ساتھ کہنے لگے کہ آپ نے پہلے کیوں نہ خبر فرمادیا؟ حضرت نے فرمایا کہ "آپ دوبارہ میرے سے تشریف لے گئے ہیں، اگر میں ظاہر کر دیتا تو مجھے یہ خدمت کی سعادت کیسے ملتی؟"

مولانا محسن الدین صاحب حیرت میں رہ گئے، ان معاذ کے بواؤ ہو، چاہیے تھا، اسی بواؤ اور واسیل کا ہوا، متوفی کر کے کئی روز قیام فرمایا اور میرا جس شخص سے متاثر رہے۔

یہ واقعہ مجھے میرے ہم سبق مولانا محفیت الدین صاحب نے لارہ، علوم طاب علیہ نے زمانے میں سنایا تھا اس کے بعد زمرہ دروازہ بند نہ رہا۔ مولانا موصوف مختلف مقامات میں ہوں وقت دہلیس کی خدمت کرنے کے بعد مدینہ حبیبہ ہجرت کر گئے، آخر، راجہ علوم میں خدمت دہلی وقت دہلیس میں مشغول رہا، عمر عہدہ دار کے بعد جو ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کی خدمت میں تھے

(۵)۔ "میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی یہ اہمیت نہیں

سنائی۔۔۔۔۔"

شیخ الحداد حضرت مولانا محمد امین صاحب قدس سرہ کے علم و فضل کا ایک نیکوکار، ایمان و معرفت سے نوازاواں ہیں کہ ان کی سرحد مراد، باطن و ظاہر کے لئے تو وہاں سے لوگوں کے اعظا کیلئے تھے۔ اپنے ہمسایہ کی مصروفیت کے مدد فرمایا کہ مجھے اس وقت نہیں ہے کہ ان کے ہاتھ تو اس طرح پر ہونے کے لئے کھڑے ہو گئے اور صریحاً پڑھیں غقبہ واحد شد علی الشيطان من الف عداہ۔ اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ "ایک عالم شیطان پر ہزار عبادوں سے زیادہ بھاری ہے۔" مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے، انہوں نے اس سے پوچھا کہ یہ تو جرم غلط ہے اور جس کو تو ہم بھی صحیح کرتے آئے، اس کو وہاں کہہ چاؤ نہیں مگر اسے شیخ الحداد کا جوابی رد نہیں سمجھا مگر نے سے پہلے نہیں پوچھے کہ ان کے زبان میں صوفیوں کا اس میں کیا اثر ہے؟ ان کو کہتے تو کیا کرتے، باوجود شیخ محمد امین صاحب کا اعتراف کیا تو ہیں "میرا حق نہیں، اللہ تعالیٰ مجیز بھی تھا، لیکن اس شیخ وقت کا علم و فہم سے انہیں حضرت محمد نوری فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مولانا فرمادیجئے مجھے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ ان کی نیابت نہیں ہے مگر ان لوگوں کے نہیں مانا، خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوئی، یعنی آپ کی شہادت۔"

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی ختم فرمادیا، اس کے بعد ان کے لمبے عذاب سے بظہر مشہور ہو چکا کہ غلطی یہ ہے "تاکر آئندہ دیجوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لقمہ کا معنی نقش ڈالنا اور بولی (نہیں بلکہ اثر) زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ حدیث اسی میں ہے "بسی مثل مصلصلة الحر من وهو اشد علی" (کبھی مجھ بوقت گفتگوں کی آواز میں آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے بھاری ہوتی ہے) کیا یہاں بھی اثر (زیادہ نقصان دہ) کے معنی میں اس پر دوح صاحب ام خود رو گئے (ص ۹۰ بحوالہ اربعان لکھنؤ ص ۲۶۶)

(۶)۔ "ہاں، اور اصل یہی خیالی مجھے بھی آگیا تھا۔"

تکبیر ۱۱ مرتبہ حضرت محمد نوری قدس سرہ جب کا پور میں مدین تھے، انہوں نے

۱۰۔ نے جس نے موقع پا کر اپنے استاد حضرت شیخ ابوبندہ کو بھی مدعو کیا۔ کانپور میں بعض اہل علم و سحر و سحر کی مہارت میں معروف تھے اور بہت بڑے کی طرف بھی مائل تھے۔ اجہ علماء دیوبندہ کی زیادہ توجہ چھوٹے فالس، یعنی علوم کی طرف رہتی تھی اس لیے یہ حضرات سمجھتے تھے کہ علماء دیوبندہ کو مفتونا سے عیب کوئی نہ کہہ سکیں گے۔ حضرت تھانویؒ اس وقت فوجوان تھے اور ان کے دل میں حضرت شیخ ابوبندہؒ کو جو کلمہ نے کائنات کا حیدر یہ بھی تھا کہ یہاں حضرت کی تقریر ہوئی تو کانپور کے ان علماء کو یہ پتہ چلے گا کہ حنا، دیوبند کا علمی مقام کیا ہے اور وہ عقائد و عقائد و عقائد میں کسی کامل دانشور کے جیسے ہیں۔ چنانچہ جلد منعقد ہوا اور حضرت شیخ ابوبندہؒ کی تقریر شروع ہوئی۔ حسن اتفاق سے تقریر کے دوران کوئی معقولی مسئلہ زیر بحث آیا۔ اس وقت تک وہ مہاجرین کو حضرت شیخ ابوبندہؒ کی تقریر نہ سنا چکے تھے۔ جلد میں ٹھیک آئے تھے۔ جب جلسہ سے فی تقریر شہاد پر پہنچے اور اس معقولی مسئلہ کا انتہائی فصاحت بیان ہونے لگا تو وہ مہاجرین نے آگے بڑھ کر حضرت تھانویؒ کو انکار کیا۔ حضرت تھانویؒ اس موقع پر بہت مسرور ہوئے کہ جب ان حضرات کو شیخ ابوبندہؒ کی علمی وقام کا اندازہ ہونا، لیکن بونیکہ جوں ہی حضرت شیخ ابوبندہؒ نے ان کو دیکھا، تقریر کو چھوڑ کر آگے فوراً ختم کر دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب شمسویؒ موجود تھے انہوں نے یہ دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ:

حضرت آپ تو تقریر کا اصل وقت آیا تھا، آپ کیوں بیٹھ گئے؟

شیخ ابوبندہؒ نے جواب دیا: ہاں، دراصل یہی خیال مجھے بھی آگیا تھا۔

حضرت علیؒ فرماتے ہیں کہ وہاں تھا، شہور ہے کہ کسی یہودی نے ان کے سامنے آنحضرت ﷺ کی شان میں کوئی تشبیہ نہ کی تھی تو وہاں پر چڑھ دوزے اور اسے زمین پر کرکرا کر اس کے پیٹ پر سوار ہو گئے۔ یہودی نے جب اپنے آپ کو بے بس پایا تو کہہ کیا کہ بونیکہ اس نے حضرت علیؒ کے رونے (پیرا) مبارک پر ٹھوک دی۔ دیکھئے واللہ نے دیکھا کہ حضرت علیؒ اس کو بھونک کر فوراً ایک بونیکہ اور پوچھنے پر بتایا کہ میں پہلے آنحضرت ﷺ کی محبت کی بناء پر یہودی سے اچھا تھا، مگر تو نے مجھے بددینی کا رولہائی کرتا تو یہاں پہنچے ٹھیک کی حالت

ہوئی۔ حضرت شیخ ابنہ نے اپنے اس عمل سے حضرت عیسیٰ کی یہ سنت کا ذکر فرمادی۔ صاحب
 مکی تحریر کہ اب تک وہ تقویٰ ایک نئی سنت نہ ہوئے کہ ایسے ہو رہی تھی لیکن یہ خیال آئے
 کے بعد انہی طریقوں سے ہے ہوئی اس لیے اسے مذکور کیا۔ (ص ۹۰)
 (۲) احمد بن محمد بن عیسیٰ کہ اسے خود مقرر ہے و بعد ما بعد حضرت مہدی مطلق محمد شفیع صاحب
 نے نے بے اور انہوں نے حکیم و امت حضرت مولانا اشرف علی صاحب قیہ کوئی قدس سرہ
 سے اور انہی کا خلاصہ حضرت ابی صاحب نے دیات شیعہ و ہند میں ۱۹۷۱ میں بھی کیا ہے
 ۔ (محررتی)۔

(۳) ”مجبور میں چپ رہ گیا اور مولانا اس بندہ کے پاؤں دہستے رہے“
 مولانا محمود صاحب ایپوری (جن کا ذکر پہلے بھی کیا ہے) فرماتے تھے کہ انیس
 صاحب میں اور ایک بندہ آسمانی دیو بندہ میں ہی کا سونے میں حضرت شیخ ابنہ نے ہاں مہمان
 ہوئے وہ بندہ بھی ہے بھائی کے کہ ان کا نام تھا ”ابو“۔ پاس آ یا کہ میں بھی یہاں ہی
 رہوں گا۔ مال کا ایک پار پانی دے دی گئی۔ اب سب ہو گئے تو رات کو میں نے دیکھا کہ
 وہ اندر گئے میں سے تشریف لے گئے اس نے نہ پا اور یہ سمجھ لھا کہ ”کرمی“۔ شہت کا کا کرمی
 نے تو میں نے اندر میں کا ورتہ خورہ کو اور اپنے چائے کا اٹھارے کے تیار چائے کے تیار۔ میں
 نے دیکھا کہ مولانا اس بندہ کی طرف بڑھے اور میں نے چوہوں کے ذریعہ اس کے پیچھے
 شروع کیے وہ مراٹے نظر خوب سوتا۔ ہاں مولانا محمود صاحب نے بتے ہیں کہ میں خود عرض کیا
 کہ حضرت آپ تکلیف نہ کریں میں دہاروں کا سونے فرمایا کہ تم جا کر سو رہے مہمان
 ہے میں ہی اس کی خدمت آجاسوں گا۔ مجبور میں چپ رہ گیا اور مولانا اس بندہ کے
 پاؤں دہستے رہے (ص ۱۰۷ اشعار ارواح ۱۵۱۵ میں ۲۸۵)

(۴)۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ۔

”حضرت شیخ ابنہ کے یہاں انھوں نے کہا کہ میں یہ سونے تھا کہ آپ کے یہاں
 میں۔ کے بعد شروع شروع ہوئی تو آخر تک ساری رات تلواریں ہوئی تھیں۔ یہ تھیں یہ

جو تھے، رزق "نہ ٹریف" نہ ہوتا تھا۔ ایک حافظہ صاحب تراویح پڑھا کرتے تھے اور حضرت
 مولانا پچیس گھنٹے سو کر سوتے تھے۔ غور و خفا نہیں تھے۔ تراویح سے فوراً بولنے کے بعد نہ
 صاحب اس میں حضرت مولانا کے قریب ٹھوڑی دیر سو جاتے تھے حافظہ صاحب فرماتے ہیں کہ
 ایک دن جب میری آنکھ علی تو میں نے دیکھا کہ کوئی آدمی میرے پاؤں ویرہا رہا ہے میں
 سمجھ کر کوئی شاعر یا لہائی طالب علم ہو گا پچھانچے میں نے دیکھا کہ لہائی ویرہا رہا ہے کافی دیر
 نہ نہ کے بعد میں نے جوتا کر دیکھا تو حضرت شیخ المیزان مولانا محمود حسن میرے پاؤں و
 رہے تھے میں ایک دم سے اٹھ گیا اور کہا کہ حضرت یہ آپ نے کیا غلط کیا؟ حضرت
 نے فرمایا غصہ کیا کرنا؟ تم میری رات تراویح میں کھڑے رہتے ہو، میں نے سو چا کر با
 ئے سے تھک رہا ہوں تو آرام ملے گا اس لیے وہاں کے لیے آ کر (علائقہ خطیوت
 جلد دوم ص ۳۲)

(۹)۔ پہلے باور رکھنے میں سادگی اور خطاب علمائے وضع :-

آپ نے شہناز ریسرچ، ریف و ایڈیٹریٹ میں ایڈیٹر تھیں۔ اب محدث، دارالعلوم
 دہلی ہند تحریر فرماتے ہیں۔

منا ہے کہ جو میں میں حضرت مولانا عباسی صاحب اور مختلف پہنچتے تھے جن میں چند ہی روز
 کے بعد نہایت سادہ ہاتھ لکھ کر خطاب علمائے وضع کا ہوتا تھا، انہیں پہچان کر دیکھنے والے
 نفرت و کراہت نہیں پہنچتا تھے انہیں انہیں شہناز ریسرچ اور خصوصیت کا شاہد ہو۔ مولانا
 محمد قاسم صاحب (نورانی) مرحوم اللہ علیہ کو کسی نے نہ دیکھا ہو تو آپ کو دیکھ لے، اتفاقاً تو میں
 قیمتی کپڑا میسر ہو گیا تو وہی پہن لیا، ماری سے بولی موجود ہوا تو اس میں بھی عار نہیں لگتی
 بلکہ راجحین کا کرتے زیب تن کئے ہوتے چہ ہے میں اور کبھی معمولی و صوفی اور غری کی کا پیرا ہوں
 پہننے ہوئے دارالعلوم کی مسجد و مدرسہ کی منہ پر بیٹھے ہوئے حدیث پڑھا رہے ہیں۔ اس
 میں ہنکارنا اس میں عار۔

منا کے سفر سے پہلے بھی، یہی کپڑے کوڑا و دہندہ فرماتے تھے اور اب آنکری زمانہ میں تو

اس طرف نہایت ہی توجہ ہوتی تھی اور دوسروں کی ترغیب و تنبیہ کے لیے معمولی دیکھی
 کیڑے انتہام سے تیار کرائے تھے۔ نچا کرتے ہیں پر کھلا ہوا کریمان اور شرعی مغفلی یا جاہل ہوتا
 تھا۔ پللی نوئی پہننے یا عصب کی طرح سوزنی ٹول۔ بھاد بہت کم پانہ تھے اور پانہ تھے بھی تو
 شمد، مقداد، علم، جھوکر، حریز، مشین، و شان، دار نہیں بلکہ نہایت سادہ و سقیم یا دھارمی دار اور
 محض مالک سے وہ ایسی پہنچ بھی گئی کرت پر سفید صدری بھی پہن لیتے، موسم سرما میں روٹی دار
 میرا مشین یا روٹی دار (چھوٹا یعنی لبادہ) اور سر پر روٹی دار کن لوپ، میز کا کئی کشتی رجب کی
 روٹی دار روٹی اکثر استعمال کرتے۔ فرماتے تھے کہ ملا کی سہوی میں بن ہمارے رہا یوں
 نے بڑا کام دیا۔ (حیاتِ شاہِ بلند ص ۲۱۰)

سادہ اور بے تکلف طالبِ علمانہ صفت کے لوگوں کی صحبت سے نشاط پاتے اور
 ریسمان ساز و سامان اور بے موقع مکالمات سے نہایت حقیقی ہوتے۔ کسی تقریب سے
 ریسمان راہپور جانے کا اتفاق ہوا اور کسی معزز شخص کے ہمراہ بطور سیر کے نواب صاحب
 کے تکلف سے ہوئے کمرہ میں پہنچے انتہائی ذریعہ و زینت تھی، باہر بیا آئے اور آتھو یہ بھی
 تھیں، تکلف کا بین اور بستر لگے ہوئے تھے، نہ فرماتے تھے کہ "اس قدر التباس ہوا کہ
 قریب تھا کہ دھمکتے کر نکل جائے" فوراً باہر آئے، ریسمان سے مناسبت اور نگاہات تھا
 لیکن بزرگی جتانے کے لیے اظہارِ نفرت یہ ان کی جو جین بڑھ کر نہ کرتے، بدھچ مناسب تعظیم
 فرماتے، اخلاق سے ملنے، انکر وہ لوگ حضرت کے بزرگوں سے نسبت یا معیت رکھتے
 والے ہوتے تو حضرت اور بھی زیادہ تعظیم سے پیش آتے۔ ایسا مناظرہ کے جلسہ میں
 ریسمان راہپور میں حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بڑے علماء جلائے
 گئے، حضرت کی خدمت میں تار آیا، کچھ غلہ فرما دیا، لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت دوسرا تار
 آوے گا فرما دیا کہ پھر آوے گا تو کھوادیں گے کہ "آنے کے لیے یہ نہیں" اور خود کچھ نہیں
 تے کہ ایسے مووی کو کیا پائیں جو مناظرہ کے لیے کتا ہیں دیکھنے کا محتاج ہے اور اگر یہ سمجھا لیا
 کہ حضرت کے قاضی کپڑے سے موجود نہیں تو اور بھی خوب ہے۔ (ص ۲۱۳)

مہمان کی خدمت شروع مانتے، کبھی کھانا لے نہ سکتے۔ تین مہمانوں کے ساتھ رہتے۔ عشاء کے بعد کھڑے تھے اور سب کی ضرورت کو درپشت فرما رہے تھے۔ یہاں عثم سے پانی پانی دے جاتے تھے حضرت مکان میں سے ستر اور لحاف اٹھ کر لے جاتے تھے۔ ان سے وہی نے بعد حضرت بہت ضعیف ہو گئے تھے جمع ہو کر بہ تعداد ہزار تھے، کچھ بھی جوتھیں۔ ان کی حالت آرام و قیام کا حال چاہتے تھے درپشت فرما رہے تھے۔ رات میں سوئے والوں۔ یہ بے ریل کے وقت سے پہلے بہت اجنبی مہمانوں سے ملتا تھا۔ کہاتے تھے، ہمارا وقت مہمانوں کی بے تحیزی پر مہر فرماتے تھے، یہ وقت تکلیف دہی ل بھی شکایت یہ اس پر سر زلزلہ نہ فرماتے تھے۔

خامہ دار کی دوسری قسمی سے نہیں بلکہ واقعی ضرورت حضرت اپنے آپ کو نہایت فقیر اور انی مسلمان سمجھتے تھے اور ان کی عہدیت کے غلبہ سے اپنے تمام کام، سب کچھ نظر آتے تھے، شاید وہ حل پہلے پر نہ ہو سکتے تھے، انوں سے بھی ایسی پشیمانی سے ملے تھے کہ ان کے دل میں باغ ہو رہے تھے۔ (ص ۳۰۴)

(۱۰)۔ "میاں ابو قیاس چاہتے تھے کہ کوئی جو تین مارے اور ان کے گھر میں بیٹھ کر رہے، دشمنوں میں سب کو تابع ہوں۔"

۱۱۔ "میرزا محمد قاسم صاحب (نور قوی) اور میرزا محمد علی علیہ السلام نے علوم و فنون میں مختلف فیض یافتہ اور خوش چینیوں کو نصیب ہوئے، ان کے علم و کام اپنے استاد کے کمال سے کمال کے حضرت مولانا علی علیہ السلام تھے۔

۱۲۔ "میرزا محمد علیہ السلام کا وصف خصوصی جس میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز نظر آتے تھے، ان کی ساری اور نیا امتدادی تھا، یہی وصف مولانا میں ایسا تھا، اور جو دیگر تھیں، ان کی قیادت و سرپرستی میں تھی۔ وہ اپنے آپ کو بالکل ایک اور آدمی اور سمجھتے تھے، ان کے لئے۔ ان کے لئے ان میں اپنے لئے کوئی شخص پیدا کیا تھا نہ کیا، ایک واقعہ میں حضرت کا حد سے زیادہ تواضع و انکسار و دستوں کو گناہ گار قرار دے کر وقت آج سے

فرمایا کہ ”میاں دل تو یہ چاہتا ہے کہ کوئی جو تیاں مارے اور آف تک نہ آکر وہ نہیں راتے
دعاورہ میں سب کا مانع ہیں۔“ (ص ۲۱۶)

(۱۱)۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا لباس :-

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پتھر میں ہارس تھے وہاں دستار بند کی کا
جلسہ نہ تھا چاہتا تو اپنے ساتھ حضرت شیخ الہند اور مفتی عزیز الرحمن ولیرہ نور مجاہد لکھا اور
حضرت شیخ الہند کو یہ بھی لکھا کہ حضرت! میں ایک ہات عرض کرتا ہوں۔ ہے تو حق ہے جو
میں عرض کرتا ہوں مگر بڑے پھولوں کی ہے بھائی کو بھی یہ داشت کر لیتے ہیں۔ حضرت
اعراض یہ ہے کہ آپ اراو ملے ہوئے کپڑے پہن کر تھ بیٹھ ادیتا ان کے پاس ایک کرت
ہا ایک پاجامہ ایک ٹوپی ایک گلے قمی دو کرتے دوپا جاسے دو ٹنگی دو ٹوپی نہیں تھیں اس وقت
کپڑے دھونے کی مشینیں نہیں تھیں جہر قسم کے مسالہ قسم قسم کے صابن نہیں تھے ہاتھ
سے پڑے دھوتے تھے اس لیے کیا صاف ہوتے پھر کپڑا بھی کدہ کا ہوتا۔ حضرت تھانوی
نے ہی لیے ایسا لکھا تھا۔

حضرت شیخ الہند نے جواب بھی دیا تھا کہ تمہارے علماء کی رعایت کی جائیگی۔ حضرت تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ نے سب لوگوں کو خوشخبری سنائی کہ میرے استاد (حضرت شیخ الہند) جو بڑے
آنے والے ہیں جو اتنے اتنے کمالات کے جامع ہیں وہ جب ان حضرات کی آمد کی اطلاع
پہنچی تو حضرت تھانوی ان کو لینے کے لیے انکسشن گئے وہاں ان کے اپنے ہاتھ کے دھلے
ہوئے کپڑے تھے ایک گلے کدہ سے پر نخی اور جوداں کے علماء تھے وہ جوتے بڑے بڑے پہنے
ہوئے تھے۔ یہاں ان کو کوئی صورت سے بھی نہیں پہنچتا تھا کہ یہ کوئی چار حرف بھی جانتے
ہو گئے۔ تحریر کے لیے حضرت شیخ الہند سے درخواست کی گئی تو حضرت شیخ الہند نے حضرت
تھانوی سے فرمایا ”میں اور عطا! کیا تمہاری بھلائی عزتی نہیں کر ایسے کے شاگرد ہیں
جن کو بڑا بھی نہیں آتا۔ تمہارا عطا! شاماد عطا ہوتا ہے“ حضرت تھانوی نے عرض کیا کہ
تھیں نہیں آپ دھلا فرمائیں فرمایا ”اچھی بات ہے، عطا کو دیکھا کہ صابن کو دھلا دیا“

ہے کہ شاگرد امتداد سے بڑھا ہوا ہے۔

دعوت شروع فرمایا جس میں فقہ کے مسائل خوب بیان فرماتے وہاں کے علماء یہ سمجھتے تھے کہ یہ بندگانِ اہلِ یور کے علماء مستورات نہیں جانتے، فقہ خوب جانتے ہیں ماضی اشخاص میں مفتی لطف اللہ علی بنی بھی آئے۔ مولانا تھا نونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں سوچا کہ یہی قدر کریں لیکن موم ہاں واسطے کہ یہ مفتی ہیں۔ مگر حضرت شیخ ابنہ نے انکے آتے ہی وعظ بند فرمادیا۔ بعد میں حضرت شیخ ابنہ سے عرض کیا عنیا کہ حضرت اسی تو وقت تھا وعظ فرمانے کا پھر آپ نے ان کے آتے ہی وعظ بند فرمادیا وہ مفتی لطف اللہ صاحب تھے قدر کرتے ان موم کی حضرت شیخ ابنہ نے فرمایا کہ ”مجھے بھی خیال آیا تھا مگر میں نے سوچا کہ اب جو کچھ وعظ دیکھا وہ ان نے واسطے دعا کا اللہ کے لیے تمنا ہی ہوگا اسی لیے بند کر دیا۔“ (ملفوظات فقہ الامت جلد اول صفحہ ۳۲)

(۱۲)۔ فکر آخرت :-

حضرت شیخ ابنہ جس وقت لانا میں قید تھے ایک روز بیٹھے ہوتے رو رہے تھے۔ ساتھیوں نے پوچھا کیا شہر کئے ہیں؟ یہ لوگ سمجھے کہ حرباً یاد آ رہا ہوگا یا جان جانے کا خوف ہوگا نتیجاً آپ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ ”میں گھریہ زیاد آنے کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں۔ بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یہ نہیں۔“ (خواند بالا ص ۷۶)

(۱۳)۔ ”ہاں ابھائی ایسے بے شرم متوہم ہی ہیں جو مفت کی مانیال کھاتے ہیں۔“

فرمایا۔ کو تسمیہ خیر کی چیز ہے اس کو تو کیا اختیار کرتے ہو، ہمارے حضرات تو توبہ کا بھی چھوٹ چھوٹے نہیں کر پائیں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں مراد آباد کے جیل میں کیا تھا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ ابنہ) بھی تشریف لے گئے تھے، وہی میں دشمن پر سیاہ بارہ والوں نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ وقت کی دعوت حضرت قبول فرمائیں، حضرت نے قبول فرمائی پھر سیاہ بارہ والوں نے مجھ

سے بھی درخواست کی، میں نے خذہ کر دیا کہ میری طبیعت اچھی نہیں ہے اس لیے میں سنہ در ہوں لوگ۔ یہ سمجھے کہ وعظ کی جہد سے کہہ رہا ہے کہ طبیعت جو اچھی نہیں اس لیے وعظ نہیں کیا سکتا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم وعظ نہ کھلائیں گے، میں نے کہا کہ جہاں وعظ نہ ہو وہاں کی روایاں کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے تو حضرت مولانا کیا فرماتے ہیں کہ "ہاں! بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں جو صفت کی روایاں کھاتے ہیں۔"

پس حضرت میں تو پانی پانی ہو گیا اور اس قدر شرم و امن میر ہوئی کہ سحابی کی بھی درخواست نہ کر سکا اور یہی خیال کیا کہ خاموشی ہی بہتر ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تو جواب دے سکتے تھے۔ فرمایا کہ ہذا کا ضہور تو برابر داعی کے ساتھ ہوتا ہے جڑوں کے ساتھ تو فنا ہی شرم خیز ہے اور یہی ادب ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت جلد ۱ ص ۳۹۶)

(۱۴)۔ حضرت شیخ الہند کلامات میں سبقت فرماتا۔

ارشاد فرمایا کہ میں جب بھی دعوہ بند کیا بہت کم ایذا اتفاقی ہوا کہ میں ماضی میں سبقت کر کے کہ ہوں ورنہ خود حضرت تشریف لے آتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اگر طریقت میں داخل ہو کر تو وضع بھی نہ ہوئی تو کچھ بھی نہیں ہوا (جلد ۲ ص ۳۷)۔

(۱۵)۔ حضرت شیخ الہند کی شان فنا۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو بات ہر دے حضرات میں تھی وہ کسی میں بھی نہ دیکھی اپنے کو مٹائے ہوئے ملتا کئے ہوئے تھے اور جاسع ہونے کی وجہ سے اس کے مصداق تھے

۔ رد کئے جام شریعت بر کئے سندان عشق، ہر ہوسا کے نداء چوم و سدا الہی با حقین۔
حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پادجو، غفلت علم کے اور ساری عمر پڑھنے اور پڑھانے کے کو علوم تو حاصل نہیں ہوئے مگر اپنے جہل کا ہم ضرور ہو گیا کہ تم کو کچھ نہیں آتا چاہتا۔
(جلد ۶ ص ۲۵۲)

(۱۶) حضرت شیخ الہندؒ کی اپنے شاگرد رشید حکیم انصاریؒ سے حضرت تھانویؒ پر شفقت کی

ایک سلسلہ تشکو میں فرمایا کہ جو اپنے حضرات کی شان اور ان کی حق پرستی اور بہ نفعی دیکھیں۔ ایسا کسی کو بھی نہ دیکھا۔

(شیخ الہندؒ) حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس وقت مائتات و بیہ تکلیف لائے تو میں بھی حضرت سے بغرض زیارت و یوں ہند حاضر ہوا تھا، حضرات نے بڑا ہی شفقت کا برتاؤ فرمایا، وہ باتیں جس وقت یاد آتی ہیں اور ان حضرات کو تعزیریں و محبتیں ہیں، اس وقت جب کہ میں دیوبند ہی تھا ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ اس وقت ”اعتراف“ ہی ”بیباں“ ہو رہا ہے، حضرت اپنی زبان سے کچھ فرمادیں تاکہ مسائل حاضرہ میں یا اختلاف کی صورت فہم ہو جائے۔

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ”اے میرا لفظ کرتا ہے، دو میرے سامنے کچھ نہ بولے، مجھ پر سے کہنے سے اس کو حقیقی اور تکلیف ہوگی اور کہنے سننے اور تشکو سے رائے نہیں بدلتی، رائے واقعات سے بدلتی رہتی ہے، جب وہ واقعات سمجھ لیں گے تو خود ہی رجوع کر میں گئے۔“

لیا نھ کانہ ہے حضرت کی اس شفقت اور شان تحقیق کا۔ کہاں ہیں حضرت کے تقاضا قدم پر چھنے والے اور محبت کا دعویٰ کرنے والے؟ وہ حضرت کی شان ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبانوں میں من و مال کر دیکھیں۔ ایک عرصہ کچھ لوگ حضرت ہی کی بیخک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت کے کان میں وہ الفاظ پڑ گئے، حضرت نے سب وہ الفاظ و فرمودے کہ ”تم ایسے شخص کی شان میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو جسکو میں پناہ دے سمجھتی ہوں“ یہ الفاظ نظر کرتے ہوئے مجھ کو حجاب ہوتا ہے، یہ الفاظ میری ذرات سے نکس علیٰ ارمادفع میں، بعض حضرات کی شفقت اور محبت ہی پر معمول کیا جاسکتا ہے۔ جو حضرت کا ہے پھر فوراً کے ساتھ برتاؤ تھا، اب دعویٰ تو کرتے ہیں حضرت سے تقاضا قدم پر چلنے کا مگر

حضرت حبیبہؓ کو صلہ تو پیدا کر لیں۔ بقول مشہور

اگر چہ شیخ نے ڈاکھی بڑھائی سن کی سی مگر وہ بات کہاں سو کوئی حد کی سی

فرمایا کہ حضرت کے ایک خاص معتقد اور مستند سموی صاحبہ مجھ سے یہ روایت بیان کرتے تھے کہ مرض الکبت میں جب حضرت اعلیٰ میں تھے، افتادات کی خبریں کانوں میں پڑیں تو حضرت نے فرمایا کہ ”اگر دلچسپی میں ہی کچھ اپنی رائے سے بات چاہوں یا کتاب تو اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔“ سو اگر حضرت میرے اختلاف کو باطل سمجھتے ہیں تو حضرت کو ان سے جو تباہی ہوتی تو اپنے مسکب روزِ شرب کی اہمیت یہ کیسے فرما سکتے تھے؟“ کہ لاؤ میں ہی کچھ اپنی رائے سے بات چاؤں؟“ یہ حضرت کا فرمانہ عار ہا ہے کہ حضرت اس اختلاف کی حقیقت سے بھی طرح اٹھ گئے تھے۔ یہ بار حضرت نے اس کی اہمیت فرمائی تھی کہ یہ ہر سہ پاس کوئی دلی آتی ہے لایہ محض میری۔ سے ہے اس طرح اس کی (حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ) کی بھی ایک رائے ہے۔

یہ حضرات تو برہنہ کو اپنی حد پر رکھنے والے تھے۔

اب تو سجاد کا محض دعویٰ ہے اور میں تو ایک اور بات کہا کرتا ہوں کہ حضرت سجادؓ کو ان لوگوں کو ہونے بچانا ہی نہیں اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ حضرت بھی جیسی اب کہاں کا رہے گا۔ واقیاس از خود ملے گی۔ مگر چہ ماند و روز قیاس شیر دیش۔
(جہد ص ۷۵، ۷۶)

(۱۷)۔ ”اور کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔“

شیخ الحدیث حضرت سیدنا امام سلیمان خان صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں حضرت شیخ ابوبکرؓ کو نہ تھانی بزدلی کے سہتی میں اپنی رائے روایت کرتے تھے، مگر بزدلی کے طلبہ کو وہ نہ یہ کرتے ہیں کہ یا میں بزدلی کا رائے بنا، یہ قسط بانی کی رائے ہے ان بلال کی رائے ہے، یا میں سیر کی رائے ہے اور یہ حضرت شیخ ابوبکرؓ کی رائے ہے اور سجادؓ تو یہ متفقہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بزدلی کے رائے کی ہے۔ تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بزدلی

و اسے شیخ بندہ کی ہے۔ لیکن وہ پھر رائے کا غلبہ راسخ میں اس طرح فرماتے تھے: ”اور کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔“

آپ دیکھ رہے ہیں کہ شیخ کا کیا علم ہے، غلطی کی تہرائی تو یہ ہے کہ دوسروں کے متعلقے میں آپ کی رائے اور تو یہ یہ مانی ہے اور تو اضع کا یہ علم ہے کہ فرماتے ہیں کہ ”اور کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔“ (پہلیس علم ہائے مجدد ص ۱۴)

(۸)۔ خدا کے لیے میرا خیال رکھنا اور مجھے رسوا نہ کرنا!

حضرت مولانا قاضی کے بیٹے مولانا محمد احمد صاحب شیخ الہند کے شاگرد ہیں اور حضرت انگلوپن کے بیٹے سلیم مسعود احمد شیخ الہند کے مرید ہیں۔ ایک مرتبہ ان دونوں کو اپنے پاس چار پائی پر لٹھا یا اور مولانا میں پر اثر عیب فرماتے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ

”محمد احمد آپ یہ ہے۔ اللہ کے صاحبزادے ہیں! مسعود احمد آپ میرے مرید کے بیٹے ہیں میں۔ اے مولانا انہیں کیا وہ آپ سے معذرت چاہتا ہوں، مگر آخرت میں آپ کے والدین پاکیوں کا محمود بنے کیا کیا؟ تو خدا کے لیے میرا خیال رکھنا اور مجھے رسوا نہ کرنا۔“

دیکھئے! اپنے شاگردوں سے اس طرح فرما رہے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کمال کے اللہ رائے کی معرفت موجود تھی جس کے سامنے اپنی حیثیت کچھ بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ آج تو اسے اس کا خیال نہیں، البتہ چیزیں یاد کی ہیں زبان کی چوہدری تو موجود ہے لیکن اللہ رائے کی معرفت سے خالی ہے۔ (حوالہ بالا ص ۱۸۲)

(۹)۔ ”میرے گھناؤم کا گھنٹھ رکھ کر بازاری سے گزر رہے ہیں۔“

یہ قسم کھا رہا ہے کہ کوئی لکھنؤ والی بی بی نہیں رہا تھا اس کے چار ہونے کی کوئی صورت ان نہیں رہ گئی تھی اور اسے یہ یوں کرنے کی فکر بد وقت اس کی یہ رہتی تھی۔ اس زمانے میں اسلحہ مساجد میں سمیر بچھتی ہوتی تھی جو نرم ہوتی تھی اور نرم بھی۔ یہ تلوار تالابوں میں پھینک دی جاتی ہے تو خوب اسے بچھنے کے لئے لے

آتے ہیں اسے دیہات کا نہ کچھ سمجھنا چاہیے۔ حضرت شیخ کی مسجد شریکی برابر ہی کا فرش جوتا تھا۔

موصوفہؒ نے پہلے ایک سرحیہ خود علی صاحب سے فرمایا اور پھر انی مسجد کے لئے نسخہ لے آئے۔ وہ سرحیہ صاحب کا تھوڑا سا تھا جس پر انکس حضرت علیؑ کے بارے میں سنئے۔ دستاویز میں ۱۲۰۷ء تک کی تقریریں اور ان پر کثیر بحثیں ہوتی تھیں۔ یہ سرحیہ سیر کا کافی مٹی خود حضرت علیؑ اراکان سے کاٹنے میں شریک رہے۔ کاتہ مجمع شدہ ذخیرے کے پانچ ٹکڑے بنائے۔ طلبہ نے عرض کیا کہ حضرت پانچ ٹکڑے کیوں بنائے جائیں گے۔ ہم تو چار ہی فرما رہے تھے کہ آفریدہ اقصا ہمالیہ۔ یہ سرحیہ آپؑ کی بڑی کھنڈر یا سرحیہ کے سردار پر رکھا گیا اور ایک اپنے سر پر رکھی۔ یہ عند طلبہ ہندوؤں کے کہ چار ٹکڑے بنائی ہوئی ہیں جو صرف ہندوؤں میں شیخ حضرت نے بنائے۔ بنانا ضرور کھنڈر یاں طلبہ کے سردار پر اور ایک کھنڈر ہی حضرت کے سر پر رکھا یہ قول شریچا آیا اور بازار کے ایک حصے میں گھر انکس ہے کہ ان حلقہ دور پر ٹکڑے رکھے جائیں گے کہ ان پر کوئی مارا نہ لگے لیکن حضرت کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ تو یہ سچے سچے سوس بوجھ خورنے کا اہل اور مستحق سمجھ کر رکھ رہے تھے۔

(مسلمان، جلد ۱ ص ۱۷۱)

(۲۰) بے نفسی اور شہادت کی نسبت :-

حضرت ذوالقوی کی وفات کے بعد حضرت شیخ کی عادت تھی کہ یہ امرات کو حضرت گنگوٹیا کے پاس حاضر کی کے لئے گنگوہ کا سفر بیدار کرتے تھے۔ جمعرات کو چھٹی کا گھنٹہ بجے اسی وقت سہلی سے اٹھ کر گنگوہ کا راستہ لیتے۔ (گنگوہ دیوبند سے ۲۷ کس یعنی ۳۰ میل کا سفر ہے) حضرت آذان عصر پر پہنچتے اور عشاء گنگوہ پر پہنچتے تھے۔ بعد کا پورا دن حضرت گنگوہ کی خدمت میں گزارتے اور آذان عصر کے قریب دھڑکے اور عشاء دو یا تہ میں پڑھتے تھے۔ برہمائیہ تھوڑی رہا۔ سردی ہوئی یہ معمول قطعاً نہ ہوتا۔

مولوی محمود صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن ہم دروہن طلبہ نے اہل اراکان سے حضرت بعد بھی

ساتھ چلیں گے فرمایا اچھا بھرا۔

اس دن حضرت نے ان طلبہ کی رہیت سے پیدل سفر کرنے کی بجائے ارادہ کیا کہ سفر سواری پر ہو۔

تمہارے ایک نواسی (محمود انصاری) نے لیا اور ارادہ یہ کیا کہ میں طلبہ اترتے ہی جیتے جائیں گے۔ چنانچہ کھارنہ سے کروڑا علوم کے دروازے پر آئیں۔ حضرت معمول کے مطابق آذان عصر کے قریب درس سے اٹھے اور یہ طلبہ حاضر تھے تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی مولوی محمود! پیسے تم سوار ہو، پھر بھئی بھئی ہم سوار ہوتے رہیں گے۔ انہوں نے حضرت کے سوار ہونے پر اسے اڑایا مگر حضرت نے مانے۔ زبردستی مولوی محمود کو نواسی سوار کر دیا اور طلبہ اور حضرت خود پیچھے پیچھے پیدل روانہ ہوئے۔ بلکہ ایک بھئی (چھتری) باجھ میں پکڑ کر چلانے کا فریضہ بھی اپنے اڑایا۔ مولوی محمود صاحب فرماتے تھے کہ میں سخت طبیعت (تشنہ) میں تھا کہ حضرت تو پیچھے پیچھے ہیں اور میں سوار ہوں۔ مگر مجبور تھے قلم بھی نہیں تھا۔ دو چار میل چل کر یہ نواسی اتر گئے تو حضرت نے زبردستی دوسرے طالب علم کو بٹھایا اور خود اتر گئے۔ چار میل چلے گئے۔ طالب علم کو چھ حال غرض ۳۳ میل کا سفر پر ابھی لیا مگر خود نہیں چڑھے۔ باری باری ان طلبہ کو بٹھاتے رہے۔ اس وقت اندھا دہا کہ یہ نواسی اپنے اڑایے پر نہیں چڑھا۔ ان طلبہ کے لئے کرایہ پر شیشہ لیا گیا تھا۔

بعد کو وہ انہی مولوی فریہ طلبہ میں سے کہ اب وہی معاملہ ہو گا نواسی پر ہم سوار ہو گئے اور حضرت پیدل چلیں گے۔ باجمہ مشورہ ہوا کہ اگر کیا صورت اختیار کی جائے کہ ہم پیدل چلیں اور حضرت کو نواسی سوار کر دیں۔

مولوی محمود صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا کہ ترکیب تو میں کروں گا کہ حضرت پور راستہ تو میں نہ آؤں جس کو ایک دفعہ سوار کر دیا ہے۔ چنانچہ جب مشکوٰۃ سے روانہ ہوئے تو حسب معمول طلبہ پر زور دیا کہ سوار ہوں مگر یہ لوگ انکار کر چکے تھے۔ عرض کیا کہ حضرت آتے ہوئے ہم سوار ہوئے ہیں اب وہی میں یہ نہیں ہو گا۔ حضرت سوار ہوں خود ہر

جائیں مگر ابتدا حضرت کے سوا ہونے سے ہوں، جب یہ سب اکٹھے ہو کر بندہ ہوئے تو
تکلف نے آخر قبول کر لیا اور نو سوار ہو گئے۔

طلب نے چپکے سے مولوی محمود صاحب سے کہا کہ اب تم وہ موجودہ ترکیب کرو کہ حضرت دیوبند
تک نہ تو سے اترنے نہ پائیں چنانچہ مولوی صاحب نے وہ نسخہ استعمال کیا۔

جب حضرت سوار ہو گئے تو انہوں نے نو کے برابر میں "کر حضرت" کا نو توئی اور حضرت حاجی
امام اللہ حضرت حافظ صاحب شہید وغیرہ کا کاندہ کر دیا۔

حضرت کی عادت تھی کہ ان بزرگوں کا تہ کرہ پچھنے سے ہی اس میں کھو جاتے تھے اور پھر
دوسرا دھڑکی کچھ خبر نہ رہتی تھی۔ ان حضرت کا ذکر پھیلنے سے ہی حضرت نے ان بزرگوں کے
واقعات بیان کرنا شروع کیے تو نہ حضرت کو ماستے کی خبر رہی نہ طلبہ کو۔ پورے چھپس
لاہیل کا سفر طے ہو گیا کہ بڑی آگنی جو دہ بند سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بڑی دیکھتے
ہی حضرت نے گھبرا کر فرمایا کہ ادا! ادا! آگنی۔ یہ کہہ کر نو سے کوزہ اترے فرمایا بھائی!
میں نے تم سب کا حق مار لیا۔ لمجھدی سے تم سوار ہو۔ طلبہ نے ہر چند حضرت سے بیچنے کا
دھرا کر کیا۔ مگر اب حضرت تہیہ کر چکے تھے، کسی کی نہیں سنی۔ ہاری ہاری ان لوگوں کو بھلا یا شہر
میں داخل ہوئے تو پھر اسی شان سے کہ طلبہ سوار ہیں اور حضرت سیدل ہیں، ہاتھ میں تکی ہے
اور نو ہاتھ رہے ہیں۔ جس سے طلبہ بچنا چاہتے تھے، آ لا آخر وہی چیز سامنے آ کر رہی
۔ سبحان اللہ بے نقی اور شفقت کی انتہاء ہے۔

حضرت اقدس کو اس بے نقی کے عالم میں کسی بھی ایسے کام سے عار نہ تھی جو
بظاہر علماء کی شان کی خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ہر تو جب آئے کہ خلاف شان کیا
جائے، جو شان ہی ملا پکا ہو اس کے خلاف شان کا سوا ہی کیا پیہ ہو سکتا تھا۔ (حوالہ بالا
ص ۱۷۳)

مزید چند واقعات

ذیل میں اب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح و تفسیر سے متعلق حضرت شیخ اللہ علیہ

مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ”آپ جی“ سے مزید چشمہ واقعات اُقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ ابنہ نور رحمہ اللہ سے متعلق کتاب کے ابتدائی حصے میں بہت سی خوش پوشاک تھیں۔ نیکوستان زندگی۔ مگر انہوں نے انہیں اصرار کی وجہ سے ادا کر دیے اور انہیں دیکھنے والا سہولتی نہیں دے سکتے تھے۔

اسلام نے تھانوی ایف جلد ”زکریا“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے شباب میں حفاظت حرائق نے سب نہیں پوشش مرغوب تھی اب طلب تراضی کے سبب اس قدر ہوا کہ وہاں اس دور جو اس دور میں ہی وضع اختیار فرمائی تھی جسے سائنس کی وضع ہوتی ہے وضع سے کوئی شخص یہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آج کی کسی قسم کا بھی اختیار نہ ملے جانتی ہیں حاصل ہے۔ حالانکہ آج کے لوگ اس قدر ادا تو کیا دہی۔ (النور ج ۱ ص ۳۹)

(۲) اب حضرت نے قرآن پاک کا ترجمہ پورا کیا تو حضرت نے دیکھا کہ سب علماء کو جمع کر کے یہ کوہ حضرت نے قہار اور عالمہ دیکھے۔ یہ فرمایا کہ بھائی میں نے قرآن شریف کا ترجمہ پورا کر دیا ہے لیکن سب علماء اس کو دیکھ لیں۔ اگر یہ نہ ہو تو شریک کر دو۔ ورنہ رہنے دیا جائے۔ حضرت نے اس وقت اس واقعہ کو نقل کر کے تحریر فرمایا ہے جس سے قہار آپ اس واقعہ کی بھی مدد ہے۔ (النور ماہ شعبان ص ۳۹ ص ۳۰)

(۳) حضرت حکیم الامت نے یہ واقعہ بھی اقل کیا ہے کہ یہ بھی بعض مقامات سے سنا ہے کہ حضرت مولانا (شیخ ابنہ نور) نے ارشاد فرمایا کہ بارہا حاضر بنے تھے کہ وقت خیاں ہوا کہ حضرت تنگدستی قدرت سے حدیث کی اہانت کی اور دوست کو نہ دیکھ کر معافیہ خیالی دیا۔ آج کی طرح پچھتائیں کہ تھوڑا سا ایسا ہے جو حدیث کی منہ مانتا ہے تو کیا جواب دیں گا۔ اس لیے سوچ کر چپ کر دیا۔ لہذا کبیر کچھ مدد ہے تو وضع کی۔ حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ میں نے کبھی نہ دیکھا نہ سنا کہ آپ نے کبھی اہانت فرمائی ہو۔ . . . بعض اہانت وادارہ حرائق طلبہ درس میں بہت ہی بے ادبی کے الفاظ کہہ ڈالتے تھے مگر حضرت مولانا کو

بھی اس پر قیغ نہیں ہوا۔

(۲) حضرت شیخ الحداد رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مرقدہ مبارکہ میں ایک دعا تحریر کی جا افتادہ دیکھنے والے تو اس تک بارہویں موجود ہیں اور شیعوں میں اس سلسلہ کے شائع بھی ہر جگہ کیے ہیں۔ اس کا کردہ کار سال "محدثہ دل" بھی اس سلسلہ کا ہے اس سے بھی اختلاف کی نوعیت معلوم ہو جائے گی۔ اس زمانہ میں جب حضرت شیخ الحداد نورانیہ مرقدہ و شہداء میں ۲۳ھ ہجری قمریہ میں تشریف لے گئے تھے جس کے بعد ماہ چالا چلا اس زمانہ کے دو مکتوب بھی حضرت حکیم الامت نورانیہ مرقدہ و شہداء میں نقل فرمائے ہیں جو انور میں شائع ہوئے ہیں۔

پہلا مکتوب :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 اے میرے شیخ و مرید الحداد! یہ رہا اُن کی تحریر سے معلوم ہوئے کا ایک پیرا و درایت و وفاداری
 نہ کہ ان کی زبان کی اُن کی تحریر سے معلوم بھی ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کو جو کچھ چاہے وہی کرے
 رکھے۔ اس وقت ایک صاحب بنگالی تھے عبد المجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان و لوک
 میں ہیں اور جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے کا قصہ رکھتے ہیں۔ یہ مرقدہ تعمیر معلوم ہوا
 اس لیے یہ عرضہ کرنا کہ وہ ہوں۔ ہندو مسیح و ملکا، مجھ اللہ اس وقت بالکل نہیں رہے اور اطمینان
 ہے۔ شریعہ و احکام میں قدر کرنا ضرور ہو گیا تھا اس وقت تک کہ میں جانے ہوں مجھ کو امید
 ہے کہ قلعہ حسن خاں کی دعا سے اس دور افتادہ و فراموشی نہ فرماویں گے مگر وہ تو ہماری
 نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مولوی بشیر علی صاحب مولوی محمد ظفر صاحب مولوی
 عبد اللہ صاحب و تیرہ حضرات سے سلام مستنون فرمادینے کے بعد مولوی محمد بشیر صاحب
 مولانا قمر الدین صاحب کی وفات سے افسوس برائے ہوں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمہما اللہ

تعالیٰ

السلام علیکم و علیٰ علیکم

"بند و محو و غفرانہ" حضرت مولانا محمد رفیع صاحب

نوٹ اٹھ کر پڑے۔ میرے برابر غلاموں کی یہ مرحوم خیر کے۔ حضرت شیخ عبدغفور بندہ مقیم،
 اندر نالہ مکان سے اُتر پائی، اسے وہ مولوی صاحب مرحوم سے لڑایا کہ اٹھ کر آؤ۔ وہ دانا
 بچکی سے کہ حضرت میرے واسطے نوالہ اسے۔ اس پر فرمایا کہ ”قرآن مجید ہو کہ میں لوں
 ۔۔۔ میں غلام ہوں۔“ (یہی حضرت مولوی نے غلام میں خدائے تعالیٰ سے)

(نہ غلام! آپ جی! سبلہ ص ۵۵۵، ۵۵۸)

حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمہ اللہ کی قدسیت۔

حضرت قادری محمد حامد صاحب رحمہ اللہ کی رامت پر کچھ مختصر تذکرہ پیش نقوش میں تحریر فرماتے

تیس

تکمیل رامت مجھ رامت حضرت مولانا محمد شرف علی۔ جب قادیانی قتل ہو
 اسی ذات یعنی فتح محمد صاحب کے ساتھ۔ آپ کے اصحابوں میں جن سے آپ نے قادیانی و مہدی کی بدنامی
 کتابیں پڑھیں۔ وہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب قادیانی ہیں جو ایک عظیم امام و راسخ
 درویش اور شیخ اعرب و امیر حضرت خانی ولد اللہ قادیانی صاحب جرنیل رامت کے عقیدہ نماز تھے
 سرایا، زین اور بہت ہی بابرکت تھے۔ صاحب بہت بزرگ تھے اور اپنے شاگردوں پر بے حد
 شفقت و مہربانی تھے۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمہ اللہ و تقویٰ کا اس عظیم رامت صاحب کی نسبت ہر حضرت

قادیانی کے پاس تحریف لائے اور ان کے لئے

”تکریم“ کی ایک جگہ رہتے ہیں ان میں کچھ آج تک ابھی پیدا ہو جاتے ہیں اور ان
 تعلقات کو یہ ہے کچھ تعلق بھی ہو رہے ہیں جن میں ابھی کچھ کوئی بھی نہ ہوتی ہے لہذا
 بھوتے ہیں مگر یہ کچھ کوئی بھی نہ ہوتی ہے اس میں کئی معافی ہے ہرگز نہیں۔“

حضرت قادیانی فوراً ان کو لے کر طاعنوں کے سامنے میں میرے ساتھ وہ سوفی نے جو تھوڑے
 ابھی شاذ و نادر محکم کو چننا تھا انکی خیفہ عنوان سے معافی چاہتی جارہی ہے۔ عرض کیا
 کہ ”حضرت! جس چیز کی معافی چاہی ہو وہی ہے اس کو میں سمجھ رہا ہوں۔ تو یہ آپ! حضرت

ہوتے ہیں شہادت دینے قہری اکل ماحولی تھی۔ یہ جو وہ جہاں آجھے ہیں یہ اس کی توبہ کرتے
ہے۔ یہ بیان نہیں ماحول کی توبہ۔ حضرت وہاں سے بہت جلد آیا۔ لیکن نہ مانے، وہ آخر
حضرت والا کو پہنچ گئی تھی۔ اس میں نے ماحول کو پایا۔ (بعض نقشب علیہ السلام)
حضرت اقدس مولانا غلامی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے
واقعات

(۱)۔ عاجزی وانکساری۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ سے تو انصاع کے قصے تو حضرت اقدس
کی خدمت میں بہت دیر قیام میں نہ معصوم بننے دیجئے، اس سے کہہ رہے ہیں
سہارنپور کا حضری بہت قہری اور اٹھو بیٹھے ہیں۔ یہ پائے میں حضرت نور اللہ مرقدہ سے
مذہب وقت ہوئی۔ یہ واقعہ پتہ واضح، انکسار، شکست و خواریت میں نوپ ہی، لیکن سے موقع
سے۔ اس میں بھی بہت دقت رہی۔ یہی کہہ ام کے ساتھ سامان کے انھ نے میں ذرا بھی
حضرت کو ہم نے نہ ہوتا تھا۔ اس پر اس میں جانتے میں آجھو سامان حضرت نور اللہ مرقدہ
بے حلف اٹھایا کرتے تھے، خدا ہم عرض کرتے ہیں ہمیں دیجئے، فرماتے کہ وہ بڑا سہیل
رہا ہے انکار و نفرت میں بھی حضرت کے ساتھ اکثر شرکت ہوئی، کبھی امتیازی جگہ پر والی
کی درخواست کے بغیر نہ جیتے۔ اس نے نہیں دیکھا کیف کا استغفار کر رکھنے کا ارادہ
کر۔ نہ ضروری کی درخواست پر ممتاز جگہ بیٹھنے میں بھی انکار نہ کرتے تھے۔

(۲)۔ بندہ ناچیز یا اعتبار اپنے ہمراہیوں کے اس قابل نہیں کہ علماء اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کر
سکے۔

یہ مسئلہ میں حضرت عظیم الامت نور اللہ مرقدہ اور بعض علماء کا اختلاف ہوا
تو حضرت عظیم الامت نے حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کو خط لکھنے پر فریفتہ ہوئی کہ انھی
کو کیا جہتی تفصیل۔ انھوں نے غلیل کے دو مہم میں موجود ہے اس پر حضرت حکیم الامت

نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اس محراب کی تمہید میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قابل دید ہے، وہی بلند بلند و بے چیز باقیہ رہے، علم و فہم کہ اس قدر پیش نہیں کہ ملکہ و سلاطین کے اسلاف کا فیصلہ کر سکے، غرہاں امتثالاً، ہمارا اثر ہے۔ اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا، عرض کرنا ہے۔“ (۱) ”حضرت حکیم الامت نے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ: ”تواضع اور اخلاص حق میں اس طرح منع کرنا، جس اور کمالاں ہے، غایب ہے، (لاخوان غلیل ص ۸)

(۳)۔ ”حضرت سہارنپوریؒ کی تواضع میں اسلاف کا نمونہ تھے۔“

حضرت حکیم الامت خزان غلیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں مضمرات حلف کی جہی تواضع تھی کہ مسائل و افکارات علیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو اثرین صدر کے بعد انہوں پر پڑھتے تھے۔ اس کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کا افکار اثرات نفس کے متعلق ان کے سامنے سے بعد حضرت حکیم الامت تحریر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں دو بار رحمۃ اللہ علیہ کے چند کلمات ثابت ہوتے ہیں: ایک تواضع نفس کے سلسلہ میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے واقعہ تقویٰ کو اثرات نے اہل انجمن جہد تک نظر پہنچی اور اس پر عمل کا اہتمام ہوا۔ تیسرے اجتماع خست جہد کہ ظاہر ہے جو تھا اپنے معاملہ میں اپنے نفس کو تسلیم سمجھ کر اپنی رائے پر فوقی نہیں فرمایا۔ اور نہ اس کی نظر اسی وقت ہو گیا اس فیصلہ تک وہ نظر نہیں پہنچ سکتی تھی۔ (خوان غلیل ص ۱۲)

(۴)۔ ”شیخ پورہ کی دعوت کا قصہ۔“

شیخ پورہ کی دعوت کا ایک قصہ جس میں یہ ناکار و خواہی شریک تھا اور حضرت حکیم الامت خود کوئی نور اللہ مرقدہ و بھی شریک تھے۔ اس کو حضرت نے تحریر فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ: ”ایک بار سہارنپور میں بڑے جلسہ اعلیٰ جلسہ دربار مظاہر مہم (میں ہوا) ہوا جلسہ کے روز شیخ پورہ والوں نے حضرت مولانا سہارنپوریؒ کو قریب بعض ممبروں کو مدعو کر دیا۔ دھتے وقت سہارنپور کے ایک تاجر چانوں نے اگلے روز صبح کی دعوت کر دی مولانا نے دعوت قبول فرمائی اور شیخ پورہ چلے گئے۔ شب کو وہاں پہنچنے کے وقت

چہ برس پائی پناہ رہا تھا، مگر چونکہ وہاں نے وعدہ کر دیا تھا اس وجہ سے ہی حالت میں ایسی ہوئی۔ جب سہارنپور آئے۔ میں بھی لا حضرت سے حکیم الامت امام اویسیہ دست میں ایسا جب جو دعوت کر کے تھے وہاں پہنچتے ہوئے ٹھہرا کر پناہ دے دیا اور اپنے آگے ہی اطلاع کی تو آپ نے فرمایا: ”حضرت دعوت کا یہ حال تھا کہ میں ہوا، جو کوئی دعوت کی امید نہ تھی“۔ وہاں سے فرمایا: ”میں پھر بھی۔ اس نے کل سے دو وقت صبحیں کیے، اور جمعہ سے فرمایا کہ: ”الحامدے شام کا وقت بھی دیکھا۔“

پھر لا حضرت سے حکیم الامت نے فرمایا کہ اس کا شکوکے میرے خصوصی توجہ توجہ تھی، مولانا دہلوی نے ایک دفعہ ان کے سامنے جو نہ دیکھا، مجھے بھی صبح دعوت میں شریک ہونے کا حکم ملا میں نے عرض کیا: ”حضرت! مجھے تو صبح صبح بھوک نہیں لگتی ہے۔“ (زبان پر جھوٹا ہو کر لہجہ زور نہیں لگتا) میں نے عرض کیا: ”بہت اچھا صبح وقت پر پھر ہم سب کے ساتھ صبح میں پڑھو، اور تمہارے محلے کے اور بچے لے آؤ۔“ میں نے عرض کیا: ”مولا! یہ شخصیت جو دنیا اور اعلیٰ دعوت کے مابین سے مولا نے سامنے تو اپنے کا موقع بدل دیا یہ یہ بچے دیا اور کبھی صبح سے ان کے سامنے بھوکے اور لہجہ دیا، انہوں کو پناہ کر دینی ہی تکلیف ہو کر رہی تھی، یہاں سے ہیں“۔ ”مجھے تو یہ چاہیے تھا کہ انہوں نے پورے سے تشریف لے بھی گئے، جب بھی انہوں نے گھر سے آئے، بعد کے لیے تو یہی“۔

(ارواحِ حیات، ص ۳۸۹)

نور الدین بدو کے مابین میں تو اس آئینہ میں حضرت سہارنپوری نے فرمایا: ”حضرت حکیم الامت کی قوت شیعہ ہے۔ اس آئینہ میں بدو نے حضرت سہارنپوری کے آئینے پر دعوت بھی قبول کر لی اور حضرت کے آئینے پر دعوت بھی نہیں پائی، ان کے لیے پناہ دے دی۔“

(۵)۔ ”بیعت کے عجیب الحافظ“۔

”تذکرۃ اخیال میں حضرت سہارنپوری کا معمول لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت تکوینی کی حیات میں ازل تو کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے اور شریعتی کو شیعہ اصرار پر

بیعت کرنے بھی تو یہ الفاظ کہلاتے تھے ان کی بیعت کرنے والوں میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے ضمیمہ ہے (صفحہ ۲۱)۔ (تہذیب و انہیں ص ۵۷)

(۲) - اہل علم سے استفادہ کرو۔

”بہن! کچھ ”نی“ تاریخ میں دیکھیں، وہی اہل مصر میں سے آئے۔ رات ایک اور دن قیام کیا اور حضرت بابائے امت مسلمہ کے ساتھ بیٹن کا مسودہ لکھ کر لے کر اتر آئے۔ غور سے دیکھیں اور کوئی قابل اصلاح نہ تو ضرور منتجب فرما دیں اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ ضیہ جو بعد میں صدر مدرس مظاہر علوم بھی ہو گئے تھے۔ ان سے دستِ آستانہ نقل کٹر جانی تھی اور مولانا کو جو ہم بہت ہی مشتاق سے تحریر کی کیا کرتے اور جہاں جہاں مولانا تھے وہاں رہتے حضرت ابن آدم و ہر وہ باب غور سے ملاحظہ فرماتے اور اصلاح کی مکہ ہوت سمجھتے تو اصلاح کو وضع فرماتے۔ (ماخوذ از آفتابِ نبی ص ۱۵۰ تا ۱۵۳)

(۷) ”اختلافات میں بھی اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرنا۔“

والی مختلف آپ کو اپنی کمال پروردگار تعالیٰ سے ملے گی۔ ایک بات یہ تھی کہ
 بھائیوں کے درمیان مصروفیت کے ساتھ ساتھ میں مولوی احمد حسن شہید کی خدمت سے
 ملا۔ مولوی احمد حسن نے کہا کہ آپ کو اپنی فلاح کے لیے اور مولوی احمد حسن شہید کی خدمت سے
 ملنے کا ایک طریقہ ہے۔ یہی ہے کہ آپ کو اپنی فلاح کے لیے اور مولوی احمد حسن شہید کی خدمت سے
 آپ کا کام شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا
 بھی چیز ہے۔ آپ نے اپنی فلاح کے لیے اور مولوی احمد حسن شہید کی خدمت سے
 آپ نے خود بخود صلاح کی اور مصافحہ کے لیے ہاتھ دیا اور فرمایا کہ میں نے خود بخود
 آپ کی شان میں دعائیہ جملے کہے ہیں۔ یہ جملے ان کے لیے بھی مصلحت مند
 کی۔ (مولانا احمد حسن شہید نے کہا کہ آپ کو اپنی فلاح کے لیے اور مولوی احمد حسن شہید کی خدمت سے
 مولانا احمد حسن شہید نے کہا کہ آپ کو اپنی فلاح کے لیے اور مولوی احمد حسن شہید کی خدمت سے
 تھا اور محمد انصاری سے ملنے کے لیے) (معاذ اللہ)

(۸)۔ ”میں اپنے آپ کو آپ کی روٹیوں پر چلنے والے کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔“

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم احمد خان صاحب دامت برکاتہم نے اپنے اصرار ہی میں آپ کو تڑپا دیتے ہوئے فرمایا

”حضرت مولانا فہیم محمد مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (شمار ۱۰۰۰) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زوریہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ اور استاد ہیں۔ انہوں نے حضرت کُنُوی سے حدیث کا یہ وہ نسخہ لیا جس پر حضرت مولانا محمد یعقوب خان قوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ آپ مبارک اللہ شیخ یونس استاد کے بیٹے شیخ آؤ مولانا محمد یعقوب خان قوی رحمہ اللہ نے قدرتی محنت کے ان کو بیعت فرمائیں۔ جب حضرت مبارکپوری حضرت کُنُوی کی خدمت میں پہنچے تو حضرت کُنُوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”آپ قوی زاد ہے ہیں اور میں آپ سے بیعت کی کیا ضرورت ہے؟“ تو حضرت مبارکپوری نے فرمایا کہ میں آپ کا خاص ہوں آپ جو ہے بیعت سے انکار کر بیعت فرمائیں یا دیکھیں کہ کمال ہیں اور رہی ہے۔ جو نے بیعت تو میں اپنے آپ کو آپ کی روٹیوں پر چلنے والے کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں یعنی کون سا رحمت میں۔“

اس تعارفی ایٹ اور احمد زوریہ اور اس کا قیام بھی مذکور ہوا۔ ایک مرتبہ محسن العزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد ترمذ میں معمولات پورے کر رہے تھے، اچانک کہا کہ کون آیا ہے کہ مجھ کو امانت دے جو کئی سال تھوڑی دیر کے بعد ایک کو حضرت مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ طواف کے بعد بھی سے جا رہے ہیں۔ ان سے ملاقات کی اور فرمایا کہ میں ساجد باحق کہ کون آیا۔ اب بتاؤ کہ آپ ہیں اچھے فرمایا ”تہنکھ“ (مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ) پورا غور ہے۔“ (انجاس ص ۵۰۰ ج ۱ ص ۵۰۵)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دسمہ (مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند) کے واقعات

(۱) ”بے نفیسی کا ایسا کوئی واسطہ نہیں ہے جس سے عاجز نہ ہو“

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ منصب اور عہدہ کے لحاظ سے دارالعلوم دیوبند کے مفتی آلہ (مکویا بعد کی اصطلاح میں سید مفتی) تھے۔ تفسیر یا حدیث کا کوئی سبق بھی پڑھا دیتے تھے۔ اس کے ساتھ دو شخصہ کی مجددی طریقہ سے سید صاحب دشتی بھی تھے۔ حضرت شہید مہدی مجددی

رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا شہر فیض الدین دیوبندیؒ یہ امر سنی رہنما کی قدرت و عزت میں رام سلاطین کی طرحی اور ان ہی کے بھانپے تھے۔۔۔ دارالعلوم کے اس وقت کے اکابر اور اہل تہذیب و علم سب سے بڑے بڑے بعد سب سے بڑے تھے اور سب ہی ان کا پیرا اور مرید تھے۔

حضرت مفتی صاحب میں جو سماں بہت ہی نمایاں تھا جس پر ہم جیسے سادہ نگار ہی قلم نہیں اٹھاتے بلکہ دیکھتے دیکھتے ہی دیکھتے تھے وہ ان کی انتہائی بے نفیسی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے ہاں بندہ کے اندر وہ چیز ہے جس سے ہمیں کلام نہیں ہے۔

یہ دہشت نامہ طور سے مشہور تھی کہ سب کے بے وقاروں اور نیکوکاروں نے اس کے سب سے بڑے چہرے میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ دسمت اور سب نام (جیسے کہ میں سمجھا رہا ہوں) دینا اور ان کے ساتھ ساتھ وہی سب سے بے تکلف جگہ بے شکست اور خوشی کے ساتھ ان کے لیے ہیں۔ اس پس کے غریب گھرانوں کا پیسہ پیسہ اور وہ پیسے کا سودا بھی خریدنے کے بارے سے دیتے ہیں اور وہ اس کے چلنے والے جوتے کے چکر ان کی عمر میں لایا کرتے ہیں۔

راقم سطور شہادت دے رہا ہے کہ بے نفیسی کا ایسا کوئی واسطہ نہیں ہے جس سے عاجز نہ ہو

نہیں دیکھو۔ (تحدیث نعت ص ۷۷)

(۲) ”سوہونی صاحب! یہ تو آپ کا قلم لکھنے کے لئے نہیں، میں نے یہ چیز اتنی نہیں، اتنی رنگائی تھی۔“

مفتی محمد تقی عثمانی۔ صاحب زیور محمد آفریدی فرماتے ہیں:

حضرت مولانا مفتی مزین الرحمن صاحب قہر سرہانے علمی مقام ہند کا اندازہ کیا
اس بات سے لگا کر جو کتابیں کہ آپ اس دور میں در حضور دیوبند کے صدر مفتی۔ جے ڈب
کا والی آسمان طبع سے لکھ کر دیوبند، رہنما بن گئے۔ تم نہیں تھے۔ انجمن توضع اور۔ دکنی کا عالم
یہ تھا کہ حضرت صاحب اساتذہ کرام فرماتے ہیں

”حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ حق تعالیٰ نے جو کتابیں ملیں اور ملی، ان کی جی اور
پسلی حفاظت فرمائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک شخص کے لئے ان کا دور ایک بھی آسمان نہ تھا
اور وہ ان کی جیسے تھے کہ یہ دینی بڑے عالم یہ صاحب کرامات صوفی اور صاحب نسبت شیخ ہیں
دب کہ عاریت تو اشیاء کا یہ عام، بلکہ ہر کام اور اسلاف نہ صرف اپنے عہد کا بلکہ بعد کی زبانوں
اور صورت مندوں کا بھی خواہ اسے اب وہ زیادہ دیوبند یا تو بغاوت میں لکھائی دیا لیتے اور پھر
ان کے کلمہ کا سوا مع حساب کے اس کو پہنچاتے۔“ (مقدمہ تہذیبی اور اعلیٰ معیار ۴۳ ص ۱۱)

براہِ حق۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے بار بار فرمائی کہ یہ بات اسے
بھی ہونا تھا کہ جب حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کسی عورت کو سوا لیتے تھے یہ بات تو
وہ کچھ کر سکتی ”سوہنی صاحب! یہ تو آپ کا قلم لکھنے کے لئے نہیں، میں نے یہ چیز اتنی نہیں
رنگائی تھی۔“

پہنچنے پر فریاد حضرت بزرگ۔ وہ وہ زیادہ جانتے اور اس عورت کی شکایت اور کرتے۔

(۵۲) (۱۵۰۷۲۴) (۱۵۰۷۲۴)

امام العصر حضرت مولانا نور شاہ شمیمی رحمہ اللہ کے واقعات

(۱)۔ ”تواضع و حق نیت کا تمام پلندہ۔“

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیور محمد آفریدی فرماتے ہیں

امام احمد حضرت امام سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مدظلہ وفضل میں رہتے رہے۔ وہ گارہ تھے۔ تحصیل تلامذت حضرت مولانا اشرف علی صاحب قندھاری نے اپنی ایک مجلس میں انھیں کیا کہ ایک جسنانی فیلسوف نے لکھا ہے کہ ”اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ خدائی جیسا محقق اور مدقق اس امر میں متفق ہوتا ہے۔“ یہ واقعہ بیان کر کے عظیم الامت نے فرمایا ”میں سمجھتا ہوں کہ میرے زمانے میں مولانا انور شاہ صاحب کا جو اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ یہ محقق اور مدقق عام انسان کو متفق سمجھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔“

انہی حضرات میں شاہ صاحب کا واقعہ حضرت مولانا محمد انوری صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ بھال دیوار کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحب نے قادیانوں سے کلمہ پر پے نچھہ تحریر فرمائی اور اس میں پینچی فرمایا کہ ”جو چیز دین میں تو اس سے ثابت ہو اس کا منکر کافر سے نفی قادیانیوں کے گونے اس پر اعتدال نہیں کیا۔“

”اب کو بچا چنے کو امام رازوی پر کفر کا فتویٰ دینا یہ کافر کا شیوہ ہے۔“ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ”اب کو بچا چنے کو امام رازوی نے تو اس معنوی کا انکار کیا ہے۔ اس وقت بڑے بڑے علماء کا مجمع تھا سب کو پریشان فی ہوئی کہ قوائم الرضوت اس وقت پاس نہیں ہے۔ اس اعتراض کا جواب اس صریح دیا جائے گا: مولانا محمد انور شاہ جو اس واقعے کے وقت موجود تھے وہ مائت ہیں۔“

”تیار ہے پاس اتفاق سے وہ کتاب نہ تھی۔ مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم دفترا احرام علوم مبارک یورپور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے انھیں دیکھ کر جواب دیں گے۔“

لیکن انی جی انی کے عالم میں حضرت شاہ صاحب کی آواز کوئی

”سچ صاحب نہیں، میں نے تیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی۔ اب ہر دے پاس یہ کتاب نہیں ہے۔ امام رازوی یہ فرماتے ہیں کہ مدیونہ ”لا تَجْمَعُ الْعُتَمٰی عَلٰی الْخِلَافَةِ“ تو اس معنوی کے رہے کو نہیں پہنچی، جہت انہوں نے اس حدیث کے متواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے، نہ کہ تو اس معنوی کے بھٹ ہونے کا۔ ان صاحب نے حوالہ پیش

پہنچ سکتا ہے لیکن حضرت شاہ صاحب اس قافلہ ارشد حدیث نے فرماتے ہیں کہ ”سو
تواضع للہ“ کی حدیث کا اصلی پیر میں کر دکھایا تھا۔ چنانچہ اسی واقعہ میں جب انہوں نے
حضرت مولانا بنوری مدظلہم کو اپنا فیصلہ پہنچنے کا حکم دیا تو انہوں نے حضرت شاہ صاحب کے نام
لکھا ”الحمد للہ“ (متمم) ”تمہارے وہ تعظیمیں انظر اللہ“ ایسے۔ ”خدا سے شاہ صاحب
نے دیکھا تو قلم ہاتھ سے نکل کر بروقت خود یہ الفاظ منانے اور غصہ کے بجائے مولانا بنوری
سے فرمایا:

”آپ کو صرف مولانا محمد نور شاہ لکھنے کی اجازت ہے“

پھر وہ شخص جو ہر وقت آپوں ہی میں مستغرق رہتا ہو اس کا یہ جملہ ادب و تعظیم کتب نے
”میں مقام ہی نشان دہی کرتا ہے کہ
”میں مطالعہ میں کتاب کو اپنا تابع سمجھی نہیں کرتا۔ بلکہ ہمیشہ خود کتاب کے تابع ہوں مطالعہ
کرتا ہوں۔“

چنانچہ حضرت مولانا قادری محمد عیوب مدظلہم فرماتے ہیں

”مذہب میں ہم قوموں نے کبھی نہیں دیکھ کر لیت کر مطالعہ کر رہے ہوں یا کتاب پر اپنی
نیک لڑ مطالعہ میں مشغول ہوں بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مولانا بنوری سے بیٹھتے ہو یا کسی
شیخ کے آگے بیٹھتے ہو اسے استفادہ کر رہے ہوں۔“

اور یہ بھی فرمایا کہ:

”میں نے ہوش سمجھانے کے بعد سے اب تک دنیا کی کسی کتاب کا مطالعہ

ہے، غور نہیں کیا۔“ (پیشااور ۱۷۷-۱۷۸)

(سور) ”علم کی عظمت۔“

مولانا ہذا رحمہ اللہ کی ہیں کہ ایک مرتبہ بھیل سکھ زمانہ قیام میں میں نے عرض کیا
آپ صاحب اہل و عیال ہیں اور بخاری شریف کی شرح قرآن مجید کی تفسیر تصنیف
فرمائی تو آپ نے عدم کی عظمت کی بات فرمادی کہ ”میں بھی ان تصانیف سے کچھ

انتظام ممکن ہے۔ سن کر لڑش پر آپ کا جواب یہ تھا کہ ”عمر بھر حدیث صحیح کر لے دو اوقات
فی۔ مولوی صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا علم فروخت ہوتا رہے
“ (املاف کے حیرت انگیز واقعات ص ۸۹)

(۳)۔ ”حقیقت پسندی“۔

دیوبند سے ”مہاجر“ کے نام سے ایک اخبار نکلتا تھا۔ اس اخبار میں
ابھامحیدر آباد اور آپ کی ملاقات کی خبر اس جلی سرخی کیساتھ شائع کی جا رہی تھی۔
”بارگاہ خسر وی میں علامہ مجلس سوانہ انور شاہ کشمیری کی چار پائی“۔

اخبار چھاپٹیں تھا کہ کسی طرح آپ کو عنوان فی اطلاع ہو گئی۔ اخبار کے منتظمین نے بارگاہ خسر
کا اخبار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”ہر چند کہ میں ایک قطع ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا
ہوا بھی نہیں کہ اس طرح کے عنوانات کو برداشت کروں۔ تمہیں بارگاہ خسر وی ۱۳۰۰ کہن کی
بارگاہی صرف بتلائیے۔“ ابھی محیدر آباد انور شاہ کی ملاقات“۔ (حوالہ بالا)
(۵)۔ ”اس تحفہ کا ادب“

مولانا مشیت اللہ صاحب کے جیسے صاحبزادے حکیم محبوب الرحمن
فاضل دیوبند کا بیان ہے کہ میں جب دیوبند چلا تھا تو ”حضرت شاہ صاحب کیساتھ آپ
کے رہائشی کمرہ میں یہ اہم تھا۔ حضرت کو پونہ کی عادت تھی۔ ایک روز میں نے پاننگا کر
چیش کیا تو آپ نے من میں رکھی تھی کہ شیخ ابندہ سامنے سے تشریف لاتے ہوئے نظر
”تے جو کسی شہر دوت سے اپنے شاندار کے پاس تشریف لارہے تھے۔ شاہ صاحب کو
حضرت کے آنے کی اطلاع کی تھی میں اس اضطراب و بھول میں نہیں سکتا جو اس وقت شاہ
صاحب پر اپنے اہل خانہ کی ”دروازہ پاننگا“ کی قبضہ کی صورت میں طاری تھا۔ یہی
کیا تھا اپنے من کو نہالے نیا نور کمرے کے دروازے پر ایک سرپا انگارہ و سونے کی مشیت
سے اپنے آقا کے استقبال پہلے کھڑے ہو گئے۔ (ص ۹۰)

(۶) "استاذ کی خدمت"

مولانا محمد انور رحیمی فیض آبادی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب اور مولانا دیوبند سے مولانا دیوبند کے مدرسے جوں جوں آئے اور گاہ کا سب سے بڑا عہدہ ہے۔ اسی زمانے میں حضرت شیخ الہند رہائی کے بعد

دیوبند پہنچے۔ مجھے حضرت شاہ صاحب کی زیارت کا سبب موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن آپ کی علمی عظمت کا احساس آپ کے بیٹکڑوں کا مطالعہ سے من کر دیا۔ وہاں پر صاحب تھا۔ دیوبند پہنچنے کے بعد میرے والد مجھے تقریباً سنا دیا کہ شاہ صاحب پر پہنچنے۔ گرنے کا زمانہ تھا اور شکم کی ٹیڑھ کی جگہ تھکی۔ حضرت کی مردانہ نشست کا دیکھ کر مجھ حضرت کو چہرہ و عارف سے لکھ دیا۔ جو بھلا تھا۔ چوت۔ سے لکھ ہوئے کچھ دیکھ کر ایک صاحب بھیجی رہے تھے جن کے پانچ اور چروائی معصومیت و نورانیت بشکوہ علم و جلال علی کی ملی جلی کیفیت وجوہات اظہار سے بڑی تھی۔ ایک صاحب نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ عقلمند نہ ہوئے۔ اسے حضرت مولانا انور شاہ دیوبند کے بعد مدرسہ ہیں۔ یہ سن کر میرا دل تھکی زمین پر گئی کہ اس وقت ترائی کی میں شہداء سے عالم گونج رہا ہے اور جس کے خود اپنے شاگردوں کا اس مجلس میں جھوم ہے اس عقیدت و احترام سے تھا اپنے استاذ کی خدمت میں معذرت ہے۔

مولانا سے تشریف لائے کے بعد دوپہر کو مولانا صاحب حضرت احمد کی خدمت میں حضرت شیخ الہند صاحب کے یہاں ہوئی۔ حضرت اس وقت کچھ آرام فرماتے اور عقلمند چہرہ پر دیا۔ ایک روز حضرت چادر اوڑھے ہوئے استاذت فرماتے تھے کہ ایک صاحب حسب دستور ہون و بار ہے تھکتے۔ ایسا نہیں حضرت کشمیری تشریف لائے۔ آئے کوئے آئے لیکن یہ کچھ کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں بڑی خوشنہالی میں جتنا ہو گئے۔ کچھ کلمات اپنے گھر سے کہ اپنا سامان روکے رہے۔ اس طرح کہ جیسے چہرہ زندہ ہی نہ ہوں۔ ساری کوشش اس لئے تھی کہ حضرت استاذ کو کسی تھیرے کی موجودگی کا احساس ہو کر آرام میں خلل نہ آئے

(ص ۱۱)

(۷) ”علامہ انور شاہ کشمیری حضرت شیخ الہند کی مجلس میں۔“

مشارف رامہ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں فجر کے بعد مجلس تلمیذی اور پانے کا اور پھر مجلس میں صبح کو آتی اپنی باتوں میں مشغول رہتے تھے جن میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری مدت مدید غلامی سر جہانگاہ بیٹھے رہتے اور کسی کی باتوں میں حصہ نہ لیتے۔ جب آہستہ آہستہ کوٹ چاہا تو پہلے چاہا تب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ان سے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ کو کچھ کہنا ہے؟ تو سرائیگاہات اور موضع سرتے کہ تیری بات غلامی نہ دیتے تھے تحقیق دریافت نہ کر سکا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جواب مرحمت فرماتے: اُسے بعد شاہ صاحب الیہم آتے۔

۱۔ فتوحات فیضیہ نامت جلد (۱) حصہ اول ص ۱۰۸:

(۸) ”علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الہند کی مشارقت کا غم۔“

ارشاد فرمایا کہ جس وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سفر میں جانے لگے جس میں امیر جوانہ، انکا بھتیجہ نویت آلی قر شاہ صاحب نے باوجودیکہ ترمذی کا حق پر جانے کیلئے آنکر بیٹھ گئے تھے، عبارت میں پڑھا دی گئی تھی، مشارقت حضرت کے غم میں کچھ نہ فرمایا بلکہ ادا ہو کر آئے۔ ان کا صاحب بندہ راوی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے اس وقت جو روپائی ہرجی انکانے بیٹھے تھے نہایت موشی کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے اور حضرت کی باتوں پر غور کیا۔ بیٹھے سے چلا آیا حضرت نے مظلوم سے کام نہ لیا بلکہ یہی۔ ہے۔

چہ فرمایا کہ شاہ صاحب آپ اُمیر بنی موجوانی میں شہادت پیش آتے تھے میں نے رسول کا تو شہادت پیش نہ کی میں نے ہوا کرتا میں نے بھی توفیق رہنمائی کر کے کی۔ یہ تو خدا کے سپرد سہتی پڑھا۔ (عوال، ص ۱۰۸)

(۹) ”عجز و انکساری کے حسین پیکر۔“

آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد انظر شاہ صاحب کشمیری زید مجدد ہم قریب فرماتے ہیں

خود داری اور بیرونی میں پائی فاصیہ اس قدر مختصر ہیں کہ انسانی زندگی کا حال (خود داری) بہرہ ور ہوئے انھیں سے ساتھ ہوتی تھی۔ اس جانتا ہے۔ وہ باہر زندگی اس پر عمل پیرا میں بہت کمزور آنے کی پہلی خود داری میں انھوں نے پہچانیں۔ سے صرف اور بے اثر ہوئے۔ یہ نفس نے تھکے ہوئے نفس میں جو روحانی مایوں کے ساتھ فریادیں خود داری کے لئے لائی جو ہر سے مختلف اور ان کے لئے ہیں انھیں کی یہ دلی ضروری ہے اس پر صدیق بھی انسان (اطلس) نہیں ہوتی۔

یہ کہ ایک نفس غمزدہ ہے یہ معلوم۔

کہنا یہ ہے کہ ہر آدمی میں جس خودی اور خود داری کا وصف تھا اس نے ساتھ تو اس طرح و فرقی بھی موجود تھی۔ وقت، شمع، شہ، اور خستہ میں سے صرف کا تصور تھا۔ یہ آپ بختی سے میں پہلے میں کہہ نے کے وقت میں جیسے ہی اسے سمجھا کہ آپ کے سامنے آپ کے سامنے اپنے اپنے ہیں۔ پھر میں بھی تو شمع، کتاب، اور کتا اور حد تو یہ کہ کتاب نے ساتھ بھی متواضعانہ طور پر نفس تھا۔ مگر یہ کہ یہ صاحب کا بیان ہے کہ ہاں اس وقت سے سوائے انہیں نے سوائے اس کی عمر نے بعد میں کی ہی کتاب کو اپنے دلوں کے ساتھ نہیں دیکھا اور ان کے دوران میں کتاب کو اپنے سامنے نہیں آیا۔ کہ کتاب میرے سامنے دیکھی ہوئی ہے وہ خود داری کا یہ ہے تو ایسی بھی نہیں ہوئی کہ اس کو عاقل کی جانب کو تھمرا کر اپنے سامنے کر لیا۔ انھیں اس جانب جا بیٹھا۔ اس بعد میں ہاں شمع ہوتا۔

کتاب کے ادب اور اس کے ساتھ تو اس کی یہ برکت تھی کہ اسے انھوں نے آج کی طرح دیکھتے ہیں۔ ہمارے لیے اور اپنے سامنے کے اختر مآوران کے روئے و آئینہ، انھوں نے اس پر کتاب رہتا رہتا اور انھیں اس کے ساتھ کہ کتاب نے قدرت میں اپنے لئے دیکھا۔ اس کے ساتھ کہ اس کے لئے انھیں بہت سے آپ کے لئے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(نقشہ و مضمون ۱۹۷۰ء)

سرشت نہ کہ کوئی امانت یا کچھ پیش پاؤں نہ رہا۔ اس نے کہا آتے خبر وہ بھی پانچ بجے ہی قبل رہا
 رہتے۔ مرشد مسکرا دیتے تو چہلوں سے لے لیے اپنی ماں اور چھٹی ماںوں سے پانچ بجے
 اور ایمان بعد میں جتنی کھو گئیں۔ تو خاتم پورا پہنچ جاتے۔ طرہ اس سے کہ مرشد مرشد
 کی بہو کی ماں سے آپ کی ساری تڑپتے رہتے۔ اپنی دندہ اور چھٹی ماںوں کو بھی
 بھر پور لڑائی شریف سے جاتے۔ ان کو ملتی بات بھی حضرت سید العارفین سے لڑا
 تھا۔ چنانچہ امانت سے بعد اس کا قاعدہ صاحب نسبت ہو گیا۔

مرکاز عالیہ بھر پور لڑائی شریف کے قیام کی مدت میں آپ نے ایک مکتبہ
 کی۔ کتبیں یہ تھیں اور مجاہدات تھے۔ ان طرح کے عالیہ کی خدمت میں بھی پیش
 رہا۔ تو مرکاہم رہا۔ حضرت کا لڑائی شریف سے اپنے والد مرشد سے۔ اس لیے بڑی سے
 سرگندوں کو بھی لے لے۔ بڑی شہادت میں اس کو خوشامیاس سے جتنے جتنے تھے۔ حضور
 مرشد سے دیکھ کر تو پاس تھا۔ اس لیے مقدس ہاتھوں سے پستہ۔ اس لیے اس وقت آ رہا ہے
 رہے۔

میں ماضی و مستقبل میں

مرکاز توحید و ایمان

بھر چوہہ کی شریف کی مسجد شریف کی تھی شروع ہوئی۔ ایک دن حضرت سید العارفین نماز چڑھ
 کر باقی شریف سے مراد پوری کوئی دو سو سال قبل کی مسجد کو توڑ کر۔ عہد شریف کو یہ کہی
 ہے۔ یہ کوئی تمام جماعت سے رہنے اپنے کو جو ان کا اپنی ہوتا۔ حضور اور حضرت اور
 شرف کو اٹھیا۔ تھانہ اس سے مراد پوری نے حضرت سید العارفین کی سیات میں
 تو آپ نے اس کے بعد بھی جب بھی مرکاہ بھر پور لڑائی شریف میں قیام کیا۔ کسی
 چاروں کی پانچ سے لے کر تینے سے لے کر طلب کیا۔ خود اس مرکاہ کا یہ معمولی اور ادنیٰ تھی
 تھکتے تھے۔ حضرت سید العارفین کی صحبت سے۔ ان کی ایام میں آپ نہایت مسرت تھیں
 صورت میں رہتے تھے۔ شریفوں اور ساریوں کی آپ کے چاروں میں رہتے تھے۔ چار۔

ایک دوسلم سے یہ ہے، یہ بہت کا اثر ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۴)

(۷)۔ ”حضرت کے خادم مولوی شیر محمد صاحب مرحوم کی قنایت“۔

ہاتھ و جسم یہ دونوں کے ہی تھے حضرت اور جماعت کھڑیوں پر باریل تھیں
 نئی طرف چو رہے تھے۔ اچانک حضرت نے ایک جگہ اپنی ٹھہری روک لی۔ اور اس
 کھڑے ہو گئے چلے آئے وہی جماعت بھی جمع ہو گئی۔ سب فقرا سمجھ رہے تھے کہ حضرت
 جماعت کو جانے کے لیے رک گئے ہیں۔ اتنے میں مولوی شیر محمد صاحب مرحوم (یعنی
 سوہیاں) کی ساری بھی آگئی۔ مولوی صاحب موصوف الیہ :۔ ”میں نے اور میرا
 بھائی نبوت احمدی اور بھائی کا قتل ہاں پہنچے تھے۔ آتے ہی ایک دم اپنی ٹھہری سے کود
 پڑے۔ ٹھہری اور ایک خارشاہ جو کڑکچڑ میں لٹ پڑ رہی تھی حضرت فوت و جاہلی
 شخص میں پڑا تھا۔ مولوی صاحب سناں :۔ چس جا کر اسے چند ہانپوں میں اٹھو یا اور
 دھوپ میں ایک شکل چھریہ بکھڑا پتھر پتھر سے اس کا جسم بکھڑا اور چوٹی تھیں سے اس کی
 خدمت کر کے اس حال میں ایسی آئے کہ ان کا قتل قتل لیں کچھ اور مٹی سے ہاتھ اور
 کیا ہو رہا تھا۔ حضرت اس تمام میں میں یہ دیکھتے رہے اور یہ فرماتے رہے مولوی
 صاحب مرحوم واپس آئے تو آپ نے وہ کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ہر کلمہ رو کر دعا
 فرماتے رہے۔ پھر مولوی صاحب کو کھڑی پر سوار ہونے کا اشارہ فرمایا اور جماعت آتے
 رہے ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد ترہ خیر و ماتھو ہتے اور فاسوس کرتے تھے کہ حضرت کی شہادت
 پہلے ان کی کچھ کلموں میں آئی۔“ (ایضاً ص ۱۵۷)

(۸)۔ ”انتر جماعت کی خدمت کرنی ہے تو وہاں سے اٹھالیں فقیر اپنی
 خدمت نہیں لیا کرتا“

ایک دفعہ مولانا عبد اللہ سندھی دین پر شریف شریف :۔ ”تو حضرت اس وقت
 جماعت سے جدا ہو گئے جس سے کھڑیاں نکات کر اور ان سے کھٹے بے کراہے ہوئے تھے۔ تمام
 کھڑا، ایک ایک کھڑا اٹھائے ہوئے تھے۔ اور حضرت کے رہنے بھی کھڑیوں کا وہ جھڑکا۔ مولانا

سندھ جی نے بھی چکر چنے پر کھڑیاں اٹھالیں۔ مولانا مرحوم کے ہمراہ ایک موبی ساحب بھی تھے۔ وہ روز کوکڑھڑات سے بوجھ بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا: مولانا صاحب! بہت سی کھڑیاں چڑی ہوئی ہیں۔ ان میں سے کسی خدمت نرانی سے تو وہاں سے اٹھالیں۔ قتیقہ اپنی خدمت نہیں لیا کرتا۔ (ع ۳۷۹)

(۹)۔ "میں خانہ رقیب کو بھی سر کے بل گیا"۔

ایک دفعہ خدمت میاں عبدالرحمن صاحب مرحوم سمجھا وہ تین تیر پونہ کی شریف کے چھوٹے صاحب "سیدان عبدالرحیم صاحب مرحوم" میاں عبدالکریم صاحب دین پور شریف تشریف لائے اور سیدھے اکی بکشی بسایہ سے حرا چلے گئے۔ وہ پیر کا وقت تھا۔ حضرت کو صاحبہ "دکان کی آدھ کا پتہ چلا تو تیار ہو گئے کہ وہاں پل ان کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ پونہ پیر کا کور کا جماعت نے ہاتھ بڑھاوا چھانچیں تو اس لئے جماعت نے حضور دیا کرتے تھے اس سے کھڑے ہائیں لگے۔ تینیں اتھاڑ فرمیں۔ بس صاحبہ "دکان نماز شریف تشریف لائیں کتے ملاقات ہو جائے تو کچھ حضرت نے یہ مشورہ ملحق سے ٹھکرادیا۔ ہاں جو وضعی اور چاری کے دو آدمیوں کے سب سے چل کر عسکر کے (میں کھڑے رقیب کو بھی)۔ نے بل کیا اور وہاں صاحبہ "دکان کی قدم پوتی فرمائی اور موت کے لئے غصے کی۔ ہوا جو صاحبہ "دکان کے اصرار کے ان کے قریب "کلیمہ پڑھنے بلکہ ناک پر روزانو بیٹھ گئے۔ یہ حضور مرشد سید العرفین اور آپ کے خاندان سے کمال عقیدت و محبت تھی کہ ان کی تیسری پشت کے بچوں کو بھی اس قدر ادب و احترام فرماتے تھے۔

(ع ۳۸۱)

(۱۰)۔ کھانے میں نہایت سادگی۔

ایک دفعہ میاں "جی اسی بخش ترکخان کے دعوت ملی۔ حضرت نے تاکید فرمائی کہ جماعت کے لئے خالی پانی میں چنے (چھوٹے البال) کر پک لیے جائیں۔ چن نیچا لیا گیا اور آپ نے بھی جماعت کے ساتھ ٹھہر کر بیٹھنے تجاں فرماتے۔

(۶۸-۶۹)

(۱۱)۔ غریب آدمی کی دلجوئی کا عجیب واقعہ۔

اسی صفحہ (۱۸) پر غازی خاں (۱) کا واقعہ ہے کہ صبح کو کشتی جب دریائے سندھ کی پہلی قوموں
 حضرت نے استقبال کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ پرانے زمیندار اور غریبوں کا مجمع تھا جس میں سے اور بہت
 سے غریبوں اور بھی نظر آ رہے تھے۔ ایک غریب آدمی نے سوچا کہ اسے کس سے
 آدھیاں میں اس کو حضرت سے مصافحہ تو کیا تھاں وہ اسے سلام کا موقع بھی نہیں دے گا۔ اور
 پہلی سوچی ترمہ دور مایوں کو ادوات حضرت کی کشتی کنارے آئی تو سب سے پہلے آئی
 آئے ہر حضرت کے آتے ہی کسی سے نہ ہو اور سیدھے اس غریب آدمی سے پاس جا
 کر اس سے شکریہ ادا کیا۔ بعد میں غازی خاں سے مصافحہ فرمایا۔

یہ واقعہ اس غریب آدمی نے خود اپنے لئے صاحبِ اختیار سے بیان کیا۔ (ص ۲۸۸)

(۱۲)۔ ”تم کشتی میں جاؤ اور میں اونٹوں کو دھکیلتا ہوں۔“

حضرت اسفار میں باقی طور پر ایک ایک فقیر اور سواری کا خیال فرماتے تھے
 نیز سامانِ اٹھائے یا جوئے وغیرہ تمام کاروبار میں جماعت کے شامل رہتے تھے، ایک دفعہ
 اعلیٰ حضرت میاں محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ بھر پور دکان کے ہمارے ملو فرما رہے تھے۔ عام
 ڈاکس واد سے جماعت کے گزرنے کا اتفاق ہوا تو بعض سواری کے اونٹ کشتی پر سوار نہ
 ہوتے تھے، بھراہ پر بیان ہو رہے تھے۔ حضرت نے دیکھا تو اپنے برادرِ واقعی میاں نظام
 رسول سے فرمایا کہ تم یاد رکھ رہے ہو، جماعت کو تظیف ہو رہی ہے تم کشتی میں جاؤ اور میں
 اونٹوں کو دھکیلتا ہوں۔ چنانچہ آپ ایک ایک اونٹ کی کوزی کے نیچے بٹا لٹا دیا وہ کڑی
 ہال سے زور دھکاتے کی اونٹ غور کشتی میں جا رہا اور وہاں میاں نظام رسول مرحوم ہاں کر
 سنبھال لیتا تھا۔ اس طرح تمام اونٹ کشتیوں میں سوار کئے گئے۔ (ص ۲۹۰)

(۱۳)۔ ”خود پیدل چلتے اور کسی فقیر کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے۔“

بعض اسفار میں قلتِ سواری کے باعث حضرت ہادی سفر فرماتے تھے خود

ہوں چیت، انہی فقیر، اپنی ماری یا بھی بیٹے۔ ان پھر ذریعہ غازی خدمت سے ان میں یہ
موقع پر جب آپ نے یہ فریب آتی کوئی جہد سوار کرنے خواہیدل چلے گئے تو وہ شدت
کریں سے یہ پیش نہ ہوا۔ (س ۱۶۹۰)

(۱۳)۔ ”اپنی نئی دستار سے کپڑا پھرا کر رنگلی پر ہرک نیم کی پتی
باندھتی تھی۔“

حلفہ حقی اللہ! مسن مرحوم نے فرمایا کہ میں کی رنگلی میں بیٹھا تھا انہی میں
۔ یہ شہید مرحوم۔ ان پر شہید حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ”تجارتی“
وقت ارادت نصیر۔ پتہ نکال دیا اپنے ہاتھوں سے انہیں منی میں دایا۔ اور پھر یہ
۔ میں میں ان کو وہاں دربار فقیروں نے یہ فراموش کیا اور بھی یہ نہ کر آپ نے ہ
میں ”اللہ اللہ“ فرمایا۔ اور تم وہ خوب نامی انگری مرحوم و خرمیا کہ پتی گئے گئے کوئی بچوں
سنا پڑا۔ ان کے کپڑا ان کے میں پانچ دیر ہوئی تو اپنی نئی دستار سے پڑ پھر رنگلی پر ہرک
نیم کی پتی باندھنی دستار سے جو رنگی مرحوم میں فرمائی۔ ہی وقت درو کا طرہ ہو گیا اور ایک دو
ان کے اندر چھوڑ گئی تھی۔ (س ۱۶۹۲)

(۱۵)۔ ”اگر اجازت ہو تو کسے کو روٹی کا ٹکڑا ڈالا جائے۔“

فقیر ہمدانی مددین طریچہ نے بیان کیا کہ مدت میں حضرت مملوئی حضرت
سہ صاحب کی حکومت پر حاکم تھیں فرما رہے تھے کہ ایک بیمار کتا دروازہ کا کتا۔ نہ بچا آہیچہ
۔ فقیر ان کے چہرہ میں وہ دکھار کر بولا کہ میں ”میر“ حضرت نے اقرار سے منع فرمایا۔ پھر
سہ صاحب فوت کے پاس آیا۔ وہی فقیر وہی فقیر فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو روٹی کا ٹکڑا
ڈالا جائے۔ اس نے جواب میں عرض کیا کہ ”آپ“ ملک میں اجازت نہ پانچ مدت
۔ نہ۔ چنانچہ آپ نے وہ دلوں کے پانچ ملک کر کے اس کے تو کتب۔ (س ۱۶۹۳)

(۱۶)۔ ”بھڑواؤں ساری کے حسین چیلے۔“

حضرت نے یہ سن محمد الرحمن (محمد امین علیہ السلام) نے بھڑواؤں کی شریف (حضرت

کی دعوت پر دہلی پہنچے۔ اس وقت کے بے اثر شریف نے تو حضرت باجوہ
 غفرلہ کی دعا کی اور کمر و پی کے دو آدمیوں کے ساتھ بے پھر آج کے استقبال کے لئے
 آئے۔ انہوں نے حضرت کی کلمہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ پر پڑی جان سہارا
 اور دیا۔ دو تین لاکھ ملکہ لیا تو بیٹھ گئے اور آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر گئے۔ اور بچے
 آپ کے پیچھے پیچھے کان پڑھ رہے تھے۔ (میں ۲۰۳)

شیخ الشان حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمہ اللہ کے واقعات
 (۱) ”میں تو اس در کا کتا ہوں اور مجھے جوتوں کے قریب بیٹھنا
 چاہیے“

آپ نے حضرت قریشی کو دیکھا۔ یہ فرماتے ہوئے تھے کہ ”میں مسکین پرورش یافتہ (مقلد شاہ) ہوں
 ہے اپنے پیچھے دوسرے حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ کی خدمت واقع ہوئی تھی شریف (امیر)
 اور کمال خان ابیدل جو کہ تھوڑے تھوڑے زمانہ کے ساتھ تھے یہ دونوں صلی علیہ وسلم کی خدمت میں
 رہتے تھے۔ وہ وہاں مریب ہو کر رہتے تھے تو انکی چنے چیر لیتا اور اگلی کو جریں وغیرہ خرید کر کھانا
 کھانڈتی تھے پھر انہیں کھانا کھاتا کہ میں اپنے پیچھے دوسرے کی زیارت سے مشرف ہوں گا۔

میرے پیچھے بھائی تو سارا دن ہی دوسرے کی مجلس میں بیٹھ کر دوسرے معارف سمیٹتے اور
 میں سارا دن اپنے شیخ کے جانور چراتا۔ جانور خود بھی چرتے اور میں بھی گائے گائے کاٹ کر
 ان کے منہ میں ڈالتا کہ خوب میرے جانور کھا لیں۔ شکر کو اچس آتے ہوئے میں چارے کی
 ایک ٹھنڈی بھی سر پاتا رہتا۔

رہے کو سوتے وقت اپنے پیچھے بھائیوں کے درمیان بیٹھا لیکن جب وقت کہ سب کے پاس تو
 اندر کر پیر چلا جاتا اور رات اندر اندر اندر فرشتے میں ملتا اور پتا بھی کھاتا۔ جب میرے والد کی
 مجلس میں بیٹھنا کا موقع ملتا تو میں یہ سوچتے ہوئے پیچھے ہٹے بیٹھتا کہ میں تو اس در کا کتا ہوں
 اور مجھے جوتوں کے قریب بیٹھنا چاہیے۔ میرے شیخ نے اس صاحب فرماست اور صاحب آخر

تھے وہ حادثہ میں مجلس سے نکلے۔ میں ترسب و مانس پاتا ہوں اور اس قریشی کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(حیات حبیب ص ۱۵۴)

(۲) ”تو مجھے تصنع سکھاتا ہے؟“

جب امت نے انہیں حیدر مائیک صدیقی اپنے بیروم شدہ حضرت قریشی کو ملے اور معلوم ہوئے کہ وہ اس کے دور سے پر تھے تو سب زبانی کلمات کیجے۔ یہ تعجب کے ساتھ باتیں کراؤں تھیں۔ دیر آرام کیا۔ حضرت قریشی نے اپنے کافی میلے ہو چکے تھے۔ حضرت صدیقی نے عرض کیا۔ حضرت! ابھی لوگ ملاقات کے لئے آیا میں نے اجازت دی تو آپ کو کچھ تیریں کروں۔ حضرت قریشی نے فرمایا ”تو مجھے تصنع سکھاتا ہے؟“ حضرت قریشی کی حاشی میں سادان علم سے کرم ہوئے رہے۔ جب سب اُس اپنے گھروں کو مدعا رہے تو حضرت قریشی نے فرمایا ”غلیظ صاحب! آپ کی بات بھی مان لیتا ہوں مجھے پتہ ہے کہ یہ سب کچھ کہتا ہوں“۔ سبحان اللہ! وہ کام بھی کرتے تھے محض۔ سامنے انہی کے لئے کرتے تھے۔ تصنع اور بدعت سے لوگوں کو دور بجاتے تھے۔

(ایضاً ص ۱۵۹)

(۳) کھانے میں سادگی۔

حضرت قریشی رحمہ اللہ کی خانقاہ پر بسا اوقات دسترخوان بچھانے کے لئے پکڑا نہیں جوتا تھا۔ نہ صوفی کواٹن میں بیضہ کرا ایک ہاتھ میں روٹی اور دوسرے ہاتھ میں آٹھ کا ٹکڑا دسکی کا بیڑہ پکڑ دیا جاتا ہے وہ حضرت لے لے کر کھاتے۔ کبھی بھابھا کر کے پھول ابل کر کرکادی تیار بولتے نہتہ کھا جاتا۔

بعض اوقات یہ ”بہت“ کچی کے پیڑ تیار ہوتا۔ سبحان اللہ! اس پر بدو اور فانی کے اثرات تھے کہ لوگوں پر وقت طاری رہتی تھی۔

(ایضاً ص ۱۵۷)

(۴) ”ہر اتوں پھینا جا ہے تو چھپ نہیں سکدا“۔

ایک دفعہ حضرت قریشی تبلیغی سفر کر رہے تھے کہ ابن پیر شریف کے قریب سے گزر رہا۔ ابن چاہا کہ حضرت خلیفہ محمد کی زیارت فرمیں۔ لیکن یہ ابن کے ہمراہ شیطان

کر جایا سوئے اوسب سمجھا۔ جماعت کے خدا سے فرمایا کہ آپ علیحدہ چلے جائیں میں علیحدہ چلا جاؤں۔ حضرت نور محمد علیہ السلام بہت آجین تھے عرض کرنے لگے۔ حضرت آپ اپنی ٹوپی صدفی وغیرہ و سرور سے تبدیل فرمائیں۔ خود درمیان میں مجلس و خطاب میں امتیاز قسم ہوئے گا چنانچہ یہی تہ کیب سے جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی خدمت میں حاضر کی۔ حضرت خلیفہ صاحب نے استقبال کے لئے اٹھے اور سب لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف کرتے رہے اور قرعہ سے مخالفت لیا۔ حاضرین میں سے ایک طالب صادق پہ پہ پہ ہماری اور وہ عالم بے خودی میں بار بار کہنے لگا۔ یہ اتوں بیٹھا چاہے تو پھپھ نہیں ملے۔

مرحمانی کی پیشانی کا نور
نہب چھپا رہتا ہے عین ذی شعور

(ایضاً ص ۱۵۸)

(۵) ”جو ریح خارج کرنے میں اللہ کا محتاج ہو وہ بڑا بول بول سکتا ہے۔“

ایک دفعہ حضرت فرشتی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ بہتہ حاضرین صحت یافتہ خدمت تھے۔ حضرت نے کچھ کہنا چاہا لیکن خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے پہلے میں دروشا کا شہید کہ برادشت سے ہا ہر۔ میں کھ کے کھن میں لوٹ پوٹ ہوتا رہا حتیٰ کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے جان نکل رہی ہے۔ اچانک وہ شہید خدانہ ہوئی اور وہ رستم ہو گیا۔ پھر جماعت کے لوگوں سے پوچھا فقیر! اللہ کوئی ریح خارج کرنے میں اللہ کا محتاج ہو اور وہ بڑا بول بول سکتا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا ”نہیں“ ”نہی“ ”نہی“ ”نہی“ ”نہی“ میں یہود و رسول اللہ ﷺ کی زیرت نہ رہے۔ آپ نے فرمایا تو میں اس طرح سے قبیح خدمت لوگوں کی جماعت آپ نے تیار کی ہے۔ من حیث انجماعت۔ کیا میں نہیں ماریا

(ایضاً ص ۱۶۱)

نہیں ”سبحان اللہ سبحان اللہ۔“

(سن ۷۴۷ھ)

جلیں میں جو تئوں نے قریب جھنسنی ہرکت ہے۔
(۱۰) ”شاہاں اتم نے میری غلطی سکاڑی“:-

حضرت مولانا عبدالملک صاحب احمد پورٹہ مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ
 حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ فرارہ غازی خان وغیرہ سے اپنے مقام متعلق پور
 شریف واپس تشریف لائے۔ اس عاصرتھا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ملا حضرت کو
 جو فیق سفر تھے جن طلب کر کے قہا پاک یہ زمیں نے تمہارے ساتھ اس لئے اختیار کیا تھا کہ
 آپ حضرات میرے کانٹھ سے آگاہ کریں گے۔ مگر انہوں نے آپ حضرات نے مجھے آگاہ
 نہیں کیا۔ ملا نے عرض کیا حضرت دورین سفر کوئی نقص ہم نے دیکھا نہیں۔ فرمایا۔ کیا میں
 معصوم ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر تم نے دینارہ داری کا ثبوت نہیں دیا۔ عشاءۃ موش رہے اور
 معذرت پیش کرتے رہے کہ حضرت ہم نے سفر میں کوئی شرمی آپ کے کسی عمل میں نہیں
 دیکھا۔ دوسرے دن حضرت نے دستور مایہ درملہ دیکھتے تھے کہ حضرت نے گردن کے کچ
 کے نیچے نیا پانی لے کر مس فرمایا (یعنی منہ کے استھان کے لیے ایسا کیا) ایک عالم نے عرض
 کیا حضرت ہمارے مذہب میں گردن کے مس کے لیے نیا پانی لینا نہیں ہے۔ فوراً حضرت
 نے ان مولوی صاحب کو دعا دی اور فرمایا شاہاں اتم نے میری غلطی سکاڑی۔

بعد میں دوسری مجلسوں میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس واقعہ کو بار بار دہرائے اور
 فرماتے کہ فلاں مولوی صاحب نے مجھے اس غلطی پر آگاہ کیا اللہ اس کو جزائے خیر دے اور
 مزید توفیق بخشے۔ اس میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم کا تعلق تھا کہ اپنی غلطی کو
 فرحت سے سنو اور اس کی تصحیح کرو۔ الحمد للہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعمیر ایک عجیب طرز کی
 ناصح ہوتی تھی۔ (سن ۷۴۷ھ بحوالہ تجلیات سن ۱۳۶۵ء)

(۱۱) دوران سفر جماعت کے کمزور لوگوں کے ہاتھ پاؤں دیتے:-

حضرت مولانا عبدالملک صاحب احمد پورٹہ مدظلہ العالی تحریر فرماتے
 ہیں کہ بارہا ایسے واقعات پیش آئے کہ سفر میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جرحہ کے

کنہ و مکتوں کی خاطر ساری پیچیدگیاں کے جوہر سے اسے سچا ثابت لگا جس میں اس محنت کے جتنے
 فی صبح سے آراء مرتب ہوئے، غلاموں نے ہاتھ پاؤں داتے۔ بغض و قہر و مہر و متاع و دست
 و آپ فرماتے کہ: ”جتنے میں سے توفیق ہے قریب، انکار میں جتنے پانچ رہتے ہوں تو مجھے
 پہنچ کرے۔“ (س ۶۳)

حضرت مولانا محمد یاسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کی تو اصرار و فیاضیت
 آپ کے فرزند اور بلند شمع و نظیر یا ستارہ شفق و شمع صاحب رحمہ اللہ توفیق سے ہیں
 میرے والدہ جد حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے ہم عصر تھے وہ
 فرماتے تھے کہ

”ہم نے دارالعلوم دیوبند وقت و یکسا ہے جس میں صد درہن سے نیکرانی کی حد میں
 نیک اور محنت سے لیکر اویان اور بیچ اسی تک سب کے سب صاحب نسبت و رنگ اور پایا۔
 اللہ تھے، دارالعلوم میں رہنے میں ان عوارض و علوم اور رات کو حقائق و معلوم ہونے تھے کہ اکثر
 تجربہ و سچا و غریب میں سماعت اور ترقی آواز میں ملی، جتنی تھی۔“
 حضرت والدہ ماجدہ مولانا غلام کے قرن اولیٰ کے طابع علم تھے۔

حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمہ اللہ غلیہ صدر و درہن دارالعلوم دیوبند سے مولانا سید احمد
 صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت طاہر محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ بوند حضرت مولانا
 محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حاصل کئے، حضرت تھکیم زادت سیدنی مولانا
 تھکونی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھکونی دارالعلوم دہلیہ
 حضرات ہر سبق تھے تحصیل علوم سے فراغت کے بعد قصبہ عالم دین سے مولانا رشید احمد
 ٹٹکوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور ٹٹکوی کی خدمت میں ۱۰۰۰ روپے سے سچا
 اور اکثر ٹٹکوی پایادہ ملے ہوتا تھا۔ اپنے شیخ ٹٹکونی زادت اللہ علیہ نے حاشیہ تھے، ہوش
 سنبھالتے ہی کہ میں حضرت ٹٹکونی رحمہ اللہ علیہ سے تدریس و تہذیب و ہر سہ کاغذ میں
 پڑتے تھے جس نے دل میں بزرگوں کی عظمت و محبت کی قدر بڑی کی اور غفلت کے اونچے

معیار پر جوئے کے ۱۶ جوا اس تھا کہ زمانہ میں ہی وقتی طور سے اسے ماتحت درجہ قرار دینا
 خدمت میں لگا دیا گیا تھا۔ ہر مقام حرامی کی خدمت میں ازاردگی، تقویٰ و عبادت کا شہید بن
 کوئی کھرا نہ ہو جسے ملک میں سے جلا کر دیں۔ اس سے نظریہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اس نے یہ
 ہونی چاہئے کہ ہر بھی کام میں شریعت میں حق تعالیٰ نے ہزاروں فی صبر سے اس کی
 تعلیم میں یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعلیم کے لئے جو بھی کام چاہیے یا نہیں چاہیے۔

حضرت امام چارہ رشتہ اند علیہ السلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان کا مقام
 قلاب میں اتنا اونچی سے اداوار میں سے رسول ﷺ کی محبت اور بزرگان دین کی عقیدت
 پر ایسا ہونا چاہیے کہ ان کے آپ کے اس لئے کہ اس کے قبول تھے کہ جس طرح ان کے افسانہ کا بھی
 شریک میں ہوتے تھے۔ آپ کے ممتاز حلالہ میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شمس الدین
 رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علیہ السلام کی رحمت اللہ علیہ حضرت علامہ شمس الدین
 شیرازی اور حضرت علامہ امام محمد علیہ السلام کی رحمت اللہ علیہ میں ذکر میں۔ ان کے حلالہ
 فارغ اوقات میں عربی سے سابق تھی پر حلالہ سے تھے اور ان کے رشتہ کا یہ سہرا چاہئے
 میں سے ان کے وہ رشتہ کی خدمت میں سے مدعو تھے جیسا کہ ان کے تھے کہ ان کے
 قدر شغل رہتا تھا اور ان کے متعدد مصافحہ و بیانی میں میں شائع ہوئے تھے اور ان
 آتش بھی کافی مقبول رہا۔ یہ جو امام اعلیٰ جو بڑے سمیت متعدد درجات میں داخل انصاف
 رہا۔

حضرت امام محمد علیہ السلام کا اپنی مقام سے اس قدر تھا کہ روزمرہ معمولات اور مشاغل میں کثرت
 سے ان کے اور کام اور تجویز دہانی کے ساتھ نماز کا جماعت آپ کا معمول تھا کہ ہر قسم میں چند
 جان صرف وہی ان کے لئے تھا بہت سے مراسم مسلسل لگے رہتے تھے مگر جو صحت کا
 وقت آتے ہی مسجد میں رہتے تھے پہلے پہل اپنے مرض و فاقہ میں وہ مایوس و رنجور
 کثرت سے سہیل کی خدمت میں آتے تھے اور ان کے رشتہ کا رہنے مگر ان کے سہارے مسجد میں پہنچ
 جاتے اور جب اس کی بھی سکتے نہ رہتے تو مجبوراً غنائیں گویا ان کے آپ کی وفات

ایک دن میں ۹۵۵۵۳۳۳۳ روز بعد مولیٰ۔ وقت سے ایک دن پہلے منظر سے لڑو
 ”تھم آج سے“ کے بعد یوں تو ہوا۔ ”تے ہیں“ اتنی بات میں یہ بعد میں نہ بھول
 پاتا کہ

ان کا یہ قلم نوح لایا یہ خدمت ہو گیا کہ اب یہ اس عالم سے۔ ہر دو گنے میں مراعت
 عالم صاحب رحمت اللہ علیہ کی فراہم ہوئی نہیں اور خدا اپنے اہل خدمت کو کایہ تمنا پہ چڑھتی
 کہ آج بھی میں معصوم ہوجے کہ فی وقت فرما رہے ہیں۔ مگر اتنی اہم بات بلند
 فرما میں۔ آمین۔ (چند ضخیم تصدیقات سے ۱۳۹۰ء)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے لفظوںات کے آئینہ میں

میں میں ”آب“ ضخیم امامت سے جو تے اکیڑ واقعیت (امریہ) تھی محمد صالح رضوی اسے
 حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے وہ لفظوںات نقل سے سے ہیں ان کے حضرت کی
 شرف بعد سے وہاں یہ اہل شیخ اور ان کے ہوتی ہے
 (۱)۔ آپ بار بار تھانوی فرماتے تھے کہ۔

میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے کسی کما حقہ مسلمان سے بھی نہیں ملتا۔ بلکہ حق و باطل میں
 لی لایا اور کتا رہے بھی۔ حتیٰ کہ اہل اہل و فصل نہیں سمجھتے اور اس وقت میں مرہا ہے جس میں وہ
 نے کبھی مجھے اس سے نہیں بتایا وہ دور رہے تو رہے۔ ان کو وہ اصل ہونے کے بجائے کائناتوں
 کی باتوں میں تھک چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانی رحمت وہ اس سے لپاؤ ہو اس میں
 ہوتی۔ اور کسی نہ کسی پر یہ مانتا تھا کہ نہیں۔ علماء میں سے کہہ دے کہ خدا اب کا حق نہیں اور
 یہ جو میں حضرت صاحب زمرہ کو شیخ یا کاتب میں۔ تو اس وقت یہ میں میں چلے گئے۔ ہاں
 ہے۔ جیسے ہی شیخ وہ سے رہا۔ یا وہاں پہنچا جاؤ وہم ٹھانی ہو اس میں کتا رہے وہ رہے
 کتا۔ تو یہ اس دشمنی جو اس میں اس کے ہمارے وقت میں ہو گئی وہ وہ ہوسکتا ہے کہ
 میں میں شیخ وہ سے لفظوںات میں فرضوں میں کتا رہی۔ ہاں میں میں لفظ حق نہیں

سمجھ رہے ہیں وہ وہ حقیقت طاعت ہی تہ ہے۔

جس طرح کوئی بے ذمہ طور پر پتھما پھل رہا ہو یا کوئی خدمت کر رہا ہو، انہوں نے خدمت سے سخت نفرت ہوتی ہے لیکن محض اس شکل کی وجہ سے ان کو محسوس کیا جاتا ہے کہ اس طرح ہماری طاعات میں کوئی کمی پہنچاؤ نہ کرے کہ ہم نے کھنڈہ بھرا ہندو، اندھ، نابینا ہے۔ یہ نہیں کر رہا ہوں پوچھو سمجھو نہیں ہوتی۔ ایسی طاعات پر میں جتنا ہوں کہ اگر مومن خدا کو نہ جانتا ہے۔

(مس ۷۷)

(۴)۔ ایک سلسلہ کلام میں نہایت پرانا اور بہت ہی پختہ اور شائستگی ہے جب میں نے مایوسہ عمل کا اعتبار نہ حال کا اعتبار نہ۔ تمام کا اعتبار اس کی شہنی کا اعتبار نہیں۔ یہاں تک کہ جو سب سے زیادہ ضروری چیز ہے یعنی ایمان اس کے بعد۔ کا بھی کیا اعتبار نہ کرنا کہ خدا سب جہیز بند ہیں کیا معلوم کس کے لئے یہ مقدار ہو چکا ہے۔

بڑا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے بچنا بھی اختیار ہی ہے، لیکن پھر اتنی جھکاؤ جاتا ہے اپنے اختیار سے اپنے آپ کو اکسٹریکٹ کرتا ہے، آخر وہ کون ہے جو اس کو کشاں کشاں لے مار رہا ہے اور یہ وہی دلیل مسمیہ، عقیدہ سے یہ بھی واجب ہے کہ جبر کا بھی عقیدہ نہ رکھو اور واقعہ میں بھی جبر نہیں۔ بہت ہی نادر کہ بات سے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے اور باقی کسی کی حالت ابھی ہو تا نہ کرے اور دوسرے کی کسی کی بری حالت ہو، اس پر طعن نہ کرے۔ کیا خبر کہ یہ وہی حالت اس سے بھی بدتر ہو چکے۔

انسان کب چیز پر نادر کرے۔ جبکہ جو لازم نہیں ہونی، مق سب خدا کے بعد میں ہے

ماستفح اللہ لئلا یمن یرحمہ فلا یفسد لہا وما یمسک فلا یمرسل لہ من

بغداد

ماہد تعانی جس رحمت کو کشاؤ اور آچاؤ نہ کوئی اس ورہ لئے والا نہیں۔ اور جس رحمت کو نہ آجائیں کوئی اس کو کشاؤ نہ کرنے والا نہیں۔

تہ دنیا رحمت کھنکھیں ہیں جیسے کوئی شفیق طیب اپنے اندر قہوڑی سی بھی سرگودا نہیں کرتا۔
ایسے ہی ہمارے حضرت بھی خدایوں میں کسی کوتاہی کو گوارا نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو
جنس با واقف ملک کو سخت حراں اور سخت شیر کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکا ذاتی صحیح نہیں یا
حضرت والا کی کبھی محبت سے نہیں ہوتی۔ ورنہ ہمارے حضرت میں تو سختی کا پتہ بھی نہیں
ہر اس رحمت ہی رحمت ہیں۔

بندہ عزیز فرما تم کو لطفش والا رحمت۔ لڑا لک لطف کچھ اور اس کا رحمت و گود رحمت
(۸) فرمایا کہ ایک عظیم۔ نسب نے جو کہ میرے دوست ہیں مجھے دکھایا کہ میں نے الایت
میں چاہی کہ وہ بچے کو کھڑا نکال دے۔ اسے بھیجنا چاہتے ہوں۔ میں نے کھلکا کہ میں ایک
طالعہ ہوں۔ میرے یہاں سب قسم کے لوگ آتے ہیں۔ میرے بھی آتے ہیں اور غریب بھی
ایسے شاعر رکیز۔ سے فرما پر رعب پڑتا ہے۔ میں خواہ مخواہ غریب لوگوں پر رعب ڈالنا
نہیں چاہتا۔ البتہ آپ میرے میں عجیب عثمان کی ضرورت ہے۔ اس کے آجکات سب
ہے۔ آپ اس سوال کریں میں جواب کر کے ہر آجکی گذارتا ہوں۔

ایک صاحب ہاتھ باندھے نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ مجھے اس تقسیم سے وحشت
ہوتی ہے۔ بس آج کل دم پرستی غالب ہو گئی ہے۔ صحابہ بھی تو حضور ﷺ کی تقسیم انکریم
کرتے تھے۔ مگر دعویٰ نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اب حضور ﷺ کے ہمراہ میں شریف
ماتے تو صحابہ تقسیم کو کرتے۔ میں نہ ہوتے تھے (تو کیا صحابہ سے بھی زیادہ کوئی جائز اور
ادب کا دعویٰ کرتا ہے؟) (جامع)

(۹) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہیں اپنے دین کا کام لے لیتے ہیں۔ یہ نہرواری نہیں کہ
جس سے کام لیا جائے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہو۔ دیکھو چمار سے بیکارنی جاتی ہے مگر اس سے
چمار کا وہ چہ نہیں بڑھ جاتا۔ وہ اپنی جگہ چمار ہی رہتا ہے۔

ہمارا حال بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کچھ خدمت ہم سے لے لیتے ہیں مگر اپنا
حال ہم خود ہی چننے ہیں کہ ہم کہاں ہیں۔ وہ جو تو اللہ کے نزدیک مالمہ اہل کا ہی ہے۔

فرمایا کہ ہمارے سب بزرگوں کی امتیازی شان تو اشع اور فروتنی تھی (اعظم اعمال میں بڑے بزرگوں سے ممتاز ہونے سے باوجود)۔ اپنے آپ کو سب سے حق سمجھتے تھے)

اور فرمایا کہ اللہ اللہ میں کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میں ہر ناسخ میں حاکم اور ہر کافر میں مامور اور افعالِ محکمہ ہوں کہ شاید وہ عند اللہ اس زمانے سے مشائخ و اولیاء سے افضل ہو اور بہتر ہو۔ ایک صاحب نے میدانِ کھانے میں حضرت کے کسی شخص پر اعتراض کیا۔ وہ اعتراض کر چڑھا اگلے دن جہادِ مظلوم تھا۔ پھر حضرت اس کے قدموں میں سر پارے اور قربانے لگے کہ بیشک میں بڑا اذکار تمہارا رہوں۔ حضرت پر اس وقت ایسی حالت کا غلبہ تھا جس میں انسان اپنے آپ کو ہر چیز سے بدتر و متہم سمجھتا ہے۔

فرمایا کہ مجھ کو اپنی حالت پر کبھی تازہ اور کبھی نہیں ہوا۔ بعد ازاں وہ سے کہ خدا جانے قیامت میں کیا معاملہ ہوگا۔ پس یہ قصائے موسیٰ کی طرح سب کو نگل گیا۔ (ص ۹۹)

(۱۰) فرمایا کہ بعض ائمہ کبرتے علان سے جب پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً امام توحید جو سیدھے کرنے کا کام نہ لے تو اس سے تو اشع پھر اس سے عجب پیدا ہوگا اس جگہ بصری ضرورت ہے کہ کسی طریق واقفیانہ نہ رہے۔ نہ کہ ازہر تو غریب کا زہر ہے کہ پتہ نہیں ہوتا ہے۔ عجب کا زہر سانپ کا زہر ہے کہ اندر ہی جہاد ہوتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

فرمایا کہ جب صالح اشفاق کرتا ہے تو میرا خیال فوراً اصرار جاتا ہے کہ اسی سے نکاح اخذ نہ ہوا ہو۔ اور اگر کوئی عامی فوت ہو جاتا ہے تو خیال اصرار جاتا ہے کہ درگزر ہوئی ہوئی۔ کبھی اس کا تکلف نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ نے میری مصلحت فرمائی ہے۔

فدیکھا کہ ملامت میں تو بی عیبا رہتا ہے۔ مگر ایک ملامت میں غلط آتا ہے وہ یہ کہ جتنے جتنا دیکھے بد و باغ میں کہ بہر وقت تک نہ لگایا۔ اس ملامت میں خوب اظہار ہے۔ بہ غیرت ہو کر مال حاصل کرنے میں وہ غلط نہیں۔

فرمایا کہ انسان کو لازم ہے کہ دوسرے کی حقیر نہ کرے۔ اور اسکو اپنے سے کم نہ سمجھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کئی احوال تو یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ ایمیں کوئی ایک ہی بات

ایک نوحہ ہوا کہ اس نے سب معاصی کو معاف کر دے اور ہر سے بعد کوئی ایسا نادر و نادر طاعت
مستحب نہ ہو تو یہ سب معاف کر دے کہ انہوں نے شاید کمال سے پہچانے جانے میں یہ امکان ہی
آج سے پہلے نہیں نکالی ہے یہ ہمہ جہت نہیں کی وہ اس کو یقیناً اپنے سے بھلا ہے

(۱۱۰۰)

(۱۱) قرآن کہ سب میں کسی کو ذائقہ ہو تو تحقیق نہیں کرتا اور منجملہ اپنی فطرت کا شیعہ بھی نہیں
نہیں ہوتا۔ الحمد للہ بعض یونانیوں نے کہا کہ اس میں اس کا کمال ہے۔ فرمایا کہ یہ سب
مثال سے واضح ہو سکتا ہے منجملہ اہم لغوی کے لفظ ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کے متعلق کسی
جرم میں بدشمار بننا پڑے تو اس شخص کو اس کے لئے جوئے لگانے کو وہ بدشمار ہوتا ہے جوئے تو
لگانے کا عمر اس کو اس بات کا ہوس بھی نہ ہو کہ اس شخص کو اس سے انھیں ہوں۔ حضرت
محمد مصائب نے فرمایا کہ مسلمان جب تک مسلمان نہیں ہوتا جب اپنے آپ کو کافر ٹھہرے
تو بدتر سے بدتر ہے کہ یہ اس کو فوری ہے عمر اس کی بھی نہ ہو کہ اس کو کافر ہوا
اچھا نہ ہو کہ اس کی مثال اس کی مثال ہے کہ اس کے قلب پر اور فرمائی ہے۔ وہ یہ
ہے کہ ایک شخص فوری طور پر صورت ہو مگر چہرے پر سیاہی لگا رہی ہے اور دوسرا
فقط فوری صورت نہیں ہے مگر چہرے پر پورا مل رہا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ہی ہے اور جوئے
کے وقت و زیادہ جوئے صورت ہو جائیگا اور دوسرے چہرے کے ترسے کے وقت بد صورت ہو جائیگا
اسی طرح عمر کی سیاہی اور ہونے کے بعد چھانکے۔ اور انھوں نے چہرہ اتارنے کے
بعد مسلمان بنائے۔ اور اسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی میں ایک ایسی ہو کہ دوسرے کے
سب حشرات سے انھیں ہو۔ اور دوسرے شخص میں ایک ایسا گناہ ہو جو اس کے تمام حسنات کو
کھا جائے اس صورت میں ایک شخص میں کوئی نیکی نہ ہو جو اس کے سب حسنات پر نہ سب ہو
اس کا نہیں ہو۔ جب یہ حدیث بھلا دیکھتے ہیں

فرمایا کہ اس کا طریق یہ ہے کہ وہ چھو، بے چہرہ خود بخود اس میں اثر ہے کہ
وہ وہی جائیگا۔ اس واسطے سلاطین اس شخص کی ہزاروں حکایتیں ہیں کہ انہوں نے اس شخص

اختیار کی۔ اس سے ان کو ہزالی حاصل ہوئی۔ کسی نے ان سے یہ سوال کیا کہ کیا یہ حق نہیں
 کی اور فرمایا کہ اس میں ذات نہیں۔ ذات کی حقیقت عرض جاہت ہے۔ ذات کو جو
 اٹھانے کاڑھا بیٹھنے، فیدہ میں نہیں۔

فرمایا مجھ کو کبھی کسی فاسق کو اختیار کرنا یہ خطرہ بھی نہیں ہو کہ میں اس سے اچھا ہو
 اس خصل کو تو برا پہنچاؤں مگر فاسق کو برا نہیں جاننا اس لیے وہ اسی جتن اچھے خاص کو برا
 سمجھے۔ (ص ۱۰۸)

(۱۳) ایک حسد نشو میں فرمایا کہ تجھ کو پند ہے۔ اس اور ان کی تو اشیاء میں اس سے
 ہو۔ یہاں نے منظم دان کا اندازہ اور نہایت متواضع کہ بنیاد میں ہے جو ذات کا درجہ اختیار
 کرے۔ اس میں اس سے تو اشیاء اختیار کرنا جس سے پس نہیں ہونے کی شہادت ہو۔ یہ بھی
 تکبر کا ایک شعبہ ہے۔ یہ چیز میں اعتدال کی ضرورت ہے۔ یہ کہ اسے اہمیت ہے۔ ان کے اندر
 وضع رکھنے جو ہر کی اہل کو اور نہ تو اشیاء کی فعل تکلف سے نہ ہی جاہل۔ اس سے تکلف ہو
 غلطی حالت ہو ان پر جس سے اس سے انہیں یہ دونوں واقف نہ ہوں نہ ہو نہ مستحق تو اشیاء ہوتے
 جس صورت میں بھی تکلف ہو گا۔ اسی میں حد ہے۔ خواہ یہ نہ ہو جائیگا۔ (ص ۱۰۹)

(۱۴) فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کی خدمت سے واپسی سے بعد اپنے سب کے قریب
 میں نے دعا نہیں کہا۔ لوگ بہت اندر سے تھے مگر مجھے ملنے طرف ہوتی تھی کہ ایسے
 قریب شخص سے نہوں و خطا نہیں کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ بہت اصرار کیا تو میں دوسرے لگا۔ پھر
 مجبور نہیں کیا۔ ایک مولوی صاحب جو شاہ صاحب بھی لیا کرتے تھے میرے ترک و فساد کا جو حال
 تو نہیں نے اپنی طرف سے خود بخود گوئی سے یہ کہہ کہ۔ اب یہ جس وقت و مکان شہر میں
 لگا۔ تم دیکھنا کہ سب سے پہلے میرے بیٹے۔ یہ نامحکم کہہ کہ۔ مگر احمد نے کہ میں نے ہمیشہ ان
 اہل بیت کہا احمد۔ (ص ۱۱۰)

(۱۵) ایک بار ایک صاحب سے فرمایا کہ میں ان سے کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں
 پاؤں ملے نہ ملے۔ نہ عائشہؓ نہ عائشہؓ۔ بلکہ مجھ میں برابر عیوب ہی عیوب ہیں۔ میری آنکھوں

برائی کرتے تو یقین پائیے مجھے کبھی اسوہہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں۔ بعد ازاں
 کوئی تعریف کرے تو اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ بعد ازاں جو میں کوئی بات قابل تعریف ہے۔ تو
 اس کا یہ نہیں سمجھتا کہ اسوہہ کو کہا بات۔ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے محبوب و پوشیدہ کو
 رکھ ہے۔ اس نے مجھ کو اس کا یہ اہملا کہنا مطلقاً نہ کہ اس میں کمال۔ اور اگر کوئی میری تعریف
 کرتا ہے تو اس وقت اپنے دل میں میرے پیش نظر ہوجاتے ہیں۔ دوسرے کہ کسی نے جو میرے
 بارے میں نہ اچھا کہہ دو کہ تو عدم واقفیت کی بنا پر کہہ دو کہ اس لیے وہ غلط ہے۔ میرا
 یہ کہ میں مدت۔ یہ عامانہ رہا ہوں اور اب بھی تاؤ کر رہا ہوں۔ اسے اللہ۔ میری وجہ
 سے کچھ کسی مخلوق پر اللہ نہ کیجئے گا۔ جو کچھ

میرے ساتھ کسی نے برائی کی ہو یا اللہ کو کرے وہ سب میں نے خدا سے معاف کیا۔
 اس لیے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بے فکر بنانا چاہیے۔ میں محض شرعی سب کو اس
 سے معاف کر دیا ہوں۔ جلد اور کبھی ضرورت ہو تو میری طرف سے چوری اجازت ہے کہ جسکو
 مجھ سے کوئی شکایت ہو وہ اس سے من مکتوبات۔

پھر غور کرو کہ میں معاف نہ ہوں اور دوسرے کو خدا اب بھی ہوا تو مجھے کیا نفع حاصل ہو۔

(۱۲ ص)

(۱۵) نبی ہدف بنایا کرو میں عوام میں بہتے کوہ و دیوں، لیکن احمد خدا ہی امتداد سے غافل
 نہیں سمجھتا۔ میری اس بات کی سبکی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح نہ کر لی چاہیے اور فلاں
 حالت میں یہ تعمیر کرنا چاہیے۔ غرض یہ کہ کسی حالت کو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس حالت پر مقیم
 نہیں کیا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس حالت پر مقیم کیا ہے اس کا حق ہے کہ اسے اس کو اللہ تعالیٰ
 نے۔ اور کوئی اسے چھوڑ دے۔ اس نے مجھ کو اپنے احوال کی دیکھائی پر بخشنے سے اس نے
 اس کو اللہ تعالیٰ کی فکر رہتی ہے۔ (۱۳ ص)

حکیم الامت حضرت مولانا اثر بن علیؒ تھا تو نبی رحمہ اللہ کے ذات تعالیٰ

(۱) "سب سے زیادہ دیکھا اور دیکھا کہ وہ میں بھی ہوں، یہ سب مجھ سے افسوس کرتے۔"

حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں :

جن بزرگوں کی باتیں سن چڑھ کر ہم لوگ دین سمجھتے ہیں، انکے حالات پڑھتے ہیں، معلوم ہوگا کہ وہ لوگ اپنے آپ کو اتنے بے حقیقت سمجھتے ہیں جس کی حد حساب نہیں، چنانچہ حضرت عجمی الامت مولانا شرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد میں نے اپنے بے شمار بزرگوں سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میری حالت یہ ہے کہ میں ہر مسلمان کو اپنے آپ سے فی الحال دلوں پر کا کر کو استہکان اپنے آپ سے اُفعل سمجھتا ہوں۔ مسلمان کو تو اس لیے اُفعل سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمان اور صاحب ایمان ہے اور کافر کو اس وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کبھی ایمان کی توفیق دیدے اور یہ مجھ سے اُسکے بڑھ جائے۔

آپ مرحومہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں جب حضرت (تھانوی) کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جتنے دن مجلس میں بیٹھتا ہوں سب مجھ سے اُفعل ہیں اور میں ہی سب سے زیادہ دیکھا اور نہ کارہ ہوں۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ میری بھی ایسی حالت ہوتی ہے پھر دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنی حالت کا اقرار کرتے ہیں، معلوم نہیں کہ یہ حالت ابھی ہے یا بری ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت بیان کی کہ حضرت آپ کی مجلس میں ہر دونوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ تو فکر کی بات نہیں۔ اس لئے کہ تم دونوں اپنی یہ حالت بیان کر رہے ہو۔ حالانکہ میں تم سے بڑھتا ہوں کہ جب میں بھی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری بھی ایسی حالت ہوتی ہے، مگر اس مجلس میں سب سے زیادہ دیکھا اور نہ کارہ میں ہی ہوں۔ یہ سب مجھ سے اُفعل ہیں۔

یہ ہے تو واضح کی حقیقت اور۔۔۔ جب تو واضح کی یہ حقیقت نہ سمجھتی ہے تو پھر انسان اپنے آپ کو جانوروں سے بھی کتنا سمجھنے لگتا ہے۔ (املائی خطبات، جلد ۱ ص ۳۰)

(۲)۔ ”حضرت محمدؐ کو رحمت اللہ کا اعلان۔“

حضرت تھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے معنوں میں یہ بات بھی ہے کہ آپ نے یہ
عام احادیث کو رد کیا تھا کہ وہی شخص میرے پیچھے نہ چلے گا۔ یہ تو حدیث ہے۔ حسبِ محکم تھا
میں ہمارے باپوں کو نہیں بتا ہوا ہے۔ یا کہ وہ حضرت فرماتے کہ یہ فقہ اُنی تھا کہ وہ اب
آ رہی چلے تو دوا دینی اس سے۔ دوسری طرف اور دوا آ رہی اس کے پاس طے نہ چھوڑا۔ جس سے
بالکل پتہ نہ ہو سکی کہ جس طرح یہ عام احادیث چلتا ہے اسی طرح چلتا ہے۔

ایک مرتبہ چائے یہ اعلان فرمایا کہ آرمین اپنے ہاتھ میں کوئی سامان اٹھا کر جا رہا ہوں تو کوئی شخص آ کر میرے ہاتھ سے سامان نہ لے۔ مجھے اسی طرح پائے۔ تاکہ قادیانی کی اپنی کوئی امتیازی شان نہ ہو اور جس مرتبہ ایک عام آدمی رہتا ہے اس طرحی سے رہے۔ (انکو یہ ہالہ ص ۱۳۴)

ہمارے حضرت ائمہ علیہ السلام بہ قدس اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ یہاں قواعد و ہدیت اور فیائیت اور بدلی ثابت ہے۔ غلطی اور ناجزئی کا شہود ہذا ہے۔ آج کا جتنا سوادے اور جتنا اہل بدلی کا - خطبہ ہمارے اتنا ہی انشاء اللہ تعالیٰ کے میاں میں ہوگا اور یہ شعر عجا کر رہے تھے کہ۔

بہم خاطر تیرا یوں نیست ہوا

یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا پروا نہ کریں۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم (ﷺ) کے درمیان
 اللہ تعالیٰ کا فضل تو وہی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے غلطی اور بددلی کا۔ خلیفہ دہلوی
 کے بارے کہیں کی شان اور یہاں کی بددلی جتنے دور شہنشاہی اور زبانی مروتی کا موقع تو وہ
 ہے وہی ہو ہی نہ تھی۔ یہ وہ ان وقت کے حقوق پر غور ہے۔ مآلہد المفسر
 المعظمین ان جعی الی ربك والصبۃ عاد حشر فی عبادہ فی وادحلی ۱۰۰۰

(سورۃ الفجر ۱۶۹)

دیکھئے، اسی آیت میں اسی بندہ کو رات سے کہا جائے کہ کھمبہ بنو۔ بنو بنو میں دھنس ہو جاو

اس سے معلوم ہوا کہ کتابت کا سب سے اعلیٰ مقام ”بلندی“ ہے۔ (س ۳۳)

(۳) ”الواضح والحق کی ایک عجیب مثال“

سلفی عظیم پاکستان، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا بیٹل احمد شادانی نے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

جس زمانے میں حضرت مولانا مامور اپنے اہل و عیال سے ساتھ تھے، جن میں مقیم تھے آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کی جانب سے ۱۰ جاسیہ ۱۱ کے متعلق پوچھا ۱۲۔ اس سیدہ نے حضرت نصیر احمد سے عرض کیا کہ میں نے خدمت میں پیش کیے تھے جن کا جواب میں وقت کے مفتی خانا نے دے کر تحریر فرمایا کہ اگر حضرت حکیم احمد سے عرض کیا جائے تو اس جواب پر اطمینان نہ ہو گا۔ اس پر کچھ اشکال سے تحریر فرمایا کہ جواب لکھا اور رشا فرمایا کہ اب یہ مجموعہ محمد شفیع کے پاس دے دینا بھیجا جائے کہ وہ جواب لکھے۔ میں نے مسئلہ میں جتنا غور و فکر کیا تو مجھے حضرت صاحب کی تحریر پر اطمینان اور شریعت سے دور نہ ہوا بلکہ کچھ شبہات و مشکلات پیش آنے لگیں تو گھر پر گئے حضرت کی خدمت میں بھی بھیج دیا اور مسئلہ سے متعلق میرا جواب حضرت صاحب سے لکھوا دیا۔ اب معاملہ اور زیادہ اچھا بن گیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کا ہاتھ جھیل لیا کہ اب حضرت احمد علیہ سے فرمایا کہ خط و کتابت میں طول ہو گا۔ محمد شفیع کے تھکانے جنوں آنے کا خطرہ نہ ہو اور باقی گفتگو سے بات چیت کی جائے گی۔

جب انگریز تھے نہ جنوں حاضر ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر گفتگو کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا اور کافی دیر تک مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث و گفتگو ہوئی رہی مگر جب اتفاق یہ پیش آیا کہ اس زمانہ گفتگو میں بھی کسی ایک صورت پر رائے متفق نہ ہو سکی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مجھے بے علم و عمل کی رائے ہی کیا تھی؟ آخر ختم بھی تھا کہ جو کچھ رائے ہو اس کو یورہ کی معافی سے پیش کرنا اس میں ادب مانع نہ ہوتا چاہیے۔ اس لئے انھیں رائے پر مجبور تھا۔ کچھ دیر کے بعد مجلس اس بات پر ختم ہوئی کہ دیر کافی ہو گئی ہے اب پھر کسی روز اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ اب حافظہ دھست نہ چکا ہے پوری بات یاد نہیں، مگر یاد ہے

کا نہ حل میں غائب

(۱۳۳۹ھ) میں مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے حضرت قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سوال کیا۔ تو مولانا بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ”یہ کیہ امیات سوال ہے۔ ہم تو انکو ایسی ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے دور کے بزرگوں کے بعد از اس معاملہ نے ان اکتفا وقت واقعی اہمیت دی کہ مولانا عبدالجبار مدنی ایسی شخصیت تھی کہ یہ وہ زنداتے متوفی ہوئے بغیر نہ دنگی جبریا کہ وہ خود چھوٹے ہیں کہ:

(۱) ”کافوں نے بیشک مکی سنا تھا کہ اگلے درمیان بے لطفی ہے، چاقی ہے۔“

(تہذیب ۱۱ ص ۱۶)

(۲) ”یوہند کے حالات سے اللہ جانتا ہے کہ بڑائی دل بکتا ہے خصوصاً اپنے دونوں بزرگوں کے اختلاف، کیجئے کہ“

(تہذیب ۱۱ ص ۲۶)

تیسری جب مولانا عبدالجبار صاحب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی معیت میں پہلی مرتبہ تھوڑے دنوں حاضر ہوئے تو عبدالجبار صاحب نے یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی تفصیل خود ان کی زبانی یہ ہے کہ:

”نماز اتم ہوئی سلام پھیرا۔ دعا مانگ کر جوئی حضرت (قزوینی رحمۃ اللہ علیہ) اٹھے۔ نگاہ پہلی صف میں مولانا حسین احمد صاحب پر پڑ گئی۔ ان کی طرف خود ہی بڑے چٹاک سے بڑھے اور بڑے اللہ سے ملے۔ لوگ تو کہتے تھے کہ بڑے شگ مزارع ہیں شگ مزارع ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ نرم ہشاش چہرہ۔ یہ ہنسا مسکراتا ہوا بشر و کسی شگ مزارع کا ہو سکتا ہے؟۔ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے درمیان بے لطفی ہے۔ ناچاقی ہے۔ کانوں نے بے شک یہی سنا تھا لیکن اس وقت آنحضرت یہ دیکھ رہی تھیں کہ وہ دشمن نہیں دو دوست لگے مل رہے ہیں تعلیم و تکریم مولانا حسین احمد مدنی کی طرف سے تو غیر اوقتی تھی عادت تھی ہونے کی وہ پر بھی بورس میں چھوٹے ہونے کی بناء پر بھی۔ لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا تھا کہ دوسرے بھی آداب و رادہ مکرر ہم میں کوئی کی نہ تھی۔“

(تہذیب ۱۱ ص ۱۶)

حضرت قمر نوش رحمت اللہ علیہ۔۔۔ تاج واکبر اس کے بعد حضرت مدنی کا انھوں نے وزیر و بھی
قمری قمر۔۔۔ جب وہ مدنی کا صاحب نے سر پر ہاتھ مہر لہر بعد صاحب حضرت قمری
رحمت اللہ علیہ نے باس پندرہ دنوں کے لئے تھکے تھکے پانچویں وافر بات میں تو انھیں تھکا ہوا
میں حضرت مولانا مدنی کا یہ بحث وصول ہو۔

حضرت مولانا مدنی کا یہ بحث مولانا رحمت اللہ علیہ نے رکات۔

را۔۔۔ مولانا مدنی کا یہ بحث مولانا رحمت اللہ علیہ نے رکات۔۔۔ جب وہ مدنی کا صاحب نے سر پر ہاتھ مہر لہر بعد صاحب حضرت قمری
رحمت اللہ علیہ نے باس پندرہ دنوں کے لئے تھکے تھکے پانچویں وافر بات میں تو انھیں تھکا ہوا

مولانا مدنی کا یہ بحث مولانا رحمت اللہ علیہ نے رکات۔

مولانا مدنی کا یہ بحث مولانا رحمت اللہ علیہ نے رکات۔۔۔ جب وہ مدنی کا صاحب نے سر پر ہاتھ مہر لہر بعد صاحب حضرت قمری
رحمت اللہ علیہ نے باس پندرہ دنوں کے لئے تھکے تھکے پانچویں وافر بات میں تو انھیں تھکا ہوا

اہل ایک مدنی عرضی حضرت قمری کا یہ بحث مولانا رحمت اللہ علیہ نے رکات۔۔۔ جب وہ مدنی کا صاحب نے سر پر ہاتھ مہر لہر بعد صاحب حضرت قمری
رحمت اللہ علیہ نے باس پندرہ دنوں کے لئے تھکے تھکے پانچویں وافر بات میں تو انھیں تھکا ہوا

مولانا مدنی کا یہ بحث مولانا رحمت اللہ علیہ نے رکات۔۔۔ جب وہ مدنی کا صاحب نے سر پر ہاتھ مہر لہر بعد صاحب حضرت قمری
رحمت اللہ علیہ نے باس پندرہ دنوں کے لئے تھکے تھکے پانچویں وافر بات میں تو انھیں تھکا ہوا

مولانا مدنی کا یہ بحث مولانا رحمت اللہ علیہ نے رکات۔۔۔ جب وہ مدنی کا صاحب نے سر پر ہاتھ مہر لہر بعد صاحب حضرت قمری
رحمت اللہ علیہ نے باس پندرہ دنوں کے لئے تھکے تھکے پانچویں وافر بات میں تو انھیں تھکا ہوا

وہ اسلام کو دیکھ کر حیرت منہ آشف پیدا کرتے تھے۔ ان کے لئے جو ان کے لئے تھے وہ ان کے لئے تھے۔

(مکتبہ اہل بیت ص ۱۹۲) (مکتبہ اہل بیت ص ۱۹۲) (مکتبہ اہل بیت ص ۱۹۲)

(۵) "حضرت تھانوی اور مجتہد دارالعلوم دیوبند کی دین پرورش شریف شمس تھانوی آوری"

حضرت مولانا عبید اللہ علی رحمت اللہ علیہ سندھ اور سواتی ریاست میں تھانوی کے حلقوں میں بارہ سو سال جو بیانی و رسمہ کام کرتے رہے تھے اور ان حلقوں میں تھانوی دانشمندی بزرگان کے حلقوں میں تھانوی علم پائے آری تھے۔ اب غرض تھانوی کے اس لقب پر اور اس تحریف کے علاوہ ان ریاست کے قائدین دانشمندیوں کا کچھ وقوف نہ رہا جائے جسکے خود مولانا مرحوم تھانوی تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سندھ رحمت اللہ علیہ کے انبار میں خیر پور میں ان سندھ اور سواتی ریاست میں بہار پور میں "دارالعلوم دیوبند" کے تھانوی کی غرض سے مولانا سندھ رحمت اللہ علیہ کی رہنمائی میں حضرت مولانا شامی شریف علی تھانوی رحمت اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد احمد رحمت اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند (فرماندہ) تھانوی رحمت اللہ علیہ) پر مشتمل ایک سرکاری وفد روانہ فرمایا۔ دیوبند کے نامور قزلباش سب سے پہلے دین پرورش تھانوی تھے۔ مولانا سندھ رحمت اللہ علیہ نے حضرت رحمت اللہ علیہ کو پہلے سے ان بزرگوں کی آمد کی اطلاع سرفروشی تھی مگر حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ اور مجتہد صاحب کو یہ نہیں تھا کہ ہم پہلا قیام کہاں کریں گے؟ یا جن کے ہم بھائی تھے۔ وہ ان کے پاس گئے۔ ان کے پاس ہیں۔ مولانا مرحوم دیوبند میں کہ جس وقت ہماری گادی سرحد سندھ میں پہنچی تو مولانا تھانوی نے کہے کہ باہر غلامی بڑی قویہ سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا، عبید اللہ علیہ مجھے یہاں ہی اللہ والے کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں خاموش رہا۔ جب ان پر سے انکسیر پڑا تو بہت زیادہ مضطرب تھے۔ دو بار فرمایا، عبید اللہ علیہ! مجھے کسی اللہ والے کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت! اللہ والے اللہ والوں سے ابھی خالی ہوئیں۔

دیوبند انکسیر پر حضرت رحمت اللہ علیہ کی محبتی مولانا دیوبند میں۔ خیریں بزرگ

گھوڑیوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی پیشوائی سے لئے دیئے
مستقر سے چل کر سڑک پر پہنچ گئے تھے۔ ابھی ۱۱ بجے سے سا منادواتھ کہ حضرت تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ فوراً گھوڑی پر سے اتر پڑے۔ بار بار سرف سے فرماتے تھے ”جیہ اللہ“ تو نے
ایسے مادیاں ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا کہ یہاں اس پالنے والی اللہ عزوجل ہے۔ یہ جس فرما
کر لئے تھے کہ فیضِ مددِ حب تو جہر ہے۔ جی صواب حضرت امیر اللہ تھی نہ پاپا یہ کہ
دی کالہ جیہا۔

عرض: میں پورے بیسٹھ سالوں میں ان بزرگوں کی آمد سے ایک بڑے تعلق مودت و عقیدت کی بنیادیں
ڈال دی تھیں۔ مانتے تھے ساتھ ساتھ یہ تعلق بڑھتا ہی چلا گیا۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ
علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے درمیانِ احیاء کا بیام کا سہ جاری کیا۔ باپانچ
ایک دفعہ مولانا ابوالحسن ندوی کو لکھتے ہیں ”اور“ حضرت فیض صاحب کے بیٹے ماسلام سے ان
کی یاد آ رہی ہوگی

اللہ تعالیٰ ان کی برکات میں تشاغل و شغلا“ (پرانے پیر ۱۳ ص ۱۴۳)

”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مندھواہراں ملاتے (مغربی پنجاب) کے اپنے حتمہ شہرین
کو حضرت دین پوری کی زیارت اور صحبت کے لئے آٹھ تا کید فرماتے تھے۔ ایک بار
حضرت نے حضرت تھانوی کے پاس یہاں کی ”شہوہ“ ”مسواکیں“ ”گھنچیں“ ”مسواکیں“ حضرت
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دندانِ مبارک سے چبا کدی تھیں۔ حضرت تھانوی نے یہ تجدیدِ حصول
فرمایا تو میرنگ حضرت اپنی آنکھوں کو نکالتے رہے اور چہرہ ستارہ کار دئی اور فرمادہ سے
فرمایا ”اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنا“ حضرت! ”اشراف علی جوڑی ہو گیا ہے اور آپ
بھی ضعیف اور سنا سنکھڑا ہو گئے ہیں۔ غلامی ملکات تھیں نہیں۔ چہ میرے سر پر کاپا ہاں دست
شفقت رکھ دیں تاکہ قیامت میں تجاوت کا سامان ہو جائے۔“

حضرت دین پوری اسی موقع پر کہ اپنی کھانہ ان بزرگوں کے ہمراہ بکھر رہے تھے۔ حضرت
امرونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ساتھ دیا اور اس طرح ”سندھوہ کر پائی میں کھلی بار ملو اور معلوم

اوس کا (منقولہ فی حق الامت، جلد اول صفحہ ۱۶۶)

(۸)۔ ”اپنی اخلاط کی اصلاح کے لئے ”تربیع الارواح“ کے سلسلہ کا قیام کیا۔

شیخ محمد بن حضرت مولانا محمد زمریہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

میں نے اپنے ساتھ دو کاموں کا سنا ہے کہ بتلی پڑھائے کے دوران میں اُن کوں صاحب علم ایسا اشکال کرتا ہے کہ جواب سمجھ میں نہیں آتا تو وہ ان اشقی میں اپنے استاد سے دعا کرتا ہے کہ ”اے مولانا اگر تیرا دل روتے رہا حضرت تو تو ہی نور اللہ مرحومہ مدظلہ فائز سے مل کر میں نے تربیع الارواح کا سلسلہ ہی کے قیام کیا ہے کہ میں کو میری تعانیف میں غلطی معلوم ہو چکے تھیں کہ روتے ہوئے کو اپنی غلطی کا حیمہ نہ ہو جائے تو اس سے ہوا میں رجوع کر لوں چنانچہ مجھ سے جہاں کہیں کوئی غرض ہوتی ہے ان جہاں انہوں نے بہت فرائض سے آراہنہ ہے کہ وہاں مجھے شرح صدر پائی غلطی کا نہیں ہوا وہاں دوسرے کا قول بھی افسس کر دیا ہے کہ جو قول جسے جی نو لگے وہ وہی نا ختم کرے میں نے ہمیشہ یہی یہ کہ فرمایا جو دینی بات کو غور نہیں کیا یہ بہت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی ہے ۔ چنانچہ یہ نسبت اپنے بھی کار میں تھی لیکن جیسا کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اس نصرت کا تمنا کیا تھا اور حضرت میں ایسا ہی تھا دوران میں میں جہاں میں ملازمین کا شرح صدر نہ ہوا وہاں اپنے ہی مافقت دوس کے پاس مقرب رہنے کو پائیے اور یہ تکلف نہ کہ مولانا یہ تمام میری کچھ میں نہیں آیا اور اس کی فکر کو دیکھیں چنانچہ بعد ازاں ہرے دوسری آکر طلبہ کے سامنے اس کو ہر اس وجہ اور فائدے سے کہ مولانا نے اس وقت سنی یہ تقریر کی ہے اس طرح اگر کوئی صاحب مہم کی مدد میں مولانا کی تقریر کے معارض نہ کرے تو ہر روز سچ ہوتی تو اپنی تقریر سے غور اور اس وقت میں رجوع کر لیتے ہر صاف شخص میں فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوتی اور صرف آپ پر دہی نہیں بلکہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ دوسرے جو اس وقت اور ہر وقت ہوتے ہیں وہی مولانا کو ایسی باتوں سے غور کرنا آتی تھی۔

ہاتھ یہ ہے کہ جن کی بڑی شان ہوئی ہے وہ کہیں ایک باتوں سے نکلتی ہے اُن کی ہی ایک ہی شان ہو اور اس میں سے ایک ترقی دے دے تو اس کو اس کی کیا پروا ہوگی۔ ہاں جن کو ایک ہی شان ہے ان میں سے اگر آج ہی یہ تک پہنچ جائے تو اس سے کیا بچے آج ہی پہنچا تکہ غور و جاہل کی۔ (الافتات ۳/۹ ص ۴۸)

(آپ بقی جلد ۱ ص ۴۳۵)

(۹)۔ ”حضرت نیکم الامت کے لفظ تربیت کی وضاحت“۔

حضرت نصیر الامت تھانوی رحمہ اللہ مرقدہ کے دور میں سیاست پر اتنا زور تھا اور نیکم الامت ہونے کا تقاضہ تھا کہ مریدین مسرت شدین بنے اور چھپ وراہ میں نہ تھکے۔ جس کی وجہ سے غور میں مبتلا ہو کر بھی حضرت نور اللہ مرقدہ کی شان و توانع سے نہ اکتاف رہتے۔ لیکن یہ ہے ان سب اکابر کے اہمیاں میں وصال حسین و عید جس قدر کوٹ کوٹ کر چھڑے گئے تھے بسا اوقات ان میں سے کسی کی ظہور نہیں ہوتا تھا یہ منظر اس نہ کار ہوا تھا جس میں بھی مریوں مرید نہ تھا۔ کہ سو سرین کے ساتھ شہر سے اور فوج سے اور انقلاب میں توانع اور تحریکی کا منظر ہوتا تھا کہ کمال دیکھ اور قہر، شک تھا چہ نہ حضرت نور اللہ مرقدہ نے اپنے لفظ تربیت کے متعلق بار بار فرمایا کہ یہ لفظ میری خدمت کے ہاں کل خلافت ہے اور مجھے جدید و برقی خلقت نور نہ امت بھی پہنچی ہے اور دوسروں کو بتاؤں کہ بھانے کی طرح نیچے گئے اس حراج بھی کیہ ملے تھا، بچے یوں سمجھ گئے کہ میں بھانکا تھا، بھانے اس تھوڑے کے یہ تو بچہ بھی گر ملتا تھا لیکن میں وقت پر مصلحت انسان کا یہ طلب ہوتا ہے کہ اور کوئی مصلحت پیش نظر رہتی ہی نہیں اور یہ بھی ممکن ہے جب تک کہ میں نے اپنے اس مصلحت کی خدمت سمجھ رکھی ہے اور اگر کبھی اس سے قطع نظر کرتی تو پھر میرا کہ اللہ خوش، خلاق بھی میں نہ دیکھا ہوں گا۔ ہر اصل نافع تو یہی ہے کہ کسی سے چھ توڑش ہی نہ کروں اور اپنے آپ کو سب سے کمزور سمجھوں۔ قول امام رضا علیہ السلام

”عدو ما شتی بخت ترا چہ کار“ دینا ہاں یہ ملو ملو ملو ملو

(اشرف السوانح ۶۳:۱۵)

(”آپ جی“ ص ۳۶۹)

(۱۰)۔ ”میں اپنے برا بھلا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہتا ہوں“۔
حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ مجھ میں حدت ہے شہوت نہیں۔ چک دو سراہ کی
جذباتی قومیں اتنی رعایت رکھتا ہوں کہ دوسروں کی نظر بھی ان دکالین، حدت تک نہ پہنچتی
ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ وہ دوسرے کے احتمالات اوریت پر بھی قورامیری نظر پہنچ جاتی ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ ان سے انتہائی توفیق بھی عطا فرما دیتے ہیں اور اسی لئے مجھے لوہ بھی غصہ آتا۔ ہے
کہ میں تو انکی اتنی رعایت کروں اور یہ میرے ساتھ ایسی بے گھری برقیں۔

(اشرف السوانح ۳۶:۱۲)

”میں تھانوی کا مشہور معقولہ ہے کہ میں اپنے برا بھلا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا ہوں
(۱۴۸/۲) (”آپ جی“ ص ۳۷۰)

(۱۱)۔ ”کیا آپ نے مجھ کو فرعون سمجھ لیا ہے؟“

آپ کے خلیفہ چاند حضرت: قدس سولانا شاہ عبد الغنی صاحب مجھ پوری رحمت اللہ علیہ فرماتے
ہیں۔

ایک بار حضرت رحمت اللہ علیہ سڑک سے بدلتے ہوئے گز رہے تھے۔ سرکاری بھی سڑک پر
جہاز لگا رہا تھا۔ ایک عالم تاجر خیرمیں رہتے تھے نے آگے بڑھ کر ستر سے کہا کہ بھائی ڈرامی دیو
نٹوی کہ دو جا کہ ہمارے حضرت گرو سے بچ جاتے۔ حضرت مولانا نے من مایا اور فرمایا کہ
آج کل کیا حق تھا کہ میں کے سرکاری کام میں بھل دیں وہ اپنی ملازمت کا حق ادا کر دیتے۔ کیا
آپ نے مجھ کو فرعون سمجھ لیا ہے۔

انڈیا میں عہدیت کی شان تھی۔ ایک غائب علم نے خط میں باطنی حالت
اور قصبی مسائل کا استفادہ دونوں جمع کر دیے تھے جس پر حضرت نے فرمایا کہ میں نے ان کو یہ
جواب لکھا کہ آپ ایک خط میں قصبی مسائل کو اور انوال باطنی کو جمع نہ کیا کریں۔ اور فرمایا کہ

مشغول رہے۔

تقریباً بیس سالوں بعد خطہ شمال میں دوسرا خطہ کا بیلام نہر خلافت علیہ السلام پر
موجود تھا۔ موصول ہوا جو یہاں سے جہاں پہنچا دوسرے ہوا انہیں آپ نے سکیموں سے
قدست میں دیکھیں۔

اہل فرما دیے کہ:

"خلفائے اول میں تو آپ کی ارادت سے بھی عمر و مرہا پھر خلافت کا شعلہ اپنے ہونے
ہوں، ہونے تک کہ میرے ہمارے کا کوئی دور ہو جس کو خلافت، نہ بھی چاہیے ہو۔"
حضرت نے فرمایا:

"اگر اب تک میرے مرید نہ ہوتے تو کیا مضائقہ، اب کامل ارادت و خلافت
تقدیر میں جاتی ہے، خدا و مہارک کرے۔"

آپ بیٹھ کاڑھے کا کرے، بیجاں اور ملہ میاں جتنا استعمال کرتے تھے، انکس و صورت سے بھی
کوئی وجہ نہ تھی پانی جاتی تھی غریب بھی تو تھیں کے قلوب آپ نے طرف مائل ہوتے تھے۔
(بزم ہاشرف کے چار اشعار ۲۳۸)

پانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے
واقعات

(۱)۔ "تواضع و تواضع"

مفتی اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تہذیب میں بقطر از بین
"مولانا اپنے کو حقیقتاً کسی عزت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے، اپنے علم، شجاعت اور اتنی بڑی ہمت
کے ساتھ رہنے کا احساس بالکل نہیں تھا، ایک خط میں ایک مرتبہ ان کا کسارت و تواضع فرمایا تھا
"بندہ، چیز سے بڑے میں بتا رہا ہوں، و قول فرمائیں تو دن تنہا ہے کہ معمول عام سے نواسہ
کسی نقد کا اطلاق انداز کی بنا پر ہے۔"

طبیعت کا یہ رنگ ان کے خطوط سے بے تکلف بھٹکتا ہے، شیخ احمد علیہ السلام کا طرز و

صاحبِ عمر میں چھوٹے رشتہ میں بیٹھے اور آپ نے شامِ رجب میں اپنے گھر میں ان کو قریب فرماتے ہیں۔

”شرابی ہمارے سب سے اعزّت ہوا آں لایۃ کی تشریف آوری کا یہ حدِ انتہا یقین ہے، اگر بتول آپ کے ہیں“ حضرت ”ہوں تو خدا اللہ آپ“ حضرت نے فرمایا ”مجھ سے“ اور ناکارہ کو خون کا پھٹنا اثر آپ کی قویہ اور نرمی نے بوجہ حضرت (مولانا) قلیل احمد صاحب سہارن پور کی رحمت اللہ علیہ کے بعد سب سے پہلے آپ کی نے الطاف و انعام فرمایا۔ پھر جی شیخ رشید احمد صاحب نے ظہار تعلق کیا اور یہ سب آپ کی عظمت کا اظہار ہے۔ آپ کی تشریف آوری کا جس قدر انتہائی ہے اسی قدر خیال ہے کہ مائے دولت سے میری گندہیاں اور خطاب اس کی عمر اسی امید پر جگہ جاتا ہے کہ آپ جیسوں کی محاسن و برامہ نشیں سے شایہ اپنی بھی بہت وصول ہو جائے۔“

ایک دوسرے خط میں موصوف ذکر فرماتے ہیں۔

”رمضان المبارک کی دل انگیزی اور اس پاک ماہ کی برکات و انوارات سے استفادہ و اہل دل مبارک ہو حق تعالیٰ شانہ اس عزیز کو مزید توفیق و انواراتِ ربانہ سے کامیاب و قائم و قائم کرے اور روزِ قیامت قرب سے پہرہ اندازہ کرے۔ ہم جیسے ضعیف و کمزور ہوں نہ پوچھو، بس جو اتنا تیرا فقر کی جا و ہمتوں سے حق تعالیٰ اس ضعیف و کمزور کی بھی جی و پی فرمائیں۔“

یہ صاحبِ شفیق و ہمدردی کا بیان ہے

آپ نے آخری وقت تک اپنی طرف سے اطمینان نہیں کیا اور جس کے پاس سب از گھر تھی۔ مداخلت نہیں ہوئے بلکہ جس قدر انہوں کا رجوع بہ حصارِ باپنی طرف سے زیادہ و غیرہ اطمینان اور خائف ہوئے گئے اور اکتاہٹ نہیں کا کام بڑھاتا رہے بعض اوقات اہل حق اور اہل بصیرت کو بڑی ہی جست سے اس طرف متوجہ فرماتے کہ وہ آپ پر نظر رکھیں اور اگر کہیں مجھ کو کہہ کر شائبہ نہ آئے تو متنبہ کریں۔

ہوگا۔

”خیر زمانہ خلافتِ حق میں جب کہ خلافتِ انور میرٹھیں ملنے لگی تھیں ایل واز اوچھ میں اتنی ایک ممالک میں پہنچنے کا نام نہ لے۔ انہی افسانے آتی تھیں حضرت و مشہور کرتے تھے، اس وقت مجھ پر حضرت کی نظر پڑی اور اشارہ سے بلایا اور فرمایا ”موتی صاحب خط سے دعا ہے کہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بلا جو یہ خطوط ملنے کو برسوں پہلو دے رہے تھے وہ خطوط اور ایسے ہی حضرات جو بزرگوار حضرات کو رضی اللہ عنہم کو بھی یہ خطوط پہلو دے رہے تھے وہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کو پہلو دے رہے تھے۔“

حضرت کا اشارہ یہ سننے کے بعد جب اس شخص سے میں نے حضرت کو ملو فرمایا تو یہ دو خطوط محسوس کیا کہ فی الحقیقت ایسی یہ رضی اللہ عنہ میں حضور نے حضرت سے حضور سے ایسی بہت کچھ سچ حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت کو جو کچھ چاروں ممالکوں میں ملے تھے یہ سب میراثی تھے ان کی مدد سے شہرہ فرما رہے تھے اور شہرہ فرمایا کہ یہ چارے مجھے ملے کھڑے ہیں میں ان سے خبر دہوں کہ تم لوگ اللہ کے لئے مجھ سے محبت اور میری خدمت کرتے ہو اور تمہارا یہ گمراہ ہے کہ میں تمہارا کچھ پابند ہوں مجھے تم نہیں پابند سکتے، لہذا دیکھو وضو اس آیت سے تمہارا یہ گمراہ کہ اللہ ابھرا تمہارا ہے کہ چہ۔ اس بعد ہی تمہارا بھی ہوتی ہے یہی کہ تمہاری نہیں ہوتی اس سے تمہارے میں نہ اسے جینے تاکہ تو اس نواز کے اجر میں شہرہ بھی ملے کہ۔ اور میں یہ کہ تمہاری کہ اللہ ابھرتے یہ ہوتے اور جو جسے ہند سے میرے متعلق ایسے گمراہ کرتے ہیں ان کے گمراہی مارے دیکھو اور میری گمراہی کو قبول فرما کر تمہیں بھی اس میں شریک فرمادے گا۔

پھر فرمایا ”اندر میں تجھے لگوں کہ میری نذران سے اچھی ہوتی ہے تو اس کے یہاں مردود ہو جاؤں میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اللہ پاک اپنے ان ممالکوں میں ہندوئی کے لیے میری نذرانوں کو دے فرمائے گا۔“ (اصول سے حیرت انگیز و شگفتہ ص ۳۱)

(۳)۔ ”آخرت کا اختصاص“

پہنچے وہاں۔ جب نے ان کی معیت میں نماز استسقاء ادا کی۔ بارش کو نہ ہونا تھا تو ہوئی۔ ان
 بزرگ نے دوسرے روز کے لیے بھی نماز کا احکام فرمایا۔ تو اس دن بھی وہی پچیس دن والی
 بات فرما کر نماز ادا کرنے کی تلقین کی۔ اور پھر بارش ہو گئی۔ تیسرے روز کے لیے
 پھر نماز کا احکام ہوا تو میں صاحب تیسرے دن بھی نماز کیلئے میدان میں پہنچی گئی اور خود ان
 بزرگ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں نماز میں پڑھ دوں گا۔ ہر شخص حیرت سے دیکھ
 رہا تھا کہ میں صاحب تو کبھی حج و عمرہ نہ لوگوں کے دھرم پر بھی نہیں پڑھتا آج انہوں
 نے خود نماز پڑھانے کی پیشکش کی ہے۔ ہر ایک نے استسقاء میں صاحب کی اہمیت
 میں شرمندہ ہوئی۔ یہاں صاحب کے عقیدت مندوں کے دل میں پارہ پارہ خیال پیدا ہو رہا
 تھا کہ آج بارش ضرور آجائے گی۔ تو یہ میان صاحب نے کشف کے ذریعے معلوم کر لے
 جو جہد کی ہوئی۔ لیکن آج بھی جو پابندی شدت کے ساتھ تہمتی برحق اور ہزل کا درجہ بھی نام
 و نشان نہیں تھا۔ مجبور ہو کر پورا مجمع غلغلہ دل اور معلوم ہوا نہیں ہوا۔ والد صاحب نے اس
 خلاف عادت عمل پر استغفار کیا کہ آپ تو کبھی نماز ہی کا نہ میں بھی امامت نہیں کرتا۔ آج
 یہ کیا ماجرا تھا۔ تو فرمایا کہ امیر امتداد اس کے موافق نہیں تھا کہ جو عالم دین و روز سے نماز
 پڑھا رہے ہیں لوگوں کو ان پر بدعنوانی نہ ہوگی بھی اس میں شریک ہو جو اس کو نہ سمجھے اور نہ
 تھا کہ بارش اس وقت ہو رہی تھی نہیں۔ نہی عالم نے مقدس ہستی کا اس میں کیا تصور ہے۔ اب
 اگر بدعنوانی ہے تو تجار ایک عالم کی نہ دانا۔

سوچئے ان اہل اللہ اور مجدد دنیا و دوس میں کس قدر بلند فاضل تھیں ہے۔ ہر رتی تمام کوشش اور
 سعی کا محض صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے مخالف کا کوئی کمزور پہلو تلاش کر کے اس کو مجروح کرنے
 کی کوشش کی جائے۔ دماغ اس لیے بہت کمزور چارٹر ہے۔ آزدیا

جائے اور اگر کاروبار چلے تو اس کو پوری حرج و مرج و رسوا کیا جائے لیکن میں اختلاف
 جب اسلامی احکام پر میں ذمہ دار ہوں تو کس درجہ حسنین اور دل فریب ہو جا رہا ہے کہ جس پر
 ہنگاموں اور قربان ہو سکتے ہیں۔

نالیہا اہل امان کے بعد کبھی اتنی سہولت سے بھی بہا نہیں ہوئے (یہ فقیر تجلیہ ص ۵۰)۔
 (۲) ”شیخ الاسلام کا خلاص اور زاہد انداز لکھی۔“

پاکستان بننے کے بعد یہاں سے حدودِ اُردو کی تحقیق کرنے والے ہندوؤں سے جانات مر
 مہ وک جانیہ لاریں کر لیں اور ہر شیعہ قبیلہ میں کھلی پائی ہوئی تھیں اور پاکستان میں آئے وہاں
 مجاہدینِ امان نے ہر جانتے یا جاننا ہوا تہہ پہن کر رہے تھے، وہ وہاں پر نشان میں آکر بیٹے والے
 آئے خطہ است و کھجی پڑی رہی وہاں اور ہنگام میں صبح و شام آئے اور شیخ الاسلام اس وقت
 بھی اپنے مختلف دوستوں کے مکانوں میں فارغ رہتے رہتے۔ اس طرح مختلف مقامات پر
 رہنے والے اور آخر عمر تک زندہ رہنے والی کئی وفات کے وقت بھی ایک صاحب کے مکان
 کے ایک حصے میں مقیم تھے جس کے دو کمرے انہوں نے حضرت شیخ الاسلام کو رہنے والے
 رکھے تھے۔ اپنے لئے نہ مکان چھوڑا۔ شب و روز پاکستانی علماء و علما ان گھروں میں
 نوشیوں میں جہتِ مصروف رہتے اور حضرت شیخ کو تھوڑا سا انداز لگاتے ہوئے یہاں
 سے رخصت ہو گئے کہ کوئی مکان نہ دوکان نہ بینک نہ پتلیں نہ سڑک نہ سڑک۔

(یہ فقیر تجلیہ ص ۵۳)

(۳) ”غریب کی دلجوئی۔“

حضرت شیخ جہدِ الرحمن میں موعود حضرت علامہ مولوی زبیر علی خاں صاحب کے ساتھ بیان کرتے

ہیں کہ

ایک جلسہ کے وقت م کے بعد جب وہ واپس ہوئے گئے تو اسی کتب خانے میں
 محض ”عہدِ استقامت نامی“ آگیا اور اس نے آپ کو دیکھ دیکھ کر دودھ دیا اور آپ نے فرمایا تھا
 کہ جب یہاں آؤ گا تو تمہارے پاس غریب رہنے والے کوٹھن کمرہ کی گنجائش ہے کہ پندرہ سو روپے
 نے انہیں یہ موت تانے کے لیے کہہ کر نکال دیا۔ ایک شخصین مراد علی تھا، ایک دینی شخص
 جس نے نام نہاد فقہان سے فرمایا کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ اس شخص کو اس کی اس شے
 کو انہیں چاہئے۔ یہاں سے وہ نکلے مراد علی کو دیکھا۔ وہاں وہ چلے گئے۔ میں نے تجویز کی۔

کی برکت پر یہ آیات ہمارے ہوتی تھیں وہ نہ تو میں پر ایمان نہ تھا کہ جو حضرت خاندانی برکت
 اللہ نے اعلان فرمایا کہ آپ ان سے روئے کی عبادت ہے اور میں وہ تو اسے ان کوئی ان کی
 کڑیاں کرے گا تو اس کے قول خط (طالع) پر کیا نہیں ہے، ہاں آپ میں نور قمری و
 حضرت قدس سرہ و بھیش کی کہ یہ یہ قول فرمایا، لیکن یہ قول فرمایا اور آپ کو حق سب کرنے
 فرما۔۔۔

میں نے اس مسئلہ آپ کو یہ جو پہلے کسی نے نہیں دیا تھا اللہ تعالیٰ کا یہ کام بدلا۔۔۔
 اور مجھے کسی میدان کی کہ آپ نے یہ داشت کر کے آئے۔

(بڑا شرف کے جہان ۶۳)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ کے واقعات:-
 (۱) "معاذ اللہ کسی شہادت میں کسی اس درجہ کا قاضی نہیں دیکھتا۔"

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ آپ سے تیار ہیں آپ پر ہیں
 فرماتے ہیں:-

"تیار ہوتا ہے حضرت مفتی صاحب کی علمی عظمت کا پوری غارت گری، ہمارے
 ہر دور کے تمام کے لوازمات سے بیحد زیادہ متاثر ہوا ان کے پاس مایہ و تفسیر
 ہر۔۔۔ دل پر سب سے زیادہ گرا ہے اور انکی بے انتہا دانش اور سب سے بڑی ہے، ان ہر
 میں اس کا جوتہ نظر و اسرار ہے واقف یہ ہے کہ ان کے اندر۔۔۔ لئے میرے پاس
 اللہ انہیں جس۔۔۔ اس کی بڑے بڑے ہر اللہ نے ان و تفسیر پندرہ سالہ قاضی تھے وہ تھے
 متواضع اور سب سے تھے۔ ان۔۔۔ لئے ان کے لئے کسی چیز تھی۔۔۔ تھی بھی محمد بن
 دوک کہ وہ اپنے کو بھی سمجھتے تھے۔ بعض دگات اپنے بہت تیاروں نے اللہ اس طرح
 پیش آئے، وادیا و عامہ کرنے کو انہیں شہادت کی اس عبادت میں تھی ان کی آیت میں
 انہی اس درجہ کا قاضی نہیں دیکھا۔۔۔ وہی خاص وقت میں سے عاجز رہتے تھے یہ
 ہے کہ بعض راویوں میں مشہور کسی مذہب و علم نے متعلق آن ہے نہ کہ۔۔۔ بعض

وزیر خزانہ اور ایسی پہنچے سادہ لباس میں بھر جاتے و غیرہ بھی یہی نہیں نقل تھا کہ یہ بیانیاتی مقبول ہو رہا ہے نہ یہ دوستی ہے نہ اپنے کام تو اپنے ہاتھ سے کرنے کی جگہ بیانیاتی تھے اس لئے کسی کا کیا ہوا کا بہ مشکل سے پہنچا تھا۔ (سہ ماہی)

مخدوم الحکومت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے واقعات (۱) "مخدوم تصوف کا حاصل خود نمونہ ہے۔"

حضرت خلیفہ عہد انتہا میں جب ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کے تہذیب میں تحریر فرماتے ہیں

فرمایا کہ سید سلیمان ندوی نے حضرت خلیفہ کوئی سے جب پہلی ملاقات کی اور اس وقت میں بھی حاضر تھا تو سید صاحب نے عرض کیا کہ تھوڑی محنت فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ مجھے قاضی کوئی نصیحت کریں "لیکن اپنے بزرگوں سے بوسہ لے لی تاخیر کر کے جان اور دوسرے ہے کہ تمام تصوف کا حاصل اپنے کو مومن دینا ہے جس میں صاحب پر کریم طاری ہو گیا۔ میں نے اسی وقت یہ شعر کہیں

بہت چاہتا تھا جو کسی پر راضی نہ ہو
دو آنسو لہر گئے لیکن فکرت میں کا افسانہ (عارفی)

اس کے بعد یہ شعر سن گئے۔

نہ کچھ دوا شایہ تک میں اس میں دوا عالم کا

معاذ اللہ صحت کا یہ انداز تریقہ

خبر کیا تھی بلائے کی محبت ایسا دوا

مجھے بتا چاہے گا خود محبت کی کافرانہ (عارفی)

پھر سید صاحب قاتل بھون گئے۔ تین دن مجلس میں شریک ہوئے تیسرے دن کھڑے ہو کر سداری پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔ فرمایا تمام فراموش سمجھا تھا اب معلوم ہوا کہ سب جہل تمام تو ان بڑے میوں کے پاس ہے ورنہ سید صاحب نے فرامالی

ہوئے نہیں اے ان سے تو میری نچر نہ پیدا ہو۔ وہ جس ہوا
آج کی پاؤں حرافہ آج میں جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا
(ایمان حضرت عابدی فیہ س ۳۱۹)

(۲) نہ پہچانی انہارے طہریتی میں تو اولیٰ آخر اپنے آپ کو منہ دینا ہے۔

شیخ الامام نے اللہ کی صفاتی مدنی کی حد سب زید محمد بن محمد فرماتے ہیں

حضرت سید زید بن محمد کی رحمت اللہ علیہ جن کے علم و فضل کا طوطی بولی رہا تھا اور
فرمان کا بیج رہا تھا، وہ خواہ اپنے وقت کے ہیں کہ باب میں نے مسیرت انہی صلح "پہ جہوں
میں فصل آجی تو بار باروں میں یہ جلس ہوئی تھی کہ اس وقت اس وقت اس کی یہ بات تھی کہ ان
کی یہ بات کا وہی نہیں یا وہی نہیں میری زندگی میں بھی آئی یا نہیں وہ نہیں آئی تو اس
طرح کہ اس کا قصہ ہے کہ کسی دینے والے کی عمارت ہوئی، اور یہ میں رہا تھا کہ حضرت
مواہیہ اشرف علی سداپ تھا تو ہی تھا نہ بھوانی کی مائتہ میں تھیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے ان کا
فیض پینا اور جب پینا پینے پر مر رہا تھا نہ بھوانی جانے کا ارادہ کر لیا، مگر کہہ تھا نہ بھوانی چلی
گئے وہ حضرت امیر نے اس کی حلق کا ٹکڑی کر لی، اور وہاں تھیں، اسے سب دایسہ رخصت
ہوئے یہ نہ حضرت نے نہ ان کی رحمت اللہ علیہ کے عرش پر کہ حضرت انہی نے فرما دیئے
حضرت محمد بن قمر سے فرمے کہ ان وقت مجھے دیں آیا۔ میں اس کے بعد سے عابدیہ لکھتے
تھیں "عبد اللہ"۔ اس سے پوری دنیا میں ان کی شہرت ہے۔ پینا لیتے ہیں کہ اس تعالیٰ
سے کہ ان کے بعد میرے پاس میں ایسی بات لیں، لیکن ان کے حق میں جس کا وہ منہ ہو
اور میرے حق میں انکی کا وہ منہ ہو۔ میں نے بعد حضرت محمد بن قمر رحمت اللہ علیہ نے حضرت
سید سید ان محمدی رحمت اللہ علیہ سے بھی الب ہو کر فرمایا۔

تبھی نے، اسے طہریتی میں تو اولیٰ آخر اپنے آپ کو منہ دینا ہے۔

حضرت سید سید ان محمدی فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن قمر نے یہ کھانا کھتے وقت
ان کا منہ دینے کی طرف سے ہمارے لیے ہی طرف ایسا فرمایا کہ مجھے یہاں محسوس ہوا کہ میں

دل پر محکا لگ گیا۔

ہمارے ہمارے ۱۰۰ (عید اتی حدائی) اس حسب ذرات ہیں۔ اس وقت بعد حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو ان مادی کائنات کی تخیلی شکل بنایا۔ ایک دن دیکھا کہ وہ تمام باہر حضرت سید سلیمان ندوی محکم میں آئے وہیں سے جوت سید سے کر رہے ہیں۔

یہ تو انیس ورنہ بیت اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں پیدا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد وہ شہر چھوٹی لہر اللہ تعالیٰ کے ان کو کبریا سے کہاں پہنچا دیا۔

(اصلاحی طبابت بعد ۵۷ مس ۳)

(۳)۔ ”حضرت سید صاحب کی علامہ بنوری سے عاجزانہ درخواست“

مولانا محمد یوسف لہ صاحب کوئی علامہ بنوری کے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کی ہمارے قدر اور طور و حیثیت سے کون کا واقف ہے؟

علامہ قول کے الفاظ میں ”علوم اسلامی کی جو شیر کا فراہ“ میں نے سنا ہے کہ وہ بہت بڑے بڑے جہاں علم ”سورہاتوں“ نظر آتے تھے ان کی بے شمسی و تواضع و خلوص و طبیعت اور بھلائی و خیر کی فکر و کھچے کہ وہ آفریں میں حضرت بنوری سے فرماتے تھے

”مجھ سے ابتدائی دور میں بعض قلبی غوشیں ہوتی ہیں ان میں کچھ چیزیں پر تو مجھے شبہ ہو اور میں نے ان کی اصلاح کرنی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ (حضرت بنوری) جیسے حضرات میری کنہ میں غور سے چڑھیں اور ان میں کوئی لغزش نظر آئے تو مجھے متنبہ فرمائیں تاکہ میں ان سے درجوع کر لوں۔“

حضرت سید صاحب کا یہ درشاہ قائم الحروف نے حضرت بنوری سے سنا تھا۔

(ذیات - علامہ بنوری بعد ۷۷ مس ۳۳)

(۴)۔ ”میں ان کی تواضع و سادگی کو دیکھ کر تو مسخر ہاں ہو گیا۔“

”میرا اہمیت میں آج رہا ہے میں تو فوجی جو سپر صاحب سے جو امر تھا اور شیخ
فریڈ نے جس سے سپر صاحب سے اور حکم دیا تھا آج مطالبہ لے کر لی تھے۔ میں نے درجہ
معدیہ کا خلاف انہوں نے اپنی لمبوں اور تھکے میں پاؤں پڑا دیے۔ اس کا اثر ہے
چراغ کے اگلے سے یہ دے تھی یہ ہادی ہے کہ وہ نہ تھا تو کی نے ایسا کیا ہو۔“

”موانہ ایلمنہ کی کہ وہی صاحب دے گا تو کچھ بچے۔“ میں نے وہی بڑا تھا، سننے کی
یہ نہ ہوا کہ اسے فوج میں ان کا رکھ دیا۔ وہ بھی تھا۔ وہ تو معتدل فضا کے اور قلب و
ہرے ولس کو اپنے درختوں کے ہاتھ سے ان کی تاشی و مانی و عاریت بلیوں سے جو آگے
نی ہو گیا تھا۔

”ممتاز خیر“ میں نے ۱۹۴۸ء میں اس وقت کے سپر صاحب سے ۱۹۴۸ء میں اس وقت کے سپر صاحب سے
میرے ہم شہر میں آئی تھی کہ بہت جلد سپر صاحب ملک سے ہر حق کے لئے لے گئے۔
۱۳- اکتوبر ۱۹۴۹ء کو ان کی وفات ہوئی تو فوجی نے سپر صاحب کو وفات کے لئے فرمایا
”اگر وہ مجھ سے آپ کی طرح نہیں ہو سکتا ہے تو اسے اپنے لوگ سمجھ جائیں۔“

(پس سے اسے حق میں ۱۹۴۹ء)

(۵) ”اور خواہست کیسے ہے۔“

فوجی شخص کی کہ وہ نہ تھی کہ بعد حضرت وہ ان طبیعت اب پا رہی تھی
یہاں تو اپنے شیخ مانی ماریت کے ان فوجیوں کے جو بڑی بڑی و فوجی کے بارہ رتھا
ہیوں کی حالت میں چکھا۔ وہ ۱۹۴۹ء کے خصوصی الطاف سے برصوں کے ماسک منوں میں
کے ہوئے تھے۔ وہ صاحب کے خلاء کے فرمایا کہ ”ایک مرتبہ حضرت سپر صاحب کا ظاہر
تھا کہ وہ ان کے ایک ایک شخص کے آرا تھے سپر صاحب کے خط سے وہ یہ تو فوجی سے متعلق
ہیے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ سپر صاحب کے کوئی دے حضرت شیخ کے فوجی کے فوجی اور فوجی
میری کی سوشل کے بعد حضرت شیخ کے فوجی سپر صاحب کے کان میں پکارا تھا وہاں ہاں ہم
اہل ان عرض اور شہر و ماسک سے بڑے بڑے بڑے بڑے سپر صاحب کے فوجی کے فوجی کے فوجی

نہیں کہ مسلموں پر جو تکلیفیں پھر سید صاحب نے نصرت کر رکھے، ان کی صفائی کو جو اس نے چاہی کہ یہ یہ
 مارجے اتنا لیکن بدکاروں نے شرفی میں اشتعال کی منہ بول کر ڈالی تھی۔ یہ عرصہ بعد اظہارِ مذہب
 سید صاحب (جو عربی زبان میں سید صاحب کو جانتے تھے) نے جرات کر کے وہ بات پوچھی تو
 حضرت نے غصہ و انتہا سے اس کو جواب دیا کہ وہ سید صاحب کے لئے اس واقعہ کا اسباب نہ
 اثر تھا۔ اس میں بھی کوئی ذمہ داری نہ تھی۔

”ایک دفعہ ایک شخص نے سید صاحب کو کہہ دیا کہ تم نے اپنی اصلاح کے لئے اظہارِ مذہب میں
 نہ ملے ہو۔ اور چلتے وقتے عرض کیا کہ مجھ کو وہی نصرت فرمائیے۔ اظہارِ مذہب اور اظہارِ مذہب میں
 میں متاثر ہوا کہ اپنے ناقص شخص کو میں ایسا کہتا ہوں۔ پھر اعدائوں نے جو دھوکے
 میں ایک نظمیں لکھ کر جو بعد و معلوم ہو کہ ان کے پائل میں سید صاحب کی تائید میں لکھا کہ
 اظہارِ مذہب آپ جیسے ناقص کو میں نصرت کرتا ہوں۔ اذیتوں نہیں ہوں میں۔ لے جو اپنی اس تمام
 میں سارے طریقہ کا حاصل سمجھا ہے وہ عرض کئے کہ وہ سب کو اس میں سمجھ رہے ہیں اور
 و نصرت ہے۔ اسی جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو منہ دیا ہے۔ اس اسی سے سید صاحب
 پر مذہب و عقائد کے لئے رہتے ہیں اور اس اپنی ساری طرف سے نصرت کی تھیں۔ میں لکھتا ہوں
 اپنی پاپ ہے کہ اگر کوئی ان پر اس طرح شکر کرے کہ وہ یہ یہ نہ کہتے۔“

”میں نے اس وقت سنی اس نصرت کا اظہار میرے لئے قلب نے کیا اور قبول کیا کہ پھر
 سید صاحب نے اظہارِ مذہب میں اس بات پر متعلق ہو گئے کہ اظہارِ مذہب سید صاحب کے عقائد میں جو
 کمال حاصل یا اس کو ملے نہ پائے۔“ (”تذکرہ سید صاحب“ ص ۱۳۳)

(۶) ”خلافت سے سرِ قرازی“

اگست ۱۹۳۸ء کو حضرت سید سلیمان نے راولپنڈی میں قلمی مہم لکھ کر اپ
 اکتوبر ۱۹۳۸ء آ پہنچے تھے۔ مسافر کے حلق و مہر کی وجہ سے ان کی تھیں اور سید صاحب
 وقتے حضرت تھوڑی سی ٹھکانہ میں رات کے سارے عجیب پرانے اور بچے غم۔ ان پر وہی طعن

کے پیر اور ماویا، یہ واقعہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء کا ہے۔

شیخ اشپورخ کا تاجگر۔

اس بات کے وادی حافظ عثمان صاحب دہلوی ہیں (جو خود بھی حکیم الامت کے فدائی اور خلیفہ ہمارے تھے) کہنا۔

”حضرت سید صاحب کو خلافت عطا فرما کر حضرت والا (حکیم الامت) اس درجہ مسرور و مطمئن تھے کہ بار بار فرمایا کہ ”اللہ اللہ مجھے اب کچھ فکر نہیں۔ میرے بعد اپنے اپنے دھوکے موجود ہیں“

مرشد اور دہلوی مرشد حق دانی جیسے شیخ محقق کی نکاح تحقیق میں یہ اعتبار کوئی معصومی اعتبار ہے۔“

خلیفہ ہمارا کا حال:

بہر حال شیخ کا تشریف دہلی، خود خلیفہ ہمارا کی کیفیت بھی قابلِ مذکور ہے، ہوں محسوس ہوتا ہے کہ اس عطاے خلافت کے ساتھ ہی حضرت والا پر نیستی اور غایتِ بدرجہ اتم پہنچائی، وہ فرقِ عہدیت ہو گئے، اس ٹوٹ میں ڈوب کر حضرت نے جو غول کھینچا ہے، وہ ان کے زوال پر شاہد ہے جو غول جس طرح حضرت والا کی قلمی و لفظی میں درختِ پیر کی طرح یہاں نقش کی جاتی ہے

ابھی تو مشقِ نقاشی میں بڑا کر کے اثر کے واسطے کچھ اور اضافہ کر کے
جو آج لذتِ دردِ نہاں کا جو پایا ہے وہ پہلے سوز سے دل و قوتِ داندہ کر کے
انھیں کھدینے سے رہتا ہے، جس کو محتاج ہے وہی نہ چاہیں تو کوششِ ولی بڑا کر کے
ادب سے دیکھ لیں مشتاقِ دور سے ان کو مجال ہے جو کوئی ان کو ہمکنہ نہ کرے
مناوہ و انھیں لہذا غمِ ہجران وہ اعتبار کر کے پابندِ اختیار کر کے
وہ اپنے کان سے سنتے ہیں میرے تاویل کو وہ طرزِ عالمہ جو جان کو تہِ قمر کر کے
تری نظر میں ہے تاخیرِ سستی صہبا تری نگاہ سے چاہے باغِ خواہ کر کے
تری نگاہ میں دنوں خواہیں رکھے ہیں وہ چاہے مست نہ رہے چاہے ہوشیار کر کے

(۵۰) تیب سیمان مرتبہ مولانا معبود لہندہ کی مکتوب (۱۱۵)

شیخ الفیہ والادب حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقعات
(۱) ابتدا بیانہ کرنے کا اہم

حضرت الفیہ تھی مکتوبی صاحب زیورہم تحریر فرماتے ہیں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار فرمودے کہ حضرت شیخ الفیہ صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کی یہ اسرار سے ہے کہ شیخ تھی کہ وہ جس کو بیٹا لیتے یا سامان لے گا
بہتر مقرر ہوتے تھے۔ اور کوئی اور شخص عام طور سے انہیں سامان لے کر لیتے انہیں نہ پتا
تھا بعض وقت ظاہر پہلے سے جانتے کہ ان کے کدے میں ہم مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو
پہلے ملائیں گے لیکن اس وقت میں نہ سہجہ ہوتے۔ (اکابر، یاد یاد تھے ص ۳۷)

(۲) میں امیر جوں امیر سے خصم کی اطاعت ضروری ہے۔

آپ فرماتے ہیں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت مولانا اعجاز علی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو کسی نے پوچھا کہ ہوں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی۔ سڑک
آگاہ میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کیا جائے تو اس نے عرض
کیا "حضرت امیر تو تمہیں ہیں" فرماتے "نہی" اگر مجھے امیر بنا دیا جائے تو پھر میری
فہم کیا مت کرانی ہوگی؟ ہم نے کہا "نہی" اور ضرور "نہی" میں کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب
مہمان ہی نے کام لیا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود آگے بڑھ کر نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کا
بھی سامان بھی لیتے۔ ہم کو سامان انہوں نے پرصرہ کرتے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے "میں میرے دوست" میرے غم کی اہم ضروری ہے۔

اس کے بعد مولانا غریب میں معمول رہا کہ جب کوئی مشقت کا کام ہوتا تو مولانا رحمۃ
اللہ علیہ آگے بڑھتے اور ہمہ اہمیت کرتے تو کام عبت امیر کا غم خاک و مٹی کر دیتے۔

(انجمن ص ۷۳، ۷۴)

دیکھیں انھیں حضرت مولانا سید مغلطی حسن گیلانی رحمہ اللہ کے واقعات۔

(۱) ”مولانا گیلانی کی صاف دلی“

عطش پھر ہے کہ مولانا گیلانی نے دیکھ کر کتنی دوری اور عارفانہ مصنوعات فی وحشت اور
ہمیں کے ساتھ کتنی وضاحت کرنے کی جو مجتہدانہ صلاحیت تھی، آپ نے جو مصرعہ اور کلام
دعویٰ ہی اس کے دل میں۔

اس کے ساتھ مولانا کا دل ایسے قدر خالص اور بے تلہش تو کہ بھی اپنی بڑائی و استعداد پر
میں اور کاشا پہ بھی نہیں پڑا تھا، بلکہ سب کچھ اپنے دے دے اپنے چھوٹے اور خوب
بھارت، ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، کبھی کبھی کہہ دیتا تھا کہ تو بے باقی میں مبتلا
ہو جاتا۔

مولانا دلی کے لئے تھا۔

”میں جلتے جلتے آتے تھے، اسی چیز میں اپنی دلیوری بھی دیتی برتری و
ان کی سہمہ کی محسوس نہیں کرتے بلکہ خودوں میں انہیں کو اتنا بڑا ہے کہ ان کے دلوں
کے لئے نہایت وقت جواب دے جاتے، حضرت حانی کی طرح حضرت گیلانی کے بھی کہیں
چاہیے اپنی ”خاکہ رسی“ کا مستحق کام ہی یہ بنا تھا کہ ہر حال و قول سے ہر دلی تو اسی
بات سے رہتا۔“

خاکہ رسی اپنی کام آئی بہت

مہرے دلی کو اپنی کر دیا

(جو کہ مولانا گیلانی نے ۱۲)

(۲) ”دشمن پر قابو“

مولانا گیلانی کو دشمن مسلمان ہو چکا تھا، وہ کائنات پروردگار کی آیتوں میں دیکھ کر
قطعاً موقع لیں، یہ بات میں نہ دیکھی اور نہ ہی تعلق و تعلق، اس سے کئی اہمیت اور انھوں
حسن صاحب قدر میں سے جب شکیبائی و کجبات کی شکایت تھی اور سچ و سچ کے خلاف ہو جاتا

چونکہ اب وہی اس طرح کی بہت کمزور ہوئی، ایک مظلوم ہوتا ہے ایسی اس سے موازنہ کا قیاس اور
 اس کی سوائے جان بچاؤ کی باتیں کہ "وہ" نے کیا، اعتراض بھی یہ ہے، اور جو پتے اس بھی یہ
 پہنچا، "جدا" "لہذا" "یہاں" "وہ" "اس" "میں" "تو" "نہی" "کے" "میں" "شہ" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"
 طریقہ سے، "لہذا" "اب" "کتاب" "اس" "کے" "میں" "میں" "میں" "تھے" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"
 کیا اس کے ساتھ یہ آراء، "اس" "کے" "میں" "میں" "میں" "تھے" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"

"جدا" "لہذا" "یہاں" "وہ" "اس" "میں" "تو" "نہی" "کے" "میں" "شہ" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"
 کیا اس کے ساتھ یہ آراء، "اس" "کے" "میں" "میں" "میں" "تھے" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"

نیکویت میں یا نہیں، جس میں بہت سی باتیں تھیں، "اس" "کے" "میں" "میں" "میں" "تھے" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"
 "جدا" "لہذا" "یہاں" "وہ" "اس" "میں" "تو" "نہی" "کے" "میں" "شہ" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"
 "جدا" "لہذا" "یہاں" "وہ" "اس" "میں" "تو" "نہی" "کے" "میں" "شہ" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"

(ایضاً ص ۱۶۹)

(۳) "مرشد بیخنے سے گریز"

کیا اس کی نیکویت میں بہت سی باتیں تھیں، "اس" "کے" "میں" "میں" "میں" "تھے" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"
 "جدا" "لہذا" "یہاں" "وہ" "اس" "میں" "تو" "نہی" "کے" "میں" "شہ" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"
 "جدا" "لہذا" "یہاں" "وہ" "اس" "میں" "تو" "نہی" "کے" "میں" "شہ" "تھے" "وہ" "بہت" "تنبہ" "سالی"

و رشاد کے ذہنی طریق کو اختیار نہیں فرمایا، بلکہ اس جی کی مرید کی نے قصوں سے شہدہ
ہے۔ (مس ۴۵)

(۴) ”مولانا کا اپنے حال“

چھ ماہ سال میں طبع و فکر میں آیا، جس میں تو اشعاع اور ارتعاش ہے
”مذہب بڑی اہم اور بڑا راز ہے، لیکن اب تک وہ علماء و محققین کے دل و کانوں میں نہ آیا ہے
جو کسی زمانہ میں مجھ جتنی تحقیق آپ کو ان کی انتہائی زندگی کی طرف اور اس انتخاب
شرعی طرف، غور و فکر سے کیا۔ (ایضاً)
نے لکھا۔

”یقیناً آپ کو مولانا کا بارگاہی راز اللہ (بہت بلند و پست) میں ہی
پائیدار ہے، مگر اس کے علاوہ آپ کو شریعت و احکام کے بارے میں بھی کئی کئی باتیں و عقائد کی وضاحت
مطلوبہ ہے۔“ (ایضاً ۱۵۸)

(۵) ”اپنے گویاں کا جذبہ“

مولانا میں اپنے کو پھیلنے کا جذبہ تھا، تاہم اپنے گویاں کے لیے وہ سب کچھ کرتے ہیں، مولانا اس
کے بچوں کے لیے وصال کی آمی - سے لے کر ان کو کئی حسن عقیدت کا اظہار کرتا تو اس وقت
وہ سب کچھ میں یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ان کے لیے کیا ہے۔
میرے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”آپ نے اپنے میں دیکھا جو اس - سے پہلے آیا تھا اس نتیجے سے کہ کچھ معلوم ہوتا ہے کہ
بڑے اعلیٰ اجتماعی و جماعتی فکر کے حسن ظن کو اس میں جو اس کے لیے کچھ نہیں دیا گیا ہے، ان کے
مردم کو کچھ نہیں دیا ہے۔

”اس کی تحقیق اس کی تو پوچھو اس - کے مخلصوں -

ہیں شعور تو اچھا کہتا ہے وہ جو ان کو ان کا دیکھتا ہے

اچھا شعور اور سب سب دیکھ رہے ہیں، دوسری بات ہے اور مخلصوں کے - سے آگاہی یا کچھ بات

ہے اس کی اصل حقیقت وہی ہوتی ہے۔

آپ جیسے صادق الامین والدین کے حسن نھن کو دیکھ کر اس کی امید قائم کر لیتے ہیں کہ شاید معاملہ کرنے والا حسن نھن کی رعایت فرمائے مگر یہ سے زیادہ اسی نھی آید ہوتی۔ جی ہے کہ
(مکتوب ۴۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء ص ۲۵۹)

(۶) ”باوقار اور سادہ زندگی“:

میرزا باہ کے قیام کے دوران مولانا کیوائی نے عذاب سے شہرہ سے نمبر دار ایک دفعہ کوٹھریہ کی تھی۔ کچھ ٹکس اس سے کام لیتے رہے مگر اس ذمت کو نہ ٹکس ملے اور کوٹھریہات نہ ہوئی۔ اور وہی مولویا نے طرہ بقدرت جو پہلے تھا۔
مولانا کیوائی نے لکھا ہے

”اور رہے آدھے باہ وہ طالب نور مال میں ان کا سر نہ تھانی ہے، کچھ ہمسروں سے بچا نہیں رہا تھا۔ لیکن غموں نیا کی زندگی میں اللہ احسان کیا و امتا ملنا کاکی ہے رہے۔ طالب طہی سے جامع حنائیہ نے شعبہ دین سے فی صدارت تک اس مسکت میں آ رہا رہا فرق کسی دیکھنے والے نے نہ دیکھ ہوگا۔ پھر میں رہا اور ہوس میں چل کر بھی وہ پورے کے پھر میں رہنے والے اور اس کی گلیوں میں چلنے والے سسین ملا جمل ہی معلوم ہوتے رہے۔“

اس کا یہ مطلب یہ نہیں ہے کہ خدات حال لوگوں کی طرح رح رحمن رحمن تھا۔ یہ نہ نکالیا ہے کہ دل میں آہ و غمت کا بھی شائبہ تک نہیں آیا اور نہ اس شیعہ قطع اور رحمن رحمن کے اعتبار سے ایک بار عیب و

جیسے شکلیں پو فیضہ اور طہر اس کے کمال سے ایک عالم باقی نظر آتے تھے۔ (ص ۶۸۸)

(۷) ”سادگی کا ایک واقعہ“:

میرزا ابی بن عبد الرحمن صاحب نے مولانا کیوائی کا ایک واقعہ اپنے مضمون میں درج کیا ہے۔

نکلتے ہیں۔

”معاذ اللہ! مصنفین انکسار برحق مجلس انتحار آپ کے رکن تو مر سکتے تھے۔ پیشینہ آپ کے بعد مجلس حاضر نہ بھی ہو سکتی۔ آپ نے مارچ ۱۹۵۰ء میں دار مصنفین کی مجلس انتحار آپ کا ایک اہم جلسہ تھا اس میں شرکت کے لیے وہ بھی جاتی تھے انکسار نہ نہ تھا آپ کے۔ یہی مسرت کی اجتناب نہ رہی جب امیروں نے میری قیامت کا وہیں قیام فرمایا۔ اس جلسہ میں مولانا نے جادو والا علم سید محمود امجدی، دیوبندی، عمران خان بھی تشریف لائے۔ مدبہ امجدیہ ان حضرات کی پیشوائی کے لئے انکسار میں تھے تو مولانا کی سرکاری، کالج، ترقی دہ کئے۔ ان سے راجہ مصروف ایک برقی، ایک جامہ ایک علیہ المولانا کا ایک لون اور ایک پتہ۔ اس پتہ پر ایک دو جواز تھے۔ (معارف پریس ۱۹۵۰ء)

جب مولانا کیلانی دار مصنفین کی رعیت کی اطلاع پہنچی تو آپ نے سیدہ امجدیہ سے ”یہ دار مصنفین کی رعیت کا لیا قصہ سے کچھ میں نہیں تو یہ کس تعبیر سے؟“ میں سے اس انتحار میں غلط ہے انکسار نہ نہ تھا مولانا کس چیز کا تصور کر رہے ہیں۔“

(مترجمہ ۳، ج ۱، ۱۹۵۳ء، مباحثہ شدہ معارف، ۹، ۱۹۹۳ء) (پ ۱۹۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے واقعات
مکرام اخلاق

حضرت مدنی کی زندگی کا یہ باب بہت وسیع ہے۔ اسی سلسلے میں آپ کے مسائل و محاسن کے بے شمار صفحات دکھائیں۔ حضرت نے لمبی عمر پائی اور اسے لمبے عرصہ میں گزرا۔ اس عرصہ سے ملاقات مدنی۔ ہم کو آپ کے حسن اخلاق کا عارف تھے آج تک۔ ہر کوئی حضرت کی توہین، اعتباری اور حسن خلق کا یہ تصور کرتا ہے۔ مگر اس ان تصور واقعات و تبلیغ کیا ہے جو مختلف لوگ بیان کرتے ہیں تو صرف ان وقت پر بند کرنے کے لئے ایک دفعہ

چاہئے

اس سلسلے میں مولانا عبدالمجید ریاضیاتی کا شمار کیا جاتا ہے

شیخ العرب و انجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ العالی سے شخص و کمال مرتبہ و مقام پر تفتیش ہو کر رہے جو خواہی سمجھتے تھے۔ لیکن ذاتی تجربہ اور یحییٰ مشاہدہ و توفیق کے ایک غریب لہجہ اور ایک ہی خواہش کا ہے اور وہ آپ کی بے نقسی، سادگی، تواضع اور ہمدردی، خدمت خلق کا مشق ہے۔ کچھتا ہوں اور گویا نہ شہادت میں کھڑا ہوں بیان و سہرا ہوں کہ وہ بہترین دوست ہیں۔ بہترین رفیق سفر ہیں۔ مہمان ہو تو آپ کی میز باقی جس اپنے مسکراتے ٹوڑکے تراشیں گے وہ پیچ پیچہ نہ ضرورت پیش آئے تو خود بخود رہا رہا نہیں گئے۔ لیکن آپ کی حاجت ضرور کہیں سے پوری کر دیں گے۔ خدا نخواستہ بیمار پڑ جائیے تو جھارواری میں دن رات ایک کر دیں گے ٹوٹ کر ہی کی ضرورت پیش آئے تو قدم کھڑا ہو کسی استخوان میں بیٹھ جائیے تو سہلے سہلے ناموں میں اور لمبی دوز و صوبہ میں نہ اپنے مرتبہ کا نہ کوئی کمزیری سے نہ اپنی صحت کا اور زحمت کا۔ بس طرح بھی ہو گا۔ آپ کا کام کالے پر مشتمل ہو گیا ہے۔

اپنے بزرگوں کے ساتھ جو محبت بھی رکھتے ہوں۔ اپنے خردوں، دل، خردوں اور سرخروں کے۔ تجھ یہ دانش رکھتے ہیں کہ خداوند و خداوند بنائے ہیں۔ تھے ہیں ان کے شعر کے "خدا لب جا کو روٹن ہوئے ہیں" ہم نے براہی کو ابھی آکر دیا۔ _____ خاں کی چابی کاہ آئی۔

بہت سے سبب کہ یہ شان محمود الحسن شہید دین دینی و قہمی۔ امر یہ سمجھتے تھے تو ہائیلی کا حق ان سے نہ انہی کو نہیں پہنچتا۔ فرصت میرا آتی تو اس مشن کی شرح بھی اپنے قلم سے کرتا اور پھر نوبت شراب پر عواطف آتی۔ اور ایک مختصر، انسانی، دینی و قہمی، اور مطول تیار ہو جاتے۔

سفید چاہیے یا سبز بیکراں۔ تھے۔
(پیش پڑے۔ سلسلہ میں ۷۹)

(۱) "درویشی اور ولایت"

مدنی درویش مغربوں میں جاننے کی باتوں میں پلٹے فلم پر کسی کو نہ میں مصلیٰ پر تھڑے۔ ہونا قہد میں مشغول سے خدا کو کوشش کرتے کہ وہ شگ۔ وہ میں کیوں نہ

کرنے جو سچے تو یوں باتیں لوگوں کی فہم خراب ہوتی۔ مجھ جیسے شیخی خورے اور دیار
الہ کی توفیق حق ہے کہ وہ اندازے بندوں کو پریشان نہ کرے۔

”اچھے ذات و بھائی شریفہ کا دامن، غیر فارغ ہوتے ہیں سیدھے مہربان ماننے میں میں
تجربہ کرتے ہیں۔ مہمانوں کے ہنر اور انگلیوں کی دلیج بھال کرتے ہیں ایک دیر پہلے
مہربانوں کو تکلیف میں پاتے ہیں پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص حق کا عادی ہے۔ فوراً اچھ سے کہہ دیتے
ہیں اور اپنے ہاتھوں سے حق کے پلاٹے پلاتے ہیں۔ حق کی طرف توجہ بچاؤں کہ ایک قدم
شریعت و سنت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ مز پر اس کوئی تعریف کرتا ہے تو کہنے سے ہو کر۔ تہہ روک
لیتے ہیں۔ مجال نہیں کہ کسی پر کوئی شاعر شاعر کی مدح میں کوئی تعریف دے۔ جہاں کسی نے
تحریف میں زمین کھولی تو زمانہ دردمش کا جلاں بھڑک اٹھ۔ بھڑکی کا اتنا گہرا رنگ کہ اگر
کوئی عقیدے کے خوش ہیں، تجھ پر سننے کے لئے ذرا جھکے تو ہاتھ کھینچ لیں کسی کو بھیج دبانے کی
بیاد نہ دیں اور خود اسے اذیت دیں۔ بچے مہمانوں کو ہمیشہ پاتے رہیں۔“

(ایضاً ص ۴۸۹)

(۲) ”تواضع اور انکساری“

”انسان کی انسانیت اور برتری، سر بلندی کا اصلی راہ تواضع اور انکساری میں مضمر
ہے۔ چنانچہ حوالہ اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع و اعتقاد کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اس کو خیر و رفعت، سر بلندی عطا فرماتے ہیں: ”مَنْ تَوَاضَعَ وَاللَّهُ يَرْفَعْ شَانَهُ“
عبدیت ہے جو شخص بھی اپنی حقیقت کا شکر نہ کرے اور مجسوس تواضع ہو کہ اور کبر و غرور سے ہٹ کر
مرد ہو کہ جو عبدیت سے ہٹ کر مغنی و متکبر ہے۔“

حضرت مدنی کے متعلق مذکورہ طور پر مولانا عبدالمجید دریا بانی کی تحریر مذکورہ نقلی سے کہ
خادم و خادمہ ہم نہ کر چھوڑ گئے تھے۔ واقعہ حضرت مدنی تواضع انکساری کا ایک نمونہ تھے کسی
صدر مقام پر نہ پہنچتے تھے اور ہمیشہ نشست کے لئے مجلس کا گوش اختیار فرماتے تھے۔

”آجے چھوٹے بڑے کو آپ“ کے لفظ سے خطاب فرماتے تھے اور ہمیشہ اس انداز سے

تشیون و بات جی کے لیے تیار کیا اپنے آپ کے کھنڈروں کے لیے ایک سے بھی کمتر
وہ بھی انداز تھا وہاں کے لوگوں میں یہ بات تھی کہ وہ لوگ

ہر کام کے لیے فکر، ہیئت کرتے اور دعوت دہن کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے
 حضرت توفیق و غور کی وجہ سے اپنے مخالفین و مدبرین کا بھی پیش وقت ان کے
 زور کرتے اور کسی وجہ سے غلط نہ کیا نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے اس زمانہ کی جرات
 کرتے آپ کی فکر سے ہی چکی تھی۔ اس کو بھی ہمیشہ ہماری مہربان اور نیک نظر سے دیکھتے
 تھے۔ اگرچہ اس افکار مہربان کو کرتے تھے چہ وہ غلط نہ کرتے اور بعد ان فکر میں اور غلط
 ہوتا یہی تھا کہ وہ بہ بیوں کو دلافتی کرتا تھا۔ حضرت نے فی کی نہیں کیا اس کی اور اس کی
 اس کے فکروں کے اندر آپ کا رویہ و رویہ الٹی دیکھتا تھا۔ آپ کے لیے یہ کہ وہ نہ کہ
 اپنے لیے تھے۔

(انجیل ص ۳۹۸)

(۳) "وہ بریلی سے رام پور تک واپس آئے۔"

میں نے مورخان کا شمار ان میں کیا ہے جو اپنی زندگی بھر کے کاموں سے
 محبت و عقیدت کو اپنی تھی۔

میں نے اپنے ساری اعصاب سے میری طبیعت پر جب تھی۔ یہ وہ دن تھا کہ اس وقت تک پہنچا تھا، افسوس
 مٹتی تھی۔ اس نے آکر جتنا بھی تھا۔ مجھے نہیں معلوم ہے۔ میں نے کبھی ان کے بارے میں نہ سوچا

[illegible]

(۴) ”حضرت میں نے سبیا غلطی کی ہے“

مہربان سید۔ ظاہر اللہ بخاری۔ دامت اللہ۔ یہ سہ روایت۔ ہے کہ۔ یوحنا آپؐ کے
میر فی آخر حرمی۔ رات تھیں جبکہ تقریباً دو سو سال پہلے کیا میں ایک کلمہ۔ و خود کچھ دھڑکوں
سہ۔ کہ کوئی میر۔ پاؤں نہ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ لوگ اس طرح کہتے رہتے ہیں کوئی
تخلص ہو گا۔ مگر میں نے نہ تو یہ معصوم ہو رہا تھا کہ یہ منگی تو موجب حرمی ہے نہ جو راجست
سے بخیرہ رخصت ہو رہا تھا ہے۔ سر بخیرہ تو دلچسپا کہ حضرت مدنی ہیں۔ فوراً بھڑک کر یہ
پال سے اتر پڑا اور دعوات سے عرض کیا۔ حضرت کیا ہم نے اپنے سے چشمہ جانے کا خوا
رہا ہوں پہلے سچا کہہ کر۔ اس بات کہ آپ بھی ہم کو دکھاوے کہ جہنم بھیج رہے ہیں شی۔ نے جواب
فرمایا آپ نے اس بات۔ تقریباً تھی آرام میں نہ رہت تھی اور آپ کی عادت بھی تھی کہ۔ کچھ
معاذت کی ضرورت نہ ہوئی تھا۔ گاؤں کے قریب تھا میں نے عیسائیوں۔ آپ کی نماز نہ تھی
جائے تو آج بچے حضرت میں سے کیا غلطی کی ہے

تج فرمایا یہ ہے۔

نو جی است۔ اعلیٰ رسیدہ نزل۔ کہ۔ یوں ہو رہا ہے مگر یہ دعا چاہو۔

(یعنی اس ۵۵)

(۵)۔ ”مہر کردہ کہ۔ کند و حسین احمد کا جوتان اٹھاؤ گئے۔“

مہربان مہر کردہ۔ روتی دھڑکتے رہے پوری۔ سے دعوت تھے اس دور اعلیٰ مسمر ہوئی
میں برسا ہوں ٹھیک ہے۔ انکا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں رہا اور مولانا مدنی کہ
قیام کیا۔ ایک روز یہ مولانا کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھا تو میں نے مولانا کو جوتان
پھانسیا۔ مولانا اس وقت آٹھ سو سال۔

دوسرے وقت جب تم کو نماز پڑھنے سے منع کئے۔ تو مولانا نے میر جوتان اٹھا کر۔ پر کچھ
پایں پیچھے بٹھا کر۔ مولانا نے جوتان چھو کر۔ میں نے دوشش کی کہ جوتان لے لو۔

نہیں پھینک دو میں نے کہا تمہارے لئے سریر تھا۔ اٹھیے۔ فرمایا کہ مہر کردہ کہ۔ ”مہر حسین احمد کا
جوتان اٹھاؤ۔“ میں نے مہر کر لیا۔ تب ۵۵ سال پر سے آجائے کہ پکڑ لیا۔ (یعنی اس ۵۶)

(۶)۔ "خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟"

تھکب الدنیا و آخرت تھی۔" میں ادا کرتے نماز میں جب آیات سے وہ مہربانی فرماتے فرماتے تھے تو بے اختیار روئے لگتے تھے۔ وفات سے ایک دو تین دن بعد میرے اہل بیت اچھا حال میں صبح و شام دعا کرتے اور اعلیٰ علیہ السلام

کو بلایا اور فرمایا کہ چند روز نماز و دعا ترک کرنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مہربانی ہو رہی ہے۔ خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دے گا؟ یہ فرمایا کہ ایک آواز سے رونہ شروع کر دیا اور اس قدر رونے لگا کہ اس سے پیشہ کسی عقاروتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ (۱ ص ۵۷)

(۷)۔ "آپ اطمینان سے اچھی طرح کھا پیئے؟"

چند دنوں میں ان بچہ پرست کے مصداق آپ کا نوالہ ہم اپنے پاس ہے۔ ایک کئے لئے اٹھا اور بتا تھا کہ مہاشوں کا بیڑا تھکنا رہتا تھا۔ اور لفظ یہ کہ چھوڑا ہوا ہے۔ فریب عالم فکرم و اونیہ نہ ہوا تھا۔ تمام ایک دستہ نوالوں پر ملتے تھے۔ میں نے بھی یہ نوالہ تو کھاتے نظر آتے تھے۔ لذت میں جب نوالہ دینی تھی سانس کے مطابق دینی کی شکل میں پیئے بیٹے کھانا کھا کر کھاتے رہتے تھے۔ اور نکالیں چاروں طرف سے کھاتے تھے۔ یہی تھیں۔ انہیں مہمان کے سامنے دینی قسم دینے لگی تھی۔ فوراً اپنے پاس سے روئے دینی اچھا۔ اس نے سامنے کھڑے بیٹے تھے۔

مہمان کو دینی کے حالت کے مطابق اور اس طریقے سے کہ دینی مہمان بھوکا نہ رہ جائے کھانا فرمایا کھاتے رہتے تھے۔ حالانکہ اب نے کھانا کھاتے تھے۔

ایک مرتبہ خانے کے مہمان پر ایک صاحب جو بوسیدہ کپڑوں میں بیٹھے بیٹھے تھے۔

وہ نے دعا کرتے سفید پوش اور مسرور ہونے کی وجہ سے مرعوب ہو کر کھانے کے چلنے کے سے چپکے بیٹھے بیٹھے حضرت نے۔ لکھا تو کہ کھانا کھانے کے لئے فرمایا: "خدا کی تہہ پر صاحب پاس آئیے جو بہت معزز اور سفید پوش تھے۔ اور ان کے ساتھ تھوڑے تھوڑے تھے۔ یہ تھوڑے تھوڑے معلوم ہوتے تھے۔ اولیٰ اللہ کہ اس جی کو محسوس کر کے کچھ پڑیشی سے کہہ کر مرعوب ہو کر

ہوئے کچھ حد تک اس واقعہ کے متعلق کی گئی

(۳)۔ انکی مال پہلانی بات ہے حضرت کے خلاف چینی اور بعض اسیابی اہم
مصلحتوں کی بنا پر حضرت کے ہاتھ پر زمینوں کے (یعنی ہیں) جائز بھی شامل تھا، یہ مشہور
نہ کہ ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ ملک و زمینیں اس کی دینی
خالد سے دے دو اور اس پر دوسرے کو دے دیا ہے کہ لوگ سمجھتی سمجھتی یہاں سے دے دو اور
جاسوں کے لئے حضرت کو تحریف دیتے ہیں۔ وہ حضرت کوئی فراموشیت میں نہ رہی ہیں
ہر جگہ میں بعد کے یہ ان کو نہ تو حق دہری ہوتا ہے، یہ ملحد ہے، یہ
فراموش ہے، یہ حضرت کے فراموش میں کیا کرواں لوگ آپ کے ہیں اور اسے ان کے ہیں عرض
کیا کہ اس کے ان کے لئے فراموش کہ اس سے کہہ لے لے، تو توڑے ہوئے تھے تو ایسا نہ
کہا کہ لوگ اس کے اور حضرت کے انکار فرما دینے پر حضرت چلے جائیں گے۔ اس کے بعد
عام طور سے دونوں معلوم ہو رہے تھے کہ حضرت نے اب یہ فیصلہ کیا ہے تو پھر اس عرض
نے لوگ آیا بھی نہیں ان کے لئے فراموش بھوتے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ نے ہدایت نہیں اور
وہ انہیں چھٹے کے لئے اسے اور ان کے اور میں انکار پر ہمارے ہوں عرض پر کیا کہ حضرت نے
سمجھتے اور حضرت کا وقت بہت قیمتی ہے اس وقت میں سرور سے اور جو حق پر ہے نہ کہ دانا
چاہئے۔ حضرت نے ان کی اور تواضع میں اسے کہہ دیا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ آپ لوگ یہ کیا
کہتے ہیں میں کیا ہوں اور میری کیا قیمت ہے۔ یہ مٹی کا گھر ہے یہ تک چل رہا ہے اس
سے کام لے لینا چاہئے۔ (ماقودہ از) محمد یوسف خاں (ص ۲۹۹-۳۰۳)

(۱۱)۔ آپ نے سر پر پانی کا مٹکا رکھ کر اپنے شیخ کے گھر پہنچا ہے تھکے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہ حضرت فرماتے ہیں

حضرت مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الحدیث کے ان پانچ روزوں میں سے تھے جنہوں نے
پہلے شیخ سے سنا تھا کہ یہ مدنی جو تیس ہواشت نہیں اور ان کے مقصد زمین کو چھوڑنے کے

پیش کر دیں۔ میں اس موافقی فراموشی کے لئے دیکھتا ہوں کہ ظہورِ ملامت میں ملامت کتبہ ہر جگہ
موقع ہے۔ ملامت کے یہاں تکرارِ جملہ قیامِ لفظ کے۔ اس تکرار کے۔ ایک دن تو میں رات
کو بیکار ایک تھکے ہوئے قہقہے کے وقت تکبیر و تہلیل سے غمزدہ تھا۔ دوسرے دن بھی یہی کیفیت
ہوئی تو حضرت سے عرض کیا کہ حضور کے ساتھ رہنے سے میری عاقبت تو درست ہونے پر
میرا ہی صحت کو ظہورِ ملامت ہے۔ آپ نے کلامِ حضرت کے ساتھ فرمایا کہ اور تھکے ہوئے ملامت
آج دیں۔ اگلے دن قیامِ ملامت کو پہنچ کر تھکی تھکی میں اپنے بستر پر رہا تھا رات کے اس وقت
چلے گئے تھکے ہوئے پھر کے لیے پھر سے تھکے تھکے زیادہ تھکی چکا تھا۔ پھر پھر کے لیے اور سوئے لیکن وہاں
تھکے جتنا تھا جتنے کچھ غمزدہ ہی ہوئی کہ میں نے ایک ہاتھ لٹکے پر ٹھوس سنا پھر وہاں ہاتھ
سے ہی لے کر۔ پاؤں ہاتھ لٹکے اور تھکے ہوئے ہوئے۔

وہ وقت ہوا۔ حضرت ملامت کے پاس میں آئی۔ آپ نے پاؤں ہاتھ لٹکے ہوئے میں لٹکے ہوئے۔ میں
نے صبر ہی سے پاؤں سے لے کر۔ آپ نے بہت سے کلامت کو دیا۔ وہاں لٹکے
مقامت سے قیامِ ملامت آپ لٹکے ملامت سے۔ میں نے کلامت سے قیام
بھی نہیں کہ آپ جیسے مہمان کی خدمت غرضوں۔ میں نے اس وقت کے بعد جو کلامت سے
نے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

یہ ان کے احوال اور امتداد کا کافی مضمون تھا۔

(۱۳۰) (۱۳۰) کے لئے یہ ہے انبیاء و ائمہ ص ۹۵)

(۱۳) (۱۳) تلوئی خدا کی خدمت:

مقامت سے۔ میں نے اس وقت کے بعد جو کلامت سے قیام
بھی نہیں کہ آپ جیسے مہمان کی خدمت غرضوں۔ میں نے اس وقت کے بعد جو کلامت سے
نے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

ہوئے۔ حضرت مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سکریت کی لہجہیں ادھر ادھر سے اٹھیں۔ میں اور خیر
 نیکر لیا۔ یہ میں نے کس طرح صاف کیا اور جلد دوست سے فراموش گئے کہ جو یہ۔
 یزید بن ابی اسحاق صاف ہے اور وہ (ساتر ہوا)۔ پھر پور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا یہ خیر
 بندہ کوفی ہے جو کچھ سے ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر اس نے یہ کہیں سے جو خوب یاد رکھ کر یہ سوال میں احمد
 مدنی نے ایک ماقحی سے پوچھا کہ یہ کھدہ پوچش کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ مولانا حسین احمد
 مدنی ہیں اور یہ صاحب نے اس وقت کیا تھا۔ یہ کوفی حضرت مدنی نے پوچھا اور پھر پوچھا
 سے اپنا اور وہ نے غصہ حضرت کے جلدی سے پاؤں چھڑائے اور پوچھا کیا باج ہے؟ تو
 جواب صاحب نے جاری کی اختلافات سے یہاں سے بھی مسئلہ آپ کے خلاف ثابت ہے اور برا
 بھلا ہونا۔ آخر آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر سب نہ ہوجا تو شاید یہ حاکم بن گیا
 تا۔ حضرت نے فرمایا۔ بھائی میں نے تو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے اور وہ سنت یہ
 ہے کہ حضور ﷺ سے اس ایک بیورہی مہمان نے دست پر پانہ کر دیا تھا۔ جس جلدی انھوں نے چا
 لیا۔ اس بات پر بھی ہوا۔ لیکن آقا و پیغمبر ﷺ کے حضور میں جس نے اپنے سے مبارک
 سے نہ کوئی نہ ہے۔ یہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا (اسلاف کے میرت، لکھنے، قہات میں ۱۰)
 (۱۵) مجھ سے اتنا ہی سنت کہاں ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ایک مرحبہ حضرت مدنی کے یہاں سائنس اور تہذیب میں ترقی کا
 بولہ ایک سائنس ہے۔ ان میں آج کر رہا تھا اسی کے چاروں طرف سب پہنچ کر کھڑے رہتے
 تھے اس دفعہ مدنی صاحب پر ہر شے ان کے واسطے سائنس جیسا کہ آج تو انہیں جاننا تھا۔ حسین
 صاحب نے پوچھا کہ حضرت اب سائنس وہ اور شے کا بیان کیا نہیں مدینہ میں وہ سائنس
 حاکم حضور ﷺ سے ہے؟ اس پر حضرت مدنی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان
 نہیں فرمائی جس میں وہ سائنس کا ترجمہ عربی بلکہ یہ فرمایا مجھ سے سائنس مدینہ میں ہوتا ہے جس
 توہین کا ترجمہ ہے۔ (مخلوقات تقیہ دامت ۹۱)

(۱۶) ”میرے کتبہ بات کا اعلیٰ مطالعہ کہاں ہیں؟“۔

درود فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین ندویؒ نے عظیم اثر کا منبع کے ایک درجہ کے بعد میں شریف لے گئے تھے اہل حاضرہ ہائین نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ نے کتب بات کا مباح کر دیا ہوں تو ارشاد فرمایا کہ میرے کتب بات مباح نہ تھے کہیں کہاں ہیں؟ تاہم اہل نے کہے ہوئے ہیں کہ میرے لے گئے ہونے میں نے عرض کیا پھر اس کے مکتوب سے لکھیں؟ تو فرمایا کہ مجدداً لکھ دوئی کے مکتوبات دیکھئے دوسرے نکتہ ای کے مکتوب سے لکھئے۔

(حوالہ: ص ۱۵۱)

(۱۷) "معلوم نہیں دو آئیوں کے لئے۔"

ارشاد فرمایا کہ حضرت ندویؒ ایک مرتبہ کسی تقریر پہلے شریف لے گئے وہ فرمایا کہ بھائی تم لوگ جتنی کرتے ہو اور جب نکل رہا ہو چاہتے ہو تو لوگ اسے پھونک دیتے ہو اس لئے مجھ کو روزانہ میں سمجھنا پڑتا ہے۔ چار پارچے سنت کے بعد سب ٹوک روئے تھے پھر حضرت زادچہ محمد نے ارشاد فرمایا کہ معلوم نہیں دو کیوں ہو؟ پایا بات کبھی انہوں نے؟

(مکتوبات فقیرہ الامت جلد دوم قسط اول ص ۹۸)

(۱۸) "شیخ الاسلام حضرت ندویؒ کا حضرت علامہ انور رحیمی کے نام ایک مکتوب"

شیخ الاسلام حضرت انور رحیمی نے حضرت ندویؒ سے ایک مرتبہ تحریر فرمایا جس میں انہوں نے دعوت کرنے کی درخواست تھی حضرت ندویؒ نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ میں میں انہیں نقل کیا جاتا ہے:

تختم نظام مذہب محمدیہ السلام جیکم ہر صمد اللہ و رب کا ہے

دوستانہ سے و عشق فراموشی ہوئے میرے اعراض کرنا صرف میں ہی سے تھا کہ مثل مشہور ہے خاک ہرگز تو بڑا کتبہ ہے۔ یہ نہایت اسی وجہ کی چیز سے حضرت تھانویؒ نے عظیم کا نظام انہوں نے مرتب تصوف و دہر میں معہم ہے۔ ان کی موجودگی میں ہم جیسے نوجوانوں کی طرف سے

دیکر ناخوشت فیر موزوں امر ہے آپ جب کہ مولانا کی بارگاہ میں سوچ رہے تھے تو انہوں نے وہاں سے ہی اعتراف فرمایا تھا۔ مولانا محمد شفیع الدین صاحب (مردوم) کے پاس سے آپ نے جناب کو بلا کر لے لیا اور قادیان کے بعد دو مہینے بعد زیارت کی بھی نوبت آئی ہے مگر بھی تہ نہ کر رہے تھے۔ آپ تھا۔ بہر حال اگر جناب کو صحیحہ لائق اور تک سداقت سے مس عین ہے اگرچہ وہ غیر واقعی ہی ہے میں اپنی اسطرح محبت اور نگری قابضیت کے ساتھ خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ حضرت گفتگو کی قدری اللہ سر واصلہ کو حفظ سے یہ وہ۔ نورانی قدری اللہ سر واصلہ سے بہت زیادہ محتاج تھی اور سلوک میں انہی کے طریقہ کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اگرچہ ہمدردی کے لئے چشمہ کے انکار و اعمال کو زیادہ تر حنفیہ فرماتے تھے۔ مگر انہی میں حضرت سید صاحب ہی کا طریقہ ان کو پسند یہ تھا بہر حال وہ مصورت یہ ہوئی کہ آج جناب سے پانچاؤں گفتگو ہوئی مگر اب اس وقت اس کا موقع نہیں ہے۔ آپ روزانہ ذکر قطعی رسم ذات کا پانچ گجروں کر لیا کریں یعنی قلب کی طرف جو بائیں پستان سے پار رنگ کے ہے توجہ فرما کر یہ خیالی اندھین کو قلب سے لفظ اللہ نکالتے اور حسب قاعدہ جس احب صفا اکمل ازہم قلب تہدیت ہے چینی سے اور محبت سے اس محبوب عقلی کا مہیض ہے پارہا وضو قبل ازہم چاہیے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ مقدمہ نہ کہ جس میں جو جس طرح آسانی ہو خواہ ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کریں۔ اگر آثار شب میں ہو تو بہت جلد ہے مگر اگر مجلس ہے جس وقت بھی آسانی سے ہو سکے۔ بہت اس وقت بعد پر نہ ہو گا چاہیے کہ یہ مقدمہ روزانہ پوری ہوئی چاہیے اور اس سے زیادہ جس قدر بھی آپ چاہتے پھر گئے۔ اچھے چلتے بہ وضو کر لیں اس میں کی نہ کیجئے۔ اس قدر تو غل کیجئے کہ طبیعت میں نہ ہو کہ با وضو بیٹھ رہتا اس کے لئے سفید قرعے۔ تھک و لا وقت ملاقات

عرض کر رہا ہوں کہ اگر خواب وغیرہ کو لی چیز معلوم ہو تو انہوں سے تدارک نہ کریں دعوات صاف سے اس رویہ کو فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام۔ تحفہ اسراف حسین احمد خضر ل ۳۰ شعبان ۱۳۹۹ھ

(۱۹) ”اپنی تعریف کی بات سنتا ہوں تو مجھے سخت رنج ہوتا ہے۔“

حضرت مولانا دہلوی کی سوجھا رو کی شرعی مسجد میں نماز جمعہ کے بعد تقریباً چھ بجے تقریرات کی ایک صاحب نے آپ کی شان میں نوحہ شروع کی۔ ”ابھی چند ہی اشعار جو نے تھے کہ حضرت کی نکلتے آئے۔ جو مجھ کو رنج صاحب کو ظہر پڑھنے سے روک دیں اور تقریر شروع فرمائی تقریر یہ کہ حضرت کی یہ تقریر کی بات اعاذت فی وہابی میں نہ، سنی شخصیت پرستی اور مسند پر تعریف کی بدست میں نہ تھی۔ لفظ کی بدست میں کہ تقریر کے پہلو میں اخلاق و اہل و اقارب اسود کی مٹا دیئے اور میری حقیقتیں شامیں تھیں، یہی تقریر میں آپ سے یہ بھلا بھلا بلو کر کے۔“

میں کسی سے اپنی تعریف سنتا ہوں تو سخت رنج ہوتا ہے کہ وہ اسود کی مٹا دیئے اور یہ مسند و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھول گئے۔

وہاں ایست میں خصوصاً قدربان تعریف ہے۔ کہاں کہیں تھیں یہاں صرف قول اور نہ حق میں ہے حضرت سوال نامہ کی بات کا عوام پر زبردست اثر پڑا تھا۔

(رودیت سید حامد حسین صاحب بیوہ دہلوی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد دہلوی کے ساتھ تھیں واقعتاً سن ۱۳۵۷ھ

(۲۰) ”دوستوں سے ہے تکلفی اور تواضع و انکسار میں۔“

تمام فنون اور تمام بات سے باوجود تواضع و انکسار کی اور دوستوں سے ہے تکلفی آپ کی طبیعت کا بڑا اور مختلف تھی یہ کہیں نہ ہونے دیتے تھے کہ آپ امتیازی طبیعت کے مالک ہیں۔

راقم الحروف کے والد جناب حافظ ذوالعزم حسین صاحب امر دہلوی سے اسی قسم کے معاملہ تھے والد صاحب چونکہ حاجی محمد اداغ صاحب اور حضرت سے متعلق تھے اور حضرت سے امتیازی طبیعت تھے و محبت میں حضور زکیم رہے تھے اس کے بخیرت کو ان سے جڑ تھیں تھیں۔

۱۹۳۵ء میں امر دہلوی جمعیت علماء کا اجلاس ہوا اور وہاں آج میں بھی موجود تھا، بعد میں یہاں

حضرت نبی رحمت کی مئی حضرت کے ماحول مفتی انھیں دعا مانگا گناہیت اللہ صاحب بھی تھے مگر
میں جب حضرت کو یاد آئے تو دوستوں نے مائدہ کی پٹی رکھی تھی۔

حضرت نے ذرا خوش طبعی برآمد راستہ حائذی سے شروع کر دیا تھا وہ سارا یہ پوچھ پچھا
کچھ کر محمد بھائی بشمول حضرت مفتی عطا اللہ صاحب نے مائدہ قیادہ لگنے پر مجبور
ہو گئے۔ (حوالہ بالا ص ۲۸) روایت مولانا سید طاہر حسن صاحب (۱)

(۲۱) "اشیاء پرستہ نہ فرماتا۔"

حضرت ایک تقریب میں پھر ایسا تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا مسجد میاں صاحب
بھی بھراؤ تھے۔ میزبان صاحب نے ایک خاص آفر میں امداد کے آگے ہاتھ دیا
کیا۔ اور بعد ازاں کہا کہ حضرت وہیں تشریف لے جائیں۔ چونکہ ان میں بل قصبہ حاء ہے
تھے۔ اس لئے حضرت نے اس اہتمامی شان کو اٹھنا پسند نہ کیا۔ اور سب زوارہ اور اہل
کیا فرمایا کہ قضا کے حاجت سے بے گنی انسان میں جانا ہے جہاں سب جانتے
ہیں۔ الغرض آپ مجمع میں تشریف لائے اور سب نے ساتھ ہی حاء و متروکین پر صاف کافال
فرمایا۔

(حوالہ بالا ص ۲۸) روایت مولانا سید طاہر حسن صاحب (۲)

(۲۲) "محملی تو لین پر بیٹھنے سے انکار۔"

مئی سال کی بات ہے حضرت نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ حضرت کے میزبان کی
جانب سے اسے بات کی اجازت نہ تھی کہ کوئی دوسرے صاحب حضرت کی دعوت
کریں۔ البتہ ان کے جلسوں میں ان کی جانب سے عام اجازت تھی چنانچہ میں نے حضرت
کو چاہے پھر دعوتیں وراپ نے میری درخواست منظور فرمائی اور آپ نے نماز بعد کے بعد
نافتہ مقرر فرمایا۔ میں نے حضرت کی نشست کے لئے جازم پر محلی قالمین چھادی۔ وقت
مقررہ پر جب حضرت تشریف لائے اور جازم پر محلی قالمین بچھا ہوا دیکھا تو بہت براہین
ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قالمین کو اٹھا کر ایک کٹاف سے اڑا دیا۔ میں نے بہت اصرار

یا اور کہا کہ ”میں نے تم ازم سرانی میں بیچنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن حضرت نے انہوں کوئی ضرورت میں ہی خرید لینا ہوا ہوں“

(حدیث ۱۲۷۱۷ روایت قاری کتبہ سلطان الدین صاحب)

(۲۳) ”خود جائز پائی چایا۔“

ایک مرتبہ ایک شخص مالِ فتنہ جو کہ قمر میں گندھیا (غیر مسلم) تھے۔ روزے پر آکر کھانا جو کیا اور کہا کہ مجھے پانی چاہی۱۱ حضرت نے سر دھو بیٹھتے ہوئے آدھی دیکھتے تھے۔ پھر اتفاق سے کسی کو خیال نہ آیا۔ حضرت اس کی آواز سن چکے تھے۔ خود اٹھ کر جائز پائی سے دوسے میں پانی بھر کر شربت بنا دیا۔ اب تو یہ شخص بوجہ بدو اور ہر شخص نے آپ سے کوئی لینا چاہا مگر حضرت نے ہی کوئی دیا اور نہ دیا اور ان حضرات کو پانی چاہا۔

(حدیث ۱۲۷۱۸ روایت مولانا فضل غفریم صاحب رحمہ اللہ)

(۲۴) ”میں تعظیم پر گندھیاں فرماتے تھے۔“

میں نے شخص کو جس سے بدو یا قمر میں گندھیاں دینے تھے۔ ایک دفعہ ایک غیر مسلم نے آپ کے قدموں پر تعظیم کیا تو آپ اس طرح تڑپ کر صحت کئے جیسے قدموں کے سرتپ آ گیا۔

آپ چاہ پانی پر تحریف فرماتے تھے۔ ایک شخص نے قدموں پر پانی چاہی تو آپ اس طرح چونکے کہ وہ شخص تڑپ اٹھا۔ اس نے تعظیم مسافر کر کے اس کے قدموں پر چھپے بہتہ آپ تعظیم فرماتے۔

وہی مرتبہ ایسے ہی موقع پر فرمایا کہ۔ ”آدمیوں کی طرف سے“

(حدیث ۱۲۷۱۹ روایت مولانا فضل غفریم صاحب رحمہ اللہ)

(۲۵) ”بہت مبارک ہے، تالی صاف کی۔“

ایک دفعہ کہا کہ آپ نے احادیث میں شیخ الحدیث نے وفات کی تالی صاف کرنے سے لے کر عقل صاف فرمایا تو اس وقت بعضی نے کہ تو حضرت شیخ الاسلام نے

اپنے دوست مبارک سے خود ہی زانی کو صاف کر دیا۔ (حوالہ پارہ ۱ ص ۱۲۹)
(۲۶) ”شاگرد کی خدمت“ کہ۔

اساتذہ اعلیٰ کی کتاب کے زمانے میں شیخ بریلو مولانا محمد علی صاحب حضرت شیخ سے
تفسیر قرآن کریم پڑھنے گئے۔ وراثت کے کتب خانہ سے لے گئے تھے۔ پھر
حضرت شیخ میں خدمت خلق کا جو سہ پناہ جذبہ تھا۔ ان کا انداز اس وقت سے رہا ہے۔
مولانا محمد علی صاحب کو غصہ ہوا کہ وہ خود بھی کتاب کے لئے برتن
اپنے کمرہ میں رکھ لیں تھے۔ یہ برتن ان کے پیش پاب سے لے کر اچھٹے تک ان کے محمد علی
صاحب کے پیش پاب تک پہنچا دیا۔ اور برتن پر کتاب سے لے کر اچھٹے تک ان کے
آداب کا مختلف یہ حوالہ دیا۔ یہ اتفاق سے آیا۔ راجہ تین اس وقت ان کو کھانسی
رہا کہ حضرت شیخ ان برتن کو صاف کرنے کی غرض سے لے گئے۔ یہ تھے۔ اس وقت
معلوم ہوا کہ مولانا محمد علی صاحب نے یہ ہیں۔ (حوالہ پارہ ۱ ص ۱۳۹)
(۲۷) ”محمد و مکیوں کا دم“ کہ۔

مولانا محمد علی صاحب فریادیں کر رہے تھے کہ وہ کتاب لے رہے ہیں۔
مولانا ایک عظیم اندیشہ۔ ہم سمجھتے ہو فقیرانہ۔ یہ کتاب جو لایا ہے۔ فقیرانہ۔ وہ خدمت
پیشہ کے ہیں۔ خدمت کرتے ہیں۔ وہ مل کے شریعت و شہ پر مبنی کہ وہ ہم میں بھی خود
دیکھ کر رہے ہیں اور پھر انٹیکسٹوں پر اثر کر رہے۔ ان کے لئے کہنے میں پائی ہو رہا ہے ہیں اور
پڑھیں وہ کہ پیدا کرتے ہیں۔ یہ مشورہ کرنے کی بہت فرماتے ہیں
نام ظور پر ہم اپنے حوالہ کی بیعت اور فقیرانہ مبنی سمجھنے کے لئے وہ ہمیں غور
اسلام کی یہ سب سے بڑی شخصیت ہر وقت مسکراتی رہتی ہے۔ (حوالہ پارہ ۱ ص ۱۴۱)
(۲۸) ”ایک روپے قبول فرما“ کہ۔

ہم اپنا کے جلسے میں حضرت کا مہمان تھا کہ بڑی دھیرے پیش کرنے والوں سے فرما
دیا کرتے تھے کہ بھائی کسی غریب آدمی کو دے دیجئے۔ میں تو بچے سے روپے تو اپنا کا بیوں۔

نہیں آپ کی آمد، لی، ملاحظہ فرمائیے کہ جب مرزا بادشاہی ایک عہد و پناہ میں رہے تھے
 صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک روایت پیش کیا تو حضرت نے اسے سہ جہان لکھا
 فرمایا قبول فرمایا۔ (حوالہ بالا ص ۱۳۱)

(۲۹) ”تھوڑے کے لئے خود در خواست“۔

ایک مرتبہ حضرت نے یہاں فیض آباد سے ایک بڑا ک حاجی عبدالرحیم صاحب
 فضل تشریف لائے تو حضرت نے ایسے بحث کہ نے حضرت سے عرض کیا کہ حاجی صاحب سے
 بچوں کے لئے تمویذ اور اپنے ملاحظہ فرمائیے۔ جس کے آستانے سے روزانہ تعویذ تقسیم
 ہوتے ہوں۔ روزانہ وہاں سے تمویذ کا سوال کر رہے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے وقت جبکہ
 مہمان خانہ فقہین سے بھرا ہوا ہے۔ (ایضاً)

(۳۰) ”دیکھنا کیا دست خوان بچھا رہے ہیں“۔

تیسرا سو کام کا واقعہ ہے کہ ایک دن تراویح سے فارغ ہو کر آپ گھر سے میں
 تشریف لے گئے ہم لوگ تو کچھنے میں کچھ بیوی بھی تھی۔ جب ہم لوگ اندر پہنچے تو دیکھا کہ
 حضرت دست خوان بچھا رہے ہیں۔ (حوالہ بالا ص ۱۳۲)

(۳۱) ”مزبور کے مکان پر تشریف لے گئے اور معذرت کی“۔

دوبند کا واقعہ ہے میدہ پلے دار نے ایک مرتبہ حضرت کی دعوت کی اور وقت
 پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہوا کہ حضرت کھانا تیار ہے تشریف لے چلتے۔ حضرت کے یہاں
 اس وقت مہمانوں کا کافی جھوم تھا اور حضرت کسی کام میں مصروف تھے۔ آپ نے اسی سے
 فرمایا کہ میرا اس وقت جانا نہیں ہو سکتا تم کہنا سیں کچھ دو اپنا پیسہ دو ایک لے کر حاضر ہو
 گئے۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد خلاف توقع اور اچانک میدہ کے مکان پر پہنچ گئے اور
 سبکی جانتے تھے۔

میدہ لے کر اتر کھوا جا رہے تھے کہ حضرت بڑا مزہ خود در خواست سے نہ گزرتے ہیں اور پھر راجہ
 مرست اور پچھلے ص ۶۲ سے روئے لگا۔ آپ کو مکان میں لے گیا حضرت نے فرمایا

بھائی! تم غریب تہی ہو۔ میں نے کل تمہارے یہاں "مٹے سے اسٹن" لگا کر دیا تھا کہ تم کو رقم
 نکالو اور یہاں ہوتے (ایٹ)

(۳۲) "ہم تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں۔"

جب حضرت معتمد صاحب پاکستان جا کر دوبارہ دیوبند تشریف لے آئے اس
 سلسلے میں حضرت نے کافی جدوجہد فرمائی تو بددوف کی آمد کے سلسلے میں ایک جسد
 ہوا حضرت نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تو آپ کے نوکر ہیں اور آپ ہمارے آقا
 ہیں آپ ہمیں حکم دیں ہم تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ ایک عظیم مجمع میں ان قدر صریح آپ
 ہی کا مرقعہ (ایٹ)

(۳۳) "موقوف کیجئے گا! میں بالکل بھول گیا تھا۔"

مولانا عبدالحمید سہروردی (مجدد حضرت علی) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو اپنی
 حالت سے بہتے میں پرچہ دیا۔ حضرت نے فرمایا:

کہ میں آپ کو نوکر جہتی نہ دے گا۔ اس کے بعد حضرت بھول گئے۔ جب آسمان پہنچے تو نیک
 دن مولانا عبدالحمید کو دیکھ کر فرمایا:

"موقوف کیجئے گا! میں بالکل بھول گیا تھا۔ آپ نے بھی یاد نہیں دلایا۔"

ملاقاتی سے حضرت کو جس وقت یاد آئی اس وقت آپ کے پاس چند انصران بھی پہنچے
 تھے۔ انہی نے سرتے حضرت نے نیک خود اور مرید سے معافی مانگی

(حوالہ: ص ۳۰)

(۳۴) "امیڈاری برتو سے اٹھاؤں؟"

ایک مرتبہ حضرت بہار کے اور دیوبند تشریف لائے اس وقت میں
 نے مولانا صاحب دہلوی سے درخواست کی کہ چاندنامہ میں مقام سرخو (ضلع
 روٹھی) کو اپنی مثال پر جب تک کہ اس کے علوم و معیشت کی سنگ بنیاد حضرت اپنے دست مبارک

صاحب نے اسے پیچھے ہٹنے کے لئے اشارہ کیا۔ تو حضرت دجس کھڑے ہو گئے اور ان کو روکنے والے صاحب پر سجدہ نامہ اٹھا دئے اور فرمایا کہ: کیا سوجھن نہیں ہے؟ پھر اس کیوں روکا گیا؟ (یہ ایت ہو انہیں اس پر سجدہ ہوئی ص ۵۷)

”مکتوبہ سے شیخ الاسلامؒ سے چند اقتباسات۔“

(۱) ”اصلاح نفس کا خیال ایک نفس پرور سے کیا عجیب!“

”مجھ کو خیانت کی بات نہ کہ آپ میرا آج یہ کارنامہ دینی نرمی اور دینی سے وقف

اصحاب علم و شعور اس میں مل جلے ہوئے ہیں۔ چاہے جو کہ لفظ لاطیل سے نمودار ہو رہی ہے

”عمر ہے اصلاح نفس کی فطرت سے نہ مست۔“ میں حاضر کی کارنامہ فرما رہی ہیں۔“

میرے محترم! اصلاح نفس کے لیے کسی ملک دین و نفس پرست، کار و کاروانی کے پاس آنا

کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ جو دنیا کا قصد کرتا ہے، اس شخص (آگے) کا قصد نہیں کرے۔ میں تالیف

کتابوں کے میں اپنی پیادہ دانی اور پیادہ دانی سے خواہشمند ہوں اور اس وقت سے رہا ہوں۔

محترم! اس وقت کوئی بے عار ہو گا کہ یہ بھی مودہ ہو رہے ہیں ابھی مجھ جیت نہ دیا کی

طرف نظر اٹھا جائے کہ جو تالیف اصلاح نفس ایک پرور سے ”یا لطیف“ اس سے و

تقصیر نہیں کہ آپ اکتھ ایسا دانی سے روکا جائے۔ حاشا وکان، بلکہ اپنی حالت کوئی برکھریا

ضروری ہے۔ بعض حضرات اس سے کہ میں ہوں۔ یہ وہو با ہے کہ مجھ کو چند مقدمہ کی مشیوں کی

خدمت میں ایک نہ، نہ صرف پائیانی کو بہت دینی ہے اس لیے نہ وہ پائے اور ان کی ہوجی۔

مقدمہ کوئی چٹکائی ہے کہ مقدمہ کا یہ تھیرا دانی ہے۔

تھیں استان قسمت واپ ہو رہا ہو کامل

کہ ختم ہوا ہے میدان تھیں ہی و ہر مقدمہ

(مکتوبہ سے شیخ الاسلامؒ سے چند اقتباسات ص ۵۷)

(۲) ”محترم! اس سے تجھ پر مرنے کی فکر تو کھینچ آخرت پہنچ نہیں۔“

”بتدا سے نہایت نفس پرست اور اعمال میں کائنات واقع ہوا ہوں ہر تمام ہر

مناہوں اور بیچاریوں کی سیات میں نہ رہی ہے۔ اب عمر ستر و ہجرت میں تھا یہ عمر کئی بے غور و غافل
آخرت کچھ نہیں ہے۔ ظاہری ایسا باب پہ لکھتے کرتے ہوئے مفتہ کی کوئی امید نہیں ہے لوگ
نہیں آتے ہیں کہ میں آج ہوں رکاؤ اللہ اہل اہل کے اوصاف یہ ہیں اور انہوں نے جاپہ سے
پاک کر دئی اور خالی ہوں۔ (سوانح حضرت میں ص ۱۲۷)

(۳) ”توبہ الی اللہ اور اصلاح نفس کی مجھ کو فرست نہی۔“

”میں مختلف امور میں مبتلا ہوں۔ سیایات میں میرا شغف کم و بابر ہے۔ وہ
ظاہرہ کا اہتمام مجھ سے ہوا سارا آدموں سے غیاضت اور غلط انتہیت و غیہ کی میں قدر
کثرت ہے کہ جس کی وجہ سے توبہ الی اللہ اور اصلاح نفس کی فرست نہی نہیں ملتی تھی۔ یہاں
۳۰ روپے ماہور، تنخواہ، ٹیکس اور دیرینہ نوپائی قصیم دیا ہوں اور اس میں بھی اس قدر کوتاہیاں
ہوئی ہیں، اگر رحمت خداوندی نے دیکھی نہ تو یہاں تو یہ کچھ نہیں ملتا۔ یہ قصیم پر موقوف ہے
و ارشاد کتب صاحب ہے۔ میں تو صرف حضرات اکابر سے غفیم پر بیعت کر رہا ہوں۔ یہ عمر کئی
اس لائق نہیں۔“ (س ۳۰)

(۴) ”عمر و بیعت نے دامن نہ چھوڑا۔“

”ہم جب حضرت عاقی اللہ صاحب پہاڑ کی رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے تو تقریباً ایسے ماہ سے چھوڑا کہ تھکے ہوئے تھے۔ ہم نے صاحب کو ٹھہرا کر کئی
مشغولی کی بنا پر اس مدت قلیلہ میں بھی حضرت صاحب سے بیعت اللہ کی خدمت میں
روانہ حاضر کی نصیب نہ ہو سکی۔ حضرت مولانا راہید اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت میں
نہا کی مسیبت سے رہنا نصیب نہ ہوا۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب نے بیعت اللہ صاحب رحمت اللہ
علیہ کی خدمت میں بیعت نہ کی تھی، ہوتا نصیب ہوا تو عمر و بیعت نے دامن نہ چھوڑا۔“

(س ۳۰)

(۵) ”آپ کا مجھ سے بیعت کرنے تحت غلطی تھی۔“

”مولانا ولی اللہ صاحب (علیہ رحمۃ اللہ علیہ) حضرت توفیق رحمت اللہ علیہ سے بیعت الی

لگتے ہیں، ساری شے جس کو پھونکا کر صرف باطنی اشعار میں منہبک ہیں۔ ان کی بارگاہ میں
بڑا دوس کو قیاس حاصل نہ ہو، بلکہ اس لئے موقع مت تشکوا ہے، ان سے استفادہ کیجئے۔

آپ سے قریب ہیں وہ بات ان سے دریافت کر سکتے ہیں، وہ زمانہ ان کی خدمت میں
حاضر ہو سکتے ہیں۔ میں اتنا کہہ رہا ہوں کہ یہ زمانہ ان سے دور نہ ہو، وہ اب حاصل ہوں
آسان ہے، ان نے یہ دور ہی ہے کہ آپ انھیں کی طرف رجوع کریں۔ (۳۰ ص ۱۴۰)

(۲) ”بانشین شیخ الہند“ لکھنے پر اظہار رائے ہو سکتی ہے۔

”آپ حضرات آئے اور گئے۔ دوسری ملاقات میں پہلی ملاقات کی بھی ناقص
چھوڑا، میں پہلی ہی بوجہ خلاف قانون دوسری ملاقات سے مایوس تھا، مگر آپ نے اشتہار نہ کیا
خیر کوئی ضرورت بھی نہیں تھی۔

مجھے آپ کے لئے جو ہے، وہ جانوں کو دیکھ کر سخت افسوس ہوا، حالانکہ خوش ہونا چاہیے تھا۔ ان
رسالوں کے لئے ”بانشین“ اور ”بانشین نامہ“ کا لفظ جو نام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔
یہ کس قدر غلط لکھ ب ”بانشین“ ہے، جس کو آپ حضرت نے خود لکھا ہے۔ آپ کو معلوم ہے غلط
ہوئے بغیر تصحیف کے ممکن نہیں ہے۔ پھر حضرت شیخ الہند کے لئے سب اور کس وقت بنگلو
اپنا غلط بنا دیا، میں تو اس سے بے نیست بھی نہیں مانگ چکا ہوں، نے اپنے کرم و مہارت سے
میرے عمل کا جی، باطنی تربیت فرمائی جس کی وجہ سے مجھ کو یہ حد فائدہ حاصل ہوئے۔

مخاطب کی اسیر تھے زمانہ میں جو باطنی اصلاح کے لئے تھی طریقہ پر توجہ مبذول رہی اور
کیوں نہ رہتے، میں ان کا ہی تھا اور ہوں، آخر میری قابلیت نہ تھا اور استفادہ کا سہہ نہ ہوتی
یقیناً آج میں جو ہوں اور روحانی کمالات کا ایک گلدستہ نظر آتا، مگر یہ قسمی کا ملان کیا
ہے۔

یہ تصانیف میں برہم شرمندہ سایہ دارم

درجہ حق کہ وہ حق بچہ کار گشت ہزار۔

جیسے کہ لے۔ پر مبنی ہی روشنی ڈالی جائے اس کا روشن ہونا اور اس کا روشن کرنا دونوں مختلف

ہے، یہی طرح مجھ جیسے نادان و نادار کی حالت واقع ہوئی ہے۔

۔ کعب بھی جسے پڑنا چھنا عشق بنوں کا

و حرم بھی بچا پہ نہ بھی آگے جگر کی۔

مہربانی کر کے س کے استاد کی فکر کیجئے، جتنے ناکمل ہیں انکو چاہیئے اور دوسرا ناکمل چھوڑیئے جس میں ”خادم“ یا ”شاگرد شیخ الہند“ تحریر فرمائیئے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱ ص ۳۳۷)

(۷) ”اگر آپ حضرات کا یہی معاملہ رہا تو بہت جلد تمھکو ہندوستان چھوڑنا پڑے گا۔“

”اگر آپ حضرات مجھ کا یہی سے شمار کرنے میں تو خیر، ورنہ میں یہاں سے نکلتے ہی چھڑاؤں کی فکر کروں گا، میں خود اپنی نفس افکار میں جتنا ہوں، مجھ کو عند اللہ اپنی خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میں تمھیں کہہ رہا ہوں کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے کس کا، پر میرے ساتھ یہ (یعنی خلافت کا) معاملہ فرمایا، اور لوگوں میں کیوں اس کی اشاعت ہوئی؟ کاش؟ مولوی بہشتی صاحب وغیرہ کسی سے اس کا تذکرہ نہ فرماتے۔ ایسی باتوں کی وجہ سے بڑوں پر عصب آتا ہے، ان کی وقعت نظروں سے گر جاتی ہے۔

خدا نے تین ایسے بزرگ و بزرگ سے جو کہ حقیقی نائب قسم از سلسلہ ^{ہندوستان} تھے، مجھ کو دکھائے اور کم و بیش ان کی صحبت عطا ہوئی مگر عروسی کے سوا کوئی چیز ہاتھ نہ لگی۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے اور اس قسم کی تشبیہوں سے عالم کو گمراہ نہ کیجئے۔“ (مکتوبات جلد ۱ ص ۳۳۸)

(۸) ”نہ میں محسوس ہوں، نہ رشیدی ہوں، نہ قاسمی ہوں، نہ استاد کی۔“

”آپ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے بہت سی باتیں تکلفات کی نگاہ سے

جہاں ہر میں ان سے دھوکہ میں نہیں آسکتا، مجھ میں کوئی قابلیت کسی بزرگ کی جانشینی کی نہیں ہے، بلکہ خلاف اس کے اپنے لوگوں سے حساب میں بھی مجھ کو سخت ندامت کا سامنا

ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے آقا رحمہ اللہ کا موقع ہوگا، پہلی حالت کو اس نے خلاف پاناما ہوں اس لئے بجز اس کے کہ ”تھک اکابر“ نہیں اور کیا آئیدہ ملتا ہوں۔ مجھے تو اپنے کو محمودی لقب بھاتا ہے۔ نہ رشیدی نہ قاضی الدہلوی اور نہ اس پر بھی جرات ہوگی۔ ہاں اگر خداوند کریم ان بزرگوں کے کائنات معرفت و اخلاص اور عمل بقانون میں سے کچھ خوب فرمادیں تو اس وقت میں کوئی مضائقہ نہیں، میں ان بزرگوں کو بدنام کرنے والا ہوں، کیسے نام نہ نہ والا نہیں ساعدہ تعالیٰ رحمہ فرمائے۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۴۴)

(۹) ”ماہ حیات کلمات نصیحت سے اہتمام کیجئے“

”مجھ کو اس سے سخت صدمہ ہوتا ہے کہ ماہ حیات کلمات نصیحت چیں اور اس سے تغافل برت رہے ہیں کہ جناب مولانا محمد علی احمد علیہ وسلم نے ماہ صحن کے لئے اس قدر محنت کلمات ارشاد فرمائے ہیں اس لئے آپ کو بہت زیادہ اہتمام چاہیے اور سب سے زیادہ افسوس کہ بات یہ ہے کہ آپ اطراء و صحت کرتے ہوئے ماہ حیات کلمات مثلاً ”خیر الدین“ ذات نور علی نور“ قبلہ تعالیٰ حاجت الوفیہ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس قدر افسوس کہ بات یہ کہ جس چیز کو ہم دوسرا نام لے لیتے ہیں تو حق نہیں اور ان باتیں بھی افواہ میں ہیں اس سے ہماری نفسانہ امور و نفسوں الفسکوں لکھ باتوں سے سخت مرینا جیتے ہو۔
عندکم انکم من الارض و انکم من الجنة فلی
بفسون انما انکم فلا تفرکو! افسوسکم هو اعلم بعصا نفوس
الحذر! تحذیر! حذر! کا جواب معلوم نہیں، یہ بات خاتمہ الزمان ہے جو پاناما اس وقت تک اشراف المذہبات ہونا بھی چاہئے نہیں۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۲ ص ۱۱۵)

(۱۰) ”آپ جھوٹی مدح سرائی چھوڑ دیں!“

”جناب مولانا محمد علی احمد علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حذر

فحس فحشہ اشہد رحیمت اللہ علیہ صاحب اہمیت قرینہ اور من ساقی کرنے والوں کے لئے میں خواب تجھ سے دو ایک شخص کے لئے مانتا اس کی قرینہ کی تفسیر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورت اشہد خبیث (آئے اپنے بھائی کی پشت اور سر توڑ دے) آپ پر تو میں ایسی ہی مانتی قرینہ کرتے رہے ہیں اس دعا میں لکھتے ہیں "اللہم انتقم من الخائنین الخائنین انتقم من الخائنین الخائنین" یہ سب تجھ سے نہیں ہے آپ کو کیا معلوم کہ میں کیا ہوں؟ آپ کو معلوم ہی ہے "لعمرو اللہ کیا ہے

اور اللہ تعالیٰ کے یہاں نہشت ہوئی تو کیا جواب میں ہے "اگر میرے انکس اور ان الفاظ کی وجہ سے تکبر اور غرور میں مبتلا نہ کیا تو میری چال تو سچی ہے اور پھر آپ بھی اس میں وہیں شریک ہوئے۔ میرے محتوم یا یہ بدعت ہے۔ ہم لوگ آپ سے کچھ ان غلط طریقہ پر پکے جانتے ہیں ان کے قیام یہ آتا ہے کہ ہم میں خود درستی کا منصب رکھیں اور وہ ان کا کیا ہے؟

(۱) قرینہ ص ۱۰۰ (۲) جہدہ ص ۵۹

مخدوم الملک حضرت مفتی محمد حسن صاحب امر قسری رحمہ اللہ کے واقعات
چشم سے متعلق حضرت مفتی صاحب کے ملفوظات

(۱) فرمایا

مفتی (تواضع اپنی روایت ہے کہ خوشی کو اس نے اختیار نہ کرے کہ ہندی ملے۔ پھر وہ جتنی کسروں سے ہے بندہ بنے گی۔

(۲) فرمایا:

تواضع کرنے کو اپنا حق اور منصب سمجھے اور تواضع سے بے خبر ہو کر تواضع کرے۔ تواضع اگر اپنی تواضع سے خبردار رہے گا تو وہ سورت تواضع ہوگی مفتی تواضع نہ رہے گی جیسے نیکو اور اپنی حالت نیک سے خبردار رہے تو وہ جتنی نیک نہ بنے گی۔

(۳) فرمایا

عظمت اللہ امت حضرت تھانوی قدس اللہ عنہ (۱) فرمایا کرتے تھے کہ

علیہ میں تو انبیاء کی۔ بعض وفد فرمایا کہ ”تو کہہ دو مجھے“ مفتی صاحب مفتی صاحب ”کیسے ہیں اسی کی وجہ سے تو ہوا، عطاء اللہ شاہ صاحب (بخاری و صحاح) کا میں استاذ ہوں، ان کی عزت کرتے ہوئے مجھے ”مفتی صاحب مفتی صاحب“ کہہ دیتے ہیں“ (مخبریں ان کا پرش ۲۵)

واقعات۔

(۱) ”میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال“۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تھانہ فیوں میں خاتوا شریف کے جس حجرے میں میرا قیام تھا وہاں ایک روز خوب صاحب (حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجدد باب مرتضیٰ علیہ) تشریف لائے اور دروازے کی پانچھٹ میں سر طرہ کھڑے ہو گئے کہ دونوں ہاتھیں پھیلا کر دونوں طرف ہاتھ دکھائے۔ میں نے کہا خوب صاحب پر شعر تو کو یہ آپ نے میرے لئے کہا ہے۔

میں بدی میں آپ ہیں اپنی مثال۔ بدی نفس بدی بدی بدی بدی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا: ”کہا تو میں نے اپنے لئے ہے، میں کوئی اپنے اوپر چپکا مایہ سے تو اور بات ہے۔“

(۲) ”آپ حضرات سے تعلق میری اپنی نجات کا ذریعہ بنے گا“۔

اپنے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر محمد اختر صاحب مدظلہم کے ایک عریضہ کے جواب میں حضرت والا ارشاد فرماتے ہیں ”آپ کے مرتبہ نامہ سے اس خوش ہوا آپ حضرات سے تعلق“

مجھ کی اپنی نجات کا ذریعہ بنے گا اور بننے کی امید ہے، اختر نے لئے حسن خاتمہ کی وہ اور عقیدت کی وہ فرما کر احسان فرماتے رہیں۔ (۳۰۲)

(۳) ”میرے پاس کیا ہے، کچھ نہیں، لیکن تو کوئی کوشش ہو گیا ہے کہ میں دیندار ہو“۔

ایک مسجد اور ریاضت کرنے کی غرض سے حاضر ہو گئیں، حضرت (۱۳) نے اپنے صاحبزادہ صاحب
 صاحب کے ذریعہ کھلوا دیا کہ پردہ کر کے آئیں۔ انہوں نے جواباً کہہ دیا کہ میرے پاس ایسی
 کوئی چیز نہیں جس سے پردہ کرنا نہ سکے۔ اس پر ہمارے حضرت رحمت اللہ علیہ نے فوراً ہی اپنے
 چہرہ مبارک پر دھال ڈالی اور فرمایا: "ان سے کہو: جائیں۔ جب آکر بیٹھ گئیں تو حضرت
 دانا نے ان سے فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔ ایک نے عرض کیا یہ میرے ساتھ میری
 چھوٹی بیٹی ہے اس کا شوہر نہ تو اس کو ہاؤ کر رہا ہے۔ اور نہ ہی میں کو کچھ جانتا ہوں اور اس کو
 نکک کر رکھا ہے اس کے چنگار سے کی شرعاً کیا صورت ہے۔ فرمایا اس سے چنگار سے کن
 صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ طلاق ہے۔ پھر اس سے کسی خرافہ طلاق حاصل کر لو، پس اس
 کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ عمر دریا رفت کرنے پر کہہ بانی کی حلی صورت نکال جائے
 حضرت دانا نے رشتہ و فریاد میں مسئلہ تہ تیویں بناتا نہیں، اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں
 ۔ جب وہ دیکھ کر چلی گئیں تو حضرت دانا نے اس وقت تک اپنے چہرہ مبارک سے دھال
 نہیں اتارا جب تک کہ بیڑیوں سے ان عورتوں کے ترسنے کی آواز نہ سن لی۔ پھر فرمایا
 ہویکھو ان عورتوں کا ظاہر تو ایسا ہے جو کائنات غرت ہے مگر ان کے دل میں دین کی محبت و
 عظمت ہے، مگر دین سے محبت اُتعلق نہ ہوتا تو میرے پاس مسئلہ پوچھنے نہ تھا۔"
 اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت (۱۳) کی کمال تواضع کی بنا پر کسی کو دلیل اور
 کثرت نہ سمجھتے تھے بلکہ اس کی خوبیوں کا زبان مبارک سے اظہار فرما دیتے۔ (۲۸۶)

(۶) "لاہور کے جامعہ اشرفیہ میں درس قرآن۔"

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:
 پاکستان بننے کے بعد شرعی و عبادت میں مسلمانوں کے فتنے عام کیے گئے۔ زمانے میں میرے
 کراچی آنے سے پہلے آپ لاہور میں آکر مقیم ہو چکے تھے اور ہمارے کے سے شہر کی ایک

عبارت نیا آئید کے متعلق حاصلی ہو چکے تھے، اور وہ اس خطابی کے مکمل انتظام کے ساتھ خود
 درس قرآن دینے کا مشغول جاری تھا، مگر حضرت مفتی صاحب کی بے نفسی اور طبیعت کا ایک
 خاص انداز تھا کہ جب کبھی اعتراض کوئی دوسرے اہل علم لاہور آتے تو اس درس قرآن کے
 لئے ان کو بڑے ذوق و شوق سے دعوت دیتے، وہ خود درس میں شریک ہو کر ایک ایک جملہ پر
 داد و تحسین دیتے تھے، نیا میں کوئی بھی امر شد یا عام اپنے معتقدین، مریدین و مابین کا
 اتنی تعظیم و تحريم نہیں کیا کرتا جس سے معتقدین کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تو تھا۔۔۔ بڑے بڑے
 زیادہ بڑے بڑے، مگر یہاں تو اپنی خدمت چاہا، کوہ قدم کے قریبان کئے ہوئے تھے حضرت
 مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ کی کثرتِ ادلی سے ہر اہل علم کے ساتھ بھی معاملہ فرماتے تھے
 مبارکبادی کی نوبت بھی آئی کہ حضرت سے مدرسہ کی عبارت میں درس قرآن دلایا اس میں جو تقریر
 ہوئی اس کو نہ صرف مقامی طور پر افسانہ فرمایا بلکہ اس کا انتظام کیا کہ یہ تقریر پورے مجمع کے
 سامنے نیا کتبہ کی جامع مسجد میں دوبارہ کی جائے۔ ایک مرتبہ اشتراکیت کی تردید میں ایک
 تقریر پڑھنی تھی تو جامع مسجد نیا گنبد میں باقاعدہ اجتماع کے ساتھ رات میں جلسہ کا انتظام
 کیا اور شہادت چند دنوں کے بعد کہ میری اس تقریر کو منضبط کر لیں، اس کے مطابق بڑے
 اجتماع میں دوبارہ یہ تقریر ہوئی اور شہادت چند دنوں کے اس کو منضبط بھی کر لیا۔ (چند عظیم
 شخصیات ص ۷۲)

(۷) "بیتا مجھے معاف کر دو، میری خدمت کی وجہ سے تمہیں بے آرام ہونا پڑا۔"

حضرت مولانا ابی حنیفہ رحمہ اللہ صاحب نقشبندی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

حضرت مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ کے بیٹے مولانا سعید اللہ صاحب وامت کو کا حکم آئینہ کی
 معاشرتی لاہور کے بہتر ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ اس عاجز کو بتایا کہ باپ کی بے نفسی کا یہ
 عالم تھا کہ ایک مرتبہ گھر میں سوئے ہوئے گری کا موسم تھا، وہ باپ کی شروع ہو گئی، اماں بھی
 انہیں اور انہوں نے اپنی چوپائی کو برآمد سے مل رکھا تھا اور باپ بھی چونک پاؤں سے مٹا رہے

ایسی تہ نے کے لئے اپنے آخری سفر کا پروانہ چننے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنا امور والوں کو آخری سلام پیش کر دیا ہے تھے تو انہوں نے الامور شہ میں اپنے

اجواب اور پڑھوں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا جس میں مرحوم مفتی صاحب سے الامور کی بعض ملاقات تھی۔ انہوں نے شخصین کے غیر انواریت میں فی۔ حضرت مفتی صاحب نے حضرت امامی کو پیغام بھجوایا کہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں، جواب میں حضرت امامی نے یہ جواب دیا کہ آپ تشریف لائیں، میں خود آپ کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے جامعہ اشرفیہ بلالندہ آجاتا ہوں۔ حضرت مفتی صاحب نے دوبارہ جواب دیا کہ قلمی خواہش ہے کہ۔ اپنی ہائے سے پہلے خود انواریت حاضر ہوں، حضرت امامی نے یہ اصرار دیکھا تو بلاشبہ کہ تشریف لائیں، بعد۔ لئے آپ کی آمد باعث خیر و برکت ہوگی۔ چنانچہ بانی جامعہ اشرفیہ حضرت امامی سے آخری ملاقات کے لئے شیرانواریت تشریف لے گئے۔ 7 ذی الحجہ 1385ھ میں انہوں نے اس ملاقات کا نقش کش دیا ہے کہ جب یہ حضرات شخصین آپس میں مصافحہ اور حائق کے بعد بیٹھے ہیں تو دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ دونوں پڑھوں پر خاموشی کی ایک عجیب کیفیت کا فی درجہ جاری رہی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے بے زبان، بغیر الفاظ و بغیر بات چیت کے ساری باتیں آپس میں شفا ہوتی ہیں۔

مولانا مود نے شریہ کی موقع کے لئے فرمایا ہے۔

اللقائے تو جواب پر سوال مشکل حل شود ہے قال و قال۔

ملاقات کا اختتام ان کلمات پر ہوا۔ بانی جامعہ حضرت امامی کی خدمت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ میرے یہاں آنے کا جب جہاں آپ کی ملاقات اور زیارت مقصود تھی وہاں سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آپ سے اپنے مسن خاتمہ کے لئے دعا کا لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ جل شرتہ میرا خاتمہ ایمان پر مقیم کرے۔

حضرت امامی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ”حضرت امامی جل شانہ نے آپ

یہ شان تھی تو یہ نہی اور نہ لادھیے۔ تو اس قسم کی چیزوں کو غور و خیر سے دیکھو۔

(ایضاً ص ۳۵)

(۱) "اس جگہ میں سب سے زیادہ دلچسپی میں ہوں۔"

کوئی جگہ نہ ہوئی تھی جس میں پستی کا آثار نہ ہوں اور اس عمر میں ہی جاہلیت کے
سے یہ شمر کر باقاعدہ پرست کرتے تھے۔

یہ کی پستی مستحق آبادی اور آج کے شفا آبادی۔

آج کے آبادی کے لئے کہ "تجربہ میں بیٹھے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہاں نہیں ہیں
سب سے زیادہ دلچسپی میں ہوں۔"

(ایضاً ص ۳۶)

(۲) "میں کیا ہوں جو میرے مخطوطات لکھتے ہو مست لکھو!"

جنابہ اعلیٰ انصاری صاحبہ رحمہ اللہ حضرت علیہ السلام کے صاحبہ خاتونہ کے ہوتے
جو ان میں سے تھے اور ان کی سالانہ خطرات اقدسہ اور اقدسہ خاتونہ کے ہوتے
سے مخطوطات کے جوابات بھی لکھتے تھے۔ ایک صاحبہ نے درخواست کیا کہ ان کے صاحبہ
نے حضرت سے اجازت چاہی کہ حضرت کے ارشادات کے لئے "مخطوطات" نقل کر لیا
کرے۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: "یہ مخطوطات" پر فرمایا: "میں سے
مخطوطات" لے کر "مخطوطات" سے حضرت سے مرشدی تھی تو ہی نہ تھی البتہ علیہ السلام سے ہیں کہ تو ان سے
کہتا ہوں میں کیا ہوں جو میرے مخطوطات لکھتے ہو مست لکھو!" (ایضاً ص ۳۷)

(۳) "حضرت مفتی صاحب نے اپنی فقہری کو اس طرح چھوڑا ہے جیسے
مرغی اپنے چوہوں کو اپنے پر وال میں سے لیتی ہے۔"

حضرت مفتی صاحب نے ان کی شان میں بدعت افراط اور تہمید و ثناء کا تصور
تھی اور حضرت نے ان کے لئے کہ میں پھر اس سے کہتا ہوں کہ "مخطوطات" میں، یہ تو

کہا ہے۔ ۹۔ سرال اس شدتِ غلبہ میں تھکا ہوا تھا کہ اس نے اپنے کنبی محسن ابراہیمؑ کی
 نادر بخشش پیش کی۔ جسے وہ محسن ابراہیمؑ کی فیہ و فیہ میں دیکھ کر کہہ دیا کہ
 ”یہ بھائی اور بیوی نے اس کی عبادت شروع کی ہے۔ آپ بھائی نے شروع سے اللہ تعالیٰ کی رضا
 میں سرِ موافق نہ کیا تھا۔ بغاوت کے نہ تھا۔ آپ بھائی نے کمرے میں اللہ کو نہ تھے اور
 محسن والوں کو جیسے پہچان ہی نہیں۔ یہ اتفاقاً ان کی بات نہ کرنا چاہیے۔ حضرت مولانا
 سید محمد علی لدھی کے استاد پرانے کا یہ اچھا دست چور تک لٹکے۔ اوقات حق میں کا کیا۔ رخص
 بالہ ہو۔

”میں اس وقت غلط نہ تھا۔ ہر جہیز میں جو شخص ہو کر سامنے آیا تھا یہ گورال کا پوتہ
 پتہ نہ چھوڑا۔ اور یہ ہے۔“

گویا یہ مشہور مینیٹن تھا کہ یہ شخص جو اس میں شہید ہوا۔ جو یہ وہ شخص اور یہ شخص حضرت
 مولانا سید محمد علی لدھی کی والدہ کی یاد میں کر کے فرمایا۔ وہ نہ بھائی اور نہ بھائی والدہ صاحبہ
 نور اللہ مرقدہ کا حضرت مفتی صاحب نے اپنی فقہی کوا میں لکھ کر دیا ہے جیسے مفتی صاحب
 یہ ذرا لکھ کر پڑھیں۔ میں نے سیکھا ہے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے یہ نہیں دیا۔ وہ بھائی
 الہیہ میں ہے۔ یہ صاحبہ بھائی کے محال فرمایا۔ ۹۔ جہیز کے اس کے بعد وہ متعلق ہو گیا
 تھے۔ فرمائی تھیں۔ اس وقت میں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کا سامان کی زندگی میں
 مولانا سید محمد علی لدھی کے سامنے بیٹھ کر فرمائی تھیں۔ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور
 حضرت مولانا سید محمد علی لدھی کے سامنے حضرت مولانا سید محمد علی لدھی کے سامنے تھیں۔ غریب یہ
 کیفیت دیکھ کر ہوتا تھا۔ (۱۔ پینہ ص ۳۹)

(۱۳) ”یہ تو آپ کا سامان ہے کہ آپ کے ذریعہ ہم کو کئی کئی سعادت
 نصیب ہو چکی ہے۔“

(۱)۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ سنے عرض کیا
 تھوڑی بعد بچہ عرض کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ حضرت آپ کو دعا کے لئے

بار بار تکلیف دہ ہوں، یہاں تک کہ کیا کہوں کہ بھائی! تم میرے گناہ سے مجھے حق تعالیٰ سے ہم کام ہونے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ کا احسان یہ کہ آپ نے اس بار کلامی کی سعادت مل جاتی ہے۔

(۱۲) حضرت کو باوجود ان کی تکلیف دہی سے بار بار عقوبت ملنے کے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ فرمایا کہ حضور! یہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میت مٹا دیا جائے تو یہ دعا پڑھو۔

بسمِ اللہ اللہم انی اعوذ بک من الخسوف والخسف والنجاسات اور دعا پڑھنے کے بعد غفر انک انعمد لک اللہ الذی اذهب علی لافانی

اس طرح یہ تکلیف بھی میرے لئے رحمت بن گئی کہ یہ دعا دومرتبہ (میتوں و جانوں سے) پڑھ کر ان کو قتل سے محفوظ رکھا جائے گا۔

دیکھئے: عہدیت کی نیت، رسالہ، تعلیم، ص ۱۰۱ (۱۱۱ ص ۳۹)

(۱۵) ”بھائی! معاف کرو، یہاں میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے۔“

چونکہ حضرت مفتی صاحب ایک امانت سے چلنے پھرنے سے اوجھڑ رہے تھے، ایک صاحب نے ان کا شمارندہاں میں ہونا ہے، اپنے کاغذات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کہیں نے ان میں بھی فرار نہ کیا، بھگت اور شہادت نہیں پائی اور کچھ معنوں میں قروں والی کے ان رفیقوں رسوں کا کس تھے، ان میں صاحب رسالت صاحب فی خواجہ جی کی کا شرف خاص ہوا، ان کے لئے ”چپا کے“ علی القدر مناسب اور اُن کے اُن کے کلاموں پر بھلا کر چار پونے وغیرہ ہوا کرتے اور عوامی شہرہ پر سے فراغت میں معاون ہوتے تھے، آخر آپ نے یہ حالت تھی کہ جب اداکن سے قلم بند ہو کر معافی مانگے، فرماتے ”بھائی! معاف کر دینا میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے۔“

(حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی نورانی کے مکتوب، ۳۱ دسمبر ۱۹۳۷ء ص ۹۳)

(۱۶) ”میرے کیا بساط ہے کہ دین کی خدمت کا کوئی کوچہ عوامی فکر رکھوں؟“

ایک روز ایک انصاف کا نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں نہ منسوب ہوا اور عرض کیا کہ

رحمت اللہ علیہ میں انصراف کرنے محسوس کی اور تواضع بھی اور نہ فی الشیخ کا یہ روزی اثر تھا، تاہم نہ فی الشیخ نہ نے سے شیخ کے کلمات غالب میں آتے ہیں ”خرد زے نور کچھ نہ نور زور نک پکڑتا ہے“۔

حضرت تھانویؒ نے تواضع لایحاج معصرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں آئی تھی اور آئی۔ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ ”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ کلمہ بہت تواضع تھی تو سب اہل مجلس میں تواضع آگئی تھی اور حضرت تھانویؒ کی مجلس میں یہ مجلس اپنے آپ کو سب سے متبع شمار کرتا تھا اور فراموش کرتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں اتنی تواضع تھی کہ اگر طالب سے تواضع آئی کہ وہ چنانچہ سب سے حقیر کون ہے؟

تو سب سے پہلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں ہوں“۔
حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ”بعض لوگ جب وہ چار نعل پہنتے ہیں تو (ٹوپی مانتے پر رکھ کر فرمایا کہ) ٹوپی ہوں دھو لیتے ہیں یعنی الشیخہ خدیجہ سے رکھ لیتے ہیں۔

عاماً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقرر نعل فراموش کرتے تھے کبھی حضرت تھانویؒ سے مقرر سے نفرت ہے۔

یاد چاہتا ہے کہ بعض دفعہ اپنی طرف سے یا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ بھی بدشگوار ہو گیا ”ہم انرجی تعالیٰ کے افغان کی خاصیتیں پوچھیں تو یہ ایسا ہے جیسے پانی نے قحط میں باریک جراثیم ہوتے ہیں ان میں سے کبھی مرائی کر یہ کبھی کہ انسان کے فوٹو کا ماسک یا ٹکسٹ جیٹ“ یعنی جیسے پانی کے قطرہ کے ہر ایک جراثیم انسان کے سامنے اوقات نہیں ایسی ہی انسان کی حق تعالیٰ کے سامنے کچھ وقت نہیں کہ حق تعالیٰ کے کسی شخص پر اعتراض کر سکے۔
(فیض الکاظمی ص ۱۱۹، ۱۲۰)

(۱۸) ”مسلمان اللہ اعلمت کی بھی تعلیم فرمائی اور تکبر سے بچنے کی بھی تدبیر سکھلا دی۔“
ایک مرتبہ جبکہ احقر (حضرت صفی صاحب دامت برکاتہم) فیہ المدرس میں پڑھتا تھا تو

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حق سے فرمایا کہ ”غلیب“ سے انکے ہاتھ دوسرے نہیں کرے کہ جیسے جتنی دوسرے لوگوں سے ایک ریٹائپ کر اس کی کٹائی سے اور اس کو قلم لے کر پچھلے ہی طرح تو لکھی انکے ”برائے“ سبب حدیث ”لے غلو“ کی بھی غلط فہمی اور غلیب سے بچنے کی بھی تدبیر سکھادی۔ (ایضاً ص ۷۱)

(۱۹) ”جب سنا وہ میں ہی کچھ نہ ہو تو بدلے میں کیا آدیک؟“

ایک دفعہ خیر احمد دس محل حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے انکے دفتر چائے کے برقی دستاروں پر دھوا تھا حضرت دوا ٹاٹے محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر کوئی کچھ خیر فرمائی اور ساتھ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”کن“، ”نہیں“۔۔۔ آپ کے مرید ایسے ہیں۔“ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب جہ میں فرمایا کہ ”جب سنا وہ میں ہی کچھ نہ ہو تو بدلے میں کیا آدیک؟“ مفتی اس مسئلہ پر سے اوسنے میں پہلی آیت ہے ”وہ“ اس مسئلہ میں پچھتے ہوئے فرمایا ”میں نہیں آدیک۔“

عجیب لوگوں سے اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا۔ سبوں احمد۔۔۔ اولیٰ اللہ میں بستی حق تعالیٰ کی معرفت برحق پل مانی ہے تو شمع بھی برحق چلی جاتی ہے۔ اس بات میں اور قدم بھی کر۔ ہے اور آخری حال بھی لگا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ”جس ساک نے تو اعلیٰ حاصل نہ کی، کچھ بھی حاصل نہ کیا۔“ (ایضاً ص ۷۱)

(۲۰) ”میں نہیں ڈانت کر پچھتا کر بہت کر۔“

ایک دفعہ ایک صاحب کو کسی کوئی پرانا انا اور فرمایا ”تو نے نہیں جیسا کام کیا“ یہ بھی نہ فرمایا کہ تو غیبت ہے۔ پھر شروع یہ خیال لے لیا کہ اس کا قصور نہ تھا تو گلے دیں بلا کر فرمایا ”کن“ میں تمہیں ڈانت کر پچھتا کر بہت کر۔“ جب تو اعلیٰ تھی کسی شے تو میرے سے معافی مانگتے بھی بلا کسی نے سنا نہ کیا۔ آپ نے اپنے آپ کو باطل ملایا یہ تھا اور شاید حضرت کی شان نہ، اور تنہائی پسندی ہی کی خواہش حق تعالیٰ نے یوں پوری فرمائی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قصور

کرنا چاہی میں اب اور بہت جد نہایت سادگی سے حالت المسکین کے قبرستان میں پر و خاک کر دیا گیا۔

نہ زمین کھائی آسمان کیسے کیسے (ایضاً ص ۷۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) "عسرت اور سادگی۔"

مفسر سلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ہم لوگوں کو خوب اندازہ تھا کہ مولانا کے یہاں عسرت اور نہایت سادگی کیساتھ گزارنا ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ انتہاء حال اور تکلیف سے بچانے کے لئے مولانا اپنے عزیز مہمانوں کے کھانے کا انتظام باہر کرتے اور انھیں کے کسی خادم یا مسجد کے ہی منتظم کو تھوٹھہ دیتے فرمادیتے، جس سے ان مہمانوں کی سہ پائی ہوتی رہتی۔ کبھی ایک مرتبہ اچانک اس کا اندازہ اور علم ہوا کہ مولانا کے گھر میں عام طور پر کبھی نہ دان اور نیلا، عیار نہ دیکھی جے۔ رمضان المبارک میں غریب مسکینوں کے یہاں بھی کچھ نہ کچھ اہتمام اور تکلف ہوتا ہے لیکن مولانا کے یہاں میں نہ اتنا بھی اہتمام دیکھا پایا۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ رمضان مبارک میں مولانا کی خدمت میں قیم تھا، مولانا نے ایک روز فرمایا کہ آج کھا، میرے ساتوں کھا بیٹے کا انتظام ہم لوگوں نے دیاب کے رونے کے مطابق مسجد میں پانی نہ چھوڑا۔ سے کر لیا نماز مغرب کے بعد مولانا تو اخل میں مشغول ہو گئے، فارغ ہونے تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ سووی صہ جب میں کھوں میں اطلاع دینا بھول گیا کہ آج آپ ساتوں کھا نہ کھا رہے تھے۔ یہ کہہ کر مجھے اپنے ساتوں چنے کا اشارہ فرمایا جانا آنا تو صرف روٹی اور وال کا چال تھا جو خانہ پاش کی تھی۔ اسی وقت وہی کامیروں بچے سے اضافہ کیا گیا۔ مولانا نے کھا، کھاتے ہوئے فرمایا کہ مولوی ابوالحسن صاحب (مولانا مجھے اس طرح سے جانتے تھے) ہم سے تو یہ وال اچھی ہے کہ یہ جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی تھی اس کو اس نے پورا کر دیا، ہم نے اپنی زندگی کا مقصد پورا نہیں کیا۔ اس کے بعد میری کسی صفحہ سے کھانے میں شریک ہو گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ آج کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔

(حضرت: چوہدری رحمت اللہ اور ان کے خلیفہ صلیہ ۱۱۲)

(۲) ”حد درجہ تو انشع اور انکساری“۔

مولانا جہاں دینی اور اہل دین کے سامنے بڑے خوددار اور غیور واقع ہوئے تھے۔ اہل دین اور خصوصیت کیساتھ ان لطافت کے سامنے جنگو اپنے مشن اور انکساری کی صف میں شمار کرتے تھے۔ حد درجہ تواضع اور منکر المزاج تھے۔ اعلیٰ حق سے نہایت جنگ کر اور فراموش کیساتھ ملتے تھے اور ان کی نہایت تخلیم کرتے تھے۔ دیکھنے والے کو اپنا غلوہ جوت تھا کہ مولانا ان کو اپنے اساتذہ کے صف میں سمجھتے تھے اور اپنے کو ان کے سامنے ایک طالب علم سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے۔

معاشرہ علم و مشائخ میں۔ مولانا کو دو شخصیتوں سے بھلا عقیدت تھی اور وہ ان کے ساتھ اپنے مشن کا ساتھ کرتے تھے۔ ایک حضرت مولانا مسین، محد صاحب مدنی رحمت اللہ اور ایک بہار سے

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمت اللہ۔ دیکھنے والوں نے بار بار دیکھا ہے کہ مولانا حضرت رائے چوہدری کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت ادب کے ساتھ وزراء اس طرح مراقب ہو کر بیٹھ گئے ہیں جیسے کوئی مرید رشید شیخ کے سامنے۔ اکثر حضرت نے کوئی بات چچی تو نہایت ادب کیساتھ غلطی اور بھلا ضرورت جواب دیا، پھر خاموش ہو گئے تھے یا نہیں کی ابتدا کوئی سوال پایا ہو یا کسی گفتگو میں حصہ لیا ہو۔ (حوالہ بالا ص ۱۱۵)

(۳) ”کمال سا ولی“۔

آپ سفر میں نہایت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ نواب بہاول پور کی دعوت پر بہاولپور تشریف لے گئے نواب صاحب کی معرفت استحقاق کے لئے دیکھنے والے اس شخص پر ازیرا معظم صاحب اور دوسرے خدام حاضر ہوئے۔ حضرت ادب پلیتہ فارم پر تشریف لے آئے تو آپ کے ہاتھ میں چڑے کا ایک مضمی تھا جس کے ساتھ ایک جیب سی ٹی ہوئی تھی اس میں بعض ضروری اشیاء رکھ لی کرتے تھے۔ ہر صاحب

نے حضرت رحمہ اللہ کے معاہدہ کر کے کہ ماہانہ ور خدام کس ڈپے میں ہیں؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا۔

”ہمراہ ماہانہ صرف یہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ نہ دہم۔ نہ بڑا توئی ساتھ لگایا

چٹا نیچہ

اسی سوئی میں کچھ بیف لے گئے۔“ (مرتبہ نمبر ۱۸۰)

(۴) ”ایک انجیل پچھلے اتر کر پیدل چلے گا۔ پچھلے۔“

آپ رحمہ اللہ علیہ یا مٹوٹ کے قریب (نوشہ کے زبانی) میں حضرت کا وعدہ تھا، تاکفروں کو بلانے کے وقت شیش پاستھیں لگے لئے گئے تھے تھوڑی دیر میں کوٹ یا پورہ کوٹ آئے۔ آخر کار جلد شروع ہوئی، اور یہ قرآن پاک کی تلاوت ہوئی تھیں اور ختم ہو گئی تھیں۔ مولانا شہید صاحب رحمہ اللہ نے تقریر شروع کر دی تھوڑی دیر بعد، پہلے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”ابوہریرہؓ میں توئی کی جڑ بڑھ گئی۔ کسی نے عرض کیا حضرت ہم تو شیش پاستھوں کے لئے گئے تھے اور وہیں لوٹ آئے حضرت نے فرمایا میں اسی لئے تو تھوڑا سا جھگڑا کر رہا تھا اب وہاں سے یہاں تک پہنچاؤں، میرے ہاتھ پیر کی کیا طواریت ہیں؟ ان باتوں سے طبیعت کو خفا بیت ہو گئی۔

(بندہ درود ختم نہایت جلد ۹ شمارہ ۸۰)

(۵) ”اکابر سے عقیدت مشائخ کا ادب۔“

آرام مقسب رحمہ اللہ حضرت شاد علیہ القادر را پوری رحمہ اللہ سے یہ تھا۔

(۱)۔ ”بے شک ایسے آدمیوں کی محبت حضرت شیخ الاسلام سید الدین صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر عہد الف بدو کے پوری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت را نے اپنی دامن خدیجہ کے ہاتھ متعلقین میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ مشائخ کا ادب منگو سبھت ہو وہ حضرت مولانا محمد علی راہوری سے سمجھئے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ راہوری میں صحبت ہمعصر نے اس امر کی کائناتیں جاری تھی

جس کے دوران رہنمیاؤ کے پمفلٹ تقسیم کئے گئے تھے۔ جس نے بھی خاصی تعداد میں اٹھوا لی تاکہ حضرت اقدس رائے چوری کے یہاں جا کر پڑھے لکھے لوگوں میں تقسیم کروں۔ میں وہاں پہنچا ہی تھا کہ حضرت لاہوری بھی وہاں پہنچ گئے، اول میں خیال آیا کہ تقسیم سے پہلے حضرت لاہوری سے مشورہ کر لوں چنانچہ میں نے اپنا ارادہ لگا دیا کہ حضرت لاہوری نے فرمایا نہ بھئی نہ دھڑے وار ۲۰ کے سامنے تقسیم کرنا۔ آگے پیچھے تقسیم کرنا پڑے نہ رہا جو راستے ہوئے اپنے جو قوس کو آج اور جلدی سے عصارہ کھینچے ہوئے حضرت کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے جس طرح آپ شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور مرید اپنے پیغمبر کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ سلام کیا اور دوران بھگا کر بیٹھ گئے۔

(حضرت مولانا امجد علی لاہوری رحمہ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات ص ۲۳۹)

(۲)۔ سید امیر اعلیٰ قریشی مدنی فرماتے ہیں کہ لاہور میں ایک مرتبہ مال روڈ پر واقع حاتی عبدالعزیز صاحب کے ہتھکے میں حضرت اقدس قطب عالم شاہ عبد القادر مانتھنی رحمہ اللہ علیہ قیام فرما رہے تھے کہ ایک دن شیخ الغنیمہ حضرت مولانا امجد علی لاہوری شریف لائے اس وقت تقریباً ایک مہینہ منداوی کا مجمع حاضر خدمت تھا، بڑے چاہنے والے اور ضروری کیچ سے حضرت اقدس رائے کی رسالہ علیہ جام پانی پڑھوا سزا است تھے اور ارادہ قبضہ جام پانی کے اور گرد و پیش سے ہوئے تھے ان میں عامتہ الناس تو برابر نام تھے اصحاب مجمع اصحاب علم و فضل اور معرفت و روحانیت کے ہاؤ ٹوشوں کا تھا مگر جب حضرت شیخ الغنیمہ شریف لائے تو ان کے لئے حضرت نے کرسی منگوا کر اپنی چادر پانی کے بالکل قریب رکھوا لی اور اپنے وقت کے یہ دونوں بزرگ نہ لایا، نہ ام ایک دوسرے کی اس طرح دو برویشے کا انگلی پیچے آئے سامنے تھے، دونوں بزرگ سرسبز عاواذ غیر غیرت پر پہننے کے بعد خاموش ہو گئے اور مجلس پر بھی سنا چھاپا ہوا تھا کہ جیسے کوئی یہاں بیٹھ ہی نہیں جہ۔ دونوں بزرگوں نے بظاہر کسی موقوف پر دینی مکتبہ نہیں ڈرامائی نہیں بتل سلطان الہامی حضرت سلطان بابور رحمہ اللہ علیہ

پس اس پر اسٹندروں کو تو تھے کون والی دیاں جاتے ہو

یعنی اس وقت وہ اسحابِ صدق و صالحین کے قلوب کی کمرانی دریاؤں اور سمندروں کی گہرائیوں سے بھی بہہ رہے تھے ان کے دلوں کی گہرائی کی تحدید کیا تو ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ جہاں نکلتے ہیں وہاں کے آئینے میں پوری تصویر بخینے والے مصطفیٰ شہف الیٰ آئینے مانسے حقے دانسیوں نے ہر کیا کیا دیکھا کیا کیا دیکھا یا اور کہا یا سنایا تو کیا جانے وہ دیکھنے والے تو ظاہری آنکھوں سے صرف دیکھ رہے تھے کہ انصاف رشید و ہدایت کے دونوں آفتاب و جنابِ نظر پر نیچے کے سر جھکائے بیٹھے رہے اور باہر کی دیر بعد پہلے حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے سراسر پر خفا اور اس پر فرمایا "حضرت اب اسرار نے چاہتا ہوں" (سوال بالاس ۲۳۹)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت

(۱)۔ حضرت اقدس شیخ الانصاف مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے روحانی کمال و نیابت سے بے انتہا مانس و عقیدت تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الانصاف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طوطا قافیہ آپ کے اکابر اہل اہم و متوطنین نے بار بار آؤگا کہ میں و رہا تھا حضرت ابو یوسف وہاں اہل اللہ نے مجھ سے مجھ سے جھگڑتے ہیں میں نے حضرت مدنی کے انوار و تربت کا کوئی دلی نہیں دیکھا۔

اس سے خود حضرت شیخ الانصاف رحمۃ اللہ علیہ کے بھی انوار و تربت کا مقام کچھ میں سے ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بلندہ ہمارا مقام پر فائز تینہ کہ اولیاء کرام کے مقام و مراتب کو فوراً پہچان لیتے ہیں۔ (پیشا ص ۲۳۱)

(۲) "نہ سست گاہ کا بھی اکرام"۔

ایک دفعہ حضرت شیخ الانصاف مولانا احمد علی ابوری رحمۃ اللہ علیہ چند شخص کے لئے جمعیتِ اعلیٰ نے اسلام کے ایک جلسہ میں شرکت کے لئے کراچی شہر آئے وہاں تک کہ ان سے ملنے والی کار اور فرما رہے تھے۔ مدرسہ کے محترم مولانا عبدالحکیم صاحب نے عربی و ہندوئی کے ایک حجرہ کھنڈی شہرہ راجے ہونے عرض کیا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے میں کمر و شہر ایک گھنٹہ تک فرمایا اور پھر بہت کام میں بیٹھے شروع فرمایا یہ تھا اتنا سزا تھا

کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ نے اپنے اختیار اس کم سے بظہر لے چکے۔ حضرت مدنی زید الدینی کی تصدیق کا مصنفہ مانور ثلثت سے وہیں تصدیق فرمانہ سے ابوہریرہ اور ماہیجے و ابو نعیم سے۔ نیز مسعودی اور ثوابت یہ نوازش مندوس و بھی دیت فرمایا۔

۱۹۵۷ء میں شیخ الاسلام مدظلہ سے مدنی رحمہ اللہ علیہ کے حساب کے بعد ۱۹۵۹ء کی پہلی سہ ماہی میں حسب مدرسہ اہل حدیث چلے میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الغمیر کلہاچی تشریف لائے تو جلد میں آجوتی قرار اور انجمن کرنے کے لئے عرض کیا میں۔ حضرت شیخ الغمیر رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو وصال نے اظہار زبان پر اسے سے قاصد ہوں تو قرار و پڑا دو میں حاضر انکا۔ (ص ۲۲۲، ۲۲۳)

(۲۳) حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں ہمیشہ روزانو بیٹھنے کا احترام۔

حضرت مولانا قاضی نصر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الغمیر مولانا احمد علی لاہوری رحمت اللہ علیہ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ سے ایک مخصوص قلبی تعلق تھا جبکہ آپ رحمہ اللہ علیہ انہما الخیر رفقا یا نہ تے۔ ایک دفعہ مفتی محمد سومار نا عبد الحلیم انھوں نے واپس لاہور حضرت لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمہ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کا وہ مکتوب اُٹھایا جو قیام پاکستان کے بعد یوہند سے بھیجا تھا غائبانہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ سے اس کراچی عامہ کو قیامت میں نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت اقدس لاہوری نے فرمایا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض دفعہ ہمیت و العہد سے بند تے۔ ہمارے میں تمہیں یوہند و دیکھنے جیٹنا چاہتے ہیں ہمیشہ روزہ خونی بیٹھتا تھا۔ (ص ۲۲۲)

(۲۴) "تواضع و کھڑائی"۔

حضرت مولانا صاحب میاں رحمہ اللہ علیہ امیر جامعہ مدینہ لاہور نے فرمایا۔

حضرت شیخ الغفیر مولانا احمد علی دہلوی رحمہ اللہ علیہ اسٹاف میں آرتے کہ میں ایسے ہی نہیں بلکہ میری وجہ اچھی سیرت کچھ ہوں کہ میں دولت دے زمین پر حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ جی کوئی دوسری جامع و بلند پایہ شخصیت نہ ہو تو میں نے فرمایا کہ مجھے حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کے سامنے غلطیوں بھی اور جہت پر متوجہ رہنا ہو تو بیٹا اور میں نے یہ خواہش کی کہ میری ذرا جگہ کے ہال حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی مہراب جو تو یہاں میں کی دینے جا میں اس سے جہاں حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی بلندی مقام کی ہو تو یہاں حضرت شیخ الغفیر رحمہ اللہ حیدری قادیانہ و توابین و الصلوات بھی تمام ہوتی ہے جبکہ حضور اللہ سر جنب رسول ﷺ کا یہ فرمان عالی شان ہے کہ جو اللہ و خوش کرنے کے لیے تو اشیاء اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ یہ تحکات بہت ہی عظمت و رحمت کا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الغفیر رحمہ اللہ علیہ قادیانہ میں جہاں میں انسب فرمائی کہ پاکستان میں پاکستانی مشائخ طریقت میں سے کسی سے اتنا فیض نہیں ہے۔ ایشیا افریقہ حضرت شیخ الغفیر رحمہ اللہ علیہ سے پیلا اور آپ سرگرم علماء قرار پائے۔ (ص ۲۲۵)

(۵) "دوس تو میدان کی وجہ سے پھولوں کا انکار اور تعظیم"۔

پروفیسر محمد عسکری صاحب شریعت و تقویات قادیانہ میں کہ انجمن تہذیب و علوم لاہور کے کانٹے کے قیام کا فیصلہ کیا۔ تو ان کے رحم و کرم سے مولانا کو قادیانہ میں پرست یا مری اور مولانا احمد علی دہلوی نور اللہ رحمہ اللہ کا دستہ یا اقتیاد منتخب کیا۔ ان کا یہ مولانا کو قادیانہ میں پرست یا مری کے کانٹے کی سہمی کے لئے میں نے بھی درخواست کی۔ باقی رہا تو دستہ انار اور تھے انجمن قادیانہ میں سے عام ۱۹۵۶ چنانچہ نومبر ۱۹۵۶ء میں نے اپنے مہمان کا چورج کیا میرے لئے انھیں مصلحتی میں یہ بھی تھا کہ راز خانہ میں سے کیا وہ جگہ نے دوران میں حضرت اقدس لاہوری رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا تھا کہ یہ متعلق یہ وقت حاصل کر میں۔ وقت حضرت اقدس رحمہ اللہ علیہ کی کوئی ذاتی گفتگو یا نصیحت نہیں فرماتے تھے لیکن جب بعد نہ زمرہ ذاتی ملاقات یا شام کو مجلس ذکر میں ہوتا تو حضرت کا طرز فکر باکس مختلف ہوتا

حضرت زہراؓ علیہ السلام علیہا السلام نے ہوئے اور اس وقت تک خط لکھنے کا سبب تھا
 مولاؑ نے ماسوفہ بیگم کو لکھنے کے واسطے پہلے حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ کے لئے لکھنے
 کے لئے اپنا شخصی کلمہ لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 نیچے بیگم کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 سمجھنے کیلئے چھو لیا۔ (مقام، ایضاً، جلد دوم، ص ۲۳۳)

(۷) "رواداری اور احقر ام مسلک کا علیہ ملاحظہ۔"

معر وقت، اہل حدیث کا لکھنے کا سبب بیان کیا گیا کہ مولاؑ نے حضرت
 دہرہ علیؓ کی بیگم کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی نیچے بیگم کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 کو مولاؑ نے سید داؤدؓ کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 تو آپ سب لوگ ان کے مسلک کے احقر ام میں رہنے کی بات کرتے ہیں اور ہمیں باجہ نہیں تاکہ
 جہاں سے ہمہ انوں کو یہاں کوئی اثر نہیں ہو۔ جبکہ مولاؑ نے سید داؤدؓ کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 پہلے ہی اپنے ساتھ لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 آپ یہ فرمیں کہ وہی آواز سے کہہ رہے ہیں کہ مولاؑ نے سید داؤدؓ کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس رواداری اور احقر ام مسلک کا یہ ٹیپ منہ دیکھا یا کہ منہ کی طرف کے
 نماز کی طرف سے ہے۔ یہ ہے کہ اس آئینہ بظہر آواز سے کہہ رہے ہیں کہ مولاؑ نے سید داؤدؓ کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 نے اپنے بیگم کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی

(۸) "خود زہراؓ علیہا السلام نے لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی"

(۸) "طلب کا سامان انھیں کر مسجد لیجا تا۔"

حضرت زہراؓ علیہا السلام نے لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 راہِ اہلِ ہند کی ایک مرتبہ حضرت مولاؑ نے علیہ السلام کو لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی
 ہر سال مظاہر علوم سہارن پور کی میعت میں سہارن پور سے پہلے پورہ لکھنے کا سبب بیان کیا تھا کہ جب مولاؑ نے محمدؐ رضی اللہ عنہ کے ان فعلی

ساتھ اپنے طلباء بھی تھے جو اس گمباز میں شریعت کے لئے حضرت مولانا احمد علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتے تھے۔

حقائق حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی انہوں نے اس وقت پر کورین دیوید کے استقبال کے لئے دیوید تھے جن کو ایک موقع کا زریعہ بنائی گئے اور مولانا مہاراشٹر صاحب حضرت شیخ الاسلام مولانا احمد علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

اسی شہر قحط کو بنا کر انہوں نے مولانا احمد علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ ان طلباء کو شیرانوالہ کی مسجد میں پڑھایا کریں۔ حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی جاس دیکھیں نے ان طلباء کو سالانہ اور مسجد شیرانوالہ پہنچا دیا۔ طلباء سمجھیں کہ وہ معلوم ہو کہ وہ ان کے پاس آئے تھے جس کو بہت شرمندہ ہوا۔

(خدا مہربان ہو ۱۲-۲۹ جون ۱۹۴۳ء، دلیو نمبر 359)

(۹) "انسانی بھدروں کی..."

مدرسہ اربع اربعین صاحبہ دہلوی دلیو میں کہ جن ۱۹۳۴ء کا سفر ہے۔ میں تاکھے میں اپنے دوستوں نے میرا واسطہ کیا۔ قحط قحط کی (بوسہ) جو ہر ہاتھ دے دیا اور قحط کی کے درمیان۔ دلیو کے رہنے کے لیے ایک ٹھکانہ تھا جس میں سے ٹاٹکے نہیں کر رہے تھے۔ وہاں تھا کہ وہاں تھا کہ ہم تھیں انہیں بھی پیسے تو کچھ ہوتی تھی کہ وہاں سے ٹاٹکے سے انہیں اسٹاپ کیا گیا۔ ہاتھ کی آرائیہ آرائی دلیو کے قحط کے جانے میں آرائی ہو رہی تھی۔

ایک ایک میری نگاہیں تھیں یہ کہتا ہوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ نے ساتھ تھے، یہ کہتے ہیں کہ یہی سلام میں سہقت فرمائی پھر فرمایا "سلمان دہلوی" اور بعد آپ کی دعا آدم ہے اس نے دے دیا جو وہاں ہم انہیں لیتے ہیں" (مردہ کوئی عس کے)

(۱۰) "تھانوی میں کوئی اس نے اس کے سے بھل گئے ہوئے..."

سید امین مکیا بی گھٹتے ہیں کہ حضرت اقدس العزیز رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز
 صحابہ کرام، مسلمانین اور اہل اقلیت کے مہضوع پر پائیں کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مسلمان
 صاحب اہل تقدیر میں ہمیشہ ٹھیکہ کو دیتے تھے۔ یعنی مظلوم تھیلے اور دشنام لگاتے نہ دیتے تھے۔
 میں نے بھی ان ہی باتوں کا جواب نہ دیا نہ براہِ حق۔ ایک روز اتفاق سے مرادوان کا آگیا
 ہوا تھا دو ایسے انہوں نے مجھے دیکھ کر فوراً ایک دورے باز رکھ کر کہا کہ یہاں تو ایسا ہی ہے جیسا کہ
 مزیارہ وہ ایک مسجد کے استحقاق نے میں اپنے گھٹتے میں مسجد کے یہاں اقلیتوں کا ہاں ہاں دہاں
 آئے تو اس امر پر حیرت کر میں ان کے ساتھ چل چلا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ مجھے بتائی
 تھی چاہے برا بھلا کہہ لیں کہ میں مجھے ہمارے مگر یہ تو نہیں کہ یا تم سب کو دیکھنا۔ یہ دیکھا
 تو بے رحم کرتے ہیں بھلا کیا یہ کرو اور میں پر پائیں اثر بھڑکے گا۔ آخر آپ یہ سنت اور لی سے
 میرے عقیدے کو خلاف شریعت سمجھ کر مجھے برا بھلا کہتے ہیں تو آپ کے سچے سچے
 اذکار خداوندی سے واقف تو سب سے انہیں کرتے ہیں تو خدا کا دوا میں نے آپ کو معقول کیا۔
 یہاں تک کہ میں کہہ دو بہت ناموسوں اور کئی مومنوں نے سب کو آگے دیکھا میں بھی آپ
 کے خلاف یہ کہہ نہ سکتا ہوں کہ داخل گیر ہوئے اور انہوں نے اپنی رائے میں ہے۔ یہ جانتی
 انہوں نے بھی مجھے برا نہ کیا۔ (دوہریک ص ۴۴)

(۱۱)۔ اہل قرآن و نزلی فی حبیب مثال۔

والفراوان : بنی افکار لیکن ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ علیہ سے کسی سے حکایت کی کہ
 چھوٹی مسجد میں ہر کے دن مستورات آتی شرور ہو جاتی ہیں لیکن پھر۔۔۔ کا بیٹھ مہربانی
 بہت ہو سکتا تھا۔ آپ رحمہ اللہ علیہ کے فرمایا کہ میں خود انہیں کا آپ رحمہ اللہ
 علیہ نے سب دیکھا تو شکایت کی تھی۔ آپ نے خدام مسجد بابائے فضل دین و محبوبہ ہدیہ فرمایا اور
 اپنے حجرے میں چلے گئے۔ پھر دوسرے بعد بابائے فضل دین کو پھر بابائے ہدیہ و ہدیہ پھر سے
 سے باز آئے تو ایک روز دوسروں نے آپ سے پوچھا کہ کیا بات تھی "میں تو حدیث و احادیث
 سے کام لیتے رہے ہوں۔" انہوں نے کہا کہ سب نے دیکھا کہ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے

دوبہر کے چارے والے احمد چاہم سے شفقت سے معافی مانگی ہے۔

حقیقت حضرت ابوہریرہؓ نے اللہ علیہ وسلمؐ کی شفقت و رحمت کا ایک سب سے بڑا نمونہ
تھے۔ (خداوند تعالیٰ کی رحمت پر اس ۱۲)

عارف باللہ حضرت مولانا حماد اللہ ہالوجی رحمہ اللہ کے واقعات

حضرت مولانا اچھا احمد اعظمی صاحب دامت برکاتہم قرطبہ کے تیسرے تلامذہ تھے۔

سابقہ رابطہ بقیہ جس کے سامنے حق تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی عظمت ہوتی ہے مشہور ہے
وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت و قوت متکلف رہتی ہے سب کے سامنے عبادی دنیا بے اس اور محتاج
انظر آتی ہے اور سب سے بڑھ کر اسے اپنا نفس اور اپنی ذات نہیں دیکھتا محسوس ہوتی ہے۔

اللہ کی بڑائی کے سامنے وہ اپنی ذات میں کسی طرح کی کوئی بڑائی اور حق نہیں دیکھتا۔ بلکہ کسی
غولی و کمال کی آگے جانب نسبت کی باقی ہے تو وہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا ہے اور اللہ بھی
نہیں۔ یہ کہ عبادی کے سامنے شام و صبح کی بے نیکیوں کو غلاموں کو اس واقعہ سے اپنے مولیٰ کی

معرفت نہیں حاصل ہوتی۔ بڑے و چھوٹے میں جتنا ہو جاتا ہے میں نہیں جو غلام اپنے آقا کی
معرفت رکھتا ہے وہ تمام خیر و کمال کو مولیٰ کا سرمایہ سمجھتا ہے اور خود کو بالکل تجلی و امتداد نہیں
مانتا یا مانتا ہے۔

حضرت القدس عارف کامل شیخ حق تعالیٰ کی محبت و معرفت و بعد تمام رکھتے تھے اس لئے
تواضع و انکسار ان کے قلب فی سیرانی میں رہتا تھا

فرماتے تھے کہ۔

”ابوہریرہؓ کو بت پرستی و خود بینی کو دور نکال دے اور پانچاں و پیشاب بھری ہوا ہے و نامک
اور دماغِ ظلم سے پر ہے“

مرا فرمانہ آج یا رہی میں منطش قدم است و از چشم غنی

۱) بڑی اور خودی کا دل صرف اس ذات کو ہے جس کی حکومت قدم ہے اور بالکل ذات حق
(تجلیات شیخ ہالوجی ص ۵۵)

(ہے۔)

سرفی بہت باہنہ تھی اس لئے غم و سکھ مولیٰ نہ رہا آپ نے اس قدر تعریف کی تو میں اس کلمے کا یہ قوف مالک نہیں ہوں کہ اتنی تعریف سے میرا نفس پھول جائے۔
 ”سینہ تحریر میں داخل“

اور آپ نے اس کلمے کے مابعد کا قصہ میں خراج بیان فرمایا کہ یہ شخص نے جس نہایت خراب اور بے جا کہہ سکتا کہ اس سے امن سوا رہی نہیں تو سوراؤز میں پڑا لیکن فوراً اس کو اس دینی زمین پر پھینک دینا۔ وہ شخص اس کلمے سے بھگت آچکا تھا۔ اس نے نہ چاہا کہ سحر میں لے جائیں وہ وقت گزرتا رہا۔

راستے میں یہ عوام کی خرید و فروخت کرتے اور ایک دارال ملا اس سے پوچھ کر اس کلمہ سے کہہ سکتا ہے یہ رہے جو اس نے کہا کہ فروخت کرنے کے لئے۔ دارال نے کہہ دیا کہ دینی دوشن فروخت نہ کرے گا۔ اس شخص نے منظر کر لیا۔ وہ دل شدھ کر بازاری میں گیا۔ اسی اور اس کلمہ سے کی بہت تعریف کرنے لگا کہ سوانی میں غیبت قیصر بن گیا اور تھارت سے مدد دار ہوا ہے اور یہ بچھا ب اور یہ بچھا ہے اس کلمہ سے کا مالک دارال کی تعریف سن کر ایسا سحرورہ ہوا کہ وہاں سے کہنے لگا کہ یہاں کے حامیوں کیوں بیچوں میں اس کو نہیں بیچتا۔ دارال نے کہہ دیوں تمہارا کلمہ سناؤ وہی ہے جو زمین پر گر دیا کہ جہاں میں نے تو بیچتے کے لئے اس طرح تعریف کی اور ترائے اہل بوکر میں کی تعریف میں ترائے کے لئے اور بیچتے سے نکال دیا۔
 (ایضہ ص ۱۵۶)

(۲) ”میرے اعمال تو ایسے ہیں کہ نہ میں پھٹ جاتی اور بھگت دھنسا دیا یا ماما۔“ حضرت دارال نے یہ سہل سے تو انہی دکر، نکسی نکلی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی قیام نور سے جب (بول اعلیٰ) نے فرمایا کہ میرے دوشن میں جسے اور حضرت کے ہم مسلہ تھے تھے ان کے حضرت مولانا نے یہ کہہ کر اعلیٰ کی خدمت میں یہ بات دی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ کی زمین پر جس رہا ہوں انہی دکی ہوئی روڑی کہ رہا ہوں اس سے بھگت کر امت کیا ہو سکتی ہے ورنہ میرے اعمال تو ایسے ہیں کہ زمین پست جاتی اور بھگت دھنسا دیا۔“

(س ۱۵۷)

چاہتا۔

(۳) ”میں کون اور میری رائے کیا؟ جو علماء و حضرات فیصلہ فرمائیں میں ان کا قیام ہوں۔“

مرشدی حضرت مراد علیہ السلام صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا کہ میں ایسا نہ تھا۔ حضرت والا کی مجلس میں موجود تھا۔ مسلمات النبی نے بارے میں طلب کے اندر ہوا۔ بحث و مباحثہ کر رہے تھے۔ اسی زمانے میں حاضرین مجلس میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت والا اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ”حضرت نے فرمایا کہ میں کون اور میری رائے کیا؟ جو علماء و حضرات فیصلہ فرمائیں میں ان کا قیام ہوں۔“ (س ۱۵۷)

(۴) ”بھئی لوگ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ صرف ایک میں کچھ بگاڑ گھٹس ہوں۔“

مولوی محمد زکریا بوقی نے بیان کیا کہ میں سال حضرت مراد علیہ السلام کی یاد میں بھی حضرت والا کے ساتھ تھا۔ حج سے فرار کے بعد حضرت والا آپ بعد میں تشریف فرما تھے مولوی محمد اسماعیل صاحب شکار پوری بھی جد و جس آئے۔ مولوی صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس سفر میں اندھ پنچھ خاص بندوں کو دیکھا؟ حضرت والا نے فرمایا کہ۔

”مولوی صاحب: جو لوگ بھی رُج میں رہیں اُنے تھے جی و کب اللہ کے خاص بندے ہیں۔ صرف ایک میں بگاڑ گھٹس ہوں۔“ مولوی صاحب نے کہا کہ بیش آپ کی رائے تھی کہ کچھ کام نہیں ہے آپ میرے سوال کا جواب دیجیے۔

حضرت نے فرمایا کہ اللہ کے چند نو آدمیوں کو دیکھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ان لوگوں کو کہتے ہیں؟ حضرت ۱۹۱۰ نے فرمایا کہ ان کا قطعاً جو وقت اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور چاہا اپنی رزق سے تیسرا ہو رہا ہے ہوں۔

مولوی زکریا نے کہا حضرت والا میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مدینہ منورہ میں جو شخص

سفید رنگ پر سے ساتھ بیٹھتے تھے ظیم بھی تھے اور اندھے ڈانر بندھے تھے۔

(س ۱۵۹ احوال قبلانیات ص ۶۰۵۵)

(۵) ”حضرت اقدس کی پوری زندگی تواضع و تواضعیت کا عکس عکس تھی۔“

خواجہ وانکھادی کی حاکم ہونے اپنے مریدوں کو کتاب امر و ایمنی استودانی عقدہ اسے حاصل کرنا۔ حضرت اقدس کی پوری زندگی تواضع و تواضعیت کا عکس عکس تھی۔ حضرت سہارا سید تاج محبوب و مریدی مایہ از مرید نے ایک غیب مولانا سے اتنی تعظیم اپنے صاحب کمال مرید و صاحب کر کے دی تھی۔ حضرت اقدس کی زندگی تواضع سے لے کر حلال و تعظیم کے لئے یادگار ایسا کائنات تھا ہے۔

فرماتے ہیں۔

”میں اپنے اعتقاد سے ساتھ تھا، ان کی خدمت میں سحر سے لے کر شرافت کا شہرہ ہے۔ وہی حضرت صاحب نے وہ لوگ حضرت کے خصوصی عقیدہ تھے۔ وہاں ایسا ایسا آدمی تھا جو تیسری کی مثال میں دن رات سرگرداں رہتا تھا۔ اس نے جو سے سفر کئے تھے۔ پورا ہجرۃ نکال میں بونیاں ۳۱۳ میں نور و نور۔ یہ عالم تھا اور پوچھتا تھا کہ کہیں سے کیسی ہفتہ لگ جائے۔ حضرت صاحب ان سے پوچھتے رہے کہ کہاں کہاں کے سفر کئے ہیں اور وہ جاتا رہا۔ آخر میں حضرت صاحب نے یہی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”معاذ اللہ بیٹے! کیسی سرکافر ہے کیونکہ یہ شخص خدا کی ذات میں شریک جزو جانتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہی ہے یہ راستی ہے۔ وہ ذاتی کا حق نہیں، سب مخلوق اللہ کی صفاتی ہے، بندوں کو ظلمت کا وہب بندہ تعالیٰ کا شفا دہ ہے۔ وہی سے مانگیں۔ اس کو یہاں گرا خیاں ہے کہ مجھے انہی چیز ہاتھ آئے کہ میں پھر انہی کا شفا دہ رہوں اور لوگ میرے محتاج ہو جائیں۔ تو تو یہاں وہ اللہ کی مہلت صمدیت میں شریک بننا ہی جانتا ہے۔ بندے کو حکم ہے کہ وہ بچاؤن اختیار کرے۔ یہ غامض خیالی اسنے دل میں نہ آئے کہ کوئی میرے تابع ہو جائیں۔ اتنی دنیا میرے پاس نہ کہ لوگ میرے محتاج بن جائیں۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔“

جو بڑی ہستی ہوتی ہے اس کو سب سے بڑی خوشی اس بات پر ہوتی ہے کہ اس نے
 آئے آدمی کو اپنے آپ کو اپنے مورخہ جڑ سے جوڑ دیا ہے۔ یہاں پر آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ
 اللہ تعالیٰ سے اور عا جڑ سے جوڑ دیا ہے۔ اسی قدر انکی طرف خدا کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ مطیع
 و فرمانبردار ہونا بھی اس ہستی کی قدر دانی ہے۔ بندہ بھی بقرانی و عمرے اور ہر وقت مطیع
 رہے۔ یہ سب معرفت الہی ہے۔ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے جو کچھ ہو رہا ہے۔ سب اس کی طرف سے
 ہو رہے۔ انسان میں یہ فصلت پیدا ہو جائے کہ وہ خدا کے آگے سستی اور متوجہ رہے۔ اسی پر
 فقیہ سب کا کام میں آئی پیدا کرنا ہے۔ یہ فصلت بندہ کی خدا کے ربوت پر تہ ہے۔

(میں ۱۹۵۹ء ۱۶ جولائی کو اس وقت سے ۱۳۴۰ھ و ۱۰۱۶ھ تک)

مناظر اسلام حضرت مولانا عبد الکریم صاحب کلکتہ کی فتاویٰ سے۔
 مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شاہ (مولانا محمد یعقوب مجددی) صاحب روضۃ المومنین کی ہے
 نفسی کے واقعات بھی سناتے تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے کہنے پر جس کی نماز پڑھائی
 سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ آگے آخر میں بجائے اَللّٰهُمَّ اَسِرْ قُلُوبَنَا بِکَلِمَاتِکَ اَللّٰهُمَّ
 اَسِرْ قُلُوبَنَا بِکَلِمَاتِکَ۔ مقتدیوں میں ایک صاحب بڑے سا دل و دلچسپ و جلد باز تھے۔ یہودی
 طریق سے سلام بھی نہیں پھیرا تھا کہ پکار کر کہا: ”صاحبو! کلمہ جاہ نماز دوبارہ ہوئی۔“ مولانا
 نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: ”دوبارہ نماز پڑھاؤں؟“ میں نے کہا کہ آپ ان باتوں کا
 بخیر خیال نہ کرے یہ بڑے بھولے آدمی ہیں۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا اپنے جمیل اقدار و علم اور علم و فضل کے مصنف
 تھے لیکن بے بسی اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ یہ نہیں فرمایا کہ بڑائی میں بھی کچھ پڑھا لکھا ہوں
 (پراتے چراغ ج ۲ ص ۳۲۲)

نماز ہو گئی۔“

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے واقعہ ت
(۱) "بے شکسی و ہندو متی"۔

پھر آپ نے یہ کہ جس عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے واقعہ کے لئے
آہنیوں میں بھی ایک لکھنے کے لئے بھی توقف نہیں کیا وہ اپنی ذات یا بل و جہاں کے لئے
بھی تھی اور یہ معاہدے کا سبب کار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ زندگی کے بالکل آخری اوقات
میں وہ چپ چاپ کرائے لئے ایک کچے مکان میں مقیم ہو گیا اور بھی پریشانی کی کہ اسے کوئی
درمیان نہ آجگا۔ مکان کی اس بات جو چاہئے حال نہ کر سکے کہ وہ وحشیانہ و تیرہ سال تک اس
مکان کا ایک ہنگامہ بن گیا۔

دو غیر معروف ذرا تھے۔ بدامروں آدمیوں کے دل فرد عقیدت سے اس کے لیے
براہ تر پتے رہے۔ وہ اب جس عقیدہ میں بھی اسکے شامانوں، بلکہ عقیدت مندوں کی گئی تھی
تو اس نے اپنے لیے زندگی کا جو سا کچھ جو بکر لیا تھا اس میں اسکی باتوں کے لیے کوئی جگہ نہ
تھی۔ اہل حق اپنی بدنامی اہل حق کی غلامی و بیہوشی کے لیے نکالتے رہتے ہیں۔ مگر خود بھی کوئی
پیدا نہیں کرتے۔ اور انہیں ہوتے۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ طبعاً ہی عارف ترین و متعارف
انہی درویش تھے۔ وہ اسی سلسلہ پر جس طرح قاضی اور مصلحتیں رہا کہ وہ اب اقتدار کو اپنی ہاتھ
پایہ مسندوں پر بیٹھ کر بھی اسی وہ اطمینان شایہ علی قیصر ہو اہو۔ اسی مقام سے وہ اب جملہ غرض
کچھ لکھا ہے

فرد و است اس واک پارویش سے وحید

باید فرستیں جو کہ رہا تھتے خورشید

(جمال کا غلام رسول مہر)

توحید کی پرورش اشاعت اور سنت کی ترویج بھی جسے وہ اب نہ اندازے انہوں نے حاصل
اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً رسول کی نواکوں اور توحید نے اسرار و رموز کو رکھا میا
سے بیان کرتے تھے جو صرف انہی کا حصہ تھا۔ اور وہ بولتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ

پاپ راجہ۔

خانی جیسے خطیب کو یہ خبر نہ سن ہے کہ تو ان نمہ میں ہوا جیسے ہادیوں میں حقیر نے اپنا
 گہوارا بھردیا میں شاہی اور اندھیل کے بارے میں نہایت جلی طور پر غصہ تھا کہ۔

”یہ بھی مقرر نہیں ہوا ہے۔“ (پیش پڑے مسلمان ص ۱۹۹)

(۲) ”اپنے سر مبارک کا رومال اتار کر حضرت۔ جوڑی کے قدموں میں بچھا
 دیا۔“

حضرت۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جان سے جانشین
 تھے۔ ایک دفعہ ابوہریرہ نے حضرت۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ شامی
 مرحوم مسجد میں جعفری صنف کے بیٹے ہیں تو آپ نے مسجد سے تر کر اپنا بیانا لے لیا۔ شامی
 رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ انہیں شامی رضی اللہ عنہ سے شامی رضی اللہ عنہ میں بیٹے اور بیٹے۔
 مبارک کا رومال اتار کر اس سے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قدموں میں بچھا دیا۔

(حضرت مولانا امجد علی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھنے واقعہ ص ۳۹)

(۳) ”میرے گناہوں پر میرے مالک نے پروڈا لیا ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں

شاہی دوروں کی عبادت پر وہ چٹکی فرماتے تھے۔ کسی کی اس آزمائش کا بغیر نہ تھا جس
 کھلی این کا مسک تھا ان کے منہ سے کسی نے بھولی بات نہیں سنی اور اس بات یا اس روایت
 کہ ہرگز ان کے منہ سے کسی نے نہیں فرمودہ ہر کسی شک ہوگا۔ یہ حدیث غلط ہے اور اس
 حدیث غلطی اور میں ایک بار دہرایا ہے۔

”یہی زہد ہی کیا ہے انہیں کیا ہوا؟“ نہ ہی انہوں نے الی اللہ کی مخلوق میں سب سے برا اور
 برا بھلا میرے گناہوں پر میرے مالک نے پروڈا لیا اور نہ ہی اللہ جیسے روزوں
 دار۔ مارے پھرتے ہیں جنہیں کوئی بات نہ کہہ سکیں۔ یہ اس کا نرم ہے کہ اس نے قرآن کی
 پھر نہ مت مجھ سے الی اور اس پر بھی کوئی اصول نہیں۔ استفادہ اللہ اپنے دینی زندگی میں بہ

ہوا وہی ایک حرف بھی قبول ہو گیا تو بہت ہی ہنس مانی۔ ائمہ اہل سنت کی امید تھوڑی
 کتنی ہوں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے سوا کسی دھندلے انسان سے اور میرا سبلی
 ائمہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو ان کا راز یہ نہ بتاؤں گا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یہ
 میرے سامنے نہیں دیا۔ اس کے بعد میں نے ان کے ساتھ رہا۔ ان کی رہائی۔

(ابن تیمیہ منتخب نمبر ۱۰۰، ص ۱۰۰)

(۳) "شاہ جی اللہ کے لئے ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے۔"

آپ نے اپنی خاص شاعرانہ صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اپنے صاحبزادوں کو فرماتے

تھے۔

وتم اہل عرف نے یہ واقعہ خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے کہا کہ میں نے
 اللہ کی خدمت میں شریک تھے۔ کھانے کے بعد خون پر تھے تو اس وقت ایک
 نور جہنم بھیجی کہ وہ ایک اشرفی رحمت اللہ علیہ نے کہا کہ وہ بھی لکھا کہ لو اس نے عرض کیا
 کہ میں تو بھلی ہوں۔ شاہ جی نے دردمیڑ میں فرمایا "اسان تو ہو اور بھوک تو لگتی
 ہے" یہ کہہ کر وہ اچھے اس کے ہاتھ اٹھا کر ساتھ بٹھا دیا وہ بچہ۔ وہ تو کہتا تھا اور کہتا
 جا رہا تھا کہ جی نہیں تو بھلی ہوں۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ تھوڑے عرصے میں ہنگوڑ
 اس کے من میں اسے دیا اس کا کچھ غلاب دور ہو تو شاہ جی نے اپنے آقاؤں کے منہ میں
 ڈال دیا اس نے جب آدھ لکھو لکھو سے کام لے تو بقی آدھا کھانے میں اس طرح اس
 نے پانی پیا تو اس کا پیو پانی خود ہی پیا۔

وقت گذر گیا وہ کھانے سے فارغ ہو کر غائب ہو گیا۔ اس پر وقت طاری تھی وہ خوب

رواں اس کی کیفیت ہی بدلتی تھی۔ عصر کے وقت اپنی زوجہ کی بیوی جس کی شوہر میں ایسا پختہ

ساتھ لکھ کر آیا اور شاہ جی اللہ کے لئے ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے اور میرا بیوی

اسلام سے آئے۔ (بقرہ رحمۃ اللہ کی تاریخ میں ۲۹ ص ۳۰)

مولانا سید حسین صاحب رحمۃ اللہ (مجاز صحبت خدام الامت حضرت تھوڑے

ماجد (ایل) دشت سے میرے پاس بھائی مفتی شیخ احمد صاحب آکا یہ پیغام مجھے پہنچا کہ
 بیٹائی سے کمرہ لے کے ہاٹ میں نوڈ فرما کر حضرت کی خدمت میں ملائی سے معذرت
 ہوں بقہ حضرت کی خدمت میں میری معذرتی کا حال عرض کر کے درخواست کیا کہ میری
 بیست ماہانہ قبول فرما کر مجھے بھی حضرت اپنے خدام میں شرف
 فرمائیں! _____ میں نے ایک من سب وقت چکر حضرت کی خدمت میں ان کا حال
 عرض کیا کہ "انجمن تعلیم میں ملازمین کے لئے اسکول بیڑا مقرر تھے اللہ کی توفیق سے اس کام
 نہ میں بھی بہت دیر اور خوش اوقات تھے، آج رات اپنا تک بھڑکی خانہ تکلیف بیان کی
 بیٹائی چھٹی اور صبح صوم ہوا کہ کان پانی اتر آیا ہے بولہ جلان سمجھ چکا ہے۔ لہذا
 سمجھا ہوا ہے کہ میں کیا رات و قریب کی نیت سے ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ اندر
 قوی سے اس فیصلہ پر دل سے راضی ہیں بعد ازاں کو ایک درجہ میں اس خوشی کے کہ اب
 میرے والد نے مجھے ایسا کر دیا کہ جو صرف سے تیس سو کے بس اس میں مشغول رہوں۔"
 نگران کے حوالہ دیکھ کر اسی حالات اور معلومات میرے علم میں آئے تھے وہ بھی میں نے
 حضرت سے ذکر کیا اور غرض عرض کیا کہ بیٹائی کی مجبوری کی وجہ سے بونفٹ نہ رہی سے
 مفاد، یہاں سے حضرت سے غائبانہ بیعت کی درخواست کرتے ہیں حضرت رحمت اللہ
 علیہ پر ان کا حال سن کر رقت طاری ہو گئی اور کھلو گیر آواز میں فرمایا کہ ان کا راجہ بہت اچھا ہے
 نہ کہ ایسے بندوں کو بیعت کرنے سے شرم آتی ہے انھیں اس کی ضرورت بھی نہیں آپ
 میں جواب اٹھو لکھ دیا۔

حضرت نے اس وقت یہ بات کچھ اس طرح فرمائی کہ میں اس سے جدا ہونے کا حق نہیں رکھتا
 اور غرض ہو گیا۔ چند سب کے بعد حضرت نے نوڈ مجھے طلب فرمایا اور رشاد فرمائی کہ "وہ
 اللہ تعالیٰ سے بہت ہی اچھے بندے ہیں، شاید انہی کا تعلق میری مغفرت کا کام ہو۔
 جانے آپ انھیں لکھیں کہ میں نے ان کا تعلق قبول کر لیا۔"
 امداد میں حضرت سے اللہ علیہ کے کشف و کرامات کا بھی بار بار تجویز و رہنمائی چھاتی رہی۔

اسے ماری جوتی نہ تیرے لیے تھے غصوں میں مغلوں بات فرماتے تھے کہ اس کے بارے
 میں آپ کو تارکے کا کوئی دور چکے ہیں، غافلانہ طور پر اسے اتارتے تو پائے
 کی۔

خواص کو خطاب کیا کہ یہ سب سے بڑا مصروف ہے۔

اسی بھی بھڑکی مجلس میں کہ اس میں بیٹے بی کے لئے اور ہر آواز، ہر دھڑکن، ہر
 ہول، اپنی ادا میں وہ چپٹا لی بیٹے کے کواہر کو... کے میں جوتی کا لی نہ بولنا اس و اثر کا اس میں
 مجلس اور خاص طور پر حدیب طہریت پر یہ جو پڑا ہوا۔

انہوں نے چاندنی میں ایک مرتبہ تقریبی سادہ کی جوتی پاکیں میں سے لے کر بعد میں، علی مجلس
 تھی خاص اعلیٰ جہد و دار و دل مد شہریت تھے اور پھر میر عبدالحی صاحب نے پوری نے لایا یا
 اس میں سے کہ حضرت بنو ہاشم اور وہی مستحضر ہوں اسوالی یا کہ حضرت مہر کی
 محبت لیا ہے، حضرت نے بی بی صاحبہ علیہ السلام کی طرح اس کے لیے کہ نیکو معلوم
 نہیں ان سے پوچھو اس نے اپنے زاد پیدہ کی سر نفسی اور تہذیب کے کام لیتے ہوئے
 علی لیا کہ حضرت نے لکھے تو اس کوئی مکتبی کے وہ بہت معلوم نہیں کیا یہ کافی اور طبعان
 سے فرما کر لکھے تو یہ بھی معلوم نہیں، مجلس پر کیا پڑا یہ، حضرت کو اس کا مسائل نہیں معلوم
 ہون تھا کہ مجلس کے خواص حضرت کے متعلق یہ سب سے کام کر رہی تھیں، چونکہ وہ اس کے
 ایک ہر کے لئے اپنی پیش ورمی تیار کر رہا ہے۔

۳۔ ایک مرتبہ اعلیٰ پر کے لئے اور ان قیام میں اس بارے میں خدام و اجالہ کے درمیان
 پر ہی اپنی تشریح کی کہ حضرت مد منان کہاں کریں، اعلیٰ پر کے اس متعلق اعلیٰ پر کے لیے تو
 جاس تھے، اور کے اجالہ اور کے لئے معوض تھے اور تقریبی صاحب لیا اور چاندنی کے
 کے عرض کر کے تھے، حضرت نے اپنے دار و دار کے وقت میں ان کے خاص خاص
 خاص و پڑایا اور فرمایا کہ جوتی میں ایک فریب کا شکی کا ادا میں میرے تھے میں
 اپنی عورت تھی کہ میرا سیدہ اس میں میں آیا اور تھی کہ میری سیدہ وقت ہوئی تھی کہ میں

کی روانی کا ارتھام میں سرخ آ رہی تھی بھی ہوں۔ باول تو تبھی فریاد پر تھا نہیں ابھی جو کچھ
چاہتا تھا وہ بھی نبھوں کیا۔ اب تو یہ مجھے کھینچے چلتے ہو اور کوئی اور لے جانا چاہتا ہے کوئی
اور تو یہ بھٹس اس کی ہر گز۔ ہنس کر پتھر و زائد کا مہیا مگر خود نکلا اس کے ساتھ چند روز گندہ
کا نہ ماریاں نہیں لیتے کہ وہ مطلب میں جاؤ۔

یہ تقریر یہ بھائی صادق اور ٹرک کے ساتھ آ رہی تھی کہ بعض حضرات کی آنکھوں میں - سو آ گئے۔
سورہ قصص کی بریلی جوتے ہوئے سفر میں مجھ سے فرمایا کہ آپ کو کئی مہینے آخر آپ
نے مجھے کیوں آتے کروا دیں اور کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہیں، ایک ستر شدہ ام کو جو اپنی
حقیقت اور اہلیت سے کہہ نہ سکتا تھا۔ اس کا جواب دینے چاہئے تھا وہ عرض کیا گیا۔
ہاں ایک مرتبہ آزادانہ جب نے فقیر سے کوٹا طلب کر کے ایک فرمال کو جس کا قطع تھا۔
یہ کیا تمہارے کہ آزاد تھے۔ جوتے ہوئے اسے ہے میکہ میں بھی اور نکوت کام ہے

ساقی

و شعر سن کر فرمایا کہ بھائی میرے پاس تو پانی بھی نہیں، یہ شعر خوشی اللہ کو سنا، یہ دراصل
حضرت کا حال تھا جس میں کسی قسم کی سستی یا سستی جی کا دخل نہیں تھا، ابدیت اور وجد الی طور پر
اپنے کو بے گناہ سے غارتی سمجھتے تھے اور اہل نظر کے نزدیک یہ مقام بر کر امتوں اور بزار
خود و معارف سے اٹھتی ہے۔

۵۔ بے نفسی اور غنائیت کا ایک واقعہ جو میرے غلام کیسے بیکروں عبادت و رخصت کرکات
سے بھی باندا اور پیش قیمت ہے یہاں نفس کیا پاتا ہے، اس واقعہ سے اندازہ ہو گا کہ حضرت کی
طبیعت وقتی جہالت و عبادت سے اس قدر غیر متاثر ہوئی تھی اور آپ کا سر کی نفس ہے
نفسی اور غنائیت کے سر اور یہ پہنچ رہا تھا اور آپ کی طبیعت میں کس درجہ صفا رہی، یہ وہی
نوت اور حق شے تھی۔

وفات سے تین چار ماہ قبل کا واقعہ ہے حضرت رمت اللہ علیہ کے اور خادم جو ساری عمر خدا
کے کھانے و پینے کے نام پر رہے اور اپنی ملازمت کے ان کی بیوی نے اپنے لڑکے کے

۳۔ مزید چند سخی آموز واقعات :-

پیش میں آپ حضرت دالے پر مٹی بہت سے لگائی تھی اور ان کے ہاتھوں سے لگائی تھی۔
 ۱۔ حضرت دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 مزید چند واقعات نقل کیے ہیں۔

۱۔ حضرت دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 میں نے پہلے میں نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 بات میں باوجود اہل علم سے دالے پر مٹی لگائی تھی۔
 بات میں دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 تھیں۔ دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 قہر نہ ہونے کی وجہ سے دالے پر مٹی لگائی تھی۔
 مہربان دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 ہوں۔ دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 فرمایا ”آپ بقی“ نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے

حضرت دالے نے بیان میں حضرت دالے پر مٹی لگائی تھی۔
 دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے

یہ واقعہ بھی مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے
 دالے نے شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”آپ بقی“ نے

اور انہی دنوں میں تھا شاید آپ وہاں ذکر حضرت کی خدمت میں ایک خادمہ بار بار آتا تھا وہ ان پر نیک کمری ہوتی تھی اور سب سے بڑے ہوئے فرمایا ہاں کچھ یاد آتا ہے۔ فرمایا میں اسی ہوں۔ حضرت اپنی انتہائی تواضع کی ہی وجہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نگاہوں میں نہایت چلے گئے اور ساری خصوصیات خدات اعلیٰ حضرت کی حضرت رائے پوری کی طرف نکلتی۔ دینی جمعی میں یہ واقعہ پہلے بھی گزر چکا کہ اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے آفرام میں اپنے کپڑے بھی حضرت رائے پوری ثانی کو سپرد کر دیئے تھے کہ اپنا حلقہ میں بیکوسہ ہے لیکن غایت تواضع سے حضرت اپنے شیخ کے کپڑوں کو استعمال نہیں کرتے تھے اور پرتکرامامت بھی حضرت ہی کے سپرد تھی اس کا ایک قصہ خود بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ ہم پر پڑے دھوئے گیا ایک ہی جوتا پہنے وہں کا تھا اسی کو دھو کر چھین بیٹا، اس دن وہ گھر میں ڈراویں ہو گئی، جس کا وقت ہو گیا۔ بعد میں ہی پڑھایا کہنا حضرت میرے انتظار میں تھے جب غائب ہوا فرمایا مولانا کہوں رہ گئے تھے، میں نے سکھت کیا دو بارہ پھر دوپہنت فرمایا، میں نے سکھت لیا، دو بارہ اسرار سے پھر دوپہنت فرمایا تو عرض کیا حضرت کپڑے نہیں سوکے تھے اس لیے حاضر میں دیر ہوئی، حضرت نے غصہ سے فرمایا آپ کے پاس میرے کپڑے موجود نہیں ہیں انکو کیوں استعمال کرتے، کیا اذکواتم لگاتے ہے، مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے باوجود بھی حضرت کے کپڑے پیستے کی جرات نہ ہوئی۔

۱۳۔ اعلیٰ حضرت دہلی کی نے قولاً فعلاً اشارۃ حضرت رائے پوری ثانی کو ہفتیں بتا رہا تھا لیکن اعلیٰ حضرت نے اس کی کے بعد کئی سال تک حضرت رائے پوری ثانی نے رائے پور کا قیام اختیار نہیں فرمایا اور وہ بیجاپ کے اسٹار اور دکان پر رہتے اور جب رائے پور کی زیارت کا اشتیاق غالب ہو تو بیٹ صاحب الحاج شہزادہ حسین صاحب مرحوم سے دکان پر چند روز قیام کرتے اور شاہ صاحب کی گاڑی میں اور کچھ بچوں روزانہ چاہتے اور دانیسا آہستہ کرتے کہ میں وہاں بہت ہو کر مولانا اپنے نوٹوں کی نقیصہ سمجھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے وصائل کے قریب چودھری صدیق صاحب کو انکی زمین میں

بہتوں کو اسے متصل تھی ایک مکان پر، اپنے دفتر پر تھو، اعلیٰ حضرت نے قدس سرہ نے اصرار سے بعد اس پر وحرری صاحب نے اس صاحب سے کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس کے فریاد کر کے اپنے مکان کی ضرورت کی گئی۔ جس سے یہ تو صرف ایک لچک اٹھ رہی تھی مگر پڑوسی صاحب نے اعلیٰ حضرت کی بیعت تھی۔ اس لیے مولانا نے ایک دفعہ فرست دیا کہ ایک صاحب نے کہا کہ ایک صاحب کو نمازوں میں جا کر ایک ایک جگہ دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر جواب تک حضرت رائے پوری نے کہا کہ اس سے مشغول رہو۔

۱۷۔ یہ ہے کہ اس نے اس کے ایک صاحب کو اعلیٰ حضرت سے پڑوسی کو اللہ مرقدہ کی مہمانی مدنیہ پاک میں تھا حضرت رائے پوری قدس سرہ کو کچھ اور اشخاص کو اسے حضرت سید پوری کی خدمت میں وارانوں پر وحرری صاحب نے فرست دیا تھیں ایک خوب وہ ہے۔ جو تھو اسے اتنا صاحب نہیں ہو جتنے حضرت رائے پوری نے فرست دیا تھا۔ اور کچھ اور صاحب تھے اور حضرت رائے پوری نے یہ حق و جاثو کہ ان کے متعلقین حضرت رائے پوری کی خدمت میں اس وقت اجتماعت سے یہاں نہیں حاضر ہوتے۔

۱۸۔ ایک دفعہ حضرت رائے پوری نے اپنے حضرت علی تعریف اس سے نہیں کہہ سکتے اس میں بھی جی ہی تعریف ہے ورنہ ہمارے حضرات تصوف کے نام تھے اور تو کچھ نہیں عرض کیا۔ نہایت اچھا جانتا ہوں کہ میں چودہ سال حضرت کی خدمت میں رہا۔ اس میں اس سے میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرت کی زبان مبارک سے نہیں سنا جس میں اپنی تعریف کی ہوگی اتنی ہو۔

۱۹۔ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی قسم یہ ہے جو بہت ہی نمایاں تھی کہ ہوسہ اکابر میں بھی جس کسی کا ذکر حضرت نے کیا ہوتا تو وہ صاحب یا نور اللہ مرقدہ کی ایک مرید اپنے شیخ کا ذکر کرتے رہے ہیں اور ان کے ذرا کون میں سے کسی نے یہاں آپ کا ذکر نہیں ہوتا تو معلوم ہوتا کہ کسی شیخ وقت کا تذکرہ نہ رہا ہے۔

۲۰۔ سید کوئی شخص تھا نہ بھون سے ناراض ہو کر آئے تھے اور حضرت نے اسے سنا ہے کہ کوئی

حضرت کا یہ مقولہ یہاں سہارنپور پہنچا اس وقت تک دونوں حضرات اب تو ایسا نہیں تھے ہم سے تکلیف پہنچے جو نے پائی ہوگی جو نے ہم تکلیف پہنچائے نہیں جا رہے ہیں، تو خرچوں کو بڑے گود میں لیتے ہیں تو وہ ان پر عیشا ب بھی کر دیتے ہیں، سر حضرت کے نیچے ہیں۔" چنانچہ تھانہ بھون میں گئے، جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوئی کہ فلاں و فلاں آ رہے ہیں تو مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی اپنی جگہ اٹھے سب اپنی جگہ بیٹھ رہیں، میرا اللہ سب کا اٹھنا شروع ہو گا، چنانچہ حضرت اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ پر تشریف لائے، ملاقات کی، معائنہ کیا اور ساتھ دیکھا کہ اپنی منہ پر بیٹھایا، کچھ دیر سوکھت رہا کوئی کچھ نہیں بولا، آخر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ابتداء فرمائی کہ بڑے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب دہلوی کے زمانہ میں حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کو اپنا بزرگ تصور کرتے ہوئے ایک مرتبہ رات پور حاضر ہوا، اس کے بعد وہاں جا کر بہت دیر نہیں ہوئی وہاں آپ کو کھانا دیکھا، انہوں نے پڑھا، حضرت رات پوری، رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت! کیا بات ہے؟ انہی نے بھی جس کے باعث مجھ پر انہوں نے تشریف نہیں لے گئے، فرمایا انہوں نے میرے ساتھ حاملہ میری حیض سے بہت دلچسپی لیا، مجھے براشت کرنا مشکل ہو گیا، تاہم رات کو بچھان دیا گیا، کچھ دیر بعد میری آنکھ کھلی، میں نے دیکھا کہ کوئی صاحب میری چوڑائی کے قریب نہیں رہے ہیں، معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحکیم صاحب ہیں، میں سمجھا کہ اگلا حضرت آیات ہے؟

فرمایا کہ یہاں کے دُک ایسے ہی بے سید ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی چلے در پر کی آہٹ سے آپ کی خیر اچانک ہو جائے، میں نے پوچھا کہ حضرت! میرا آقا تو بس قسم ہوا، اس کے بعد نہیں کیا، مگر اس وقت وہاں آپ کو دیکھنا یا نہیں پڑتا؟ حضرت رات پوری، رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے ان حالت میں دیکھنا پڑا، اسی نے آپ کو شایاں ہو گا، ایک شخص آج بھی آئیں گے کمری اور کھنوں ٹیک پانچار پہنے ہوئے، مہمانوں کے لیے چار پائی بچھاتا تھا، سبز بچھاتا تھا، ہاتھ دھلاتا تھا اور ستر فوٹوں، چھٹاٹا اور کھانا لاتا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے غور کر کے فرمایا

کہ مان اس میں کایک آدمی پنجابی شکل کو تھا تو سبھی جو غرض لایا حضرت مولانا جی رحمہ اللہ
خود حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا

ہرگز خدمت لراؤ محمد دم باشد

پھر صاحب دہاں سے چپے لگے تو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر خدمت
کی وجہ سے اٹھ کر اٹھ کر جہاں تھا حضرت راہپوری نے بغل میں مانتھو لے کر لیا، اس
پر حضرت قاضی صاحب نے بڑا عجیب و غریب جملہ فرمایا کہ "مے جی خیالی دہاں بھول ہے
ہاں۔" (ملفوظات فقیر امت جلد 1 حصہ راجح ص 74، 72)

(اس واقعہ میں اعلیٰ حضرت راہپوری، حکیم الامت حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد الیاس
صاحب اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب راہپوری رحمہ اللہ چاروں بزرگوں کی بے شکسی
وفاقت وضع ہے۔ مرتبہ)

دارلہند حضرت شاہ عبدالحق صاحب راہپوری رحمہ اللہ نے فرماتے

۱۔ حضرت مولانا سادہ علی

آپ کے شاگرد خاص حضرت احمد بن مولانا شہد حکیم محمد اختر صاحب

یکے مختصر حالات تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

حضرت مولانا راہپوری کی مراد کی کے متعلق خود حضرت حکیم الامت مولانا قاضی صاحب
صاحب صاحب یہ کافلیہ یہ ملفوظات زبان نقل کرتا ہوں:

نقل ملفوظات علیہ علیہ ملفوظات سے حسن احوال ص 83.

فرمایا (یعنی حضرت حکیم الامت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے) مولوی عبدالحق صاحب، شاہد اللہ
چاندی آدمی ہیں ان کے مستعد ہیں۔ سلوان آدمی ہیں پھر ملکی کوں بعد ائمہ اشع سے مطلق نہیں
معلوم ہوتا کہ یہ کون کون ہیں یہ ذکر کا اثر ہے، ذکر عجیب چیز ہے۔

سب اہل جس سے معصوم ہو جاتی ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب رحمہ اللہ دے ہیں کہ یہ بھی نہیں
معصوم ہوتے کہ یہ بڑے عجیب بھی ہیں۔ ذکر بہت کچھ انکار از ای رہا ہے۔

کے ساتھ بنے۔ سے نہ امداد آتے اور تھوہوں کیساتھ تو یہاں والوں کا برا معاملہ کرتے۔ اہل طبر کے حکماء اس وقت تک ان کی قدر کرتے ان کو اپنے مریض کے لئے مشق کرتے۔ اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ کرتے۔ فہموسا ان لوگوں کے ساتھ ہمیں کا تعلق حضرت مویٰ علیہ السلام کے حسب رشتہ ہند سے رہا ہوا۔ اور اپنی تحریک سے ان کے بار بار ہوا۔ اس کے علاوہ بننے آئے والے کے ساتھ دوسرے لوگ کا آری ہوا اس سے اونچا معاملہ فرماتے۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا ایک خدا میں نکلتے ہوئے کہ جو فرماتے ہیں۔

تھوہم و محترم و محترم جناب حضرت سید الاستاذ ابو القاسم محمد رحمہ اللہ و المسلمین و اہل حجاز۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت عالی کا والا کار شرفہ صدر ہو کر باعث صد مسرت و مسرت ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ آپ کو عطا فرمائی ہے نہایت مہربانیت سے طہا مال فرمائیں اور بہت عطا کرنے آچکے ان انوارات و اوصاف و انجلیات سے جو بارگاہ رسالت سے آپ میں دو ایست ہیں۔ اور حضرت سید حسب شہید رحمہ اللہ کے تعلق نے ان کو طہا و کچھ ہمارے جیسے خوبوں کے گہرائیوں کے مستندوں کے موقوفوں کے اور انہ کے کرنے والوں کے لئے قابل اور اہل فرما رہا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق اور آپ کی ان کے ساتھ قابل رشک مجتہدوں نے میں کو درویش کی طرح رکھوں، باب بھی ہم جیسے نوران کا احساس نہ کریں تو جناب میں کے لئے تو حقیقت کوئی نقصان نہیں اللہ رب العزت نے آپ کا بہت نعمتوں سے عطا فرمایا۔

جن کا شکر آپ پر اب سے بہت شکر کریں۔

اللہ تعالیٰ میں سرفہ ہمارے کرنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے الگ قدر دانی کر کے فائدہ اٹھایا۔ ان بہتوں سے فائدہ و قدر کرنے بہت قابل قدر بنائے۔ آپ نے تو ان کے نام نے میں بھی اور بعد میں بھی حد سے زیادہ اس کا جرم پر بارہ سے زائد اسمائات فرمائے جو کا حق

تھائی شرت بعد سے لڑا اور آپ اسلام مرست فرمائیں۔ اچھتہ یہ نصیحت دانا کار و بہتہ حق قابل
 توبہ اور دعا ہے خصوصاً ان لوگوں کے حقوق کی دانگی کے لئے جس میں (جن میں بہت اند
 آئی جی ہستی ہے) کئی اس کے لئے اچھتہ مال سے اس نے فروغ کی صورت اختیار لی، وہ
 اند سے مرحوم کھولے۔ چاہتے تھے۔ آپ کا بہت ہی احسان ہو گا کہ آپ اپنے انھوں
 اوقات میں میرے لئے رہا۔ اس بار۔ میں اندر آپ عزت سے کڑا کر لے پاتی ہوں کہ
 حق تعالیٰ شانہ میرے لئے حق میں ہی وہ مرحوم شامی کے دروازے کھول دے۔ اور صوبوں
 میں بسیرت و عمل کی توفیق نصیب جسمیں اعلیٰ بندہ وغیرہ سے اس کام میں پوری طرح محتاج ہو
 سکوں اور ان کی توجہات سے یہ کام سر بہ نہ اور میری کٹھنوں کے اندر دو کر چکا بہت ہی پاک
 نہ ہو پائے۔ آپ کا ہمارا بائیکر بیٹھا کچھ تھکے کی بات سے نہ پائی۔ وہ دوبارہ پھونکا دیا۔ آپ کے
 حقوق کی دانگی سے پر۔ میں جو تھی جواب دہی نے کیلئے درخواست بھی اس میں سے
 کروں۔ سوائے بولنے۔ تو پھر سیکھی نہیں اور اس سے پتہ ہو گا کہ اس۔ حق تعالیٰ نے اپنے
 پردوں کو چک کر لیا۔ اور اب پڑا کی طرح اسٹنڈ پر لے۔ علاج پر اعلیٰ نصیرت سے اور اس میں
 ورائے مطلب نہ ہونے اور بوطیع ہونے کا اکتا ط وراحتاً کو نہ داعہ خیر حائل و حوثر
 تراشیں حضرت۔ یہ ہی ہمیں شعل راہ ہو سکتے ہیں بناب، یہی کی تھریف آدمی کے خیالی
 سے بھی بڑی مرست ہونی اس اس توانا کام اہل سے کریں ہم جیسے بے دل کیا کریں محبت
 آگئی اپنے دل میں نہ۔ کچھ تو پھر کرنے کے بعد کے سہارے کے لئے پڑ جائے۔ آپ
 کے دل میں اپنی بہت و بہت ہی مبارک دیکھتا ہوں حق تعالیٰ شانہ چاہیں گے نے ترقی و
 کار و ازادہ کھولیں۔

بندہ و کھر یوسف

2: کسی سے استفادہ کرنے میں بھی حجاب نہیں ہوا۔

مولا حجتی۔ ملک پور جو اپنے علم و فضل سے استفادہ کرنے میں حجاب نہیں ہوا
 ، انیسویں اپنی مشہور کتاب "دینا و اصلاح" لکھتی شریعہ کی تو انھیں بھی کچھ پس و پیش نہ پ
 کر کسی اہل غم کے سامنے اس کتاب کو پیش کریں اور انھیں اصلاح کے طالب ہوں یہ وہی

5 "اس بات کے اعتراف کے بغیر جو ایک بار ہو گیا"

[illegible][illegible]

6. کئی دنوں تک مہمانوں اور گھر والوں کی نجاست اٹھا کر چٹاں میں بچھلتے رہے۔

خوف سے غرق ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے اندر سے پورے قہار اس لحاظ سے
میں وہاں ہی رہتی تھی۔ ان کے لئے یہ تھے جس کی حد تک میں ہوتی ہیں کہ عام سے
عام نہ ہو۔ میں بھی اس بار سے پہلے اس بار سے پہلے اس مقام سے کہتر سمجھتا ہے۔ لیکن سوانا کو سمجھتا
نہیں رہا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ نہیں جانتے تھے۔

www.ck12.org

کیا باہشتی انداز مدین میں مبتلا ہے۔ نہ پادشاہی سرداروں جیسا کہ مراد خان جنگلوں میں
جائزہ فراغت پر ملنے آ رہے تھے۔ ان میں مورخوں کا مسند تہ بن گیا تھا۔ یون مردوں کا جو نام
پادشاہ سے تھے اس سے کہیں بڑھنے کا نام نہ آئی وہ تھیں مہملوں، وارثوں والوں کی نجاست
اور بدچل میں جائز چلنے کی دوسری خبر نہ تھی۔

الزمن: ٢٠٠٠-٢٠٠١ (284:280)

مذہب کے تحت سے ہونا مفید اجتماعی ہے جب کہ اس پر مبنی ہر مذہب کے واقعات

۱۔ اکوڑ و تختہ تشریف آوری۔

آپ ۵۵ عمن قریہ میں قادیان تھا کہ ۱۰۰۰۰۰۰۰ علاقہ میں جتنے بزرگ تھے ان میں سے سب نے تختہ تشریف آوری پر اتفاق کیا۔ آپ اب بے لاشی و انگلی و پنجہ اپنے مخلصی میں بندہ ذلیل و ناتواں بن گئے۔ سوچو یہ بدشگونی کتنی تھی کہ وہ کافی بدشگونی ہو گئی تھی جو بڑی کامیابی سے ترقی سے راستہ پر کاٹ رہی تھی۔

یاد رہا علامہ میاں اکوڑ و تختہ کے متختم سوانح پوش دکھانے کے بعد اور ان کے تفسیریں نے آپ پر بہ حد اصرار کیا۔ حضرت سوانح کے مصنف اور مترجم کا ذکر کیا کہ یہ حضرات بہ قیوت پر حضرت سوانح کو سب جانے پر تکتے ہوئے تھے۔ مختلف علماء کی سفارش بھی آتی رہی۔ یہاں تا آخر ایک سال کے ایا کوڑ و تختہ کے لئے بدامنی سے بھرپور تھی۔ آخر میں پھر حضرت سوانح کے شخص اُن کی سبب ان کی بدعلاقہ سفارش۔ بعد ازاں آپ نے جاپان منظور فرمایا۔ کل 4 سال آپ نے ان دنوں تک میں قیام فرمایا۔ (یہ انوار الہیوم و نور الخلق و مہد الحق و انیس چاند علامہ ان سے کچھ پہلے آتا ہے۔)

اس حلقہ میں آپ کا ریٹائرمنٹ پر بعد واقعات ان اور قبائلی علاقہ کے خطبہ سے بڑی برکت کا باعث ہوا اور ان کے طالبین علوم حدیث سند حاصل کرتے تھے۔ ان کی تحصیل ہوئے۔ 1958ء سے آپ نے اپنے گھر میں قیام کا ارادہ فرمایا۔ ان کی طبیعت کی طبیعت کی خدمت کرتے کرتے سرکاری کمشنر بن گئے۔ اب املاک و شہر کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے اور حضرت نسیم الامت کی امانت کا حق ادا کرنے لگے۔ ان ایام میں بہ کادریت نہایت ہی تھی۔ حضرت مولانا نے قریباً ان ایام میں اپنے چچا زاد بھائی مولانا عبد القدیم صاحب کے نام ایک خط میں یہ الفاظ تحریر فرمائے جن سے حضرت کی اندرونی کیفیت کا اندازہ مل سکتا ہے۔

آپ کوئی اور ریونیو ملائی سے انقطاع سے چند بات سے احتیاط سے چند بات کا اندازہ ہوتا ہے فرماتے ہیں۔ "دل مجھ نسبت پر بھان ہے۔ سب دیات فرمیں گے۔ دل کی خاموشی کا دل کا دل چاہتا ہے کہ سب خاموش رہے۔ چھوڑ دینا۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایک چادر ہے۔"

کا وقت میرا بہت قریب ہے زندگی ختم ہونے والی ہے آخرت کا جتنی توشہ میں نہیں دے سکا نہیں کرنا خدا تعالیٰ اپنے تجسس و ترمیم سے اپنی مہربانیت میں مشغول کرے۔ اسے اور دنیا کی سب چیزیں بخیر سے نکالتے رہے۔ اور بقید چند روز زندگی تمام کرنا اور اطمینان اور اپنی مہربانیت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

اللہ اللہ! حضرت کا یہ اونچا مقام اور یہ مسلسل دینی خدمات اور بھرتی دینی کارہا محض (میں مراد جن ایام 1 ص 983)

2: طلب پر شفقت۔ مولانا محمد اسحاق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا طلب سے باب کی طرف شفقت فرماتے ان کی ضروریات و حاجت کا خیال رکھتے طلب کے ساتھ بہت تواضع اور انعام دیکھیں آتے۔

مولانا محمد اسحاق صاحب تحریر فرماتے ہیں

”حضرت کی زندگی میں وہ تواضع اور طلب سے شفقت دیکھی جو اور نہیں بہت کم دیکھی۔ ایک دفعہ حضرت نے پاس مدرسہ (جامعہ اسلامیہ اُردو بنگلہ) کے چھوٹے ناٹائی صاحب علم آئے۔ وہ مدرسہ کے مستمبک صاحب کے پاس کوئی درخواست لے جا رہے تھے اور حضرت مولانا نے اس پر کوئی رائے نہ لیا چاہتے تھے۔ جب یہ بچے کمرہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ حاشائے چار پائی ٹھانی تھی۔ حضرت کو طلب علموں نے سرور کیا۔ حضرت نے ملازمہ کو جواب دینے کے بعد ان سے ڈال دی چار پائی پر بیٹھ کر باخبرہ نہیں بیٹھے تو حضرت بھی چار پائی سے اتر کر نیچے چور بنے۔ تشریف پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر طلب سے شفقت آج کل میں محض یہ ہوئے کہ یا خدمت ہے۔ یہ دعوت کی بجائے دعوت تھی کہ جب بھی کوئی ان کے پاس آتا تو حضرت اُتر چار پائی پر بیٹھتے تو نیچے اتر جاتے اور آتے واپس سے نکل کر مائے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت قبلہ لگائے ہوئے کسی سے نکل کر فرماتے ہوں۔ یا کوئی نیچے بیٹھا ہوا اور حضرت اوپر چار پائی پر بیٹھے ہوں۔“

(مکملہ، ج ۱ ص 986)

میں یہ دونوں واقعات اس واقعہ سے منسوب ہیں۔ اس کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق

میں۔ (اس ۱۹۹۰ء ۱۹۹۱ء)

۴۔ یہ بھی ممکن ہے۔

دو دن کے بعد میں نے اس واقعہ سے

تاریخی حقائق کی ایک روایت

اس سے مراد ہے کہ اس واقعہ کے بعد اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق
مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔ اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق
مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔ اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق
مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔ اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق

اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔
اس واقعہ کے بعد میں نے اس واقعہ سے متعلق مذاہب و فقہ کی ایک روایت کی ہے۔

”یہ تھے میرے بعد جمع قیام رہے ہوئے۔ حضرت صاحبِ ہدایت کی مولیٰ رہتے ہوئے جمع پر بھی
 دستِ باریک پڑی ہوئی نظر آتی۔ ولی صاحبِ انبوتی دستِ درخشاں فرماتے تو غلغلہ ہاتھ سے
 بعد پھر خاموشی جاری رہتی۔ بعدِ کچھ وہ اورین میں درج ذیل کی جرات سے ہونے کی وجہ سے
 خاموشی کا تسلسل رہتا۔ اس پر وہ ایسا مہلک طریقہ صاحبِ مجھے کہتے کہ ”کچھ کچھ شروں کو نہ
 تاکہ ان میں پتھر نہ لگیں۔“ افسوس کافی، انوں تک یہ بھی حالت رہی۔ آخر حضرت کی جہدِ ولی
 اور ہونے پر تقریریں جاری رہیں۔ ان کے حالات و مسائل کا نظارہ ہوتا تو اس پر خاموشی اور
 طلب میں وہ اثرات و برکات تھے جو ان کی چوڑی تقریروں میں نظر نہ آتے۔ جمع ان بہت
 پر حشاش چاہے تا اور اورین کا ساتھ دیا، چٹان اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس جہدِ کر کے
 ہاتھ۔ اس سفرِ تاریکی نے مدنی پر حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب نے حضرت مولانا کے
 اعزاز میں چھنے کی وصیت کا اظہار فرمایا۔ دارالمصروف کراچی میں دسب حضرت نے حضرت
 مولانا سے فرمایا کہ حضرت یہ سب آپ کے مواہلہ تھے نے وفاق ہیں۔ حضرت نے
 صاف انکار فرمایا کہ میں تقریریں کر لیتا۔ حضرت مفتی صاحب نے ان الفاظ سے حضرت
 مولانا کے سوالیہ اور اذیت نشان کا اعتراف۔ پور حضرت مولانا کو
 خراجِ تحسین پیش فرمایا کہ۔

”حضرت چھاننی کے اقتدار کے بعد ہم سب میں تقیہ آیا۔ نہ کہ حالات سے متاثر ہونے
 مگر حضرت مولانا کو کہنے سے کہ آپ میں کوئی تقیہ نہیں آیا“

حضرت مفتی صاحب نے ان تلمیذی کلمات میں کہ حضرت مولانا کی چھوڑ دی خاموشی اور
 انہماک نے آٹھارہ لکھ ہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر حضرت
 مولانا عریضہ دہلا دیا۔ حضرت مفتی صاحب نے تقریر سے ہونے کے بعد
 حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میں کیا عرض کروں۔ مولانا نے ارشاد فرمایا
 کہ مفتی صاحب نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کی توبہ کر لی۔ مگر جھٹ باری۔ نہ کہ ہے۔ جو
 کہ حضرت کے وہ وصف بیان فرما ہے جو ہم نے بھی سنے بھی نہ تھے۔ بلکہ ان سے یہ بھی

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی نے جس اذہبیعت ہی حضرت مولانا کو خلافت عظام فرمادی تھی۔ اسے تقییب کے دوران حضرت کے چچ ویا آقا، روحی و محمد مصطفیٰ نظر آ رہے تھے۔ جب حضرت عظمیٰ مینے اسے آموایا کہ فرمایا کہ آپ اعدائے میں سے تو یہ کہنے لگے ہوا تھا آپ سے بچانے کی وجہ سے تا یہ شروع کر لی یہ تھا حضرت کا خیال بھلا۔

مگر ان کمالات کو اپنے اظہار دینے اور اپنا کامی اور نمائش کی بالکل کوئی ضرورت نہیں۔ مگر یہ عوام سبہا پھر جیسے واقع اسلامی مدرسے کے صدر مدرس حضرت تھانوی۔ مجاز تھیں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کے شاگرد اور تیلوال علماء کے استاد ہونے کے باوجود مولانا کی زندگی جیسے سادہ رہن کی جاتے رہائش بہت معمولی اور ان کی پوری زندگی اسباب واسوال سے ڈھائی تھی۔ چنانچہ انھیں بیٹھنا۔ معمولی برتنوں میں اٹھانا پینا اور توکل و سادگی گنہگار مولانا معمولی تھا مولانا کے نزدیک یہ زندگی ایک قیام گاہ اور ایک منزل نہیں تھی بلکہ ایک راستہ اور درگاہ تھی اور ان کے انداز و اطوار سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت سخی کے ساتھ اس راستہ اور شاہ راہ سے گزر رہے تھے ان مقصود پر پہنچنا چاہتے ہیں۔

مولانا فضل الرحمن صاحب فرماتے ہیں۔

”ایک دفعہ مسجد کی عید گاہ میں نماز پڑھنے کا قصد ہر پیش ہوا۔ بہاری ہستی یہودی میں عید کی نماز مسجد میں ہوتی تھی میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ لوگوں اور فرمادیں تو عید گاہ میں ایک جگہ نماز کیا کریں گے۔ فرمایا کہ یہی بات کون ماننا ہے۔ میں نے کہا حضرت واقعی شان معلوم نہیں بہت اسرار پر فرمایا کہ بہت اچھا۔ مولانا عبد الشکور صاحب اور حضرات نے ج۔ صاحبہ۔ مولانا حافظ عید الرحمن بھی سہمے۔ وہ فرمایا کہ میں خوش ہو گا۔ چنانچہ مسئلہ سال ہو گا۔ حضرت کا فرمان تھا کہ سب سے مان لیا اس کے بعد یہ گاہ میں راستہ کا مسئلہ تھا۔ یہ نگر اندہ میں یہ ایک راستہ کا نمونہ ہے اس مسئلہ کا میں نے عرض کیا کہ حضرت عید کی نماز پڑھائیں مگر انکار کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے ادا نہیں ہوتی میں نے عرض کیا کہ بغیر آپ کی بات سے اور کسی پر اتفاق ہو

کرم ہوں۔ اپنی اصلاح و فلاح کے لیے کسی خدمت پر راضی نہیں ہوں۔ ہر قسم کے معلوم ہوتی ہے۔ ان قواعد و ضوابط میں سے کسی ایک پر عمل کرنا چاہیے۔ اگرچہ اس خدمت کے لیے کسی قسم کے نقصان ہو تو اس سے بڑا نقصان تو اس کے لیے ہے۔ اس لیے اس خدمت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اس کے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا ہے: ”یہ سب باتیں ہیں۔ لیکن اگرچہ اس خدمت سے بڑا نقصان تو اس کے لیے ہے۔ اس لیے اس خدمت سے اجتناب کرنا چاہیے۔“

مگر اگرچہ اس خدمت سے بڑا نقصان تو اس کے لیے ہے۔ اس لیے اس خدمت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ لیکن اگرچہ اس خدمت سے بڑا نقصان تو اس کے لیے ہے۔ اس لیے اس خدمت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ لیکن اگرچہ اس خدمت سے بڑا نقصان تو اس کے لیے ہے۔ اس لیے اس خدمت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اپنے اسراف میں دلالت ہے کہ ان لوگوں کا سبب ناموفقیت اور اذیت شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی دہلوی کی تھی۔ مولانا دہلوی نے فرمایا ہے کہ ”یہ لوگ اسراف میں دلالت ہے کہ ان لوگوں کا سبب ناموفقیت اور اذیت شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی دہلوی کی تھی۔“

”یہ لوگ اسراف میں دلالت ہے کہ ان لوگوں کا سبب ناموفقیت اور اذیت شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی دہلوی کی تھی۔“

(موا) مسیح نے یحییٰ سے کہا کہ: "میرا اللہ ہے۔" اس لیے اسے خود حضرت عیسیٰؑ کا بیٹا نہ سمجھنا اور
 رشتہ کے بعد آپ کے بھائی سے کہہ دینا کہ: "یوحناؑ کو یا عمارتِ حضرت عیسیٰؑ سے
 میرا اللہ ہی ملے گا۔" یہ سچ ہے جو کہ سب سے پہلے کہے۔ حق تعالیٰ ہر جگہ سے پائندہ فرمائیں۔ آمین۔
 (کاہن انجیل، ۱۹۳، ۱۹۴)

حضرت مولانا فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت
تھانوی رحمہ اللہ) کی تواضع و فتاویت۔

۱۔ ہفتی حضرت مفتی مہد القادری صاحب رحمہ اللہ حضرت ذاکر خلیفۃ اللہ صاحب رحمہ اللہ
سے منسلک ہزاروں تحریریں ہیں۔

حضرت مولانا صاحب رحمہ اللہ نے تھے کہ مولانا فخر الدین شاہ صاحب ٹھوکی
نے حالات کے ذمہ دار تھے اور سید ہونے کی وجہ سے عوام میں بے نشیب و تختی۔ حضرت حکیم
الامت رحمہ اللہ سے زیارت پر گئے اور حضرت نے ہاں آہ و وقت نہائی، حضرت نے ان کے
اصلاح کی طرف توجہ دی۔ وہ سطلوے کی منزل میں سے گزریں اور پازت و عداوت کا وقت
قریب آیا تو حضرت حکیم امست و مولانا حضرت فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ و فخری
آجائی سے بہت مہولت سے پارے کئے، وہ وہیں طرح کو حضرت نے فرمایا کہ "میں نے سنا
ہے کہ آپ لوگوں کو مرید کرتے ہیں حالانکہ آپ کی ابھی اصلاح نہیں ہوئی ہے" کا جواب دیا
کہ میں تو کسی نوید سے نہیں کہتا اور نہ ان کو مرید سمجھتا ہوں، لیکن خاندان کے کارہ سے سب سے
نی سب سے وہ غلطی اٹھتی ہیں اور عقیدہ رہتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا، تم ان سب کو لکھ دو کہ میری اصلاح نہیں ہوئی، میں میرے
کے قائل نہیں اب نہ تم پناہ اسلامی لعلق کسی اور سے قائم کر لو۔ حضرت نے پوچھ کیا ایسا کرو
نے کام میں کیا ضرورتوں تھیں۔

چنانچہ جانی قندار میں کارہ سطلوے اور کارہ پناہ حضرت کا فرمایا، یہ مضمون حضرت
شروع کر دیا، کوئی نوید اس کا بار اٹھائے ہوں گے کہ حضرت نے ایسا کام دیکھا تھا۔ چنانچہ
دیکھ کر دیکھا کہ رہے ہیں، انہوں نے دیکھ کر بتایا کہ مضمون لکھ رہے ہیں۔ حضرت نے جاریہ اور
سب مضمون لے لے اور کارہ رزوں کی قیمت دیدی اور فرمایا "اسحاق جیانا تھا، تدا لیل مقصودات
تھی۔ یہ ایک اہم امتحان تھا جس سے سب جانوی جز کر گئی۔"

پھر حضرت فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت نے خلیفہ مجاز ہونے پر

(۱) جامعہ اسلامی اور مدرسہ اسلامیہ (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۷ء)

حضرت مولانا شبیر محمد مہاجر مکی رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ) کی تواسیع و
تساہیل۔

ہمارے اُپنی حیثیت سے یہ مدنی مولانا محمد نعمانی نے ان طبع میں میں نے ادب
تفہیم و ترقی سے شائع کیا تھا۔ مولانا اس کے بعد مولانا مہاجر مکی صاحب سے مل کر
کچھ ایسی آراء پر ایک سال کا دورہ کیا تھا۔ ان کے خیالوں اور ترقیاتی ماحول سے ان کا
میں نے کچھ ایسی باتیں سنی ہیں۔ چنانچہ ترقی یافتہ ماحول سے ان کے خیالوں میں
نہایت زیادہ تبدیلی آئی ہے۔ ان میں سے ایک یہ معلوم ہوا ہے کہ ان صاحب نے کچھ ایسی
میں لکھا اور ان کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ان صاحب نے کچھ ایسی
تقریریں لکھی ہیں۔ ان کے خیالوں میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ان صاحب نے کچھ ایسی
پانچ سو روپے کا شمار کیا ہے جس میں ان کا دورہ مولانا شبیر محمد مہاجر مکی صاحب سے مل کر
ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے
خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے
خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے

(۲) جامعہ اسلامیہ (۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۹ء)

مفتاح (۱) حضرت مولانا شبیر محمد مہاجر مکی صاحب (خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ) صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب۔

مولانا شبیر محمد مہاجر مکی صاحب کی کتاب۔

ان میں سے ایک یہ معلوم ہوا ہے کہ ان صاحب نے کچھ ایسی
تقریریں لکھی ہیں۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے
خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے
خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے
خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے
خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے خیالوں میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ ان کے

شریف فتح پوری ہے۔ اُمیر جناب بھی شہادت فرمائیں تو خوشی ہوگی، حضرت مہدی (عجی خوں)
(آسمانی) کا ہندوئی کی بناء پر انہوں نے نیک ملاقات کا مزاج ہی نہ دیکھتے تھے۔ اس لئے ان
دوسروں سے کسی کو فرہم بھی نہ تھی کہ وہ بدعتیہ اور اُمن صاحبِ زیور موت نے ہاں ٹھہرے
ہوئے ہیں۔ اس لئے ان حضرات کی طرف سے کوئی دعوت بھی نہ تھی۔ بلکہ یہ بات بھی تھی کہ
اس وقت واقعہ مستند رہی تھا۔ آج کل کی طرح اس کی سرش اور شیعہ کہیں ہوئی تھی۔

اب ہم دیکھ لے دیں بدلہ کی

احقر کی درخواست پر حضرت نے جہاں شہادت پر آمادگی ظاہر فرمادی، مگر دوسرے ہی لمحہ
یہ سوس بھی فرمایا کہ ”جہاں بیٹھ جاؤ نگاہیں۔“ اے ائمہ! تم کہیں نہ بیٹھنے کو تو نہ کہا جائیگا۔“

احقر نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکے گا دو گنہ جناب کی شایانِ شان جُہ پر تو ظہورِ نہایت چاہیں
گئے۔ یہ من کرنا کہ فرماؤ کہ پھر تو میں نہ جاؤنگا (عذراتِ صلیحہ البابت، جلد دوم، ص ۱۶)

جامع العقول، المعتقل، غلام مولانا محمد ابراہیم صاحبِ بلیوی رحمۃ اللہ کی
فتاویٰ۔

استاذ اُستاد کے صحت و اراوت میں۔

صلیحہ البابت حضرت مولانا شاہ محمد وحسی رحمۃ اللہ صاحبِ الہی آبادی علیٰ امتیاز کی
خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان جن ائمہ کا تعلق ہے، اپنے آپ
نے جنابِ علمائے زانویہ تعلیم نہ کیا تھا، ایک دن وہ ان کے انیس میں سے ایک خلیفہ حضرت
القدر استاذ، استاذ الاسلامیہ، جامع العقول و مقتول بزرگ، اور المعلوم و بلند کے صدر
المدرسین حضرت غلام مولانا محمد ابراہیم صاحبِ بلیوی نور اللہ مرقدہ اپنے ان عظیم
المرتبہ شہادتِ مروی خدمت میں مسخر شداد حاضر ہوئے۔

تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں بابِ نیک تو کیا بضرور ہیں۔ تاریخ کی یہ
شہادت ہے کہ غلامِ بلی نے اپنے شہرِ عمرِ خطبہ تہِ بلی سے مکتوۃ تخریف تالیف کر
کے خود اس کی شرح لکھی۔ ضعیف قریب میں حضرت مولانا مفتی الہی بخش کاندھلوی جنہوں

نے مثنوی مولانا رام نامہ غلام تحریر فرمایا، زبردست عالم و فاضل، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ کے تلمیذ خاص و مرید تھے۔ لیکن بعد میں اپنے چھوٹے بھائی اور اپنے شاعر و جناب عالی اہل الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نصرت ہوئے۔

تاریخ نے پھر ایک بار یہی داستان اہرائی۔ جو لوگ حضرت علامہ سیاحی رحمہ اللہ سے واقف نہیں انہیں چند باتوں کی حاجت نہیں۔ لیکن جو لوگ واقف ہیں ان کی خدمت میں شک و تردید نہ رہی ہے۔ تاکہ اتھوئی ہیبت ان کے ذہن میں آسکے۔

حضرت علامہ رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب راجہ بندی کے مخصوص خواہہ میں تھے۔ علامہ علامہ لون و انصاف معقولات میں امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند نے مولانا کو تمام اہل اہل و عداوت میں پھیلے ہوئے چشمہ خواہ آپ کے شاگرد ہیں۔ دوسری حدیث میں خاص وقیرانہ کے مالک تھے۔ آپ کا درس مختلف مکر نہایت مختلف تھا ہوتا تھا۔ علامہ صاحب پروردگار علی و علامہ سید اویس و بھٹو و علامہ سید ابراہیم چانگام اور چند ماہ و رسد اور انصاف و مصلحت حدیث تہ و لیس کے مہر سے پرکار و ہے۔ آپ کے اس زمانہ پر آ کر آپ کو دارالعلوم دیوبند کے لئے منتخب فرمایا۔

۱۳۱۷ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی وفات کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر ائمہ دین، ناظم قیامات اور شہرہ کی کمرہ کے لئے اور تمام حیات ان عہدوں پر ممکن رہے۔

۱۳۱۸ھ میں تو ممکن نہ رہا، تاہم یہ معلوم ہے کہ حضرت علامہ آپ حضرت صاحب الامت تھے: دارالعلوم پر ۱۳۱۸ھ میں شریف رائے تھے۔ مہینہ غالباً دیکھو و کا تھا کیونکہ حضرت علامہ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت صاحب الامت نے بیلا خلم ڈی، الہ آباد آپ کے تمام قریر کر رہے۔ دونوں بزرگوں کی خاکیات اور باہم مکاتبت میں آپ کی یہ کیف محسوس ہوتا ہے۔ ایک طرف حضرت علامہ دین جلیل شان اپنے کو حضرت علامہ کے سامنے ستر شان اور مستفید اندیش کرتے رہے۔ اور آپ و انصاف کی وہی تہداشت ملحوظ

ایک نزل آئے۔ حضرت مولانا عبد الغفور مدنی کی حادثہ شریف تھی۔ مکتبوں کا بہت بڑا گٹھڑا مبرا تھا کہ ان سے آج کل کے علم پر دیکھ کر حیران ہوتے اور انہیں میں طرہ و جوان کرتے۔ یہ باتیں سن کر ارباب علم نے حیرت فرمائی کہ یہ کونسی قوم ہے جس نے مولانا عبد الغفور مدنی کو یا آکر فرمایا مولانا آپ کا بڑا گٹھڑا ہے پر نہ ایسا کریں، بس تھوڑی سی مکتبوں میں ہی سے انہیں کے قرائن میں شرکت ہو جائے گی۔ حضرت مولانا عبد الغفور مدنی نے عرض کیا، حضرت! مجھے اس میں کوئی مشقت نہیں آتا، پڑتی۔ میں اپنے مشق سے لے آؤں۔ حضرت قریشی نے فرمایا، مولانا! یہاں سے مقامی لوگ جا رہے ہیں، یہ لوگ آپ کی قدر نہیں جانتے، لہذا آپ کے دربار میں الٹی سیوٹی دیکھتے ہیں۔ حضرت مولانا تو بوجھل حضرت آفریاد میں کرتے ہیں فرمایا کہ مولانا! جب آپ کا بڑا گٹھڑا سر پر ہوتا ہے تو یہ لوگ آپ کے حریف اشارہ کر کے کہتے ہیں، لکھو جو قریشی نے خراسان سے گدھا منگوا لیا ہے۔ حضرت مولانا عبد الغفور مدنی نے فرمایا، حضرت! یہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں اسی لئے گدھا کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! تو ان کے کامیاب عالم تھا۔ (حیات حبیب ص ۱۵۶)

(۲) "اگر ان حضرات کی ترابِ نعلین ہو جاؤں تو میرے لئے جیسی فخر ہے۔"

دارالعلوم کورنگی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کوہ درآئے کی دعوت دی۔ ایک تھوڑی سی جروہاں آئی ہوئی تھی، سینے کا سناں تھا۔ مسجد میں بیان ہوا اور حضرت نے بیان کیا۔ یہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کا تعارف ان الفاظ میں کر دیا۔ "شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الغفور صاحب" حضرت کی تعریفیں کیں وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلبی اثرات تھے جو زبان سے فرمایا ہے تھے اس کے بعد حضرت سے بیان کی درخواست کی حضرت مولانا عبد الغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا: "میں شیخ ہوں، نہ میں شیخ المشائخ ہوں نہ مولانا ہوں، نہ مولوی اگر ان حضرات کی ترابِ نعلین ہو جاؤں تو میرے لئے

یہی فقر ہے۔ حضرت ملتی صاحبہ دست برکاتم نے جو کچھ فرمایا یہ ان کی میت ہے میں کچھ بھی نہیں۔" (حیات اورئیں ص ۷۵)

(۳) ہاتھ چومنے والوں کو صحیحہ۔

جو لوگ فرط عقیدت سے ہاتھ چومتے یا پاؤں پڑتے تو انکس فرماتے:

"ہاتھ چومنے کو یہ کہ اپنے حق کو جنت میں پہنچاؤ، اللہ کے بندوں اس کو جہنم میں تو نہ پہنچاؤ، ہاتھ چومنا اگرچہ جائز ہے مگر اس طرح کہ ہاتھوں کو لب تیس چیشانی نہ ہی تھے، چیشانی صرف اللہ کے آگے جھکاؤ۔"

(تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبد الغفور عباسی مدنی ص ۲۹)

(۴) "مجھے اس بیان سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔"

مولانا غلام محمد صاحب نے ایک تعریفی شعر پڑھا کر آپ کے بارے میں آپ کی موجودگی میں کہا کہ "مولانا عبد الغفور صاحب اولیا، مس سے ہیں، عالم ربانی ہیں، بختہ ہیں۔"

نماز کے بعد آپ نے فرمایا:

"مجھے اس بیان سے سخت تکلیف پہنچی ہے، میں نہ مجذوب ہوں، نہ عالم ربانی، میں تنہا کی کوئی باتیں کرتا ہوں جو مجھے مجذوب کہا گیا۔ یہ، میں تو شریعت کی باتیں ظاہر ہوں اور شریعت کی تبلیغ کرتا ہوں، الحمد للہ یہاں کے سب علماء عربانی ہیں، میں تو دُکڑا دلیا، کی جوتوں کی خاک بھی بن جاؤں تو ہزار بار شکر کروں، آئندہ کوئی شخص میری نسبت ایسی باتیں نہ کیا کرے۔" (حوالہ بالا ص ۳۰)

خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے واقعات (۱) کمال تواضع:

جلد کے دنوں میں جیسے باقی اساتذہ کی دعا کا میں مومین ملہ کر ام کیلئے غالی کر دی جاتی ہیں۔ حضرت والا دارالافتاء غالی فرمادیے، انہی اپنے لئے کوئی

- چنانچہ آپ نے علیہ السلام کو ہرگز بتا دیا کہ اس وقت میرا یہ اشکال اور اوپر ہوا ہے مگر اس کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کالی دہر تک طلبا بھی غلامش رہے اور محلات بھی غلامش رہے۔ آپ نہ دہا۔ اس کو چھوڑ دیا ہے۔ انکی سطحی علت رہے ہیں اور انکی ہی کو حد شیعہ کیجئے۔ یہ ہیں میرا اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو بات سمجھ نہیں آ رہی۔ چلیں میں انہاں مولانا سے چچو لیتا ہوں۔ یہ وہ مولانا تھے جو حضرات سے تین دو سو حدیث نہ پچھتے تھے۔ وہ حضرت کے شاگرد تھے۔ اپنے شاگردوں کے سامنے ان کا نام لیا کہ میں قرآن سے پوچھ لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ اٹھنے لگے۔ اتنے میں ایک عذاب بھاگ کر آیا اور اس نے جاترہ والا کو قتل کیا کہ حضرت پہلے پاس اس مقصد آئے آ رہے ہیں۔ مولانا کی کتاب بند کر کے خود حضرت کے پاس پہنچے۔ حدیث پر غرض اور حضرت آپ نے باقرہ فرمایا ہے۔ فرمایاں مولانا یہ بات مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔ دیکھو کہ اس کا حل کیا ہے۔ انہوں نے پڑھا اور سمجھ تو گئے مگر بات یوں کی، حضرت ادب میں پہلے پاس پرستہ تھا تو آپ نے ہمیں یہ سبق پڑھتے ہوئے اس مقام کو اس وقت یوں فرمایا تھا اور کہ ان کا جواب دے دیا۔ اب دیکھیں کہ اپنی طرف منسوب نہیں کیا کہ انی میرا مطلب تو یہ کہ اس سبب سنا بھی مجھ سے پوچھتے آتے ہیں۔ نہ۔ نہ وہ محبت یافتہ تھے۔ تہذیب یافتہ تھے۔ انہیں کہتے ہیں تصوف اور یہ ہے نما۔

(خطبات فقیر، جلد (۳) ص ۶۱)

4 اجاب شریعت و سنت

بحمد اللہ حضرت حکیم الامتہ کے قلم سوسطیں و مستر شہین فی اتوار شریعت و سنت میں رنگے ہوئے ہیں۔ ان میں حضرات خلفاء و مجاہدین نے شان کیم اور انکی نمایاں ہے۔ یہی رنگ ہمارے حضرت میں بھلا تھا۔ مذہب و نصیبت۔ اعتدالاً شناختی ہم قتل و کیم اور خدا ترسی کا نمونہ تھے۔ رتو اضیع و اکملہ۔ آپ کی طبیعت بنی فطرتی تھی۔ ایسی کسی شخص سے درختی در ترش روئی سے پیش نہ آتے۔ آپ کی اس نرمی خوش خلقی اور تواضع کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص و جاوید اور در عجب مصلح بنا دیا تھا۔ خود سرائی اور خود کھائی کی عادت نہ

حضرت کو چھوڑ بھی نہ کر دی تھیں، کامیابین کی منت کے مطابق طبیعت پر ہمیشہ تواضع اور
سادگی کی ایک خاص کیفیت طاری رہتی، گفتار اور رفتار میں تواضع و غیر میں برکت و تواضع
تھا۔ آپ نسبت شریف کے ایک بلند پایہ شیخ تھے، مگر ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب
حسب کا مصلحہ دینی خلیفہ مولانا حکیم ازمتی موجودگی میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے پیش
میں فرمایا:

”حضرت (نیکم الامت تھانوی) کے اقوال سننے میں تو ہم سے ہی مولانا
اور افضل و مصلح دین ہیں، تو مولانا عبدالرحمن صاحب کو دیکھا تو
یہاں حضرت کے کماں بکھار دیا تواضع کو طے ہو کر رہے ہیں۔
(تیسرا جلد، ج ۱، ص ۷۹)

حضرت جاتی عبدالغفور صاحب بود جیوہی رحمت اللہ تعالیٰ واقعات۔
(۱)۔ بے نفسی۔

حضرت مولانا محمد منلوہ نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

طابق صاحب فی زندگی میں جو ایسی صفات میری نگاہ میں بہت ہی نایاب و نمایاں
ہے وہ ان کی بے نفسی ہے، ان کو کسی ایسے کام میں جو عرف عام میں بہت ہی پست ہو، کھینچ
مجھ نہ تا ہوا، جس نے کرنے سے ان کوں کی نظروں میں آدمی بے وقعت ہو جاتا ہوا،
فراری اور دینی خلع کا کوئی پہلا نفر آئے تو وہ اس کو بڑی بے تکلفی ہمدردی و مشفق سے کرتے
ہیں اور اس کی باطل پر وٹیں کرتے کہ کوئی کہہ سمجھے گا اور یہ کہے گا۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ جس سے مجھے بڑا سبق ملا اور جس کا میرے دل پر آج

تک اثر ہے یہاں بھی ذکر کرتا ہوں:

یہ بات مجھے پہلے سے معلوم تھی کہ جاتی صاحب نے خیر کے جو مختلف سلسلے قائم کر رکھے ہیں
ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ نیک و نیک انداز کی کڑی میں کافی مددگار میں کتب خانوں سے

اعجاز و ہوش ہے کہ یہ شخص اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کا تو فرستادہ اب سمجھتے ہیں تو اس کو وہ کتاب با قیمت پر یہ خریدتے ہیں اور اس کو فریہ نے ہی ترغیب دینا اس اعلیٰ قیمت پر اس دیتے ہیں جس پر وہ کتب خانہ سے ملتی ہوتی ہے اور ابھی مزید نقصان برداشت کر کے اس سے بھی کم قیمت پر اسے دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ حضرت عائشہ صاحبہ کے ہاں ظالمہ ۳۰-۳۱ سال سے قائم ہے۔

یہ بڑے نزدیک تو یہی بڑی بے نفی کی بات ہے کہ کسی شخص کو کتاب خریدنے کی ترغیب دیکر خود ہی اس نے ہاتھ کتاب فروخت کی جائے لیکن اس سلسلہ میں اب سے تین ۳۰ سال پہلے مجھے ایک بڑا ہی حیرت انگیز اور بہت ہی سبق آموز تجربہ ہوا۔

عائشہ صاحبہ نے مجھے جو پورا کرنے کے لئے لکھا، میں نے اردو ترجمہ اور ان بنی کے مشورہ سے مغرب کا پروگرام اس طرح طے کیا کہ پہلے میں ”نی پانڈ“ اردو اور دونوں زبانوں میں تمام کر کے جو موجود ہوں، عائشہ صاحبہ نے مجھے لکھا کہ میں ان کے لیے ڈیڑھ روپہ ۲۰ روپہ دے دے۔ یہ سب کی سفید اور عام فہم یعنی اور اصلاحی کتابیں بھی کتب خانہ ”الذکران“ سے لیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں ساتھ لے لیں۔ پروگرام کے مطابق میں ”نی پانڈ“ لکھنا تو دیکھا کہ عائشہ صاحبہ ہیں تشریف فرما ہیں، انھوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا کتابیں ساتھ آتی ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! یا ہوں، فرمایا تو مجھے ابھی یہ بتجئے! میں نے عرض کیا کہ کتابیں جو پوری ہو چکی ہیں اس طرح میرے کمر میں چلی جائیں گی، فرمایا تمہیں مجھے یہاں ہی یہ بتجئے، میں نے ساری کتابیں حوالہ کر دیں۔ فرمایا جو پیشکش دیا ہے وہ بد منہاجہ کے ہ کتاب کی قیمت مجھے بتا دینی چاہئے۔ میرے ایک رفیق نے اسے حساب لگا کر ہر ایک کتاب کی قیمت بد منہاجہ پیش لکھ دی، یہ بعد کا دن تھا وہ اس کے بعد سب میں بعد کی نماز کے لیے مسجد گئے تو دیکھا کہ مسجد کے احاطہ ہی میں ایک درخت کے نیچے کچھ بیٹھی ہوئی چار پرہیزگار عورتیں اس طرح تکی ہوئی ہیں جس طرح بعض خراب کتب فروش زمین پر چار بچھا کر اپنا کتب خانہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں، میں نے سمجھا کہ عائشہ صاحبہ نے یہ کتابیں اسی صاحب

کے پرانے دوستوں اور دوپچارے اس طرح کن کو فراموش کر رہے ہیں۔

اگلے دن حاجی صاحب نے دریافت فرمایا کہ ان صاحبان کے تائب بھی ساتھ ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یہی تھے، مگر یاد تو نہیں کہ تائبوں میں سے کون کون سا ہے؟ وہ دوکان حاجی صاحب کے گھر ہی لگائی تھی اور خود ہی بیچ کر تائب فرمائی، مگر اب یہ بھلا یہ اختیار کیا کہ ہرچے سے نکلے شخص نہ خود بلاتے اور ایک دو تائبیں اس کو دیکھ رہے تھے کہ ان کو دیکھو۔ جی جانتے تھے کہ یہ وہی صاحب ہیں جو تائبوں کو دیکھ رہے تھے اور ان کو دیکھ رہے تھے۔

جب یہ بات مجھے معلوم ہوئی کہ حاجی صاحب نے خود ہی بیچ کر تائب فرمائی تھی ہے اور اس طرح کی تائبی کی طبیعت پر ایک تو اس کا بوجھ پڑا کہ وہی تائبوں کی وجہ سے انھوں نے اتنی زبردستی اٹھائی اور دوسرا دوسرا دل میں یہ آیا کہ شاید ہم سے ان لوگوں سے سمجھا ہو کہ بیچنے کے لئے میں اپنی تائبیں مغروں میں بھی ساتھ لیے پھر رہا ہوں اور یہی میں نے حضرت حاجی صاحب سے یہ بھلا کام پایا ہے۔

اب مجھے یاد نہیں کہ اس بار میں نے حاجی صاحب سے کچھ عرض کیا اور موصوف نے اس کے جواب میں فرمایا یا از خود مجھ سے فرمایا۔ ”حضرت! میرے پاس اتنا علم تو ہے نہیں کہ میں ایسی کڑیوں کے بندوں کو قطعاً پہچان سکوں، اس کا جواب صاحب نے نہ دیا۔ لیکن یہ گھر کے ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہوئے ان کی ذمہ داری میں وہ نہ کہ مجھ سے نہ ہو سکتا۔ وہ بندوں تک ان سے کچھ پچانے میں کوشش کروں اور اس طرح ان صاحب میں شاید ہو جائوں۔ میں اس بار بھی ایسا کرتا ہوں۔“

یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت حاجی صاحب نے جس تائبی یا تائبی میں اس زمانے سے یہ کتب فرمائی ”کامل“ یا ”بانی کے لوگ عموماً حضرت موصوف کو ایک شیخ و مرشد اور جو وہ پورے ایک معزز اور باوقار شخصیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے ہیں۔ اور اصل میں انھیں وہی اصل وہی شخص کر سکتا ہے جس کا قصہ بالکل کٹ چکا ہو اور جس کی نظر ہر طرف سے ہٹ کر

میں اللہ تعالیٰ کی رضا و رازِ خیرت پر یکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس دولت کا کچھ حصہ اس حج کو بھی عطا فرمائے۔ (تحفہ ریٹ نوٹ ۳۳)

۲۔ حضرت محمد المصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت:

عائشہ صاحبہ نے یافا فرمایا کہ بالکل اچانک حضرت کا انتقال آیا جس میں متعین بلا ہیئت کی اجازت دی گئی تھی۔ مجھ پر اس کا ایسا اثر پڑا کہ غلاب مادہ تیار کیا گیا مگر میں نے حضرت کو لکھ دیا کہ ”میں پڑھا لکھا کچھ نہیں ہوں، میں نے ذکر و حقل بھی نہیں کیا ہے پھر میں ایک جھوٹی ذمت کا آدمی ہوں یعنی قلمی ذلیلت ظاہر صوم و صلوٰۃ کی پابندی اللہ تعالیٰ نے نہیں سہل فرمائی۔ بار و درجہ اکبر و درجہ کبر کے بار و درجہ بھی پچھو مونی مونی معلومات ہیں۔ ایسی حالت میں اگر یہی مناسب خیال فرماویں تو خدمت سے لے کر ہٹا دوں گا۔“

حضرت نے حسب معمولی ای پر جواب دیا ”پڑھا لکھا نہ ہونے کے بارے میں وہ ذکر و اشغال نہ کرنے کے بارے میں میں نے جو لکھا تھا اس کے متعلق حضرت نے کچھ تحریر نہیں فرمایا اور نہ پنے قلمی ہونے کا میں نے جو ذکر کیا تھا اس پر تحریر فرمایا“ یہی وجہ ہے مجھے نہیں تھی سے بھی زیادہ قیمت کے ہوتے ہیں ”ظاہر صوم و صلوٰۃ کی پابندی حسب ہمت کے کا میں نے جو ذکر کیا تھا اس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ کیا یہ تجھ کوئی نعمت ہے نہ وہ درجہ اکبر و درجہ کبر کے بارے میں جو میں نے لکھا تھا کہ اس کے متعلق بھی مونی مونی معلومات ہیں۔ اس پر تحریر فرمایا ”پھر تو نورانی نوران۔“

اور آخر میں یہ ہیں نے لکھا تھا کہ ایسی حالت میں بھی نہ یہی مناسب خیال فرماویں تو خدمت سے لے کر ہٹا دوں گا۔ اس پر تحریر فرمایا کہ ”باب نہ مرا ان شاء اللہ برکت ہوئی۔“ (تحفہ ریٹ نوٹ میں ۳۳۹)

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی چاندھری رحمہ اللہ کی تواسیع و فوایدیت: کتاب ختم اللہ علیہ صاحبہ بخیر اور جاسد امتداد میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ایک فوایدیت مجاہد ملت رحمہ اللہ نے ان کے گلوں ”خیر“ (ضلع جھٹ) میں ایک جگہ سے

خطاب کرتے تشریف لے رہا تھا۔ ان کے والد مولانا محمد یار صاحب (فاضل دیوبند) نے ملازم کو کھڑی دیکھ بھجھا کر آپ کو روک دیا۔ اس شخص سے ملے ہوئے۔ ملازم نے ریل گاڑی کی آئیٹ سواری کو زور دیا، اس کا اندازہ تھا کہ کچھ عرصت مولانا محمد علی جالندھری دسر اللہ امرتسر تحفہ خیر نوت روایتی قسم کے امیر ہو گئے۔ جاسانہ جیتی لہاں محبوبانہ شمع قطع۔ اچھوتہ چال ڈھال اچھوتی خیر تم شخصیت ہوں گے جن نے ساتھ ایک ملازم صاحب محمد یار کا بولن کار ایک کس اے۔ آتا ہوا، مخصوصہ رقعہ ارضیتی مینک فمبوں نے کارنی ہوں دان کے قسم سے گاڑی کو روک دیا۔ وہ نے پاؤں کو خمیر آ رہی ہونی جو انہوں نے گاڑی سے اترنے سے ڈرا چلے گاڑی کے حمام میں جا کر چھڑکا ہو گا اور وہ دوسری سے کھڑی دسلے خازم پر برساتا شروع کر دیں گے کہ انہیں اس تک پہنچے جس ذمت اٹھانا پڑی۔ وہ خود انہیں لیٹے اندر، شخصیت تک انہیں کس آیا۔

سواری واسے ملازم صاحب دی انکی باغی، امیر شخصیت نظر نہ آتی تو وہ پریشان کھڑا رہتا۔ مولانا نے علامات سے پہچان لیا کہ وہ لیٹے تو انہیں ہی آیا ہے۔ پھر اس سے یہ کہا جاسکتا کہ آپ ہی مولانا محمد علی جالندھری ہیں تو وہ مانے گا نہیں مگر آپ اس پر بھی قسم بھی سناں گے۔ کیا نہ کہی روز سے مسلسل تیلی ملیز کی بدولت آپ کے پاس ایک ہی کپڑا اس کا جوڑا تھا جو میاں پر لگا تھا، لیکن نہ تو پتہ نہ کر سیدہ ہو پاؤں تھا۔

آپ ان کے قریب سے سلام کیا اور فرمایا: ”بھئی تم کہاں سے آئے ہو؟“ اس نے کہا: ”مولانا محمد علی جالندھری کو جیتے آئے ہوں، انہوں نے ہمارے گاؤں دیوبند تقریر کرتی ہے۔ آپ نے کہا کہ کچھ مولانا آتے ہیں، تم مجھے لے جاؤ، جہیں توب نے گا۔ میں نے بھی تقریر سننے تیار، گاؤں جانا ہے۔“ وہ بھی آپ کے ساتھ سوئے چڑھا دیا، کبھی آپ ہی فقیہ اندہ منع قطع کو۔

آخر کار وہ آواز ہو گیا محمد خورشید زین واسے حصہ پر اور آپ کو بھیجے کھڑی کی تکی پہنچے دھایا، اسب گاؤں پہنچے تو افسانہ حال اسے مارنے تک اسے ”تکالم“

قرآن مولانا کو بھیجے ہوں، بھلا ہوا ہے؟"۔ اب تو اس کے ہاتھوں سے زمین ٹکڑی ٹکڑی کر کے
 اسے اعتبار نہیں آج تھا اور وہ بڑا بہادر رہا تھا۔ "مجھے تو آپ نے مولانا محمد علی پانڈے کی نو
 لے لے بھیجا تھا بھلا مولانا ایسے..... آپ نے فرمایا: "جوئی اس کا تصور نہیں تصور تو
 میرا ہی ہے، مجھ سے اسے اپنا نام ہی نہیں بتایا تھا، اب تو اس کا احسان ہے کہ مجھے اجنبی سمجھ کر
 بھیجے گا تو کیا؟" (ماخوذ ماہنامہ مدنی سن اسلام ملتان، شمارہ نمبر ۱۷۷)

شیخ الفیہر حضرت مولانا محمد اور نس صاحب کا ندیلوی رحمۃ اللہ کے
 واقعات

تواضع اور فتائیت کے حسین نمونے:

سفلی عظیم پاکستان حضرت سفلی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں

(۱) قیام ہمدانہ اترنے کے زمانے میں الحمد للہ بار بار باہمی ملاقات اور مسلسل خط
 و کتابت کا سلسلہ جاری رہا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باہمی تعلق روز بروز بڑھ رہا ہے اور ہر
 تصنیف مجھے نہاتے اور چھپنے کے بعد دعا فرماتے تھے۔ یہی سلسلہ پچھلے احقر بصرہ سے
 جاری رہتا تھا، جو وہاں غوثیہ کے خواجہ تقی نے بہ علم و فن اور مصلحت اور اخلاق میں انکو کچھ پر
 عطا فرمائی تھی اپنی تواضع کی بنا پر غوثی میں کچھ پراعترا فرماتے تھے، دیرینہ تہمت تصانیف کو
 اجرام کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔ ولغات سے غائبانہ ایک ماہ پہلے دب میری
 تفسیر "معارف القرآن" مکمل ہوئی اور آخری صفحوں چند سوراہ موصوف کی خدمت میں
 بھیجی تو اس پر اپنی استغاثہ خوشنودی کا اظہار فرمایا جس کو دارالعلوم کے ماموراء ہدایت میں شائع
 کر دیا گیا ہے، اسی کے ساتھ ایک خط میں تحریر فرمایا کہ "میں تہمدینی تصنیف کے وہ نسخے
 رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کل شیء خلقنا ذوالجین" (سورۃ موصوف کی ہر مجلس اور
 محفل میں غلی چاشنی اور قرآن وحدیث کے چھتے بڑے موقع ہوا کرتے تھے۔

(چند عظیم شخصیات ص ۱۰۵)

(۲) میرے لڑکے مولوی محمد تقی سلاب سے چند روز پہلے ملے اور کچھ مولانا کی

نہ مدت میں حاضر ہو۔۔۔ اپنی شفقت کے ساتھ اسی طرح اور کچھ کچھ معاصرین میں یہ بھی
پیشکش ہو سکتی ہے مگر اندھونی کا شکار ہے کہ ہم میں اور مفتی صاحب میں کبھی اس کا نام نہیں
آتا۔ جب کوئی مفتی صاحب کی طرف سے مدد کرتا تو میں اس کو اپنی ہی طرف سے کہتا ہوں
کیونکہ میں صاحب نے کالیہ میں تواضع بیان کے تحت حضرت کی جہتیں نامی ہیں میں
ایک حضرت متعلق دعوت میں ہے جیسے ایدہ العارفہ نو و جنتی زید اس کا بھائی مہم ہے اس میں
بھائی کے ماموں کے کوٹوالہ کی حضرت فراموش ہے تو میں مفتی صاحب کی حضرت تواضع شفقت
کیوں نہ کہوں؟

حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ مہم سب سے زیادہ قیمتی ہے۔۔۔ تواضع شفقت کے عالمی
تکامل میں اپنے میں معاصرین میں خاص امتیاز اور تعلق وہ فراموش تو کر اس کے ساتھ
پر انہوں کی سمیت نے تواضع اور شفقت کی بھی وہ حضرت صاحب کی بھی یہ تو ایک علامہ ہے۔۔۔
یہ اس امتیاز تھا کہ کہیں مہم کے حوالہ نہ دے۔۔۔ وہ ان پر اپنی فوقیت کا تکیہ کرتی تھا۔۔۔ یہ
ہے کہ انہوں نے معاشرت میں ان کے لیے یہ دعوت ہے ان کے اس کے شان میں صاحب نے اس سے
جملہ ہوتی ہے اس کے لیے ان کے موصوف اور یہ ان کے یہ تھا جس نے ان کے ان کے موصوف
و انحال میں تہہ بہہ رہتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان کے بھی جیسا کہ ان کے لیے ہیں صاحب ان کے ساتھ تواضع
باج میں اور ان کی وجہ سے ہوسکتا ہے ہوسکتا ہے کہ ان کے لیے تواضع شفقت کے لیے تواضع
فرمایا تھا اس طرح ان کے ہاں تواضع سے حریف فرمایا تھا۔ (ایضاً ص ۱۰۶)
(۳) تحت و لوں کے بھی وہ بچے ہیں اس کے خاکے اشاعت
جب اب کوئی بڑی مہم آپ کے مذکور میں تواضع فرماتے ہیں

مواہجہ کی درستی کا یہ کہ یہ تھا کہ ان کے ہاں تواضع فرماتے ہیں ان کے ہاں تواضع فرماتے ہیں
و مواہجہ کی درستی کا یہ کہ یہ تھا کہ ان کے ہاں تواضع فرماتے ہیں ان کے ہاں تواضع فرماتے ہیں
میں نے عرض کیا کہ حضرت! تواضع فرماتے ہیں ان کے ہاں تواضع فرماتے ہیں ان کے ہاں تواضع فرماتے ہیں

سے باخبر رہیں گے۔" فرمانے لگے۔ "مولوی صاحب! ہمراہیہاں ایسے بڑے جتنیں آپ تو اس میں
 قسمی اشتہار دے رہے ہیں اور اسے تصور میں تیسرا۔ خیر میں ہوتی ہیں ضروری یا معلوم! خدا
 یا نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں ہمیں تو اس ہی طرح خیر میں قوی ہو دیا اور انہیں جتنی ہی لڑی ہے کہ
 میں بات تو حضرت کا نہ صوفی نے حق جانا اس پر عمل کر جتنی کے ساتھ یہاں تصویر اور قلمبر نے
 پارے میں مانے تو دوسرے علماء کی بھی یہی تھی اور اس وقت بھی راستہ میں وہ عزت کی
 راستے رکھتے ہیں انکار سوال یہ ہے کہ اس پر عمل کتنے صاحب کا ہے؟ کون ہے جو تصویر نہیں
 کھینچوا؟" کون ہے جو اپنی قریب بات میں تو ٹھیک فرماؤں؟ نہیں بلکہ انہوں نے جوئی کی کو غلط
 جاننے کے باوجود اس پر غلطو افراد نہیں ہوتے؟ کون ہے جو جیتے تک مستحق وضو قرار دینے کے
 باوجود بیٹوں میں اپنے انکوائٹ نہیں غلطو؟ کون ہے جو یہ یہ تعلیمات انکالف جوین کے
 باوجود اپنے بچوں کو سکھائوں اور کالجوں میں نہیں بھیجتا؟ جیسا کہ مذہبی حلقوں کا تعلق ہے
 مذہب کی سب کی دلی تھی اور اسی ہے جو حضرت کا نہ صوفی کی قسم فرق صرف اس کا تھا۔ وہ جس
 بات پر عقائد رکھتے تھے اس کے اٹھاتے تھے، جو کہتے تھے اسی کے مطابق ان کا عمل تھا۔ اسوہ
 یہ خاصا خاصا جہان عزت کا ہے مجھے جیسے اصحاب و خدمت خدا اس راستے پر چلنے کی ہمت رکھتے
 ہیں اور اس میں وہ ہیں اس کی ضرورت ہی سمجھتے ہیں۔ ہماری بات جاننے دیکھتے۔ سوال تو ان
 حضرات سے ہے جو انہیں بات مانتے ہیں اور پھر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس معیار پر میں
 نے تو اپنی زندگی میں ایک ہی شخص کو تمام امانت پورا کرتے دیکھ اور وہ حضرت کا نہ صوفی
 تھے۔ تصویر کو نہ جان کر کہا تو پھر پھر تصویر نہیں کھینچوالی، جیسے میں بھی انہیں نے تصویر لینا ہی تو
 اسے دیکھ ڈانت دیا۔ دعوے سے کہہ سکتے ہوں کہ خود انکی اولاد کے پاس بھی انکی تصویر نہ
 ہوئی۔ کرنی گھر میں رکھن خلاف سنت سمجھتے تھے تو پھر ساری عمر پنکائی اور ایک سسٹمی دوری
 پر ہی بیٹھ کر گزار دی۔

مجھے یاد ہے کہ ایک زمانہ میں اپنے وقت کے صاحبزادے عاصم ملک امیر محمد خان نواب
 آف کالا بارگ نے جو اس وقت مغربی پاکستان کے گورنر تھے آپ سے ملنے کی خواہش کی جو

میں کام ہو گیا تھا۔ ہاں انتخاب ناموں کی وجہ سے جتنے تک نیک لے گئے اور فقیر کا رشتہ
تجارت و انیس کشمکش کے آگے نہ جاسکے ہوئے، نہ سب سے سب سے، ان کے کاغذ تیار نہ آتے
تو نے استعفاء کر کے والوں کا اثر دیا۔

نہ پچھان کر کے پٹوں کی مراد سے خود فرماؤ

یہ بھلائے شے ہیں اپنی آسمان میں

(س لکھا ۲۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے واقعات :-

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے صرف یہ کہ علوم شریعت نے قرآن مجید کے لئے علم
مردم ملایم ہر یقت اور ملوک و نقول کے بھی کامل کیا تھے اور آپ کی ذات برامی علوم
خارجی اور علمی و فنی دونوں کا مخزن تھی ہر علم سینہ سے زیادہ طریقہ حسن سے مامور کا دسی
جو یہ اور تحقیق زیور تھا۔ آپ کے علم ہائے اخلاقیہ و علمیہ و تجاریہ و طبابت و شہادت و طبیعت
مادی تو ضعیف اور دیگر اوصاف کا ضلالت سے اجازت کی یہ تمام فنی تھی اور آپ کے فیض
عبرت سے ایمان الہی کی دنیا کی دولت مانی تھی اور ان کا نام بھی حجازی ہے اور ان کا نام بھی
کتا ہوں کے پڑھنے پڑھانے سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا کسی نے فی الجہت :-

نہ کتابوں سے نہ مقلوں سے نہ نذر سے پیدا

وین ہوتا ہے ہزاروں کی نظر سے پیدا

ایں طرز فضل اور بعد کا امت سے مستغنی ہونے کے باوجود مولانا مرحوم

عادات و اطوار کی سادگی میں اپنی مثال آپ نہ سوائے ان کے نور اور نور و خوش میں کوئی تکلف تھا
اور نہ ہی گفتگو اور طرز و کلام میں کوئی تصنع تھا۔ سداً دامن سے پڑنے پر رک تھے۔ ہمیشہ سے
طور طریق اور تہذیب جدید کے آداب سے دور بلکہ انور ہے۔ چنانچہ وضع قطع لباس و حجام
اور گفتگو میں اپنے بزرگوں کے طرز سے ہمہ اقل ہمیشہ سادگی اور بے تکلفی کوئی

اختیار کیا اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم جیسی شریعت و طریقت کی جامع کمال تھے اور

نامور روزگار شخصیتیں سب صدیوں میں پیدا ہوئی ہیں اور ایسے مردانِ حق آنکھ کھاتے تو قبروں میں نکل پڑتے۔ (پس ص ۲۳۸)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

”حضرت ابنی مبراہ کے آئینِ علماء کو پایا، تقیہ نامی صنف میں ایک بچہ اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو علمی و عملی مقدمات میں ایک نہ من: اختیار فرمایا تھا اور ساتھ ہی بزرگانِ دین کی نسبت نے تواضع اور فروتنی کی بھی وہ صفت عطا فرمائی تھی کہ جو علماء دین کا خاصہ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی کمالات کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی مزین فرمایا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی جامع علم و عمل خدایاں نسبت قبروں میں پیدا ہوتی ہیں۔“ (ایضاً ص ۲۵۶)

(۱) اب ایسے مصلح اور مصلحانہ انسان بزرگ کہاں پیدا ہو سکتے؟

آپ کے فرزند اور چند مولانا قمر احمد عثمانی صاحب زید پیر محمد خرم فرماتے ہیں

۱۹۶۹ء کے اوائل میں حضرت مولانا بحیثیت امیر اعلیٰ سرگزی جمیعت علماء اسلام مولوی داؤد لاہور کے ۴۸م اشان جلسہ عام کی صدارت فرماتے کے لئے لاہور تشریف لائے جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے بہت بڑی تعداد میں شرکت فرمائی تھی مشرقی پاکستان سے مولانا حضرت علی عثمانی (خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت محمدانوں قدس سرہ) اور مولانا صدیق احمد چانگاری بھی تشریف لائے تھے۔ مولوی داؤد لاہور کے جلسہ عام نے مرد و قوم مخصوص اجلاس چاند اشرفی مسجد نون میں منعقد ہوئے تھے جن میں صرف سرگزی قائدین ہی شرکت کرتے تھے۔

مشرق پاکستان نے عام کرام کے قیام کا انتظام بھی کیا تھا۔ سب مولانا مراد کو خصوصی اجلاس میں مدعو ہوا کہ مولانا اظہار علی ٹریشہ شب سے دراز کردہ کی تکلیف میں مبتلا ہیں اور اس وجہ سے وہ اس اجلاس میں شرکت کے لیے نہیں آ سکے تو ۱۱-۱۲-۱۹۶۹ء کے شنبہ کی

جائے تھی مگر طرف روانہ ہونے کا ارادہ ہی ۸۰ سال کی عمر میں خائف و بے یار مہلی اور مسمول
 میں اور کی شکایت کے باعث "مترت سوال" درمیان سے لیے ان انوں نہ نہ قدم چلنا بھی
 مشکل ہو رہا تھا "دوبری طرف جو مٹی ۱۰۰۰ طبع علی صاحب رحمہ اللہ کو معلوم ہوا کہ سوال ۱۱۱
 کی عبارت کے لئے تشریف لارہے ہیں تو ۱۰۰۰ چھاپا ہوا نسخہ دیکھے اور تمام کتب و تراجم کو
 سے جا کر "ہو" میں اب بالکل ٹھیک دلی ہر اجلاس میں شرکت کے لئے حاضر ہوا ہوا ہوا
 اور وہ وقتی ای حالت میں اپنے سر سے ہاتھ اٹھائے تھے کہ وہ دوسری طرف ۱۰۰۰ دیکھتی تھی
 تھریف لا چکے تھے اس کے انہیں عجیب و غریب چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا
 سوال ۱۱۱ درمیان کی دست فرمائی پر اظہار کتب فرماتے رہے اب ایسے موضوع اور مفکر
 لکھنؤ بزرگ کہاں پیدا ہو سکے ؟ (چالیس بڑے مسلمان جلد اول ۱۹۳۳)

(۲) ان شاء اللہ ان حضرات کی علمی و ادبی خدمات میری مغفرت کا ذریعہ نہیں

آپ کے لیے ہے۔

واقف الحروف کا بارہ تجربہ پیش ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ فی مجلس میں جب بھی کسی شریک مجلس کی طرف سے حضرت مولانا پر دغا ملی میرٹھی مبالغہ جہ فی ذرا تہا و حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا مسلحہ رہی۔ رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد ادریس کا ناصونی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذریا کا تہ بطوی مبالغہ جہ فی ذرا تہا و حضرت مولانا کے شاگردان و مشید کے ذمے سے میں بیان کیے جاتے تو آپ نے اس امور عقلی پر بھی کسی فقر و صلابت کا اظہار نہیں فرمایا کہ پیش یہی ارشاد فرمایا کہ۔

”میں تو ان اخراجات و اچانک محاصروں پر ہمیشہ خیال کرتا ہوں، رامیہ، تمہارا ہوں کہ میں تعاقب میں شائد ان جھنڈے کی طرح، جی خدا ہمت جلیلہ کو ان میں نہا، قدیمہ فی مظلمت و ہشیش و بھی و جلیلہ و ارتداد و اس سے“

ہند اکبر! یہ سے اس جلیل القدر عالم و بین اور محدث ہے، احسن تو انشا و ہے تمہی لا

عام جس کے توجہ فی احادیث اور تفقہ فی کلام نبی کو برصغیر کے اکابر علماء نے عطا دیا عام اسلام کے علم و تحقیق کے بھی شہیرا بنے۔ بلکہ اس کی طرف ہمسایہ ممالک و قریب و دور کے خواتین تیسری پیش کیا گیا۔ جن کے شرف تادمہ پرانے علماء اہل تامل نے بھی عین تحسین کے لیے (موالہ نامہ ۱۹۵)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے واقعہ ہے :
(۱) تواضع اور سادگی کے لیے۔

یہ دلف باندہ تھا۔ اکثر سید اعلیٰ صاحب فاروقی رحمہ اللہ آپ کے تادمہ میں تحریر فرماتے تھے۔

آپ اور واقعہ یہ آیا جس سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا حضرت نیکم الامت قدس سرہ نے فوری تعلق و تعلق ہوتا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ سے یہاں دو مجلسیں ہوتی تھیں، ایک مجلس عام ہوتی تھی ایک مجلس خاص، عام مجلس میں بھی حضرت رحمہ اللہ محسوس حضرات کو اپنے ہائیں جانب بٹھالیا کرتے تھے، مفتی صاحب رحمہ اللہ بھی نئی حضرات کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، ایک روز مفتی صاحب رحمہ اللہ کو اتنے میں یکہ یہ ہوئی اور جب وہ پہنچے تو مجلس پر پہنچے تھے، ان کے پیچھے کی کوئی احتجاج نہیں تھی مفتی صاحب رحمہ اللہ پہنچے پہلے تھے، حضرت رحمہ اللہ نے اوجہ احقر دیکھ کر کہتے اپنے پاس چھٹھوڑی سی جگہ تھی، چنانچہ مفتی صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا: ”مولوی شفیع یہاں آجئے“ مفتی صاحب نے اور ہڈا دیا کہ: ”حضرت آدم سے جیتے ہیں“ حضرت اس وقت خاموش ہو گئے، لیکن یکہ یہ بدھ بھ بہت مسرت کے، چہ میں فرمایا: ”مولوی شفیع! میری چاہتا تھا کہ تم یہاں میرے پاس بیٹھو۔“ چنانچہ جب مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت رحمہ اللہ کا اصرار دیکھا تو انھوں نے اپنے غریب سے گئے۔

اس واقعہ سے حضرت نے دو نتیجے نکالے، آپ تو یہ کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی طرف حضرت کی کس قدر اموسی توجہ تھی جو یہ حضرت اس مجلس میں پہنچے تو صاحب مفتی

صحابہ جن کو سمجھتے تھے اس لیے چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح قریب رہیں اور وہی طرح اس نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی تواضع کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ انہیں اپنی تواضع کی بنا پر اُٹے بڑھتے ہوئے شرم آتی تھی کہ میری کیا خصوصیت ہے کہ میں اسے لوگوں سے آگے جانوں۔ تمام حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا یہی حال ہے کہ اچھے چلنے والے مفتی جلیلہ و کلمات کے ساتھ جمع ہونے کے باوجود تواضع اور سادگی سے مکمل رہتے ہیں۔

(الہدایہ مفتی اعظم رحمہ اللہ ص ۴۴)

(۲) مجھے ان کی اس تواضع پر بے حد شرمندگی محسوس ہوئی۔

یاد آ رہا کہ ایک مرتبہ دارالمصروف میں ایک مجلس تھی۔ اس وقت چاروں ائمہ اہل علم بیٹھے تھے۔ میں وہیں پہنچا تو فرمایا میں نے یہ اصحابی مالک کو نہیں مگر ان شاء اللہ علماء کا سامنہ ہے۔ میں نے کہا فرمایا میں نے عرض کیا کہ ”حضرت ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہاں تک ریف نہ رہیں۔“ چنانچہ حضرت مفتی صاحب تشریف لے گئے اور میں نے ”مستحق“ تو بنی تو بن سرائی باتیں شروع کر دیں، کیونکہ میرا مطلق علم تو صرف اور صرف حضرت ”حق“ بنی تو بن سرائی بنی باتیں ہیں۔

مجموعہ کل میں پوچھتے ہوئے یا حال تمام میں دیا ہے کہ

جس نے ایک ہی کل کے اندر سارا پاکستان دیکھا ہے

میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بعد میں خاموشی نے رشتہ مجلس میں پہنچے اور بیٹھ گئے۔ مجھے ان کی اس تواضع پر بے حد شرمندگی محسوس ہوئی (۳۳)

(۳) بے تکلف اور سادہ زندگی۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کی وسعت بھی فرمائی ہے۔ ساتھ ساتھ خدائی تھی۔ علوم باطنی کے بغیر علوم ظاہر اپنے جیسے نہیں ہیں۔ ان کے بغیر اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی رات بھی نہ رہتے۔ فرمایا تھی آپ

نے شکاف نہیں فروزا اور سب سوا کی اور بے تکلفی آپ نے یہ انداز نہ بدلایا جہاں تھی۔

(२५)

(۴)۔ پیرے پاس کوئی سرگرم یا آخرت نہیں ہے، اس سے نہ ہم باطن نہیں دیا۔

جب آپ کے پیلا وال کا دورہ ہوا تو اس وقت میں حضرت بابا محمد حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے ساتھ میاوت کے لیے گئے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مولوؤں کو دیکھ کر آپ پر یہ دھوکے اور بہارت خفہ اور غزنی ہولی آواز میں فرماتے تھے میرے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری سفلت فرما دیں، میرے پاس کوئی سرمایہ آخرت نہیں ہے، میں نے کرم چاہے نہیں کیا، چند سیاح کھیریں بھجی ہیں، اللہ تعالیٰ انکی قبول فرمائیں تو میں لی رستہ بنے گا یہ بھی وہی نصیب تو میرا اور اپنی ہے ماضی کا احساس ہے جس کو متاثر مہرست اور فک و اشتا سے تھیرا کرتے ہیں

۱۰۰۰ فصل اللہ علیہ میں ہیں۔۔۔ (۵۰)

۵۔ حضرت مفتی صاحب کا امتیاز فی وصف۔

عنقریب مولا نا محمد منظور عثمان صاحب رحمۃ اللہ تحریر فرمائے ہیں۔

پرنسپل میں جو مہم خیر کے سب سے بڑے ترادار **العلوم دیوبند** میں ایک
 طالب علم کی حیثیت سے واقف ہو رہا ہے۔ وہاں سب سے پہلے شمال ۱۳۳۳ھ میں
 داخل ہو تھا۔ اس وقت صدر مدرسینی مدارس میں "خلق خدا" اور "محمدا و خیرہ" "مختصات"
 کا بہت بڑا رتھا۔ میں ان فنون اور علوم جدید کی تعلیم و تہذیب سے غافل ہو کر، اپنے چوتھے قلمی
 طالب علمانہ قیام دارالعلوم میں صرف دو سال رہا، پہلے سال مشکل کاٹ ایک اور چار ماہ اخیر
 کی جمعیت میں شرکت رہی۔ دوسرے سال ۱۳۳۵ھ میں

ان حضرات میں سے ہمارے اسباق میں دوسرے افراد معلوم سے انکار اس لحاظ سے
(۱) ناصر حضرت مولانا محمد الہ رضا کشمیری، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن مفتی، حضرت
مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سراج احمد ریشمیری، حضرت مولانا رحیل خان بڑاوی،
حضرت مولانا اعجاز علی احمد بٹوی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بٹوی، محمد عبدالقدوسی، ان

حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کا اہتمام کر دیا وہ ہمیشہ اس طرح پیش آتے کہ گویا میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں نہ ان کا اقربان میں سے ہوں بلکہ ان کے اس رویہ سے میں ہمیشہ شرمسار رہتا ہوں اس لیے تو اشیعہ اور اگاہیہ اہل انصاف کا خاص ورثہ تھا اور حضرت مفتی صاحب نے اس سے حصہ وافر پایا تھا۔ عارفین اور حکماء اخلاقی کا مشہور سلسلہ ہے کہ تو میں خاص اخلاقی اصول اور مذہب "تواضع" ہے میں اس طرح تمام مادی اخلاقی فی جزا اور بنیاد "تواضع" ہے۔

(س ۵۵)

(۷)۔ خدمتِ خلق اور بے انسی کا ایک سبق؟ موز وائل:

استاذ محترم حضرت اقدس مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجید رحمہ فرماتے ہیں: مراد یوں کی ایک رات میں والد صاحب رحمہ اللہ بذریعہ ریل تھیں جن میں انھیں یہ اثر سے اذیت لگتی تھی کہ یہ ایک بیٹھنا سا قہر ہے جس کا انھیں بھی بہت چھوڑا اور آپ اپنی سے نفی دار ہے۔ رات میں کھیت اور غنیمت آیا، زمینیں ہیں وہاں اس زمانے میں بھی انہی کی تھیں تھیں رات کے وقت تھیں یا سوانی ملنے کا بھی امکان نہ تھا کیونکہ اس وقت ان کا زمانہ نوبی مسافر آتا تھا تو رات گزاری دو تھیں سٹوٹنگ کہہ رہا ہوئی اب انھیں پر ہو کا عالم تھا۔ یہ طرف دیکھ کر والد میری رات اور خانہ انھیں سے قیام گاؤں تک آمد و رفت کھو گیا وہ پابوئی تھی والد صاحب رحمہ اللہ تھا اس وقت بھی ساتھ نہ تھا اس لیے کوئی فکر نہ تھی، اچانک آواز آئی "قلی قلی" یہ آواز ہمارا آ رہی تھی اور اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہو گئی تھی، انہی صاحب مع اہل و عیال اسی کا زنی سے اترے تھے، قلی قلی کہہ رہے تھے جو آدھی تک وہاں پہنچے۔ یہ والد صاحب رحمہ اللہ نے ایک واقف کا رخصتے اور عقیدت مند انہی تھے والد صاحب رحمہ اللہ سے لپٹا ہو کر انھوں نے پرانے زمانے میں نہ ہوتے یا مگر گھر نہ آتے کہ وہ نہ رہتے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جلدی سے مر پر رومالی لپیٹ کر اوپر سے چڑھائی اور دو دو دن عینت میں تیزی سے پہنچ کر کہا "سلمان رکھو ان کہاں جا رہے ہیں" انھوں نے یہ ختمہ اتارتے ہوئے میرے سر پر سلمان رکھا وہ شام کو پہنچا

نہیں ہی اتنا بھاری تھا کہ میں نے کبھی نہ اٹھایا تھا۔ اس پر دوسرا شخص رکھا، تیسرا اُحد میرے ہاتھ اور انگلیں میں تھمڑا پاتے تھے، میں نے دونوں ہاتھوں سے ہٹا کر انہیں کوسٹھیا لے کر جوئے کہا کہ ”مختور! میں کمزور آدمی ہوں نہ یہ دو نہیں اٹھا سکتا یہ (تیسرا اُحد) آپ سنبھال لیں۔“

یہ مختصر اُقالہ روانہ ہوا اور بعد سے پاؤں کا گنگناہ ہے تھے مگر میری اس کمزوری کو میری ماریج نے چھپا لیا تھا جو انھیں راستہ دکھ رہی تھی اور میری طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی۔ ان کی قیامگاہ پر سالانہ آٹا دارا وہ یہ کہہ کر فوراً اندر گئے کہ ”ابھی آکر پیسے دیتے ہیں“ میں موقع پا کر وہاں سے غائب ہو گیا۔ اگلے دن وہ صاحب خانہ اور میں مس ساقی بڑی تعلیم سے ملے مگر انھیں یہ معلوم نہ آیا کہ ”قلی“ سے مل رہے ہیں (ص ۱۲۰)

(۸) اب یہی ایک اور واقعہ: آگے لکھتے ہیں:

اسی موقع پر ایک اور واقعہ بھی سنایا کہ ”میں دیوبند میں ایک دن نماز فجر کے لیے جا رہا تھا، اس نے آتے ہی بہت سی عریض بڑی بی بی کو دیکھا جو پانی کا گھڑا کنویں سے اُٹھا رہی تھیں۔ گھر اٹھا، وہ بھر پور ہاتھ، بخشل چہرہ قدم چلی کر بیٹھ جاتی تھیں، مجھ سے دیکھ کر مہیا پاس بنا کر کہا ”اوقات یہ گھڑا تیار سے گھر پہنچا دوں“ یہ کہہ کر میں نے گھڑا اٹھا لیا ۱۸۸۰ء میں اس کے محلے میں انھیں اور اسی بڑاوری سے تعلق رکھتی تھیں۔ جب میں گھر بڑی بی بی کے گھر میں رکھ کر باہر نکلا تو وہ نہایت احسان اور الحاج کے ساتھ وہاں میں دیکھنے لگیں جو مجھے کافی آئے۔ کچھ ساتی دیتی رہیں، اگلے دن پھر اسی وقت اور اسی حال میں تھیں، میں نے پھر گھڑا اٹھا، ان کے گھر پہنچا، وہ پاداشی پر پھر ان کی عمارتیں دو تہہ ستہرہ پاؤں میں نے پہنچ کر کہ یہ سودا سستا ہے کہ چند مدت کی محنت پر اتنی دہائیں ملتی ہیں میں نے روز کا یہی معمول بنایا۔ بڑی بی بی بھی اس کی پاداشی ہوئیں، اب میں کنویں پر ہی پہنچنے کی کوشش کرتا تھا تاکہ انھیں ڈول بھی کھینچاں پڑے، بعد ازاں یہ معمول عرصہ دراز تک جاری رہا، یہاں تک کہ بڑی بی بی نے تو ابھی چھوڑ دیا، شاہ ان کا انتقال ہو گیا تھا۔“ پھر فرمایا کہ یہ واقعہ بھی آج کوئی بار تم ہی کو بتا

ربابوں: کہ کچھ حق حاصل کرو۔ (۲۲)

9۔ اجازت، بیعت اور خلافت سے سرفرازی:

حقانہ جہوں میں چوتھی خاصہ کی ۳۳۳ھ یا ۳۳۴ھ میں ہوئی تھی اور اب ۳۳۵ھ میں رہا تھا، سلوک، انصاف اور عشق، معرفت کی پریچ راہوں سے گذرتے گذرتے اب وہ مقام آ گیا تھا جہاں عظیم الامت مجدد بیعت حضرت تھانوی جیسا رزیدہ و مہتاب طرح امتحان کرنے کے بعد مطمئن تھا کہ جس مہر طریقت بیعت سفوان کی انگلی پکڑ کر اپنے منہ کا آغا زیا تھا اب وہ راستہ کے تمام شعیب و فزاد اور چچ و خم سے نہ صرف پوری طرح باخبر ہے بلکہ ان واقعات کی رو بہ نی کے ساتھ بھی اس پر پورا اٹھا دینے جا سکتا ہے۔

ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں اچانک حضرت عظیم الامت رحمہ اللہ کا مکتوب نرانی دیوبند پہنچا جس میں والد ماجد رحمہ اللہ و تلقین امت کی اجازت سے فریق تھی، مکتوب نرانی یہاں جتنے نقل کیا جا رہا ہے۔

عظیم الامت رحمہ اللہ کا نرانی نامہ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

”مکلفی: دلائی محمد شیعہ صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ
۱۔ اے امیر! ”

بے خدہ قلب پر ارا پر ہوا کہ آپ کو شیخ احمد سے احباب کے بیعت و تلقین کی اجازت ہو چکی تو کھلا علی اللہ اس وارد عمل کرنے کے لئے آپ کو اطلاع دینا ہوا کہ اگر کوئی طلب حق آپ سے اس کی درخواست کرے تو قبول کر لیں اس سے عظیم کے ساتھ حکمران بھی نفع ہوتا ہے، میں بھی وہ نہ کرتا ہوں اور اپنے خاص کچھن برادران دکھایا بھی نہ دیکھئے۔

نظم: احتیاط بیہ تک خائف بھیجیں ہوں

بند و شرفی ہی از حقہ جون ربیع الثانی ۱۲۲۱ھ

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ علیہ کو وفد مجلس شائے نے تحقیقی و تالیفی و تصانیف و تالیفات سے نوازا تھا۔ ان کے دست و پیس میں بھی شوق کتب و تحقیق کی فوج تھی۔ یہی وہی ہے کہ حکیم الامت امام ہند اپنی خلافت سے راز اظہار میں شہداء علیہ السلام کی کتاب ملا تو حیرت میں آئے کہ اور مرشد قہر لونی رحمہ اللہ کو اپنی ماسیت سے میں یہ کتب لکھا:

محبت و مہارت

مکتوبہ ۱۰۔ بعد از انکی مباد ہو، او کی کتب حیرت میں رہا کہ کاکار و آواز و شلیج اور بیعت و تعلق کی مہارت

صراح کار و مہارت خواہ جا

میں آواز و مہارت کسی ہر گز سے نہ ہوتی ہونے کا حلیہ بھی نہیں آتا۔ مملوک کے استاد مہارت میں سے بھی وہ مہارت نہیں کہ کسی دوسرے کو نیا تعلیم کر دے گا اور یہی نہیں کہ وہ خود اپنے ہونے کا جو کچھ ہے، وہ خواہست و مہارت کرے گا۔ یہ راز و مہارت کو دیکھنا اور اپنی یہ کاری پر نظر کرنا ہر حال میں حیرت ہے۔ کہ سو آجہدہ ہاتھ نہیں آتا اور عوام ہجوم ہوتا ہے کہ خود بھی خدمت شہر میں کاروائی کے منصب سے فائز نہ آئیں اس منصب کی بدنامی کا سبب نہ ہو کہ وہ قبول سے یوں لگی چاہتا ہے کہ اس کی اشاعت نہ تو اچھا ہے۔

جواب "میں تو یہاں سے اس مہارت کی کتاب اپنے کو ایہ سمجھتے ہیں۔"

مکتوبہ ۱۱۔ امام صاحب نے بعد سے ہر قدم پر اپنی کارائی کا مزید حساس ہونے لگا۔ جواب "ان شاء اللہ بیعت نفع ہو گا۔"

مکتوبہ ۱۲۔ وہ بیعت سے انجمن کی کی احتیاج بھی اور زیادہ محسوس ہونے لگی۔

جواب "میں و تفریبوں۔"

مکتوبہ ۱۳۔ یہاں تو ان کے زوار بنے۔

جواب "مہارت کی تفریب ہوئی ہے یہاں سے امام صاحب نے ان کو دلی توفیق دیتا ہے۔"

اسی طرح کا ایک اور مکتوب

تکرملائی النہایہ ۱۳۳۹ھ

مکتوب ”حبیب سے حضرت مولانا نے خطاب خاص سے عرض فرمایا ہے میری
راست نور محمد دھیمہ کے لئے ایک تازیانہ نکلیا ہے کسی وقت اس کا تصور انہوں سے نہیں ہوتا
کہ مجھے چین کا کارہ و آوارہ مصر میں سے نا آشنا اور ہزاروں کی یہ منہایت نہیں سمجھتا جیسا کہ
ہوں، یہ خصوصیت سب سے دیر بند میں غیر اختیاری طور پر اس کا نتیجہ ہے۔ ہر وقت میں سے
ڈیڑھ دوں کہ وہ مجھے دیکھ کر میرے ہزاروں کو بدنام کر رہا ہے۔ میں اسے نہ تھا کہ وہ بھی
ہوا کہ کتاؤں سے بچنے کی یہ ہمت نہ ہو سکی اور غلامی میں چھوٹا ہوا اب اللہ تعالیٰ حضور کی
ایک کثرت پیدا کرنے کی جو پہلے کس تھی بعد پہلے یہ کثرت نکلا کہ ہوتی تھی اور اب اللہ نے
اسے بے تھی۔“

جواب ”مجھ کو بھی ایسا تھی۔“

مکتوب ۱۳۳۹ھ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

مکتوب ”وہ گام سہمی میں حاضر ہو کر حضرت کی جوتیوں سے طہاں سے خدمت
پیدا ہو کر انفرادی سے ایک کون نجات ہوئی اور پہنچے کچھ صاحب کو یہ مشکل ہو کر
شرمندہ و محسوس ہوئی آئینہ دیدہ ہوں

یہ کیفیت پیدا ہو گئی اور یہ ابھی عرض واضح جو نیا کہ تمام اہل دنیا میں سب سے زیادہ
نیکارہ و آوارہ و بدنام کنندہ خانہ میں ہی ہوں انکی ہزاروں سے ہزاروں کی خدمت و خدمت پر جہاں
ہے کہ جب آفتاب پداہت کا سماج میں بھی میری تاریکی کا یہ حال ہے تو کدو نہیں ہوتا۔
جواب ”یہ استدلال شام قریب ہے یہ اپنا استدلال ہے کہ تارک ہے کہ جب
آفتاب نے ماسے کے نور ہوں تو شب کو کدو ہے نور ہوں گا انھیں ہوتی ہے انھیں جان کا
نور و قرب میں نہیں ہوتا وہ بعد میں ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ انی فکر میں
میں نہ پڑا ہوں ہے جو ہو سکتے کرتا رہے نہ ہو سکتے ہوں ہے۔“

مکتوب: قرب علی دہانے اسن ویا مہ دیان سرتی
وانے پش وکارت انرا کنس انواہ شد

حضرت کے سبہ خدام اپنے اپنے کام میں ہیں اور رافع حادث میں ۱۰ اور اس
ناکارہ کا کام صرف یہ ہے کہ کام کرنے والوں کو ریفٹ اور فیڈ کرتا ہے، وقت بچھو ایسا تنگ
معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کام نہیں ہوتا اور ایام مہر گزرتے جاتے ہیں، ایندنی کثرت نے اور بھی
تو دیکر دیا، اب بچ اس کے کہ خدمت والا سے اسکی تشراس عالم، سبب میں کیا چ رہا ہے۔
جواب: "سب کا جواب معروض ہو چکا ہے۔"

مکتوب: زمان رحمت کے وقف عام کردی، جہاں راد و موت العالم
کرتی

فہمی انم چہ انحرام ہاندم، رہین اس چنیں مقصوم

ماندم

جواب: "اب "فہمی ہاندم" ہے پھر فہمی نہیں ہ مصیب "فہمی ہاندم" میں ہے
مکتوب: "یہ ہے کہ اس مال کی خدام کی خاص طور سے دلگیری قرانی جو نیکی
کی

جواب: "طہینا رہتا ہے کہ انھیں ترقی اطمینان مستحق کرامت کتبکار
استدعی پ، موقوف ہے۔"
(۱۳۵، ۱۳۴)

(۵) یہ استغفار کی خواہش و نصیحت و توضیح۔

آپ نے فتاویٰ و واقعی تحقیقات کو اس زمانہ کے فقہاء و مابہ فتویٰ اور آپ
کے بزرگوں نے جس انداز میں سراہا اور دلی کھوں کو اور دعائیں دیں، اس کی تفصیلات
بہت ہیں، جن کا یہ موقع نہیں ہے، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ علیہ کی خشیت اور تواضع کا یہ عالم تھا
کہ ہر وقت اس فکر سے پریشان رہتے تھے کہ کسی فتوے میں غلطی نہ ہو جائے، چنانچہ حکیم
ازامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے نام ایک خط (ماری ۱۳ رمضان ۱۳۵۵ھ میں تحریر

فرماتے ہیں کہ :

”اس وقت فتویٰ لکھنا ایک پہلا مصوم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام میرے بس کا نہیں اس لیے حیران ہوں کہ کیا کرواں انبیاء کرامؑ کی بات کہ وہ اسے اے مجھے اس سے معافی دیں اور مجھ ورس میں لے لیا جائے“ لیکن اب اسے غصہ نہ چلا نہیں تیسرا شاید دہندہ میرے لیے بد نسبت اس کام کو دلا کر آیا، دیکھا ہوا؟

مرشد تھانوی رحمہ اللہ نے تسلی دی کہ :

”جب غلطی نے غصہ کا یہ غلاب دیا ہے تو اجانت بھی ہوگی جیسا احادیث میں آتا ہے، اگر مذمت مستند بہا کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی بعد میں مشورہ و وقت مناسب ہے۔“

اپنے مرشد اور بزرگوں کی ایسی غلطیوں اور بدایات کی بنا پر آپ اس کام میں جھگڑ رہے مگر یہ سمجھنے کے لیے آپ کسی طرح تیار نہ تھے کہ اس کام کی الجھنت بھی میرے اندر ہے، اسی غصہ و تواضع کا غلبہ تھا جس نے مقدمہ ”اداء الحقیقتیں“ میں آپ سے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ :

”میں اپنی ملی بے بظافتی سے بے خبر قوت تھا مگر یہ حقیقت ہے کہ اس کام کے نیچے علم کے جس پر یہ مضامین کی ضرورت تھی اس سے پہلے واقف بھی نہ تھا، انہیں ضد متوں کی طرح حضرت اساتذہ اور بالخصوص سیدی، استاذ ذی کیم الامت، علامہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی اداء اجانت کے بغیر اس پر دوسرا ایسا ایسا کیا کہ اس کا مکمل کرنے کے بعد اس علم تک رسائی ہوئی کہ یہ کام مجھ جیسے بے بضاعت و بے لیاقت و کمزور کا نہیں۔“

۔ کبھی اتفاقاً کہ کچھ نہ کچھ ہوتے

سو بھی ایک دوسرے میں ہو معلوم

(اعجاز)

نہیں خواہ علم و تحقیق میں ان کا پایہ کی قدر میں نہ ہو۔

خود آپ کا یہ حال تھا کہ علم و تحقیق کے اس مقام بندہ سے باوجود جو اس دور میں خال خال ہی کسی کو حاصل ہوا ہے، آپ کو اپنے کسی علمی کامات پر کوئی نازی پیدا ہونے کا تو سوال ہی نہیں تھا، اپنی بڑی سے بڑی خدمت کو پہنچ سمجھتے رہے، انسان کو عام طور سے اپنی تحریروں اور اپنے لکھے ہوئے مضامین سے ایک انس پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ مصنفین میں عام طور پر یہ شوق پایا جاتا ہے کہ ان کی تالیفات کا تذکرہ کیا جائے، انہیں راجا جائے، چنانچہ مصنفین کی محفلیں اپنی تصانیف ہی کے ذکر اور انکی تعریفوں سے لبریز ہوتی ہیں، بعض لوگ جا بجا اپنی تالیفات کے حوالے دیکر ان کے اقتباسات لوگوں کو سناتے رہتے ہیں، کبھی کسی میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ کرنے کا اصل کام وہ ہی تھا جو اس نے انجام دے دیا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے یہاں اس قسم کی باتوں کا نہ صرف یہ کہ کوئی سوال نہ تھا بلکہ آپ کو اس قسم کے ہر طرز عمل سے سخت گراہیت تھی۔ آپ بڑے سے بڑا تالیفی کام کر گزرتا ہے کہ باوجود اسی فکر میں رہتے کہ نہ جانے اس کا حق اور ادایا نہیں؟ بعض لوگوں کی تعریف سے آپ کو خوشی حاصل نہ ہوتی، ہاں! اگر کسی جگہ سے یہ اطلاع ملتی کہ فلاں کتاب سے فلاں شخص کو کوئی عملی فائدہ پہنچا ہے، اس کی زندگی میں جدلی آئی ہے، یا اس کے نظریات بدلے ہیں تو آپ بہت خوش ہوتے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس خدمت کے لیے اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کی، عافیت کی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم خیال لوگوں سے کچھ دوا و رسول ہوئی تو کیا فائدہ؟ اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے کتاب لکھی گئی تھی اسے فائدہ پہنچایا نہیں؟

”تفسیر معارف القرآن“ کی شکل میں آپ نے جو عظیم علمی کارنامہ انجام دیا، آج بفضلہ تعالیٰ وہ ایک دنیا کو سیراب کر رہا ہے اور عام مسلمانوں سے لے کر علماء تک سب اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں، لیکن جب کوئی شخص آپ کے سامنیاس تفسیر کی تعریف کرتا تو یہی فرمایا کرتے کہ:

”تشکیک نہیں کیا تو میں تھک رہی نہیں اور نکتہ تھا، اہلیت میں نے حکیم الامت حضرت
 تھانوی قدس سرہی ”تقریب بین القرآن“ کو لپیٹ کر جان انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی
 ہے، علماء کرام نے لپٹے تو شاید اس میں فائدہ کی چیزیں زیادہ نہ ہوں، اہلیت میں نے عام
 مسلمانوں کے لیے یہ کتاب لکھی ہے، خدا کرے کہ اس سے لافو نہ پہنچ جائے۔“
 گوکہ قواعد عام طور پر وہ مال سے افغانی بولی باتیں اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش
 میں رہتے، حضرت والد صاحب کا معاملہ یہ تھا کہ پادجو دیر کر ”عادل القرآن“ شب و وقت
 کی ضرورت کے لیے شام پانچ بجے مہاکمل و مہاشب موجود ہیں جو ”یون القرآن اور“ اور ”میری
 تکسیروں کے مبادیہ سے لڑا کر ہیں، لیکن وہ ہمیشہ یہی کہہ دیتا کرتے کہ اس کتاب
 میں، میں نے کچھ لکھا ہے، ”بیان القرآن“ اور بعض دیگر تصانیف کی تفسیر کر کے انہیں
 نسخہ عام فہم انداز میں بیان کر رہا ہے۔“

اور یہ شخص زبانی باتیں نہ سمجھتا، بلکہ اہلہ تعالیٰ نے آپ کو علم کا حقیقی ثمرہ یعنی تواضع
 کا وہ مقام بندھنے پر پہنچا کر اپنے آپ کی کام پر نہ آپ کی قمرانی نگاہ پرانی ہی نہیں
 تھی، اور جو سے سے بڑا فائدہ حاصل کیا وہ اپنے کے بعد خود اپنی ہندی کا کوئی شاگرد پیدا ہونے کی
 بجائے آپ کی سب شخص میں اصرار نہ ہو جاتا تھا۔

بعض علماء اور مصنفین کو تنزد کا شوق ہوتا ہے، اور جو کوئی تحقیقی یا علمی نکتہ از خود
 ان کے ذہن میں آ گیا، وہ اسے وہ اپنی طرف منسوب کرنے میں غر محسوس کرتے ہیں، اور
 اسے بیان کرتے وقت یہ کہتے ہیں اطف آتا ہے کہ ”یہ بات مجھے کہیں بھی نہیں ملی، لیکن
 حضرت کا معمول اس سے برعکس یہ تھا کہ اگر ان کو کوئی تحقیقی نکتہ ذہن میں آتا تو اس حلاش
 میں رہتے کہ علماء کثرت میں سے کسی کے یہاں وہ منقول مل جائے، اور اگر وہ منقول مل
 جاتا تو بے حد مسرور ہوتے اور اسے اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے اسی کی کتاب یا
 عالم کی طرف منسوب فرماتے جن کے کلام میں وہ ملتا ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ ”تزوے
 مجھے بڑا ڈر لگتا ہے، اگر کوئی شخص آپ کی کسی تحریر یا تقریر کے بارے میں آپ کو جھٹکے کہتا کہ

اس میں نماں نکالنا بہت عجیب و غریب ہے۔ کوئی نے تو قطعاً نہیں سنا کہ وہ پھوٹتا ہے یا
جوت۔ اس کے متون ہوتے، اور ہر جمعہ میں قہانے اور افسانے اس میں تبدیلی فرماتے
ہیں۔ لہذا نہ تو اسے ایسا معلوم ہو سکتا تھا کہ آپ کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی نے امتزاج کرنا دیکھ
رہا ہے یا نہیں۔ اس عرض سے لیتے ہیں کہ یہ غلطی ہے۔

حضرت قہانے کوئی قدرتی اثرات میں اپنے سرور سے متاثر ہو کر کہیں ایسا مغل غلط
انتخاب کر لیا ہے۔ کہ نام سے جاری فرما دیا ہو۔

پھر اگر آپ اپنے کسی کام یا تالیف یا تصنیف کے علمی عیار کے بارے میں مطمئن
نہیں ہو جاتے تو یہ حقیقت ہر آن مستحضر رہتی کہ اس کام کی اچھائی پر آپ کا اصل دارالافتاء
نہیں ہو گا وہیں قبول ہو سکتا ہے۔ مگر یہ اس بارے میں قبول ہے تو سب کچھ ہے اور
خدا نخواستہ قبول نہ ہو تو یہ ساری علمی محنت اور تحقیق کا کٹا کڑی کی گئی ہے۔

آخر میں آپ آٹھ فرمایا کرتے تھے کہ ”یہی ساری عمر
کا خدا کا کرنے میں زبردستی تھا۔ لیکن میں ضروری ہوتی تو شیخ نے وہاں بھی کاتھ کا انارٹ
نہیں کے کام میں نکال دیا۔ اگر اس میں کوئی حرف اللہ تعالیٰ نے یہاں قبول ہو جائے تو جہاں
ہے اور نہ اپنے سارے اعمال کی وجہ سے معصوم ہو۔“ میں ”اور یہ فرما کر آپ اکٹھے بڑے سوز
کے ساتھ حضرت حاجی احمد علی صاحبزادہ کی قبر پر گئے اور پڑھ کر گئے تھے کہ۔“

میں نے اپنا ایک ہی انکر پچھلے وہاں

جوں تو کرتے ہیں بہت سے بار اور فرما رہا (۲۹۴۲۲۹۹)

۱۲۔ توفیق و ناصت

اللہ تعالیٰ نے حضرت والدہ صاحبہ کو توفیق کا جو سماں عطا فرمایا تھا، وہ یہی تھا کہ علم
و فضل کے دریا میں نہ نہ کر لینے کے باوجود انہیں دس مہینے کا۔ دس مہینے اور اسی قدر
تھا کہ میں کسی قسمت و تقدیر کا ہر زبردستی نہیں۔

صرف ایک ہفتہ مثلاً انہیں کر دیا۔ ساری عمر آپ کا معاملہ یہ ہوا کہ غائبوں کے لئے کوئی

خاص وقت مقرر نہیں فرمایا۔ بلکہ جب کوئی آگیا۔ خواہ کتنے ہی ضرورتی کام میں مشغول ہو۔ اس سے ملاقات فرمائی۔ اس عذر کے نتیجے میں آپ کو نسبتاً دشواری محسوس ہوتی تھی۔ بعض اوقات تصنیف و تالیف کے وقت آجکے پہنچتے ہوتے اور کام میں رکاوٹ پڑ جاتی اور بعض مرتبہ کسی دوسرے اہم کام میں مشغول ہوتے اور کوئی شخص اپنی معمولی سی ضرورت فکر آجاتا تو اس کی ضرورت کوئی قربانی کی وجہ سے وہ اہم کام ترک کر دیتا۔ اہم لوگوں نے بار بار عرض کیا کہ ملاقات کے لیے ایک وقت مخصوص فرمادیں تاکہ جس سے آگے مانا جیسا وقت آکر مل لے کر سہ اور بے وقت نہ بیٹھتی نہ ہو۔ لیکن آپ ہمیشہ اس بات کو مان جاتے تھے۔ جب ہمارا معاملہ بہت بد حال ہوا تو ملاقات کا وقت مقرر فرمایا۔ لیکن اگر کوئی شخص دوسرے وقت آجاتا تو ملاقات سے انکار دیا جی نہ فرماتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وقت کا وہ تقسیم نتیجہ نہ ہو سکا، جب تک لوگوں کے بے وقت آنے کا سلسلہ برکتا ہی چلا گیا تو ہم نے پھر کئی شراعتیں کر کے جب تک آپ لوگوں سے بے وقت ملاقات سے انکار نہ فرمایا۔ اس وقت تک انھیں وقت کا معاملہ خود بخود نہ سمجھا۔ وہ تو ہماری اس بات کے جواب میں آپ ہمیشہ طرح دیتے جاتے اور اپنے علم و ادب کا کوئی خاص پہلو بھی بیان نہ فرماتے۔

آخر ایک روز میں نے اپنی حماقت سے یہ عرض کر دیا کہ ”اوجی! حضرت تھانویؒ کی قبر کے پاس تو بچے کا لحد ملاقات مقرر تھا اور کسی کو اس کی مخالفت کی اجازت نہ تھی۔“

”لحد کی اس بات پر اعتراض نہ کیا۔ اور نہ جب دھماکہ اس روز بھی پڑا کھلے اور نہ کیا۔“

”اور بے جانی حضرت رحمہ اللہ کے مقام و منصب کی جوں اسی تو کچھ نہ کیا۔“

اتنی دنوں ہو کا ”حضرت رحمہ اللہ و اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا تھا اس کی بنا پر انہیں حق پہنچنا تھا کہ وہ لوگوں کو اپنے نظام و احکامات کا تابع بنائیں۔ انہیں جو مقصود تھی کاموں سے بچنے والے بچے فرمایا تھا وہ اس کے بغیر کیسے انجام پائے تھے۔ اس کے علاوہ تو ان کو ان سے اصول فائدہ پہنچنا تھا۔ اس لیے اگر اس فائدے کے حصول کے لیے انہیں کچھ مشقت اٹھانی پڑے تو کچھ رنج نہ تھا۔ لیکن میں کیا ہوں؟ اور میرا مقام کیا ہے؟ میں خلق خدا کو کس بنیاد پر

آئے۔ سہ راہوں ہمیں نے وقت تو قہر نہ کہنے سے مقرر آدیا ہے تاکہ کلمات ہو جائے یعنی جو شخص محنت و انہماک کرے گی آیا اسے واپس کرنے کا نہ مجھے حق ہے نہ کسی کی بات ہے۔

اسی روز پہلی بار اس طرح عمل کی اصل وجہ مضموم ہوئی اور اللہ انہماک وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں؟ میری عقل حیران تھی کہ جس شخص نے خدمتِ عین کا اتنا بڑا تیر کا نام انہماک دیا جو اللہ جس کا مسیح و شاہنشاہوں کا خاندان پہنچائے اسے سوانہ کی ... و مغلطہ نہ دے۔ یہ مسلم ہے کہ دویا ہے؟ اور نہ اس بات کا اندازہ ہے کہ اس کی ذات سے خلق خدا تو کیا خاندان بھی رہا ہے؟ آپ کے ان جملوں کو شخص زبانی بات بھی نہیں کہا چاکر کہ پہلے اول تو وہاں غلط کلامی کا شائبہ بھی امکان سے باہر تھا اور دوسرے یہ بات صحابی میں اپنے بیٹے سے کہی جا رہی ہے جہاں تو اس نے دیکھی مظاہرے کا کوئی سوال نہیں۔ بہت سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو

اللہم اجعلنی فی عینی صغیراً وہی ما عین اندوس کبیر

اوسن تو شیخ محمد رحمہ اللہ کا مثالی مقصد دیا تھا

(ترجمہ ص ۳۳۵)

(۱۳) یہ خود مسافر ہیں ان کو خدمت دینا مناسب نہیں۔

ابنِ رجب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا ۲۱۱ بان محمود صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی قدیم صاحب ہونہایت و شہرت اور بزرگوں میں سے ہیں اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے خاص اعلق رکھنے والے ہیں روایتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ سفرِ عمرہ میں ساتھ رہتے تھے سورت حاصل ہوئی میرے ساتھ جو میرے ساتھ ہوا ان بچے بھی تھے ایجاز میں حضرت رحمہ اللہ کی عین اوپر اور میری عین نیچے تھی فرق تھا کہ میں نے مصروفی کام کے لیے اوپر سے خود نیچے اتر کر آتے تھے کسی سے کسی کوئی کوئی نہیں فرمایا ہم نے روشنی کہ حضرت میرے پیچے ہیں آپ کا کام کرنے میں خوش ہوتے ہیں تو کہانیت احمقہ کی سے فرمایا کہ یہ خود مسافر ہیں ان کو خدمت دینا مناسب نہیں (۸۵۳)

(۱۶) حضرت مفتی صاحب کا اپنے بعض ہم عصروں کے ساتھ معاملہ۔

حضرت مفتی صاحب کا معاملہ دوسرے دن کوٹہ کے مرتبہ بھی آیا۔ قس مکتبہ
 و اختر کا تھا۔ مریدوں نے ہل میں آپ کے اٹھاؤ کیلئے دیوں ایک بعض ہم عصروں کے ساتھ
 ایسا ہی معاملہ کرتے تھے۔ حضرت سید نعیم بن صاحب ندوی رحمہ اللہ حضرت مولانا نعیم
 احمد صاحب قنبراوی رحمہ اللہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کمال پوری حضرت مولانا
 مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب قنبراوی رحمہ اللہ
 حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رحمہ اللہ مفتی احمد رضا حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
 کاندھلوی دامت قلوبہم درجہ اعلیٰ حضرت از انور علی صاحب اہل الدین
 وغیرہ کے ساتھ ہم کرتے رہا تھا کہ وہ بھی جیسا اس تہذیب و تمدن کے ساتھ تھا۔ چنانچہ
 یہاں ان حضرات کی خدمات میں جو بے شمار کام تھے ان میں سے ایک آپ کے بی بی بی بی اور بعض
 خواجہ میں سے تھے۔ حضرت مولانا قنبراوی رحمہ اللہ کی دہائی میں ان سے بے شکاف و ممانعت
 تھے۔

۱۳۷۳ھ میں مولانا صاحب میں ایک مختصر ماحولہ حضرت مفتی محمد نعیم صاحب
 رحمہ اللہ دارالعلوم سید ابوبکر ندوی صاحب رحمہ اللہ بھی شریک رہے۔ قرآنات کے بعد
 جلسہ کا ویسوی کسی مسئلہ کی تحقیق میں حضرت سید صاحب رحمہ اللہ نے "اشافیہ" طلبہ کے
 مطالعہ شروع فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ان کے ساتھ اس طرح دلائل و ثبوت
 تھے جیسے شہداء و مستحقین کے ہوتے، ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی طرف
 پانچ سو تہ حضرت نے یہ کہ جب ہی صرف اشعار و جملہ کا انداز تھا کہ سید صاحب کی
 جہالت کے لیے غلطی میں کہتے ہو کہ وہ "قادیانی" طرح ۱۳۸۳ھ میں اسکا محترم محمد کے کامل فقیر
 محکم حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ دارالعلوم میں تشریف لے گئے تو
 حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ان کے ساتھ تھیں اور وہاں جو سامعین فرماتے تھے۔

(س ۸۹)

(۱۵) ”مفت میں چٹو کا غذا کا۔ لے کر بیٹا بول اور کیا کام ہے گا۔“
 قہقہہ خندہ ہوا حضرت خلیفہ علیہ السلام نے یہ سنا تو فرمایا کہ میں
 روٹھی سے دشمنی پر جا رہا ہوں۔ ایک شخص نے کہا کہ تمہارا چٹو پیٹنے کا اس نے حضرت سے کہا کہ
 کیا کام کرتے ہو؟ فرمایا ”جس کام کی تامل ہو تو یہ قوت نہیں لگائیں سمجھا۔“
 نے پوچھا تو فرمایا

”مفت میں چٹو کا غذا کا۔ لے کر بیٹا بول اور کیا کام۔“ بڑا انکشاف ہو گیا۔ آپ فرمایا —
 پانی تھا۔ میں نے چوڑے کا۔ چٹو لیا تھا۔ چٹو میں نے عرض کیا تو وہ نے تیرے فوٹوں میں
 کوڑی میں ہاں سرودہاں لے۔ حادی ہاتھی۔ قطع تو حضرت امام احمدیہ کے نام سے تھی۔
 ہر کام میں تو قطع کے قطع لگتے تھے۔ انھیں محض ہمارا۔ (س ۸۹)

(۱۶) حضرت کی شان و توقیع :-

قہقہہ خندہ ہوا حضرت خلیفہ علیہ السلام نے یہ سنا تو فرمایا کہ میں
 ملخص تہذیب میں چٹو لگاتے ہیں

صدریک شریف میں ہے من مات و اصاب لہ رفعہ اللہ و انما تہم المصنف جو شخص اللہ تعالیٰ
 کے لیے تو اشیع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت قرار دیتے ہیں۔ اس حدیث میں تو اشیع اور اس کا
 ثمر و پانی یا آبیت۔ تو اشیع کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ سے اس کے لیے جنت
 دے اور من کوئی اللہ کی بات ہے اس سے بڑھ کر ہے۔ اس کا ثمر ہے۔ اس کا حاصل اپنے فتنوں و
 بلند مرتبہ و نہی مقام کا ہے۔

یہ صرف حضرت خلیفہ علیہ السلام کی ذات اللہ میں ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم کا
 یہاں ملنے اور نہ ملنے کے لیے چھوڑا۔ اس لیے کہ اس شخص کو ملے کہ اس سے اشیع آج
 احوال قول و فعل و رفتہ و بقیہ پر ہے۔ یہ صرف خلیفہ علیہ السلام ہیں۔

چار پائی پر بیٹھنا گوارہ نہ فرماتے۔ آخر عمر میں اس کے چار پائی پر آ رہا۔ دلوں اور اکثر

اس پر بیچہ کر دیا اور وہ اس کو مستحیفہ فرماتے تھے جس جہ سے کہ اس کو اس کی شہرہ کی اصلاحی مجلس
 ہوتی تھیں وہاں جو اس کو مستحیفہ فرماتے تھے اس کے چار پائی سے نیچے فرش پر کھڑے
 فرما ہوتے اور پھر وہ فرماتے کہ مجھے آپ حضرات کے سامنے اوپر بیٹھنے کے لئے شہرہ
 ہے تمام اس قدر نامہ اور پائی کی ترانہ فرماتے کہ اس کو شہرہ کے لئے مگر حضرات اس کو نہ روک
 فرماتے تھے کہ سب حضرات کے نیچے بیٹھنے کے لئے فرماتے تھے اور اس وقت بہت خراب ہوتی اور
 نیچے کے کی سخت نہ ہوتی تھی چار پائی پر کھڑے تھے وہ کے ہار بار کھڑے فرماتے رہتے اور
 مسرتہ کے ساتھ نہ تھے اس لئے اس میں خوش آئے اور اتوار کو جو مجلس عام ہوتی اس میں بھی
 حضرات چار پائی پر بیٹھنے کا طریقہ بار بار فرماتے کہ میں اپنی عدالت اور شہرہ کو ہر سے اچھا
 ہوں ورنہ آپ حضرات سے بلند ہو کر بیٹھنے کو ملے کل کو اس میں نہیں آئے اور کئی بار تو یہاں تک
 فرماتے ہوئے کہ میں آپ سب حضرات کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور آپ حضرات کو
 آئے سے نہیں ہو پائے ہو کہ میں ہم میں سے وہ قطع محسوس کرتا ہوں کہ چنانچہ حضرت اس
 جہوں کی بعد قدر فرماتے اور کبھی تاخیر نہ ہوتے دیتے اور ہاتھ کی حرکت نہ ہوتی تو
 خود پیش لینے رہتے مگر ہمیں غم نہ ہوتی سب لوگ بہت دیر کے لئے کھڑے ہوئے اور دانا
 سنے اور مصافحہ کرنے جاتے اور حضرت والہ کبھی فرما دیتے کہ قطع باطنی کے لیے ہوں ضروری
 نہیں (یعنی) (یعنی) قطع ہوتا ہے۔

چوکی پر بیٹھنے کی وضاحت: اس وقت کھانا میں تھیں ہم سے وقت ایک ہوا کہ حضرت
 فرمایا ہوتے اس سے وہاں سے میں بھی حضرت رحمہ اللہ علیہ کے مجلس میں بیٹھ گیا وہ کہتا ہے
 حضرات سے کہ یہ وہاں بیٹھنے کا طریقہ ہے اور انہیں کئی کئی بیٹھنے میں وہ وہاں کو بیٹھنے
 اور بیٹھنے میں تکلیف ہوتی اس لیے اس پر بیٹھ جاتا ہوں۔

جب کوئی نہ رکھ سکے یا نہ لپک سکے اور کئی دوسرے شہرہ ملک سے تھے
 لائے تو حضرت رحمہ اللہ علیہ بہت سی عاجزی کے ساتھ ملے اور وہ تک تھکائی متواضعانہ
 گفتگو فرماتے اور یہاں تک فرماتے کہ حضرت میں اس قابل کہوں کہ کوئی میری ملاقات

کو آئے آپ نے مجھ پر بڑا ہی نرم فرمایا، میں خود ہی حاضر ہوتا مگر ضعف و کمالات کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ اللہ اللہ! کیا بخلا ہے تو انصاف کا۔

بچوں پر شفقت:

تو انصاف کا غلبہ اس قدر تھا کہ اتنی عظیم شخصیت ہونے کے باوجود دیکھو بچوں اور بچوں سے انتہائی شفقت فرماتے، اور بڑی محبت فرماتے، گھر کے لاش بچے، آپ کے کعبہ جمع کرنے کے شوقین ہوتے تو حضرت اہل آلے والے اخطا و غلطی کے وہ ملک محفوظ رکھتے اور ان کو عطا فرما کر انہیں خوش کرتے اور ان سے بھی شفقت نہری کفیل فرماتے۔

احقر حضرت رحمۃ اللہ کے پوتوں کے ہم عمر تھا، احقر کے ساتھ بھی بیٹوں اور

پوتوں کی طرح بے انتہا شفقت فرماتے، ایک موقع پر اپنے صاحبزادگان سے یہاں تک فرمایا کہ یہ (یعنی احقر) میرے بیٹے ہی کی طرح ہے اور احقر اکثر نماز فجر کے بعد گھبرا جاتے ہوئے راستہ میں ملتا تو راستہ میں بڑی محبت سے مزاج پوچھتے اور انشاء یہ نصیحتیں فرماتے "ملا نکھڑا، ملا مسکین" یہ حال ہے؟ یہ جملے اسی شفقت و محبت نہری کے انداز میں فرماتے کہ احقر کی روح اور رک رک وجہ کراہتی اور آج تک ان جملوں کی شہرہ بی قلب میں محسوس ہوتی ہے۔ آہ اب یہ نصیحتیں لیے کان بے قرار ہیں عمرونی سنبھالیں!!

حضرت کی شان تو انصاف یہ ہے کہ ایک روز فرمانے لگے کہ بھئی آپ لفظ ملا سے نہیں تو نہیں دوتے؟ یہ لفظ تو بڑے بڑے علماء لیے استعمال ہوتا تھا، احقر نے عرض کیا حضرت اس جملہ سے ولیمہ ہونا کیسا؟ میں تو اس کو اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتا ہوں، اس پر بہت خوش ہوئے، بعض مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی احقر پر اتنی شفقتیں ہوتیں کہ اللہ دین کی شفقتیں بھول جاتا اور بے انتہا ہنسون اور عافیت محسوس ہوتی اللہ اللہ۔

ڈاکو کا واقعہ: ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ یہ واقعہ (جو ابھی آتا ہے) میں نے حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ

حضرت گنگوہی

اپنے شیخ کا مقام

ہر وقت کہتے رہتے مگر سر آؤ خوش حال کے یہ جو وہاں کے مقدس مقلد، عالمی نام بھی، آفریدہ و حق سے نکلے ہوئے سب پرانی انسانیت کا ہم جنہ سے اور کہیں نہ کہہ سکتے تھے اس کا شافی دہلی، یہ اس قابل کہاں کو حضرت کا مقام معلوم کریں حضرت کا مقام اتنا بلند ہے کہ بعد میں اس نے معلم مکرے کی استعداد ہی نہیں، چل کر حضرت سے مدافعی و نقی چاہیے ورنہ میں اپنے نہ ہو کر ہماری اس مستغنی سے یہ عا شدہ دولت ہی ممکن ہوتی۔

چنانچہ غصہ میں یہ سب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا شافی انار، اسے مدافعی چاہتے تھے، ادا کوئی تو یہ، صداقت کا وقت آچکا تھا فوراً اس کی آنکھوں میں آنسو آئے اور آپ نے نیچے سر کرنے لگے اور اس نے کہا کہ تم کوئے میرا مقام نہیں اچھی طبعیت میں تلاش کرتے ہو گئے، میرا مقام تو بس مغل الما فلین میں محفوظ ہے تو میرے قاتل، ادا ہوں، مدافعی زندگی کا کڑی میں زمری جب ہر حاتمہ گیا اور زاکرۃ الظالمین میں رہا تو زہری کو ادا نے اس لیے یہ معنوی و جتن کا، عموماً، چاہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا آپ نے غلو میں بدولت ادا دیا ورنہ میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں جو میں نے بیان کی اور یہ بدتر پھوٹ پھوٹ کر، اس نے لگے کہ آپ میں حق صدق دل سے تھا، اسے سامنے اللہ تعالیٰ۔ جہاں پر ہر ہوں، آپ حضرت ابی میر سے یہ دعا کریں اللہ پاک مجھے مدافعی کرے اور میری توہم قبول فرمائے اور بیان سے سب اپنے شیخ کا یہ حال سنا، شیخ غم سے لگے بچیں، مگر نہیں اور اب بھی سب دوتے لگے اور دل سے اپنے شیخ کے لیے نہایت معطر ہوا کہ اس نے لگے۔ اللہ پاک نے ان کی دعا دل کی برکت اور شیخ کی خالص توہم سے شیخ کو اسی وقت ادا کیا، کا طین کی سب میں داخل فرما دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اقدار برفراور کیا کہ ہمارے کان اپنے آپ کو اسی طرح نیچے اور نیچے قابل سمجھتے ہی نہ تھے، ایک سب نیچے تھے طرماں نے آقا کو یہ جناب تھے کہ اپنے کو داخل مانتے رہتے تھے۔

مختصر عرض کرتے ہیں کہ حضرت امام ربیع رحمۃ اللہ علیہ کا خود بھی ایسی حالت تھا۔ آپ نے
 زیادہ وقت وضع کرنے کے لیے نہ دیا۔ آپ نے یہ کہہ کر میرا حق صاحب مقرر کیا کہ یہ ارشاد
 بالکل صادق آتا ہے کہ ”موت میرا ہمارے نصیب میں ہے“ یہاں تک کہ اصل تو وضع کا ثمرہ ملے۔ کیا ہی
 میں خیر فرمایا کہ آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ میں تو نصیب میں نہیں بلکہ علیٰ غیر سے لیے اللہ تعالیٰ نے
 حضرت صاحب کو نصیب دیا تھا۔ اللہ پاک عزت والا رحمۃ اللہ علیہ بالیال وفات سے
 فرمائے اور لڑے۔ اے اے اپنے نصیب فرمایا کہ آپ اتنا مر پڑتے بلکہ فرمائے آئین

۱۹۹۵ء

(۱۷) یہ میری حقیقت ہے۔

حضرت مانی شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی نقی
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حاجی شریف صاحب (غافل بیمار حضرت علی نقی رحمۃ اللہ علیہ) یہ ناچیز تمام بھوان نے حضرت
 مفتی صاحب سے کہا کہ ”اب اس کو جسے یہ وہاں پر قریب قریب و شوق ہے“ یہ تھے
 حضرت مفتی صاحب کے صاحب زادہ صاحب علی فراموش آتش چون صاحب مکرملی تھی۔
 حاجی شریف صاحب نے عرض کیا ”مفتی صاحب ایہ تہذیب فرمایا کہ حضرت مفتی
 صاحب نے فرمایا ”یہ میری حقیقت ہے“

۱۹۹۵ء

(۱۸) ہمیں خدا کے گھر کے قریب و چڑوس میں جو راحت نصیب ہوتی ہے وہ
 سرکاری عمارات میں نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضرت مفتی صاحب مرحوم کا خطاب دہلی، ممبئی، لاہور، علی ایلیہ کی خدمت میں ان کے اساتذہ و
 طبیعت میں اس قدر ممانعت تھی کہ وہ اپنی و عجزی اور امساری قسم سے توئی شخص پہلی تک میرا
 دیکھنے میں یہ مان بھی نہیں دے سکتے تھے کہ یہ وہ عظیم شخصیت ہے کہ جس کو پانچ انسان میں سے
 عظم کے نام سے پکارا جاتا ہے اور انہی اہل اللہ کا شیوہ و نمونہ ہے۔ ان کے ساتھ دنیا کی

ہناب ذاکر محمد تید اللہ صاحب (پڑیں) آخر فرماتے ہیں

دوسری صفت جس سے میں ہمیشہ متاثر ہوتا۔ ۱۰۰۰۱ کی دعوت قلبی تھی کہ
 چھوٹوں سے بھی اچھے سے کبھی خفیہ ترین تہذیب نہ ہو۔ ۱۰۰۰۲ بڑے فقیہ اور مستند مفتی
 تھے۔ ایک دن میں نے رسول غنہ پر کچھ کٹی خیالات ظاہر کرنے کے بعد (کہ یہ علم قانون
 میں مسلمانوں کی بہت بڑی بدستور تھی جس کا نہ یونیورسٹی اور لایس کو بھی علم آیا اور نہ
 ہندو لایس جینیوں، بھائیوں، بابلیوں کو) جب یہ عرض کیا کہ کاش ایرانی میں کوئی دیوبند کافی
 کوئی بلند میار کا علمی مدرسہ بن جائے تو میں بھی اس محترم کے اراد میں حاضر ہوا۔ انہوں
 اسیے یقین آنے لگا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ "اصول فقہ پر تیار۔ دوسرے
 میں بھی شریک ہو کر اس کا" (ابھی دارالعلوم بنانا تھا)

دسمبر ۱۰۰۹ء

(۲۰) فروتنی است دلیل رسیدگان خدا:

مولانا طاقت الرحمن سواتی صاحب فرماتے ہیں

مرحوم کے قرب الہی اور غیور قلبیت اور طہارت قلب کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ اپنے تمام
 تعلیمی عظمت، روقہ اور ہر طرح کی عزت و افتخار اور محمد و مائیکل و استادان گل ہونے کے باوجود
 نہایت متواضع اور سادہ طبیعت کے ہر ایک تھے۔ خدا اور شاگردوں سے متعلق یا پرہیزگار
 کسی قسم کی برتری اور پہنائی نہ ہوئے گا۔ مسلمانوں کے کاموں میں دیکھتے تھے۔ ایک
 بار مجھے مرحوم کے گھر کے قریب محلہ والی مسجد میں ان کے ہمراہ کچھ کی نماز میں آنا چاہا اور
 وہاں ۱۰۰ لوگ بھی جمع تھے۔ میں نے جوتے کو سعادت و برکت جان کر اٹھایا تو انکار فرماتے
 رہے۔ عرض یہ کہ مرحوم کے اقرار جمع کی یہ فراتج بھی عظمت و رفعت کا شاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ

فردوسی است دلیل رسیدگان خدا ۔ سوار چونکہ پہ منزل را مدید و ہوشوار

(ص ۱۰۹۳)

(۲۱)۔ حضرت مفتی صاحب کی سب سے محنت زدہ اور نمایاں خصوصیت :

استقامت و محنت :۔ انہیں نفسِ انقی صاحبِ زادہ (سچی باقیم تعلیمات پر) دارالعلوم دہلوی کا توجہ فرماتا ہے۔

انہیں خصوصیت میں سے ایک استقامت اور نمایاں خصوصیت انہیں عام نفسِ مشاہدہ :۔ انہیں استقامت کے بغیر کسی چیز پر اپنی طبعی سادگی اور سب تکلف زندگی تھی۔ انہیں چاہئے کہ وہ سنے اور کھائے پیئے میں کوئی تکلف تھا اور نہ رہن سہن میں کوئی کرکڑی اور کھیل پر آپ سے ملنے اور انہیں آپ کی سادگی اور تواضع و انکساری دیکھ کر دیکھ رہا ہوتا کہ اس نے جو کچھ بعد از وفاتِ اعمام کی اس خیالی صورت پر وضعِ قلع کے باقی خلف اب جو وہ اپنے ذہن میں بنا کر اور تمامہ بیان دیا وہ مثلاً کہ ہر وقت اجسام تھا اور نہ تھا۔ انہیں دارالعلوم دہلوی تکلف اب ایک کی طاقت کے لیے رہا نہ تھا تھا۔ امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں۔ سید کی ساری انکساری اور اخلاص و غیر خواہی میں وہ آپ کو بے کلمت نصیحت :۔ ہر آنے والے کے لیے سے غصہ پیش کرتی اور ہر جزی سے پیش آتا، ستر آسرت کو نہ دوسرے کی بات و پور کی توجہ اور بعد کی سے منع کرتی کہ دستِ منہ سے جو اس کی ضرورت کو پر آ کر نہ کی فکر کرنا، انہیں قد رحمی قدرت و لذت اور جلالہ شان کے ہر وجود و جہات سے فروغی و انکساری کا ظہور۔

یہ وہ اوصاف و اخلاقی تھے جو ہر ملنے والے کے قلب پر ہر ہر راست اثر انداز ہوتے اور آپ کی برتری اور عظمتِ شان کا دل و دماغ پر گہرا نقوش بکھڑکتے۔ دینی و دنیوی کا تو کیا محض دنیاوی اور دینی اور دینی کے خفا کے بیان بھی ان محسن کا لفظ ان ہے۔

(عص ۱۱۰۶)

(۲۲) جزی و انکساری کی انجمن :

آپ کی سب سے بڑی عاجز ادبی اور صلیبی عثمانی صلیبی تحریروں میں ہیں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا تھا وہ کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں، مگر اس کے ہر وجود آپ کا یہ حال تھا کہ عام آدمی کے مقابہ میں اپنے آپ کو نہایت

اٹل، رہتا۔ یہ حضرات نے عرض کیا کہ

”اگر یہ سوانح حاضر مانتی صاحب مدظلہ کے لیے اور آپ کو رکت کے لیے جہاد
چاہتے ہیں، اس وقت سے لے کر اب تک، اس آرمی یا بجھتے ہو تو میں حاضر ہوں“
۱۹۸۴ء (۱۵) (۲۵) ”کیا تحریر باور کر سکتے ہو کہ یہ پاکستان کا مفتی اعظم
شیخ الاسلام حضرت القاسمی مدظلہ تھے؟“
جی ہاں۔

حضرت القاسمی مدظلہ نے یہ واقعہ بتایا کہ ایک مرتبہ
راہنہ روتہ کے مطلب میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت حضرت محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ
مطلب کے سامنے سے اس حالت میں گزرے کہ ان کے دائیں طرف کوئی آدمی تھا اور
دائیں طرف کسی ایک جہاد سے تھے اور محمد میں کوئی رتن تھا، ہوا تھا حضرت القاسمی
صاحب لڑتے ہیں کہ اس وقت کچھ لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے
پوچھا صاحب جو رہتے ہیں آپ ان کو بانتے ہیں کہ یہ کون سا صاحب ہیں؟ پھر خود ہی
جواب دیا کہ یہ تحریر باور کر سکتے ہو کہ پاکستان کا مفتی اعظم ہے؟ جو ہوا میں تھکی لیے ہا
رہے، ان کے لباس پوشاک سے، انداز و ادب سے، چال و چل سے کوئی پتہ بھی نہیں لگا
سکتا کہ یہ اتنے بڑے عالم ہیں۔
(اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۲۷)

(۲۶)۔ اس طرح کا ایک اور واقعہ۔

حضرت القاسمی مدظلہ تھے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے حضرت مفتی عزیز الرحمن مدظلہ کے
حالات کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔
”یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صاحب مدظلہ نے حضرت مفتی عزیز
الرحمن صاحب مدظلہ جانشین مفتی والدہ صاحب مدظلہ کو بھی خوب عطا فرمایا
تھا۔ آپ بھی اپنے علمی و معنی مقام بلند کے باوجود صرف اپنا جلد حفظہ کے لیے سہارا لیا
اور عزیز مدظلہ داروں کا مہم جو کیا کرتے تھے اور آپ کو کسی کام سے عائد تھی، یہاں تک

”مہر علیہ رحمۃ اللہ حضرت مولانا شیخ شمس الدین صاحب دہلوی قدس سرہ نے حضرت شفیقت کی یہ پرتاپ سے فرمایا۔

”یہی مولوی صاحب زادہ معلوم در بندہ شفیقت ہو گئے ہیں۔ اس صاحب کا بھی کچھ خیال کیا کریں۔ اب آپ کو قاضی باٹھ میں نیکرم زادہ میں نہیں کچھ پہنچے۔“

حضرت وصال صاحب قدمات میں کلام حضرت مولانا قدس سرہ کی اس شہرہ پر مجھے خیال ہوا کہ میں واقعہ اس صاحب کی حق تلفی تو نہیں کر رہا ہوں لیکن میں نے اس کا جوابی میں سے کسی نے حضرت مولانا قدس سرہ فرمایا کہ یہ شفیقت صاحب (یعنی مفتی عزیز الدین صاحب) کا کلام بھی تو یہی تھا۔“

اس پر حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا کہ وہ تو فرماتے ہیں کہ مولانا شفیقت کی یہ در محبوب تو بہت ہے۔ اپنے دوستوں کے حوائج پر کونہ ہرے ہیں۔ اس سے قطعاً یہ صاحب مولانا شفیقت ہیں۔ (اکابر مولانا دہلوی کا یہ تھا کہ ۱۹۰۵ء)

(۲۷) ”میرے پاس یہ صاحب کہاں تھے.....؟“

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیور محمد محمد اپنے سفر سندھ و ستان کی روایت میں فرمایا کہ:

”میرا نام (حضرت شمس الدین) تقی خانقاہ سندھ حضرت مولانا شفیقت کی خدمت میں پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ یہ صاحب مولانا شفیقت کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا مکان خانقاہ کی چھت پر واقع ہے۔ حضرت مولانا نے انہیں کھانا دیا اور فرمایا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب قدس سرہ یہاں ان کے سفری کام طرحت میں حضرت خلیفۃ المسیح صاحب مہجور کا ایک برائی نامہ آوا تھا حضرت مولانا صاحب اس وقت خود جواب لکھتے تھے۔ اس لیے اکثر جواب لکھتے تھے وہاں حضرت مولانا صاحب کے پاس تھے۔ اور مولانا شفیقت نے انہیں بتایا کہ ایک مولانا قاضی باٹھ مولانا شفیقت کے پاس تھے۔ اور حضرت مولانا صاحب نے انہیں جواب سے بارے میں

احیانت مرحمت فرمائیں تو زیادت سے بے حاشہ ہونا چاہتا ہوں۔ اور یہی طرف سے بھی
مطلوبہ ہوتا ہے۔ جواب میں اسی کا اختیار یہ رہا تھا کہ ”آپ کی طرف یہ فرمان میں میں خود شرط
بیجہ ہوں“ آپ نے اپنی طرف سے یہ شرط میں خود سے نہ لگا دی۔ اور یہی طرف
معاون اور وفور کوئی کسی طرف سے قرار نہیں۔ حضرت تین فرما میں وہاں پہنچے ہیں کہ
آپ چھوٹے توقف فرمائیں، گھٹا پن خدمت میں پہنچا ہوا ہے۔ یہاں غور ہوا کہ یہاں وہ کوئی
نے اپنی منہ پر سر نہ کرے۔ جو کے سختی صاحب کے جواب کا لفظ، کے بغیر کون بند کر دیا
اور تھوڑی دیر میں ادارہ امامیہ میں کھڑے نظر آئے۔ آپ انہوں کی ملاقات کو نظر ہذا
دیے فی تھا ایک دوسرے نے تھے بچے جا رہے تھے، جاننے کے بعد کہ میں ان پر تھے سنا
ہیچے تو وہوں کی ہی میں منہ کو دیکھتے وہاں۔ شاید وہی شہر میں اپنے استاد
کے سامنے اس طرح بیٹھ کر دکا۔ بات چیت شروع ہوئی تو ہم یہاں کہ حضرت سختی صاحب
نے وہاں کو وہاں سے جب سے ہمارے میں کوئی خواب دیکھا وہاں سے وہاں تھا۔ پورا خواب جواب
میرے انہی سے کھل گیا، اتنا یاد ہے کہ حضرت وہاں وہاں کو کوئی نے ہمارے میں دیکھا
نہی میں صاحبہ مسعودہ السلام پر چاندی اور حلوہ میں لڑنے کا ہوتا تھا۔ حضرت سختی
صاحب جواب دہانے جا رہے تھے اور وہاں کو کوئی کی شخص۔ اسے نہ تو چھ بات سے
آگے بہ رہے تھے۔ یہاں کرتے کرتے سختی صاحب کی آواز بلند آئی۔ ان
وہاں سے اس کی یہ کیفیت، کچھ ترارہ کر دیکھے، جو کے تقریباً ہفتے کی تھی۔ یہ
منہ کیسا رات پر در تھایا نہیں ہو سکتا۔ (میں ملاقات میں ۲۸)

(۲۹) ”میں نے انہیں عیشیت الکل سے لرزے اور کانچے دیکھا۔“

معدہ اور جگر پر زہری موم آپ کے تھوڑے مٹکیوں کے قطرہ ہوں

محلہ ہر سے تو اہل تھالی کے ہر دور میں لگتے ہی لگتے وہاں وہاں وہاں وہاں وہاں
ہستیاں ہر دور میں لگتے ہی لگتے ہیں جو ہم غلام کے ہاتھوں، جو ہم ہوش سے بھی
آراستہ ہوں۔

حضرت مفتی محمد حبيب تقي صاحب دارالہدایہ میں شروع میں شامل تھے وہ فقیرانہ انداز
 حضرات مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ قصیدہ قلیف بجا دیا تھے، بہت سے لوگ ان سے ایسے
 بھی شے نمائندہ حروف پر ہوں گا انداز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں تک کہ وہ عقیدے مندوں کی تحریف میں
 بھی اس تو ضیع اور ہدایہ کے ذریعے سے پہچان میں سے ہر ایک ان کا بھی ہے۔ مگر اپنی
 شخصیت و انداز پر کرنے اور وہ ان پر گھونسنے کی کوئی سی جھلک بھی اپنی سبکدوشی کے خلاف ہوں
 میں نہیں پائی۔ تہائی میں سب بھی اپنے آپ کا اتفاق ہوا میں نے انہیں خشیت الہی سے روک دیا
 اور کہتا ہوں، ایک شخصیت اور گھٹکان کی تحریف میں کیا نواز اور اہمیت کی وجہ کا کارہ برقرار
 کسی کی اس آزادی نہ ہو جائے۔ اس سے دینی سے تنقید بھی کرتے تو اس انداز میں دروں
 سوزی کے ساتھ کہ گھٹکان کی تحریف کے لیے خیر خواہی کا ٹھکانہ پیش کر دیتا۔ "ایک ہندی میں
 نے کسی دیوانہ کے شیوخ میں سے تھے انہیں دوسرے سبک کے نگار کا بھیڑا حرام کرتے
 ہیں نے بارہا ان کی زبان سے یہی حضرت مولانا احمد رضا خان دہلوی کے مشن
 رسالہ مکتبہ کا ترجمہ و متراف بنا۔

کریں کے دو دینی اہل علم بہت پائے کے ہیں ایک آپ کا قائم کردہ اور
 حضرت مولانا محمد باقر عظیمی سے ہم کا جاری کردہ فقہ و معاصات ایسی پرانی چیز ہے کہ
 ہی لوگ ہر دور میں اس سے متفق رہے، بہت گہرے و بھوکے کے جو حصے ان دونوں بزرگوں
 نے ہمیں قائم کیے، ہم میں ان کی مثالیں ہیں اور گھٹکان میں آتی ہے وہ یہ نتیجہ تھا کہ ان
 صرف اہل حق تھوڑے اور ان لوگوں پر ملن کا جس نے بعد ازاں میں انفس و بدو اور حالات و اوقات
 کے رنگ و اداسی نہیں چلتے۔
 (پیر عالمہ ج ۱ ص ۹۷)

(۳۰) "یہ سوزی عبدالحکیم، بھگت سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

ایک سرچہ پڑھا تو ملایا کہ

"ان دونوں میں میں کوئی یکساں نہیں مریہ وہم ہے جو پہنے ہوئے ہے بڑا جاتا
 ہے۔ ان میں یہ بات قلیل ہوتی ہے، بچہ (اپنے فیض و عزت) مفتی عبدالحکیم صاحب علی کی

حرف شاہ آ کر کے فرمایا کہ یہ مولوی عبد الغفور کچھ سے بڑھ کر مجھے بولنے میں مہذب یہ مولوی جو
 آئیں تو کچھ سے وہ کراٹے کے بولنے ان سے دھاکے لئے کہا کرو۔

(کاروان تھنوی ص ۲۵۸)

مجاہد حضرت مولانا الطبرہ علی ہمدانی رحمہ اللہ (خلیفہ مجاہد فیہما الدین)
 حضرت تھنوی رحمہ اللہ کے واقعات۔

(۱) ”باوجود خدام کے موجود ہونے کے حضرت بنوری کے پاؤں دہائے۔“

چند عادیوں کے سابقہ محدث بناب مولانا قصبہ بدین صاحب مدظلہ العالیان
 ہے کہ ایک مرتبہ محدث احمد حضرت حامد یوسف بنوری کشمیری تشریف لائے حضرت نے
 موصوفہ کی بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ میزبانی کا حق ادا کیا۔ علامہ موصوفہ شب رات کو
 آرام فرما ہوئے تو کیا دیکھتے ہوں کہ باوجودیکہ وہ خدام موجود ہیں مگر وہ حضرت رحمہ اللہ
 کے لیے دوپٹے لگاتے ہیں۔

موصوفہ بنا جھک کر آرام فرماتے رہے لیکن تھنوی دہرا بھڑا آپ کے حضرت رحمہ اللہ
 کے لیے چھڑا کر دیتے تو بیٹھتے سہانے سونے کے آپ نے اس سے انکار کیا مگر
 بیویوں نے نہیں مانا۔ اس قسم کا یہ نکلنا اور عقیدت مندوں کا یہی زندگی میں صرف
 ایک کی نہیں بلکہ کثرت میں۔ ان واقعات سے یہ پتا ہے کہ اگرچہ یہ حضرت مختلف
 مولانا اور مختلف مقامات کے رہنے والے تھے لیکن عقیدت و محبت اور تعلق نبوی کے اعتبار
 سے وہ مختلف تقارب و متحد القرب تھے۔ ان لوگوں میں کی مسافرت کے لئے نہ کہ صرف ایک
 دوسرے سے زیارت و ملاقات آتے تھے۔ ہر نام نہاد میں ایک دوسرے کو بے لگائی کے
 ساتھ نرم و گرم محبت اور کھلتے سنے سے علی گریز نہیں کرتے۔ یہی دوسرے کی نفی و نفی
 میں براہ شریک ہوتے۔ جتنے دن میں رہتے۔ (ایات الطبرہ ص ۸۶ تا ۹۷)

(۲) ایک عبرت آموز واقعہ۔

یہ معاملہ دیہ کے سابق محدث احمد بن قصبہ بدین صاحب مدظلہ العالیان

ہے کہ حضرت رحمتہ اللعالمین کی عہد شکنی کہ آپ ہمیشہ اساتذہ و موجد کو جمع کر کے نصیحت فرمایا کرتے۔ انکی غلطی پر بھی کبھی یا تعین عامر ہو، پر قدرے سخت و دست کھات استعمال فرماتے۔ چکاریطہ! اصحاب بعض اساتذہ کو ناؤ مار دیتا۔ لیکن آپ کے سامنے مہ شائقی کی کسی کو جہت نہ ہوتی۔

مولانا مہسوف فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ حضرت! سب اساتذہ و موجد تفسیر و تفسیر۔ مہذا ایما نہیں سب کو برا بھلا کہنے میں جو خطا سے بری سے اسے ناؤ مار دیتا ہے۔ حضرت رحمت اللعالمین یہ بات بہت پسند آئی اور، تھوڑے لمحہ اپنے اس ٹیپ کی اصلاح کے وہ پہنچے ہوئے۔ مولانا مہسوف سے فرما کہ کس انداز پر بات کی جائے اس سے نہ کہ ایک سوٹ پیش کر دینے کے اسے دیکھ کر ہاتھیں کر سکیں۔ آخر مولانا مہسوف نے وقعت سے پیش کیے تو حضرت رحمت اللعالمین نے انھیں کا جب کے ذریعے تحریر کروا کر اس میں پڑ پڑ چکا یا دیکھو سامنے رکھ کر آپ بکھر! اساتذہ میں سے یہ فرماتے تھے کہ اساتذہ سے باتیں کرنا، ج وقت اسے سامنے رکھ کر باتیں کر سکیں۔ یہ تھا آپ کے اطاعت و بیعت اور بخاری کا ایک اہل نعمت۔ (مجموعہ، ص ۱۹۶-۱۹۷)

(۳) ”اپنے ہاتھوں سے مالے صاف کیے۔“

آپ کی خدمت میں ملی ایک صورت یہ بھی تھی کہ اگر کسی سے کوئی کام لینا منظور ہو تا تو آپ سب سے پہلے اس کا ہم میں لگتے ہوتے۔ کام کتنا مشکل کیوں نہ ہو آپ مطلقاً اس کو پروا نہ کرتے۔ حتیٰ کہ ہالے مہنگی دور کرنے میں بھی سب سے پیش پیش رہتے۔ اس خدمت میں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ علم، اساتذہ اور مہققین حضرات بے طلب نہ مٹ سب کے سب اس حرج شریک کا رہو جاتے کہ جس میں مسابقت شروع ہو جاتی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسٹیشن راولپنڈی کے ہالے میں مہنگی بیع ہو کر لوگوں کو کافی تکلیف پہنچ رہی تھی خصوصاً شہیدی مسجد کے مصیبت کو تو آپ نے ذات خود سب سے پہلے مہنگی کا کام انجام دینا شروع کیا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر صبر نہ تھا اور عام مصیبتیں دیکھتے نہ دیکھتے۔ سب کے سب شریک کا رہو

کرتھوڑ سے حق وقت میں فرمانبرداری کر دیا اور سب لوگوں کو تکلیف سے نجات ملی۔

(ص ۲۱۰-۲۱۱)

(۴) تواضع و حق سیت کے عجیب واقعات۔

تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو بالکل اپنی اور سچ سمجھ کر تواضع اختیار کرتے۔ اپنے کورفت کا بل نہ سمجھے اور سچ اپنے کو منے کا قصد کرتے۔ اس کی اصل عیوض نفس ہے۔ مگر تواضع اس کا نہ ٹھنسن کہ زبان سے "خاکسار" "مذہب" "مذہب" "مذہب" کہے۔ بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو ذرا بے وقار سمجھ کر پر ہلکے اور اٹھ کر نہ تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو۔ اور نفس کو چوں سمجھ لو کہ تواضعی ایسا ہی ہے پھر کیوں برا نہ ہے۔ اور اگر کسی کی برائی سے پھر رنج و اثر نہ آوے تو یہ تواضع کا غلی دہ ہے کہ مدح و ذمہ برابر دیا جائے۔ مطلب یہ کہ مسئلہ پر درج ہو جائے۔ بغیر تواضع و ادب تو نہیں ملتی۔ تواضع یہ غیر اختیار کی امر ہے۔ بہت اختیار کی ضرورت تواضع اختیار کرتا ہے۔

اللہ کے یہ تواضع تقیہ کرنے کی بڑی نصیحت حدیث شریف میں آئی ہے ہر چہ نہ تنسور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

من تواضعك رفعه الله . ان الله لمنكسر قلوبهم

(ترجمہ) جو شخص اللہ کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے۔ ان تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے (علیٰؑ کرو) ان لوگوں کے پاس جو تواضع اور نوسٹ ہوئے ان کو اٹھائے۔

شاعر کہتا ہے۔

فروغی است دلین سیدگان کمال کہ چند سوار محزون رسد یہاں دہشور

تخلیلات باسیتی کے جتن نظر اثر حضرت۔۔۔ کی زندگی پر گھڑی جاتے تو آپ سر پر تواضع نہ آتے ہیں مہرت کے لیے اوپر والے تھے ہم یہاں بیٹھتے آتے ہیں۔

(۱) جو عوام اللہ کے ساتھ حق حضرت مولانا قطب الدین صاحب زاہد مجدد و اکابر

ہے کہ میں جب بھی آپ کی سوانح قری مرتب کرنے کے سلسلے میں آپ سے اجازت مانگتا تو آپ سخت ناگوار می گئے ساتھ دیکھنا فرمایا کرتے۔

(۲) جامو کے سابق کے استاد جناب ماسٹر عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت فرمایا کرتے کہ سوانح قادی کی مرتب کی جاتی ہے۔ میں تو قادی نہیں۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ مجھے نئے نئے نکتوں سے کھلایا کریں۔

(۳) چاند اداویہ کے استاد جناب مولانا عبدالرحمن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت نماز مغرب کے بعد شریعتی مسجد کے اندر اذان پڑھ رہے تھے۔ چوتھے سے ایک شخص نے راحت رسالی کے لیے پتھا شروع کر دیا۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ "خدا کا نام ہوں، معبود کے سامنے کھڑا ہوں۔ کیا غلام کو معبود کے سامنے اتنی حیثیت ہے کہ اس کی خدمت میں جائے۔"

(۴) ایک مرتبہ کے مجمع عام میں حضرت نے فرمایا کہ تم مجھے اتنا ڈرا خیال کرتے ہو۔ حالانکہ میں اپنے کو کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ سبحان اللہ! گو کہ حضرت رحمت اللہ علیہ نے بھی اپنے اصناف کی تواضع اور کرشمہ کی افشاش کر دیا۔ چنانچہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت قاسم نانوتوی رحمت اللہ علیہ نے ایک شعر میں اپنے کو کتے سے بدتر ہونے کا خیال اظہار فرمایا۔

زمن دارو ملک نہرانیوں خار کو بہت لوہے کہا دو من گنہگار

"یعنی مجھے نہرانیوں کے کتے پر شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنے گناہ جیب اور میں گنہگار ہوں۔" جب تک انسان اپنی خودی کو نہ مٹا سکے گا جب تک نہ مرتبہ ناصیبت وصال کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ اس قسم کی تواضع اختیار کر سکتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

مناہ سانی ہستی کو اگر تجو مرتب چاہیے کہ دان خاک میں مل کر گل گزار ہوتا ہے۔
اسی طرح اور ایک شاعر کہتا ہے

بہ خودی اپنی مٹایا تب خدا ہم سے منا

تواضع کے اس مقام پر آدمی کو دعا و دم یکساں نظر آتا ہے اسی کو مرتبہ ناصیبت سے تعبیر کیا جاتا

ہے چنانچہ اسی مقام پر پہنچنے کے بعد قطب العالم ہامہ پانی حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے و مرشد سید الھانفہ حضرت حاجی اداواللہ صاحب جرنکی دست اللہ علیہ کے کُراچی نامہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امیں ہی کون ہوں اور بھری حاست علی کیا ہے۔ اتنے ہی سمجھتا ہوں کہ نعوں شریعہ میں جس قدر نظر فرمیں آتا اور میرے سامنے مادہ اور ذمہ کیساں معلوم ہوتا ہے۔

(۵) پیامد کے سابق محدث حضرت مولانا قطب الدین صاحب مازلہ فرماتے ہیں کہ در احلام و دج بند کے بہتم حکیم الامام حضرت مولانا قادیانی محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۳ء میں جب بنگلہ دیش سفر کو تشریف لائے تھے۔ دوران سفر سہولت چاہا ہوا اس وقت آپ نے بھی ہاتھ بڑھا دیا۔

اس پر میں نے سوچا کیا کہ آپ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کے عجازِ بخت ہونے کے بارے میں دوبارہ کیوں بیعت ہو رہے ہیں۔ حالانکہ وہ آپ کے پیر بھائی ہیں نہ مایا کہ ”اُکروہ پار ہو جائے اور میں رک جازن تو ان کے وسیلہ سے میرا بیڑا ہی پار ہو جائیگا۔ یہ واقعات بلاشبہ آئینی نوازع اور بے قسمی کی واضح دلیل ہیں۔ (ص ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰)

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ کے واقعات (۱) ”محقا رنوازی کی عجیب مثالیں“

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ذیل بعد حمد آنکھ تہ کرو میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت بنوریؒ کی وفات یوں تو پوری ملت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے لیکن احترام اور برادر محترم جناب مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہم کے سنے پہ ایسا ہی ذاتی نقصان ہے جیسے مولانا کے قریبی اعزہ کے سنے۔ اسلئے کہ وہ ہم پر اس درجہ شفقت اور مہربان تھے کہ الفاظ کے ذریعہ ان کا بیان ممکن نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میں سب تک حضرت مولانا کی مصیبتیں عطا فرمائیں۔ صرف اسی محفلوں میں ہی نہیں انجی مجلسوں اور افراد حضرت میں بھی مولانا کی معیت نصیب ہوئی۔ مولانا کی شفقتوں کا عالم یہ تھا کہ وہ ہماری کسبی کا لحاظ

کرتے ہوئے خود بھی بچوں میں بچے بن جاتے تھے۔

۱۹۶۵ء میں حضرت امام صاحبؒ نور مولانا نے "شرقی پاکستان کا ایک سرتختہ مصیبتی سنگین، یہ ناکارہ بھی امر اوتھ۔ سیاست میں ہمارا قیوم جد الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے کی بسطتہ صاحب کے زبان تھی۔ سنہ ۱۹۶۵ء امریز اور شاداب اور خود بصورت ماہر تھے لیکن یہاں چلے گئے۔ بعد محسن علی اور تین مخلصوں کا ایسا تانتا بندھا کہ ہمیں کمرے میں آنکر شرب تھے وہاں۔ نہ وہ لطفے کا موقع ہی نہ ملا، یہاں تک کہ جب اگلے دن فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت امام صاحبؒ نے اسی کمرے میں اپنے مخالف شروع کر دیئے۔ میں اس آنکھ میں خاک ارا مہلت ملے تو حضرت والد صاحبؒ سے اعازت لئے کمرے گھسے ہو طور ہی۔ نے وہ چلا ہاؤس۔ مولانا نے یہ یہ ارادو بھی لیا اور خود ہی ہمارے پوتچہ آئیہ ہاؤس بنا دیا ہے۔ وہ "مجھے مولانا نے بے تکلف بلایا تھا، میں نے عرض کیا حضرت ارادو ہے مگر آپ بھی تشریف لے چلیں تو بات بنے۔ جس یہ سن تھا کہ مولانا اپنے معمولات کو محکمہ کرنے لگا، وہ مجھے اور خود ہی حضرت امام صاحبؒ سے فرمایا، ارا میں تھی میں کو میر کرنا، وہ۔ چنانچہ ہم اگلے اور تقریباً گھنٹہ بھر تک مولانا اس کا کارہ کیساتھ بھی چلے گئے باغات میں آگئی شرب کے اوتھے اوٹھے نیوں پر تھوٹے رہے، مطلب اسے علاقے میں نہایت اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ایک گز زمین بھی غفلت تلاش کرنی مشکل ہے۔ مولانا جب کوئی خاص پودا دیکھتے تو اس بارے میں معلومات کا ایک دریا بہنے شروع ہو جاتا اس پودے کا اردو میں یہ نام ہے عربی میں یہ نام ہے فارسی اور پشتو میں غلام نام ہے، اور اس سے یہ یہ نسخہ بھی ہیں۔ غرض یہ تفریح بھی ایک دلچسپ درس میں تبدیل ہو گئی۔ مجھے بعد میں خیال بھی ہوا کہ مولانا کے گفتگوں میں تکلیف ہے، اور میں نے خود بخود مولانا کو زحمت دی، چنانچہ میں نے کئی بار اپنی جہارت پر حضرت کی نصیحتیں مولانا پر یہ فرماتے کہ "من حضرت امام صاحبؒ کا بہت بڑا مہیہ ہیں اور انہیں دیکھنا نہ شاد حاصل کرنے کا شوق انسان کا فطری احساس ہے۔ تمہاری وجہ سے میں بھی ان منظر سے محکوم ہو

تھیا اور پھر جتنے دن سہسٹ میں رہے، روزانہ فجر کے بعد یہ معمول بن گیا۔ مولانا کے زیر سایہ سہسٹ کی یہ سیر تفریح کی تفریح ہوتی، اور جس کا درس ہوتا، مولانا کو معصوم تھ کہ اس طرح عربی سے لگاؤ ہے۔ ان لئے مولانا اس دور میں عربی ادب کے لطائف و کھراٹک چہن فرماتے۔ نادر شعراء سے لے، شعراء عرب کے درمیان ہمارے فرماتے، اور اس تفریح میں تھروں کے ساتھ قصب و روج بھی شاداب ہو کر لوٹتے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ براہ و محترم جناب مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہم (مہتمم دارالعلوم کراچی) فحاکم میں حضرت والد صاحب کے ساتھ تھے، مولانا بھی تشریف فرما تھے، مولانا نے خود بھائی صاحب سے فرمایا کہ چوتھیں چہ نکاح کی سیر کرو لاؤں۔ چنانچہ والد صاحب سے ایذا نہ لے کر دیا اور بھائی صاحب فحاکم چلا گیا، روانہ ہو گئے۔ ریل میں جگہ تنگ تھی اور ایک ہی آدمی کے اپنے کی چٹائی کش تھی۔ مولانا نے بھائی صاحب کو پیٹنے کا حکم دیا، لیکن بھائی صاحب نہ مانے، لاؤ جنس زبردستی لٹا دیا، اور خود ان کی ٹانگوں کو اس زور سے پکڑ کر ان کے پاؤں کی طرف لپٹ لئے کہ وہ اٹھ نہ سکیں، اپنے ایک شاگرد کے ساتھ یہ معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ نے حقیقی تواضع کے مقام بلند سے سرفراز کیا ہو۔

(نقوش رفیع گرامس ۹۵، ۹۶)

(۲) ”بھائی خرفی، بے نفسی اور ایڑ رو اٹھا کے بے نظیر واقعات“

آپ کے خدام خاص حضرت مفتی احمد الرحمن صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

دیے تو حضرت مولانا کے اعلا میں بطور طرف اور ایڑ رو غیر و آپ کے ان مناقب و اہم سے ہیں جن کا نہ صرف ہر عربیہ اسلامیہ کی چوٹیں سارے تاریخ کے ایک ایک واقعہ سے ظہار ہوتے ہیں بلکہ اس یادگار فیبر کے تقریباً ہر مقالہ نگار کے مقالہ میں یہ درخشاں صفات آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہیں تاہم چند ایسے بے نظیر واقعات ہیں جن کے ظہار نہ کرنے کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حق تعالیٰ کہا جا سکتا ہے۔

(۱) ہر عربیہ اسلامیہ کی نمونہ ان میں بنیاد رکھے اور کام شروع کرنے کے بعد پینا سال:

بھائی بے سرو سامانی کسی پیر کی اور تپ اپنی کار نامہ تھا اس زمانے میں آپ مس فقہ تھے۔
 رہے اور جو مشقتیں آپ نے برداشت کیں دکھان آپ شراب میں پڑھ چکے ہیں مگر اس
 کے باوجود ایسا آپ کسی کا یہ عالم تھا کہ نف سے یہ تک درس کے تمام پھرنے والے کام
 خود انجام دیتے تھے تو یہ درس کا بہت کم رہا ہے جس حضرت حاجی محمد غفیل نے جب کوہستان کی
 پاک دامن، نیک نیتی اور ملیت کی وجہ سے اراکین کا کردار کو چھپانے کی غرض سے دور
 اندر باہر کے سب لوگ جانتے تھے کہ بہت کم اور حقیقت حضرت مولانا خود ہیں۔

(۲) قیوم درس کے دوسرے سال جب درس میں اور مدینہ شریف بھی شراب ہو رہا
 ہے اور اساتذہ کا افسانہ گریز ہو جاتا ہے تو اپنے ذاتی غرضات و استوں میں سے حضرت
 مولانا عبدالحق صاحب نانک کوہ درس میں جاتے ہیں تو انکی کو صدر مدرس اور شیخ الحدیث
 بناتے ہیں۔ اور بھائی شریف پڑھانے کو دیتے ہیں حالانکہ اس زمانہ میں بھی حضرت مولانا
 رستہ اللہ علیہ کے درس بخاری شریف کی شہرت تھی اور تمام اہل علم اس کا اعتراف کرتے تھے
 یہ حضرت رستہ اللہ علیہ کے اخلاص و تواضع کی اعلیٰ مثال ہے۔

(۳) جب حضرت مولانا مدینہ الرحمت کی ملیت، خلوص اور نیک نیتی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے
 اپنے فضل و کرم سے درس کوئی بری، باطنی، اور وہی و معنوی فریبوں کے غلط استعنائی و م
 عروج اور اوج ترقی پر پہنچا دیا۔ اور یہ درس نہ صرف پاکستان بلکہ موزمبام اسلام کی دنیائے
 غفر و فضل میں بے نظیر و معذور عظیم معبد علمی کی حیثیت سے منظر عام پر آئی تو بعض شہرت
 پسند نور جاہ پرست لوگوں نے چاہا کہ اس عظیم دینی ادارہ کی ترقی کو اور نام عروج تک
 پہنچانے کو اپنے نھتے میں کیوں نہ لائیں۔

لیکن حق تعالیٰ نے دعوت مولانا نور اللہ مرقدہ کو کس قدر عظیم حوصلہ اور عالی ظرفیت فرمایا
 تھا اور شہرت و نام و نمود سے کس قدر متغیر بنا دیا تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب آپ
 کے سامنے اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ہوا تو اس قدر سکون اطمینان سے فرماتے ہیں کہ اگر
 کوئی اپنی طرف نسبت کرنے سے خوش ہوتا ہے تو کر لے دو ہم نے جو کچھ لیا ہے اللہ سے

لئے کیا ہے۔

جو کہ خدا کی قدرت عظیم ہے یہ سب نفسی اور کس قدر مضمر ہے یہ عارف غفرانی اور کس قدر عظیم ہے یہ غلو ص کی شہرت و نام و نمود کے شاہ سے بھی پاک ہے اور کس قدر عظیم ہے یہ نصیحت اور تحقیق مع اللہ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ آپ کو ”مہتمم“ یا ”صدر مدرس“ یا ”شیخ الحدیث“ کہہ دیا گیا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ ”اللہ میں نے یہ مدرسہ اس لئے نہیں بنایا کہ بہتر یا شیخ الحدیث کہلاؤں“ کہانی میں آ کر فرماتے ہوں تصور پر غور، پھر فرماتے کہ ”اگر کوئی مدرسہ کے اہتمام اور بخاری شریف چھانے کا کام اپنے ذمہ لے لے تو مجھے خوش ہوگی اور میں ایک عمارت کی طرح سے مدرسہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کروں گا۔“

(”حیات“ حضرت بخاری نمبر ۲۳۰، ۲۳۱)

(۳) ”حقیقی عظمت“۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ کرچی۔ تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا شہرت و عظمت کے جس بلند رتبہ پر پہنچ چکے تھے اس نقطہ حروج پر پہنچ کر ایک ”غیر انسان“ اپنی ذہنی سے ایک گنج بننا گوارا نہیں کرتا۔ مگر مولانا کی حقیقی عظمت یہی تھی کہ فی الحقیقۃ الناس کیبیر (لوگوں کی نگاہ میں بڑے ہو کر ہمیشہ فی الحقیقۃ صغیر (اپنی نگاہ میں چھوٹے) ہی رہے۔ انہیں اپنی مائے سے رجوع کرنے اور اپنے مخالف سے رنج و نفرت کے ہٹ جانے پر مل پہنچنے میں ذرا برابر متاثر نہ ہونا۔ یہ ان کی بے نفسی اور صاف دلی کی کھلی علامت تھی۔ اس کا مشاہدہ راقم الحروف کو اپنی ایک سالانہ ”حیات“ سے وابستگی کے دوران خوب ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ مسجد مشین کے ذریعہ جانوروں کے ذبیحہ کے جو خز وں چاکر ہونے کا درجہ پیش تھا۔ اس مسئلہ کو مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدبر برہان (دلی) نے اٹھایا تھا۔ اور اس کے جواز پر دلائل قاطع کیے تھے۔ پاکستان میں بعض ضلیل اللہ رائل افراد کا

ہتھکن (فیصلہ نہیں) اس کی تائید میں موصول ہوا تھا۔ مولانا بخاری کے سامنے صاحب یہ سب چیزیں آئیں تو وہ بھی غیہ تو نہ ہی الموعود اس کے ہوا کے منویہ ہو گئے۔ مگر ایسے میں مولانا مفتی محمود صاحب نے اس سے غرض یعنی مضمین کے ذریعہ کے عدم ہوا میں ایک مدلل تقریر مولانا کی خدمت میں بھیج دی۔ صاحب مولانا نے یہ دن کل ہرجا لپے تو اور فرما دیا کہ لکھی سب صاحب کے والوں قوی ہیں۔ مضمین کا ذریعہ درست نہیں۔

اس سے بڑھ کر ایک اور واقعہ نکلتا۔ راقم الغرض کی ادارت بیعت کے زمانہ میں باغیض افضل احمدی صدر اسٹاک ریلوے کی نشست کی طرف سے سور کے جواز پر بعض تحریریں شائع ہوئیں۔ "بیعت" نے ان کا صاحب کا تعاقب اس میں قوت سے کیا کہ وہ مضطرب ہو کر مولانا بخاری سے تہہ تیہ ملاقات کے مطالبہ کرنے لگا۔ ملاقات کے وقت مضمین ہوا تھا۔ ڈاکٹر افضل احمدی نے سمجھا یا کہ ان کے ساتھ صرف ان کے ماہرہ "العلم" نظر آئے۔ مدینہ نامی صاحب ہوا کے۔ مولانا نے بخاری سے فرمایا کہ پھر آپ بھی بیعت سے "بیعت" مضمینوں شامل رہیں۔ چنانچہ مولانا کی قیام گاہ پر ہم چاروں نے درمیان گفتگو کی۔ مولانا نے نہایت صوفیانہ مودت سے اپنا اختلاف پیش کیا۔ ڈاکٹر نے بڑی پاکیزہ دلی سے پیچھے تو نہ بیعت میں کہ اصل مضامین دگر بڑی میں تھے۔ ستریم نے بہت کچھ سے پتہ کر دی۔ مگر جب اختر نے دگر بڑی اللہ پر بھی ٹوٹ گئی اور مولانا پر ڈاکٹر صاحب کی غریب دلی واضح ہوئی تو پھر مولانا نے موقعیت اور کئی دونوں پہلوؤں سے ڈاکٹر صاحب کا تعاقب کیا اور وہ یہ وعدہ کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اپنے ان خیالات سے رجوع کریں گے۔ اس وعدہ پر مولانا کا دل صاف تھا اور مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ نے یہ کیا تو ہمارے ہر مخالف نے بھی تعاون آپ کے ہوا سے کئے ساتھ رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہم دونوں کو اپنے اور ہمیں آئے کی دعوت دی۔ مولانا پر ملی صاف دلی اور پیش رفت سے تشریف لے گئے اور ان کا ہوا رہا تو سارا واقعہ سنا اور ڈاکٹر صاحب کے رجوع کر لینے پر کامل تعاون کا اعلان فرمایا۔ اس وقت مولانا اپنے سرور تھے کہ ایک ناظرین دینی بھائی، جون سے چھڑ گیا تھا، پھر آملہ ہے۔ مگر

انہوں نے اس پروردگار متعالیٰ کو غور سے دیکھا اور اس کی عظمت کی اور آخر وقت تک رجوع شائع نہ کر سکا۔ یہ اس کا کردار تھا۔ مگر ہمارے مدوینے کی رفعت الہی اس واقعہ میں تسکین دیاں تھیں۔ (ایضاً ص ۴۳)

(۴) ”جو کچھ کردارِ خدا کے لئے کرنا چاہتے تھے وہ“

ذاتِ عزت و جلال پروردگار صاحبِ رفعتِ ازل ہیں۔

مولانا شہرتِ علمی کو ملت پرانے تھے۔ انہوں نے اپنے تمام راستوں کو بند کر دیا تھا جو شہرت کا سبب بن سکتے تھے۔ مگر یہی سبب تھی جو ان کی جلدِ شہرت پر دستارِ بندہ کی منعقد کیا۔ ختمِ نبوت کے قریبی مسئلے میں مولانا پروردگار نے پورے ایک سو تین شب و روز کا سرمایہ دین میں بھی لگا دیا۔ یہی علم و فکر تھا کہ جو پھر کر، اللہ کے لئے کرنا چاہتے تھے۔ لیکن نہ کرو۔ اس زمانے میں بعض فرسنگی و سہمی و جھمنوں نے دھڑلے سے آپ کے خلاف مختلف اشتہارات میں بڑے بڑے اشتہارات شائع کرائے کئے اور جانتے و اسے جانتے ہیں کہ ان اشتہارات کے بل کوئی سے اور جس دھڑلے سے ادا کئے گئے لیکن مولانا نے ان اشتہارات کا سرے سے کوئی نوٹ نہ کیا اور کوئی جواب شائع نہ کیا۔ انہیں خیال تھا کہ وہ دین کے کام میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ان کے نزدیک ذاتی عزت و دست کی دین کے کام کے سامنے کوئی اہمیت نہ تھی۔ وہ دین کے راستے میں ہر تلخی اور دشواری کو اپنے لیے رحمت اور سامانِ سفر سمجھتے تھے۔

(ایضاً ص ۴۵)

(۵) اولئك آبائى فجئنى بمثلهم

”اولیٰ نامہ بدیع الزمان صاحبِ تحریر فرماتے ہیں

”میں نے ان کے باوجود حضرت شیخ کی بے حد تواضع و اعجاب کی تھی۔ اپنے اخلاق کریمانہ و بے اپنے علامہ کے ساتھ اس انداز سے پیش آتے کہ دیکھنے والوں کو احساس ہوتا کہ یہ علامہ و شہسوارِ بکدر و بکمال ہیں۔ غنودہ، حج اور مہر و حق کی صفات میں دوسروں

نے لکے: "موت تھے۔ حال یہ کہ آئندہ سے آئندہ ماہِ شوال میں قیامت آئے گی۔"

یہ سچ الجواب غلامِ پیر نوح عیدہ: "واسمہ ذلہوں مولیٰ خمس الا وفار" اور شمالیہ و بائیت کی مجلس سے افسانہ کراں گذرتا، انہی غریبوں نے مجھ سے خواہشِ خاص نے قلوب پر چھوڑی، ظہورِ پیران کی طرف مائل ہوتے۔ "بندہ دانِ سزا سے کہ مسندِ دسلس افشس چیرہ صدر اسلامی تخریقِ کامل" مسندتِ بیگنی تعزیت کے سلسلہ میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ نوناؤن میں تشریف لائے۔ انہیں نے قریبوں میں بتایا کہ میں مدرسہ عربیہ کے محرمِ علمی کے ساتھ ساتھ ان کے وسیعِ اخلاق سے بہ حد متاثر ہو رہا ہوں۔ اس پر عیدہ صاحب نے شاید کونسل کو حوالہ دیا کہ جب اسلام آباد میں منعقد ہوا تو ایک دن..... حضرت مولانا عورتی میرے کمرے میں داخل ہوئے اور پوچھا کہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ بیٹھنے سے قبل رو جائیں کہ چاہتا ہوں۔

۱۔ کمرہ چلی جب آپ تشریف لائے تھے تو آخری مرتبہ دعوت کے بعد آپ سے ملاقات نہ کر سکا کئی معذرت چاہتا ہوں۔

۲۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ اپنے مدرسہ میں آپ کو بے جاؤں گا۔ مذمت کیجئے سے آپ کو مدرسہ نہ دکھاؤں گا۔ اس کی معذرت چاہتا ہوں۔

سبب ان کے کیا تو واضح اور کیسے اخلاقِ عالیہ کا مضہر تھے، جو وہ کرم اور معرفت میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔

راقم الحروف نے ایک دفعہ درخواست کی کہ حضرت والا مدظلہ العالی میں خیرِ قرآن کے موقع پر ہماری مسجد میں کچھ بیان فرمائیں۔ بلا تکلف درخواست قبول فرمائی۔ حسب وعدہ و تشریف لاکر نہایت مؤثر و عمدہ فرمایا۔ ابھی کے لئے بندہ گاڑی کی تلاش میں مسجد سے باہر نکلا۔ ادھر سے حضرت شیخ پیدل روانہ ہو کر فیوناؤن پہنچ گئے۔ بندہ کو اس پر بے حد ندامت و شرمندگی ہوئی۔ معذرت کے لئے حاضر ہوا تو خندہ چیشالی سے فرمایا: "کولی حرج نہیں پیدل آئے میں زیادہ ڈر رہا ہوں۔"

اِنَّكَ اَبَاسٌ فَجِئْتَنِي بِمَثَلِهِمْ

219

قطب المشرق: حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب مہملوئی رحمہ اللہ کے
واقعات

”تو اضع و عہدیت ہے متعلق حضرت کے ماشوہات مہیات۔“

فرمایا: فخر اور اہل سد کی با مرونی و مشدیدی کی سہ دشمنی سے فتنہ پیدا ہو گا۔ پھر آئے گا جس میں نہ آگنی نہ آب نہ توفی نہیں ہیں اس کی بھوجا فرو و سہ نہ کل اوقیر میں سمجھا جائے گی ہمیں اس اقتہ سوائے سہ سے کے آجوں کہو نہ ہوگا۔

(41-2-2-2-2-2)

فرمے: یا جو شخص یہ سمجھے کہ میں بخیر و برکت ہوں وہ بخیر بھی نہیں رہا اس راستہ میں انسان اپنی خودی اور دنیٰ مٹا کر: ہے تب کام ملے گا۔

حضرت عظیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک بزرگ حضرت مولانا مفتی حسین دیکھو دیکھو صاحب بھی موجود تھے اور یہ وقت بھی حضرت مولانا مفتی حسین رحمہ اللہ نے عرض کی کہ حضرت! جو شخص "انفاق" دہ ادب" میں آئے اور یوں سمجھے کہ میں کچھ جو بھی ہوں وہ کچھ نہیں ہو۔ آپ قدم، سرمہ کچھ لکھ، ہے جسے سر پہ دوک اولیٰ کیا اور فرمایا "بار" اور میں۔

فرمایا: اللہ اللہ کرنے سے سزا دہاستی اور "میں" مسٹ جاتی ہے کہ بعض اللہ والے مسجد میں آکھیں نہیں آ سکتے۔ ان کو اپنے میہب کی وجہ سے احتیاط خوف خدا و موت ہے کہ کہاں میں تہذیب اور کہاں یہ مسجد مشاعی در بدر۔ بعد اُنکی آدمی کے ساتھ ملے چنے آتے ہیں کہ انہی صورت خطا اعمال کی وجہ سے آسمان سے پتھر نہ ہرے لگ جائیں۔

تھی جبکہ اپنے ستم خانوں کی خبر رہے دیکھتے اور، لوں کے عیب و سہر

پڑن اپنے خیوں پہ جب سے نظر تو لگا، میں کوئی پرانہ رہا۔

فرمایا یہ بھی تھا کہ میں نے تجھے انسان قرار دیا، تیرا اندھا بوجھ اٹھتا نہیں
 بناؤ، اندھا بوجھ ہماری پہنچ، ہمارا ہی وسیعہ و مدار ہے تو کوئی اس کا کیا کر سکتا، شعور و مسلمات
 ہمارے اور انہوں کے پہنچنے کا حتیٰ کیا، کافر و پیروں، مشرک، یہ جتنی نہیں دیکھا، ان اور وہ
 وسیعہ نہیں دیکھا۔

ایک بزرگ ایک کھلی میں سے گھرنے لگے، قریب ہی ایک ٹکا آکر۔ بزرگ
 نے ایک حرف بہت نرمت کر گھڑنا چاہا۔ کچھ نے ہڑبٹ جواب دیا کہ کیا تو نے خدا تعالیٰ کو
 رشوت دی تھی کہ تجھے انسان بنا دیا، اور میں نے رشوت میں کمی کی تھی کہ مجھے تھکا دینا۔
 یہ بڑا صدمہ، شبہ ایک سالہ وا۔ یہ عارف ہر اسے تہمت نہ دے۔

(ایضاً ۸۸)

فرمایا حضرت محمد بن ابراہیم، خدا تعالیٰ اپنے آپ کو دے۔ دے دے اور اپنے آپ کو
 جہان کی میں سمجھائے۔ فرماتے: کیا کس و شخصی، شخصی، شخصی اس معروف جہانی، انعام میں یہ
 کسچہ جانے کا۔

(۸۹)

فرمایا: حضرت محمد بن ابراہیم، خدا تعالیٰ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں میں نے شکایت کی کہ
 اللہ تعالیٰ مجھے اپنے کو نام لے لگا یاں دیتا ہے۔ فرمایا: ”بھائی! اللہ تعالیٰ میں بہت چیز
 انہی اور انہوں کو دے گا۔“ (ایضاً ۹۰)

فرمایا: حضرت محمد بن ابراہیم، خدا تعالیٰ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں میں نے شکایت کی کہ
 اللہ تعالیٰ مجھے اپنے کو نام لے لگا یاں دیتا ہے۔ فرمایا: ”بھائی! اللہ تعالیٰ میں بہت چیز
 انہی اور انہوں کو دے گا۔“ (ایضاً ۹۱)

فرمایا: حضرت محمد بن ابراہیم، خدا تعالیٰ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں میں نے شکایت کی کہ
 اللہ تعالیٰ مجھے اپنے کو نام لے لگا یاں دیتا ہے۔ فرمایا: ”بھائی! اللہ تعالیٰ میں بہت چیز
 انہی اور انہوں کو دے گا۔“ (ایضاً ۹۲)

واقعات

(۱) ”جہاں“ میں ”ہو وہاں اللہ تعالیٰ کیسے؟“

ایک قبلہ گاہ سے تھیں نور اللہ مرقدہ، جہاں خانہ کے کچن میں بیٹھے تھے، ایک نو اہلک مہمان آکر بیٹھا کیا۔ پتوہ میں معروض کے بعد عرض کی کہ حضرت قیام کا حوالہ دے رہے ہیں؟ جی آپ ٹھوٹ ہیں یہ سب میں کیا مقام ہے؟ فرمایا بھائی، اللہ دار الکیاوت نہیں ہے۔ سنا۔ اور یہ فرمایا کہ کیسے جانتے کہ میں قافل ہوں، انہی کے دل میں پھر لوٹا ہے کہ میں قافل ”میں قافل“ کہتا ہے اس کے دل میں تو ابھی تک ”میں“ ہے اور قافل ہے۔ جہاں ”میں“ ہو وہاں اللہ تعالیٰ کیسے؟ اور خانہ دہلی خواجہ (ملفوظات صیبات ص ۹۶)

(۲) ”کمال انکساری“۔

ایک موقع پر نور شریف سے واپس آتے ہوئے شیر شاہ اشٹین پر گزرتے ہوئے نظر تھے۔ عمر کی نماز کا وقت آیا ایک مسجد میں گئے، ایک اور آدمی بھی نماز میں شریک ہوا، ان کے بعد اس مجلس نے بندہ (موا) کا تمام مصطفیٰ عذاب مزاج کتاب خدا سے پڑھ کر کیا تو ان کا بیٹا ہے ”میں“ کے عرض کی کہ نہیں، میں تو ان کا دوسرا ہوں۔ قبلہ حضرت جی منسلکی پر بیٹے تھے۔ وہ پڑھ رہے تھے ”میں“ بھائی، یہ میرا دل نہیں ہے۔“ (ایضاً ص ۹۸)

(۳) ”میں تو بہت گنہگار ہوں کسی سے میری غلطی تعریف سن کر بھول رہے ہو“۔

ذیبت ہونے سے لئے ٹوک۔ درخواست کرتے تو جہاں فرماتے کہ تمہیں انکی غیب آدمی کی ذیبت ہو جاتے تو اچھا تھا، میں تو بہت گنہگار ہوں، کسی سے میری غلطی تعریف سن کر بھول رہے ہو، کھاسہ رہا فرماتے اچھی سیواں تیری مرضی، پھر ذیبت فرماتے۔

(ص ۹۸)

(۴) ”جہاں گندگی ہوتی ہے مکھی آ کر رہتی ہے“۔

قبلہ حضرت بی نور اللہ مرقدہ، آخری ایام خلافت میں چاہ پانی پر آرام فرما رہے تھے۔

کچھ مہمان بھی سوشل خدمت تھے۔ حضرت مولانا سید ہادی حسین شرہ صاحب ساجوادی چوٹی پر بیٹھے ہوئے آپ قدس سرہ کے اصحاب پر کئی فریادیں اور سب سے بھی دیکھنے والے کے لیے کچھ اہل رہے تھے۔ کبھی کہہ دیتے ہیں کہ جہاں سے ایک دفعہ ہٹا دیں رہا، وہیں آکر بیٹھتی ہے، کبھی کے بار بار اصرار اور حضرت شرہ صاحب کے بدلنے پر آپ نے لہو لیا کہ یہاں ہے کبھی ہے؟ حضرت شرہ صاحب نے عرض کی جی مشورہ کبھی ہے۔ لہو کو کہاں جہاں لگائی ہوئی ہے کبھی آویں کرتی ہے۔“ (۴-۵۸)

(۵) ”بھائی! مجھ میں کوئی ایسا نقص ہو گا وہ کرو پہلے میری اصطلاح تو ہو جائے۔“

شرہ ”شوہر جہاں“ شمع مظہرؒ آپ بغرض بیخ حشر یف ملے گئے۔ محمد صادق قصاب جو کہ بزازمی کر رہا تھا۔ قبلہ حضرت جی قدس سرہ سے رشتہ تھا، اسی رشتہ میں آمدورفت کے وہ جو انما شک پر ہوتے تھے یا بہت کم پڑتے تھے، اسے کہہ دیا کہ وہ مصطفیٰ نے قبلہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت! یہ راہ میری بھائی شہ صاحبہ کی طرف سے بہت ہے۔ خدمت میں آتا جا رہی ہے، وہ تو اس نے راہ میں رکھی ہے۔ وہ وہ لڑا پڑتا ہے۔

قبلہ حضرت جی قدس سرہ نے عرض کی کہ طرف دیکھ کر خیر اس میں خیر فرما:

”بھائی! مجھ میں کوئی ایسا نقص ہو گا وہ کرو پہلے میری اصطلاح تو ہو جائے۔“ (۵-۵۸)

(۶) ”اپنی تعریف اور کسی کی تنقید میں سن کر رقت طاری ہو جانا۔“

حضرت مہمان نہ نہ میں چند مریضوں میں تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا جاوید حسین شرہ صاحب کمرے پر چھانڈ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد فرمایا میں کرو۔ بیٹھ جائو لیکن جہاں کمری حضرت شرہ صاحب مسلسل معارف خدمت رہے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ پھر نہ تو ہے؟ حضرت شرہ صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کی کہ حضرت! میں تو اس دوکانہ میں ہوں، پس یہ نکلا ہے؟ قبلہ حضرت صاحب نور اللہ مرشدہ زار و قیہ زار نے رکھے، کیونکہ حضرت کی عادت

مہارک بھی کہ اپنی قرینہ اور کسی کو کشمکش سے گلے نہ من سکتے تھے، ملتے ہی رقت خاری ہو جاتی تھی۔ (۷ ص ۹۹)

(۷) ”میں تو نہ کامیوں مگر حضرت حق تعالیٰ قدس سرہ کے قوانین ناقابلِ رد و شست ہے“

ایک مرتبہ مولانا محمد لقمان صاحب علی پورنی رحمہ اللہ نے عرض کی کہ حضرت

قدس سرہ آپ کو برا بھلا کہتا ہے اور حضرت حق تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایسے ایسے الفاظ سے

وہ لڑتے ہیں۔ ماری نکلیں من کرنا دیا ”یہی فی حق کا، ہوں میرے بارے میں تو جس نے

جو کچھ کہہ ٹھیک کہہ، ہوتے غیر راست حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توحین

ناقابلِ رد و شست ہے“ لہذا حضرت حق قدس سرہ نے ”حضرت صاحبِ راست نور اللہ مرحومہ کے

واقعات“ آگلا بندہ نے انور کی روئے رہے اور باقی مجمع بھی روٹا رہا۔ (۷ ص ۹۹)

(۸) ”دور و بخت میرے اختتام پر طلبہ سے معافی مانگنے کا اہتمام“۔

ہر سال ”اورا علی تعزیت“ میں حضرت قدس سرہ رحمۃ اللہ اور تفسیر قرآن مجید کے آخر

میں طلبہ سے دو ماہ کی خدمت میں وقایع کی معافی ایسے منظم انداز اور عاجزانہ انداز میں مانگتے

تھے کہ بے درگزی اور شریعتی و حدیثی نکل جاتی تھیں۔

حضرت قدس سرہ خود بہت تشریف فرما تھے، جب تک چاہے ضرورت سے ”موقوف

ہے“ نہ کہتے تو آپ ہاتھ باندھ کر دیتے رہتے۔ (انور بہادری ص ۳۳)

(۹) ”بے نفسی و قناعت کے عجیب واقعات“۔

آپ کے تمام درس و تدریس، ستر ہجڑ عمر صاحب آپ کے متصل تدریس میں تحریر

فرماتے ہیں:

حضرت اللہ کے بھائی تھے سرہ و عزیز کی قناعت و بے نفسی کے حلق میرا ذاتی مشاہدہ ہے

کہ کبھی ”آپ نے ایک کلمہ بھی یہ نہیں فرمایا جس میں اپنی تعریف کی جاتی ہو، جب جاؤ کہ

نیساں سر نہ لگاؤ تھا۔

آپ کی خدمت میں ہر سال دور و بخت میں بیٹھکر اس خطا پر مشافہات مبارک

میں رو رہا تھیں یہ سننے لگے لیکن وہاں بھی کس قسمی اجازتی اور تسلیاتی کا اس طور پر نصب و فرما سے جس سے علماء و مہجوروں کو جاتے۔ ایک دفعہ درس قرآن کے بعد سب علماء کے سامنے فرمایا: ”بھائی! میری کم عقلی اتنی بڑھتی جا رہی ہے کہ ایک دن شیخ احمدی روضہ بندہ کی ”تاریخ“ کے ایک شعر کا معنی بھی نہیں آتا تھا۔“

ابو ابی مسجد میں جمعہ کے خطبہ سے قبل مولوی غلامی مرحوم فاضل ابوالی مسجد نے آپ کا تعارف فرمایا: ”مخدوم العلماء شیخ خریقت اور شمس المعارفین“ کے القاب دیتے۔

آپ نے اندر سے سفوف سے بعد فرمایا: ”بھائی! میں تو ایک دیوانی بزرگ اور آپ کو قومی سب سے ہوں۔ یہ لمبی گفتاری اور پیچیدہ مری کا کمال نہیں، آپ لوگوں کی دعا حاصل کرنے اور تم خیب لوگوں کو بارگاہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“

مفسران الہدایہ کے جمعہ انوار میں خواجہ کاغذیہ کا جواب ایک دوسرے پر غولے پر دست ہے، مصالحت کے لئے جھک رہے تھے، آپ نے ہر غولے والے کو فرماتے: ”بھائی! میرے حسن خاتمی کی دعا کرنا، احسان تو پاتا ہے۔“

جمعہ کے اقدس میں کسی شخص نے یہ قولی صحت میں کیا، آپ نے جوابی جواب پر اپنے کو برکات سے ناری سمجھتے تھے، کوئی شخص عرض کرتا: حضرت! مجھے بیعت کریں، فرماتے: ”ایسا میری بیعت کے لائق میں ہوں۔“

ایک دفعہ آپ کے دانت میں سخت درد پڑ گیا، خاکلڑھ سے چند اصحاب بھی حاضر تھے، دھڑکتے سے سب کو تیار منہ دی سے فرمایا: ”میرے دانت میں درد ہے، کوئی چلو نکال دے، جو میرا شاید تم خیب لوگوں کی چھوٹ سے آرام آجائے۔“

ایک دفعہ نعل شریف شہید کریموں میں آپ کتب تفسیر کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ ایک طالب علم حضرت اقدس سے رہنے سے گذر رہا تھا، آپ نے طالب علم سے پوچھ کر کوئی جو باب عراقی ایک روٹی پر ہے؟ طالب علم نے اثبات میں جواب دیا، طالب علم کو فرمایا: ”اگر تم کو مجھے کھلاؤ،“ اور ایک روٹی (طالب باجرو کی) لے لیا، آپ سے کھاتے رہے، پھر تھیں

”میرے بھائی! تم تہہ بیدار تھے دو تہہ میرے پاس کیا کچھ شیئ کے پاس آئے جو وہاں پر رکے اور نہ لے ہیں ان کے پاس ہوا اور ان کو تھکا اور شیئ کے پاس لے پاؤ وغیرہ“

(بحوالہ پانامس ۳۰۰)

(۳) اپنے شاگرد اور مرید کے بارے میں فرمانا کہ ”میرے اوپر حق ہے کہ میں ان کے پاؤں دباؤں۔“

۱۰۱۱ھ میں جہر اللہ، صدیقی حضرت مولانا قاری سیو صدیقی رحمہ اللہ کی صاحب زادہ اللہ کے حالات شریعت بیان کرتے ہیں۔

چاندھریہ تھوڑے تھوڑے قید قید میں طرہ حرم اور حضرت کے محبت بکھنکھانے لگی۔ انکی صاحب (ممدوہ) حسین شرف باعلوم علم ان سید مرقی بہار (اکوین) سے کہ میں ”سب“ اظہار جو ”کافی“ ہر قسم کی مال و مضافات میں حضرت کے تشریف آئے۔ حضرت شیخ الحدیث (مولانا) نے ان صاحب رحمۃ اللہ سے کہتے، ”واقعات کے بعد حضرت رحمہ صاحب نے پاس دیا ہے۔“ مہر بھی ساتھ ہے۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب ان اوقات آرمہ فرما رہے تھے کہ صاحب (اکوین) حضرت کو پاس دیا ہے کہ تو حضرت کاظم صاحب نے قاری نور اللہ صاحب سے دریافت فرمایا۔

حافظ صدیقی صاحب کہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ پاس دیا ہے۔

پھر فرمایا ”پاس دیا ہے“ میرے اوپر حق ہے کہ میں ان کے پاؤں دباؤں۔“

پھر صاحب نے قاریہ اور حضرت آفتاب سے مجھے پوچھے کہ ”تو میرے پاس دیا ہے۔“

پھر حضرت ان فرمایا ”حضرت! یہاں سے“ (بحوالہ اہل ۳۰۰)

تو تہہ طلعت اسلام میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے واقعات

(۱) ”لوگ“ مومن میں اُٹھ گئے ہیں اور کاموں سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔“

سوانح سید انیسویں شاہ فیصل مرحوم تحریر فرماتے ہیں :

مخبر داگمار کا یہ کہ علم تھا کہ ایک مرتبہ قادیان کے معلوم مکان میں دو روئے بیٹ کے طلبہ نے ایک بزم ملائی تاکہ اس بزم کے تحت تلامذہ کے مقابلے کیے جائیں۔ طلبہ کے اجلاس میں سید نے اس بزم کا نام حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے نام پر "بزم محمود" رکھا اور اس بزم کی سرپرستی کے لیے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے کہا جائے گا کہ چونکہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تشریف آوری پر جب غلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا آپ نے طلبہ سے تشہیم کے متعلق امور دریافت فرمائے اور مدت مقرر ہو کر فرمایا کہ میں اس تشہیم یا بزم کی سرپرستی میں صورت میں قبول کرتا ہوں کہ اس میں سے نام منسوب نہ کرنا طلبہ نے کہا کہ حضرت بزم محمود سے مراد آپ کی ذات مراد نہیں لیکن بزم محمود یا تشہیم یا بزم سوانح محمود حسن ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تو نام رکھتے وقت تمہارے ذہن میں محمود سے مراد میری ذات تھی، اب ہذا میں اس رویہ کا رویہ کو پسند نہیں کرتا، اگر تم اس بزم کو نام "بزم سوانح" دے دو گے تو میں اس کی سرپرستی قبول کرتا ہوں ورنہ نہیں، چنانچہ طلبہ نے نام تبدیل کیا، آپ نے رضہ مندی کا اظہار کیا اور آپ نے فرمایا مقصود میں کام کرنا ہے، نام ظاہر کرنے سے زیادہ کامیاب آجاتا ہے۔

اسی بزم کے ایک اجلاس میں آپ کو تشریف آوری کی دعوت دی گئی، دعوت کے بعد نعت پڑھنے کے لیے طالب علم وزیر احمد رحمانی کا اعزاز کیا گیا۔ نعت کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تعجب سے فرمایا کہ "رحمانی" کا کیا مقصود ہے؟ یہ کہ کیا نئی جوتی ہے؟ اور سے؟ ہاں۔ نے کب بڑا کیا ہے؟ میرے شیخ حضرت شیخ بزم رحمہ اللہ ہمیشہ اپنے نام اور خطاب صرف اسے فرمایا کرتے "محمود" ہی کے لیے میں بھی اپنے شیخ کی حرکت اپنے خطاب محمود کرتا ہوں۔ میرے شیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ اپنے خطاب صرف "حسین احمد" کی کرتے تھے جتنے زیادہ القاب کی دم بڑھائیں گے اتنا ہی زیادہ کبر پیدا ہوتا ہے اور اپنے بزرگوں اور صوفاء سے نفرت ہونا چلا جاتا ہے۔ لوگ ناموں میں لگ جاتے ہیں اور

کاموں سے کہیں وہ چلے گئے ہیں۔ (میں مردان حق جلد ۱ ص ۴۲۸)
 (۲) ”افسر شاعی کا نثر۔“

مولا نا محمد شیدائی صاحب مرحوم اہل جہد و قلم طراز ہیں کہ مفتی صاحب نے ذرا
 اعلیٰ ہوتے ہوئے سب سے زیادہ جس بات کا خیال رکھتے تھے وہ یہ کہ ان کے ساتھ دورے
 میں جانے والے چھوٹے ملازمین ہوا کرتے تھے۔ میں نے ذرا نیور اور چھوٹے ملازمین اور
 پولیس کے ملازمین کے پاس بیٹھ کر ان کے ساتھ ان کے ہمراہ ایک علی دست خوان پر کھانا
 کھاتے دیکھا ہے۔ وہ خصوصیت سے اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ میرے ہمراہ آنے
 والے ملازمین کہیں آداب شاعی کے پتار میں بھونکے تو نہیں رہ رہے۔ میں اکثر دوروں میں
 حضرت مفتی صاحب و مراد کے ہمراہ ہوتا تھا وہ بعد کے تمام اعلیٰ افسر بھوستے بے تکلف
 ہوتے تھے ذرا بعض اوقات وہ مجھ سے نکل کر کہتے کہ آپ حضرت مفتی صاحب سے کہیں کہ
 چھوٹے افسروں کو ساتھ ہونے سے حکومت کا دیدار اور شان و شوکت برقرار نہیں رہتا۔ بہرہ
 تو ہم ان چھوٹے ملازمین کا طبع و انتظام کرنا پڑا کریں۔ میں نے حضرت مفتی صاحب سے
 عرض کیا تو فرمایا ”میرا بھی یہی مقصد ہے کہ ان افسروں میں انگریز نے جو تکبر اور غرور کا
 رنگ بھردیا ہے اسے مٹایا اور افسر شاعی کا خاتمہ کیا جائے۔“

ایک مرتبہ آپ کا ذرا نیور دور ان سفر آپ کو عوامی مشکلات و مسائل کی طرف توجہ
 دلائے لگا تو حضرت مفتی صاحب نہایت توجہ سے اس کی باتیں سنتے رہے اور ساتھ ساتھ
 فرماتے رہے کہ آپ کی رائے سچ ہے میں ان مسائل کے حل کے لیے اپنی کاہلیہ کے وزراء
 کے نام جانے جارہی کروں گا۔ آپ کے تکراری نے ذرا نیور کی اس حوصلہ افزائی کا بڑا امتیاز
 اور وزیر اعلیٰ (حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ) کی ہمہ موجودگی میں اس وقت اٹھا اور کہا کہ
 آنحضرت اس قسم کی باتیں حضرت مفتی صاحب سے مت کرنا کیونکہ یہ پروٹوکل کے خلاف
 ہے وہ ایسی پروٹوکل پر ذرا نیور غامض رہا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا ”بھائی کوئی اور
 تجویز ہے تو بتاؤ“ مگر ذرا نیور پچھو پچھو کر تیری کے خوف سے خاموش رہا، میری شہنشاہی کرنے

پر حضرت مفتی صاحب نے سیکرٹری کو اس قدر اٹکا کہ سخت شرمندہ ہوا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل اعتماد اور محبوب وہ شخص ہوگا جو براہ راست عوام کے مسائل میرے سامنے رکھے گا۔
(ایضاً ص ۳۵۶)

(۳) ”وزارت علیا سادگی“۔

مولانا فیض احمد صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان فرماتے ہیں کہ مولانا مفتی محمود صاحب جب سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو یہ جائزہ لینے کے لئے کہ مدرسہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث اور سرحد کے وزیر اعلیٰ کے درمیان کتنا فاصلہ اور بُعد پیدا ہوا ہے؟ وزارت اعلیٰ کی کرسی نے آپ کے رہن سہن بود و باش، معشیت و معاشرے میں تغیر کیا ہے یا نہیں؟ پیشگی اطلاع دیے بغیر ملتان سے پشاور روانہ ہوا اور پھر اپنی قیام گاہ پر انھیں جو درمیانہ درجے کا سرکاری مکان تھا واضح رہے کہ حضرت مفتی صاحب نے حکومت کی طرف سے چار ہزار روپے کرایہ بنگلے میں رہائش سے انکار کر دیا تھا) بیرونی دروازہ پر عوام کا ہجوم تھا، مردوں کی خاصی تعداد کے علاوہ برقعہ پوش عورتیں بھی بیٹھی تھیں، چند منٹ بعد حضرت مفتی صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری جو کہ نہایت خوش اخلاق، متشرع، سفید ریش اور نہایت نیک سیرت انسان تھے تشریف لائے۔ آتے ہی از خود سلام مسنون کہا پھر مردوں سے بعد مصافحہ درخواستیں وصول کیں، بعد ازاں مستورات سے درخواستیں وصول کیں اور کہا کہ حضرت مفتی صاحب کسی پروگرام میں تشریف لے گئے ہیں، بعد مغرب ملاقات ہوگی، درخواستوں پر مناسب کاروائی ہوگی۔ کچھ دیر بعد حضرت مفتی صاحب کے عزیز مولانا احمد صاحب مجھے مہمان خانہ میں لے گئے، جہاں حضرت مفتی صاحب کے چھوٹے بیچے اسی معمولی لباس میں کھیل رہے تھے جس طرح مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں کھیلا کرتے تھے، کچھ دیر بعد حضرت مفتی صاحب تشریف لائے، بعد مصافحہ، معانقہ خیریت حسب معمول دریافت کی، نماز مغرب کا وقت ہو گیا تھا، گھاس کے میدان میں ایک دری نکھی ہوئی تھی، اذان ہوئی اور حضرت مفتی صاحب نے امامت فرمائی، تمام حاضرین مجلس نے نماز باجماعت ادا کی، بعد ازاں دو گھنٹے اسی گھاس

نے فاضل پر بیڑہ اٹھاتے تھے جس کا سب نے بکھشت و زبر اعلیٰ شرم و خوارتوں کو چھپا دیا اور
 من سب ہار ہوئی کر کے عاجز رہا۔ اس دوران عوام غلام و رنہ است نذر دوز میاں کے اور ان
 انی طرح کیستے ہوئے تھے اس نے مدرسہ صبر اعظم ملتان میں طلبہ یا عوام آپ سے پاس
 دیجا کر تے تھے بعض وقت رنہ است نذر دوز کی لہجہ تند و تیز بھی ہو جاتا تھا جنہیں آپ نہایت
 تھیں۔ وہ آپ کی سے بات کرتے کرتے کچھ بھلائی سے اسی جگہ سے اٹھ کر اٹھ کر اٹھ کر اٹھ کر
 نے بعد میں وہاں سے اور یہاں سے تھے جس کا سب نے بھی ممبروں نے ساتھ ساتھ ان کو
 فرمایا کہ اس بات پر آپ کا یہاں سے ایک جگہ بھی تھا جس سے تھے جس کا سب نے ساتھ ساتھ
 نئے تھے جس سے ان کے کان پر یہ نہیں نے بند۔ میں ماسٹری اور ترقی دینی مقصد وہی ماسٹری
 سے متعلق تھا اس کا پتہ دینا تھا جس کا وہیں اور ان کے پاس سے تھے وہاں سے ان کو
 بھی تھے جس سے ان کے کان پر یہ نہیں نے بند۔ میں ماسٹری اور ترقی دینی مقصد وہی ماسٹری
 آپ کا اظہار کرنے کے سبب سے ان کی اور ان کے کان پر یہ نہیں نے بند۔ میں ماسٹری
 ہا ہوا ایک بھی نہیں تھے اس کا سب نے نہیں نے بند۔ میں ماسٹری اور ترقی دینی مقصد وہی ماسٹری
 تھا بلکہ اس کے پاس میں عوام تھے وہی طاعت میں ان کے قہر میں ان کے قہر میں ان کے قہر میں
 سے وزیر اعلیٰ نے نہ کر دیا ان کے سب سے ان کے قہر میں ان کے قہر میں ان کے قہر میں
 رہا تھے اس کا سب نے نہیں نے بند۔ میں ماسٹری اور ترقی دینی مقصد وہی ماسٹری

(۳) ان کی سزا دلی کے سامنے پوچھیں وہاں تھانہ بنا رہا۔

یہ ۱۹۱۶ء کا سال ہے جب مولانا مفتی محمود قوی اسٹیٹ نے اپنے ہاں دلوں میں
 نہایت عوام اسلام کے خلاف کے کاروبار بہت کم کر کے ہاتھ دھوئے۔

قوی آگلی کے اجلاس میں شرکت کی تو جس نے انہیں ملٹن سے پھر دلوں میں اسلام
 آپ کو کچھ کچھ ملٹن سے ان کی ان کے سب سے ان کے قہر میں ان کے قہر میں ان کے قہر میں
 نے فرار کی اور قوی تھے کہ وہ ان قوی اسٹیٹ کو اپنی گھرانی میں سوار کرانیں۔

جس کا سب نے نہیں نے بند۔ میں ماسٹری اور ترقی دینی مقصد وہی ماسٹری

پانچس والا موجود تھا۔ باغیوں کی سی سی سی فہمیتا، پانچس والا، اس وقت روئے لیتا اور کھڑے ہو کر یہ کہتا کہ قومی اسمبلی کے لیے یہ روزگار اس وقت کیجیے کہ آپ انہیں پانچس ہذا اسمبلی کے لیے کی جانب رجوع ہوتے۔

پھر پانچس والے نے کہا: ایک شخص سیاہ فام تھی۔ نہ سے چاروں اور ایک دو لاکھڑی نما سر پر پینڈا، میان قہ نور پوری، جس شخص کی تسمیہ کی تھی اور اگلے پانچوں والی شلو، پہنچے تھیں چار، اسلام مسجد، تسمیہ تھیں سیرت آدرا میں نے وہ پانچوں اور ہونے کی کوشش کی، سپاہی نے سمجھا کہ یہ دیہاتی قسم کے لوگ ہیں اور ان میں میں اس کو آپ میں سامر ہونا چاہتے ہیں بلکہ اس نے انہیں کہا کہ یہ دیہاتی قسم کے لوگ ہیں اور ان میں میں اس کو آپ میں سامر ہونے کے لیے ریز رو ہے، لہذا آپ انہیں درجہ ملائیں کیجئے۔ وہ ان مفتی محمود صاحب سے کہنے لگے، کہتے ہیں کہ ساتھیوں نے مولانا مفتی محمود کو سنان کی کہ انہیں مریت سے قریب میں پہنچا، پانچس سپاہی نے مفتی صاحب کو اندر نہ بٹھنے دیا، وہ اب بھی وہاں آئے ہیں جتنے سپاہی فوراً مستعد ہو چکا اور دست روٹ کر کہتا کہ آپ خرافاتوں پر یقین ہونگے اور میری جی بھی سرخس ہوئی، آپ کو اپنا سامان اٹھانے سے روک رہے ہیں کہ آپ اگلے شام نہ ہونے کی بجائے پہلے ہی کہیں اور ہٹ جاتے کہ کیجئے، یہ وہی مولانا مفتی محمود کی قوم اسبل کے لیے رہا ہو ہے۔

مولانا مفتی محمود سپاہی کی اس باغی اور مستعدی سے پیدا شدہ صورتحال سے متاثر ہوئے اور سرگرمیوں کو بھی انہوں نے کچھ دیا کہ انہیں سپاہی کو ان کے متعلق نہ بتایا جائے، اس طرح وہ اور ان کے ساتھیوں کی دل میں جیتے رہے، ان کی چلنے میں اب تھوڑی اور روٹی تو غری بار، ان مفتی محمود آگے چلے، سپاہی نے جھوٹا دست روٹ کر اور چھ کر ہوا، مولانا صاحب انہیں میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رکھے ہو، جان نہیں چھوڑ رہے، مفتی زاد کہہ کر یہ وہ مولانا مفتی محمود کے لیے خاموش کیا گیا ہے، اس میں روٹی نہیں چھوڑ سکتا، آپ اور پیچھے ہٹ جائیں، مفتی صاحب آگے آگے ہو گئے، اب مفتی صاحب نے فرمایا

”مفتی محمود میرے دوست ہیں ہاں کریمیت پرانی کے لیے تو ہے، میں ہی تو مفتی محمود ہوں۔“ صاحب پرانی کے ہوش اڑ گئے، ایک طرف خوب ہو کر کھڑے ہو کر یہ مفتی صاحب نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور اندر داخل ہو گئے۔ (ص ۳۴۰)

(۵) ”انہوں نے اپنے آپ کو بھی پڑا نہ سمجھا۔“

علامہ یحییٰ سب قریبی تھے ہیں کہ ایک روز میں سرحد کے بزرگ نامہ دین مفتی عبدالقیوم کے بھائی محمد قاسم خان میں بیٹھ ہو کر گفتگو ہوئی تا مفتی محمود صاحب شریف نے ان کے ہاتھ میں ایک سفری بیگ تھا، میں نے انکو رائی کا استقبال کیا، ان کا بیگ اپنے ہاتھ میں لیا، اور ان سے مواظفہ کیا، لیکن مفتی عبدالقیوم صاحب نے ایسے ٹیپو اچانا تھا میرے فٹے کے لیے بڑھا دیا، ان کی سر دھیری کا شکوہ میرے دل میں آیا لیکن زبان پر نہ لارے کہ یہ موقع نہ تھا۔

”مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے چلے جانے کے بعد میں مفتی عبدالقیوم صاحب کے سامنے اچانک خود پرانی کے آئے تو مفتی صاحب نے فرمایا:

”مفتی محمود سیاست میں ہمارے بڑے ہیں لیکن علم میں نہیں، میں بڑھاپا والی ہوں میرے لیے کسی کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا ضروری نہیں، کسی اور موقع پر مفتی محمود سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنی قلبی وارادت اور مفتی عبدالقیوم سے کلام عرض کیا تو فرمایا: مجھے!

”مفتی صاحب کے تمام فتوے معذرت ہیں لیکن یہ فتویٰ سب سے زیادہ درد مند ہے وہ ہمارے بزرگ ہیں، ان کا احترام ہم سب سے بڑے واجب ہے نہ کہ ہم، احترام ان کے ہے۔“ (ص ۳۴۸)

(۶) دو روز ارست میں گھر میں چھٹی ختم ہو گئی:-

حضرت ذری رحمہ اللہ علم کا پہاڑ اور سوانہ مفتی محمود بھی علم کا کوہ گراں اور ان دونوں کے درمیان دوستی اور ان کے ساتھ تیسرے پڑاؤر یونیورسٹی، شعرہ عربی کے حاجیر میں سوانہ محمد اشرف یونس دوستی، بے تعلقی کی نمونہ بنی ہوئی تھی۔

”اتفاق جس کو آپ سے انا جتنی محمود صاحب کے دور اوقات میں مولانا محمد یوسف
 بخاری رحمہ اللہ شہداء گئے تھے انہیں ملی، اور جو ان کے زمانے میں میں علم تعلیم
 کیا۔ حضرت بخاری جتنی صاحب نے ذوقِ مہمان تھا اس لیے میں نے اپنے کام کا اتفاق بھی اپنی
 طرف سے کیا تھا، ایک روز اپنے اپنے ٹیبلے تو پتہ پٹاک۔ پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے
 بتائی ہے، بخاری صاحب نے اتفاقاً صاحب نے رہبرِ راہنما اور مولانا محمد اشرف کے ہمراہ
 قہرِ مایہ دوسری طرف سے مولانا محمد اشرف کو لے کر آیا، مفتی محمد نے ان سے کہا آئیے چائے
 پیا۔ صاحب نے جیسے حضرت بخاری بیٹھے ہیں ابھی آجائے (مذاکرہ فرمایا) ہاں! آخر تھوڑی سی
 بیٹھی ساتھ لیٹے آئے گا۔

چائے و چائے کے بعد سب نے دعوتِ تہجد میں جاتی تھی، لیکن بخاری صاحب نے
 کا مصائب نے کچھ پائے چاہیے، اب مفتی صاحب نے کہا کہ گھر میں جینی خیر بخاری ہے۔ بخاری
 کی بات سے انہیں قرارت کا احساس ہوا، بعد ازاں بخاری نے اور جنوں حضرات سے مل بیٹھ کر
 ہائے توجہ کی۔ (ص ۴۹۸)
 (۷) تکلف سے بری رہے حسن ذاتی۔

مولانا مفتی محمود وزیر اعلیٰ بنے تو انہوں نے زندگی کا انداز وہی رہا جو وزارت
 سے پہلے تھا، وہی سادہ و کھانا دہی نہاس اور وہی رہن آجمن، جب وہ پشاور میں وزیر اعلیٰ بن کر
 آئے تو ان کے لئے مناسب اور موزوں رہائش کی تلاش شروع ہوئی، ایک کونٹری گھر چھوڑ
 اور عشاہ بھی مگر فرنیچر بہت پرانا تھا، چیف سکریٹری نے وزیر اعلیٰ کے لئے یہاں سے پرانا
 فرنیچر انھوں کو منظر فرنیچر سے اس عمارت کو آراستہ کرنا چاہا، اس نے مفتی صاحب نے مفتی
 صاحب سے بات کی تو مفتی صاحب نے دھیان نہ دیا، اس نے تھیں سرحد بات اٹھائی تو
 مفتی صاحب نے فرمایا فرمایا: ”اللہ کے دے!“ اس کے پتھر میں پڑ گئے، یہی فرنیچر
 تھیک بتائے کے بدنے کی سہرور تھیں، میرے اپنے گھر میں کوئی نو، پورا سو فیصد بھی نہیں
 ہے۔“ چیف سکریٹری حیرت سے ان کا منہ دیکھنے لگا کہ میرے والد وزیر اعلیٰ دفتر کی آرائش

شرعی کر دیا جاتے۔ جیسے تو سب، مفتی محمود صاحب نے دعویٰ کیا اور پچھ جب یہ شے جوئے کے لیے مدینہ منورہ میں بوائے جا رہے تھے تو غور و فکر کیا کہ اس خواب کو دست کھولا جس سے خود ستانی کا پسماندہ ہو گا۔ (ص ۵۰۳)

(۱۱) ”حکومت سعودی کے مہمان“۔

یہ سب اس وقت اور امامیہ جامعہ اسلامیہ ہون کراری کے رہیں کہ امام عبدالرزاق عند صاحب دوست زادہ ختم لکھتے ہیں

میں نے تو شیخ کا یہ سب کچھ کہ جب وہ مرحلہ کے وزیر اعلیٰ تھے حج کے لیے شرفیاب کے لیے اور وہاں سعودی گورنمنٹ کے مہمان تھے تو سبھی میں وہاں پر حکومت نے مہمان خانے میں ان کا قیام کیا۔ حضرت مولانا محمد رفیع مدنی بھی اس میں وہاں موجود تھے اور ایک مکان میں انہوں نے ایک ٹھکانہ بنائی ہوئی تھی تو انہوں نے مجھے خبر دیو کہ یہ گھر مہمان خانے میں حضرت مفتی صاحب سے ملان اور ان سے یہ کہوں کہ میں نے اپنے آقا چاہتا ہوں میں جلا کر اور ان سے ملاقات ہونی فرما دوں گا انہیں آئیں میں خود جانے گا آپ طرف تو میری چیز اور بعد میں مقام پر بھی نہ رہا جس میں علم ہو جاتا ہے امام پیغمبرؐ۔ والفصل فی السیاسة دیوانہ صاحب انہوں نے ان کے حضرت عمرؓ کو قتل کیا اور ان کا مسمیٰ مقام یہ ہے فرمایا میں میں جاؤں گا وہاں آئیں گے۔ اور مجھے پتا کہ آپ قتل ہو گئے ہیں۔

خیر میں بیٹھ رہا تھا۔ یہ فرمایا چھو چلتے ہیں نہ ان کے ساتھ کوئی پوسٹ والا ہے نہ کوئی گارڈ تھا۔ چنانچہ ایک نام کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے مہاجر کی خدمت میں خود پہنچ گئے۔ وہاں کھڑے ہوئے ہیں اور وہ خون بچھا ہے۔ طرح طرح سے بھل اور وہ بھی بچ رہا ہے۔ ہیں حضرت مفتی صاحب اس کو فرماتے تھے ہماری سہایلی نے یہ واقعہ سنا ہے اب تو یہ مولوی صاحب زکریا اعجاز صاحبہ مراد ہیں ہمیں بے پاس آنے کے لیے آتے ہیں۔ اس وقت کوئلہ بھٹی کی بیواں دیکھو اللہ کی توفیق میں موجود ہیں ہر شے تو یہ لوگ ہیں پھر انکی آنکھوں پر کچھ ملا۔ کئی کشتا ہوئی ہے پھر کھائی دیر کے بعد حضرت مفتی صاحب لوگوں سے

تشریف لے گئے۔ (مولانا کا مدلت حضرت مولانا مفتی محمود مراد ص ۱۳۴)

حضرت مولانا غلام غوث بزارى رحمہ اللہ کی تواضع و سر دگی

حضرت مولانا عمر واصل خانؒ آپ کے شاگرد ہیں تحریر فرماتے ہیں :

آپؒ ساہو زندگی بسر کرنے کے غور تھے اور انجائی دین سے قناعت پسند انسان تھے۔ عقیدت مند ان کی خوانش کے باوجود بڑی بڑی کتابوں پر، دنیا پر نہیں فرماتے تھے اور یہ کھلف و جوتوں سے نفرت تھی، بلکہ آپؒ کو سادہ، خزانہ و دمر غوب تھی۔ حتیٰ کہ آپؒ اپنے پیڑے بھی خود دھو لیتے تھے۔ شر میں اپنا سامان ایک کپڑے سے لٹکھڑی میں باندھ لیا کرتے مانتھو رکھتے تھے۔ کسی شخص دوست کے ایک موقع پر جاتے مولانا صاحب آپؒ تو، پہلی نے نہ نہیں ہیں دینہ آپؒ پہلی پہلی کھڑی اپنے ساتھ نہ رکھا کریں۔ کیونکہ یہ آپؒ کے نمایان شرائط نہیں ہے مولانا صاحب نے فوراً سٹراٹے ہوئے برہت فرمایا تو کیا کچھ میں شمول اور آدمی کے ساتھ بھی نہ جایا کریں، یعنی موجودہ دور کے مطابق بیٹ۔ پٹنہ پن کر رہے۔ دوست اس خط کو پڑھنے کے بعد اچھا لب ہو گئے۔

ایک لکھنؤی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سجدی نے زمانہ میں علی گڑھ جامعہ مسجد شیر نوالدردہ لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو راستے میں ایک خور پر چادر اوڑھے ہوئے ایک سفیر پوش بزرگ کو نشہ کرتے دیکھا۔ جب ذرا غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو مولانا غوث بزارى ہیں بعد میں خورہ اٹنے سے پوچھا کہ یہ بابائی کون ہیں تو جواب میں کہہ کر نام تو معصوم نہیں الہیہ یہ کبھی کبھار میرے خور پر آتا ہے اور الی روٹی سے تاشہ کرتا ہے۔ مولانا موصوف نے جس طرح قناعت اور سادگی سے زندگی بسر کی وہ فقیرانہ فاضل تھیں ہیں۔ اس کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعہ سے بھی معصوم ہو سکتا ہے کہ ہسٹریک پر آپؒ نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد صاحب (لاہور دیوبند) کو وصیت فرمائی کہ میں نے فلاں شخص کے چھ لکھ روپے قرض دیئے ہیں، اس کو ضرور ادا کریں۔

ایک دفعہ کراچی ہے کہ حضرت مولانا غلام غوث بزارى اور حضرت مفتی محمد صاحب رحمہ اللہ

اور یہ چہ راہی تشریف سے کہتے ہیں کہ ہم نے فراغت کے بعد حسبِ اہولہ کے لیے وہابی ہوئے مگر امام احمد چارہفت صاحبِ ہونہ کی نے بعض بن دلوں حضرت کے آرا میں لکھ رکھے ہیں کہ وہابیوں (اہل حق) کے دو ٹکٹے ہیں۔ ایک تو ہم میں تھا کہ وہابیہ احمد کی تو معلوم نہ ہو اگر یہ اب ان کا جس کے نو پر ہیں دانشِ بزرگ اور غور اور آرا و اصول و بیوت پر کتبِ کتب فرما کر ان کے لیے چاہئے کہ ان کو دیکھیں کہ آپ نے فرمایا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے تو ساری زندگی کفایتِ شعاری سے کام لیتے رہے تو ان کا کون میں ان کے رہتے رہتے اور آئی آپ نے دور کے سینے سے ان کا دست لے لیا ہے۔ اس طرح ہماری دیرینہ باتوں کو بول کر اب ان کے لیے کہہ دیں کہ ان کے لیے کوئی ایسا موقع آئے تو تم کو ان کے لئے اور پیسہ رقم جمعیت ملے گا اور ان کے لئے بھی یہ دیکھ لیں۔ یہ بھی اس مردِ قلندر کی کفایتِ شعاری اور پختگی۔

حضرت مولانا محمد شریف صاحبِ احمد صریحاً مددِ اللہ کی عاجزی و انکساری۔
مولانا محمد زبیر صاحب مدین باہنامہ "المنیر" تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے حضرت مولانا محمد شریف صاحبِ احمد کی طرف سے کئی دفعہ خط لکھے مگر جواب نہ ملا۔ ان کی باتیں سن کر میں اللہ مرحوم کی نصرت کرتے رہا۔ ان کی انسانی حسرت میں پیدا ہوا۔ اللہ ماجد نے ان کی ناممکن غائبِ عالمِ ظہیر کی نفع خیر انگور اور انگور الکلی کو برفِ زمیں کی زبان سے نکلنے دیا۔ یہ ان کا چہرہ ہے قبول ہوئے نہ ہو۔ ان کا محمد شریف مرحوم کی پوری خدمتوں میں مخلصانہ کاموں کی پوری توجہ و تامل کی آپ پر مجھ سے تھی۔ خراسانی اور سورہ نماز میں ملحق ہوا۔ ان کی خدمت میں کوئی بات نہ تھی کہ وہ اس بات کو سمجھتے یا خوفِ اللہ سے ایمان فرما دیتے۔ اپنے کانوں اور ہر حال میں سے ان کی دماغ اور مولاہ سے بھی یہ بات نہ آئے اور سوئے کہ ان کی پوری پوری توجہ و تامل کی پوری توجہ ان کی طبیعت کا یہ بنی حکم تھا کہ ان کے لیے اللہ ماجد نے ان کے لیے اس کے لیے ان کے دوستوں سے خواہ وہ میرے اور میرے آپ سے چھوٹے بنی رہیں ان کی اجنبی محبت و عقیدت اور تعلیم کا یہ اہم فرماتے۔"

ایک دفعہ عالم نے سرحدوستان کے معروف حکیم دارصالح بزرگ سید کبیراوغری شرد صاحب سے کچھ تشریف لے لئے تو بوقتِ خاموشی کام نہ تھا۔ جب ملاقات کے بعد واپس تشریف لائے تو راستہ میں کچھ سے فرمایا کہ

”اے حکیم صاحب! میں نے صرف دس لئے کیا تھا کہ حدیثِ شریف میں آتا ہے کہ اللہ صاحب نے اہباب و روضتوں سے حسن سوئے بھی دے دیئے تھے۔ حق کا قصہ ہے، حکیم صاحب! حضرت ابوجہلؓ نے غدا علیہ کے غنے و اموال میں سے لے لئے تھے۔“
 چنانچہ اُس سفر میں آپ نے کہ کمرہ میں وقتِ پانی آتا ہے وہ لے لیتے تھے۔ حکیم صاحب نے ورنہ وہ دس میں آپ سے لے آئے مگر غریب ہونے سے پہلے آپ حکیم صاحب سے الوداعی صلہ و ملاقات کے لیے کچھ تشریف لے گئے۔ الہیوں نے جنتِ آمیز راست سے عرض کیا کہ

”حضرت! میں تو عاصی دے آیا تھا۔“

آپ نے کمالِ تواضع سے فرمایا:

”وہ ابلی خفقت تھی یہ میرا قرض ہے۔“ (پیش ماہِ جنوری ۱۹۷۹ء)

حضرت مولانا مفتی محمد الہ دین صاحب رحمہ اللہ کی حقانیت۔

حضرت مولانا مفتی محمد الہ دین صاحب رحمہ اللہ آپ سے تکریم و تکریم فرماتے ہیں

حضرت مولانا مفتی محمد الہ دین صاحب رحمہ اللہ علیہ سرفراز و بکھرے دلہن کے ان بکھرے دلہنوں میں سے تھے جن کے ذریعے وہاں غم و غم وین کے چمکے روشن ہیں۔ وہ حضرت امام صاحب قدس سرہ کے جانشین بھی تھے اور آپ کے بھائی بیٹ بھی۔ مولانا سے ملاقات کے بعد ان کے اصرار و اصرار میں حدیث کی تدریس اور فتویٰ کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ اور ان میں سے میں نے ان کے بڑے بڑے شاگردوں کو اپنے گوشے سے میرا آپ کیا۔ آپ کے ساتھ رہا جس میں وقت و لمحہ کے ساتھ اللہ کے سمجھے جاتے ہیں انہیں تواضع اور حقانیت کا نام یہ تھا کہ اپنے چھوٹوں کو بھی اپنے سے افضل و برتر سمجھتے تھے اور اندازِ ادا میں خود کو دیکھ لگا

تین دنوں کے لئے

”میں فایده نہ خواہست کر سکتا تھا۔ میں خدا کے لئے اس روز نہ رہتا۔“

میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا ارشاد میرے لئے غم کی دھند سے بڑھتا ہے مگر ارشاد فرمایا میں اہل بیت و سکون کے اذکار فرماتے گئے آئیے اجلاس میں مجھے دارالمعلمہ دیوبند کی طرف رجوع و مناسبات ملی سے اس وقت سے مجھے یہ فطرت کی (یعنی اختر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب قدس سرہ) کی یاد میں آتا چل پڑا آیت انصراب کی کیفیت ظاہر ہے۔ بعد ازاں میرے پاس اخبار کے واسطے آئے اس سے انصراب شروع کیا جو حالات اپنے وقت مبارک سے میری دستبرد باندی فرماتے تو سکون ہوتا۔

یہ کہ میری رائے کے بعد اگر میں وہاں ارشاد فرمائی جاتے میں لرز رہتا ہوں اور انصاف یہ کہ اگر تم مجھے اس نظر اب سے نہات اور آواز دیتے ہو تو کہنا کہ ہے یہ وہ سہا پہلے کا تجربہ ہے کہ یہ سہا پہلے کا تجربہ ہے اس لئے کہ اس وقت میں اپنے دل کو کسی ایک کون کا کہانیت نہ دے سکتے تھے اس لئے کہ یہ میری دستبرد باندی فرماتے تھے۔

اس وقت اختر صاحب کی پیش میں پڑ گیا۔ اختر صاحب نے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ جلا جاتا رہا وہاں کے درجے میں ہیں میں یہ جہانوت جیسے لوگوں کے نظر سے انصاف صاحب کی حالت اور ان کا اصرار دیکھ کر چار و پنج چار دن کے صحت قابل ہی جب ان میں سکون نہیں۔ (انقلابی رشتہ کا بیان ص ۱۵۴-۱۵۶)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے واقعات

(۱) حضرت شیخ الحدیث اپنے ملفوظات و مقبولات کے آئینہ میں :

آپ کے خیر بھائی شہید اسلام مولانا محمد یوسف مدظلہ العالی کے خیر فرماتے

تھیں

ان حضرات نے حقیقت گیری میں مولانا ادرحق تعالیٰ شہادت کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے انہیں (تمام اپنے کمالات کے باوصفہ بالہ و موجود حق و حق کہہ آتا ہے۔ یہی عہدیت و کائنات

کا وہی ہے جسے جیسا کہ خود کا یہ ارشاد فرماتے ہیں

وَجِئُوا لَكُمْ ذَاتُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

(تیرا وہی ہی ایک ایسا خدا ہے جس کے برابر اور کوئی نہ ہو)

میں اور.....

حکایت فتح اور اللہ مرتبہ فرماتے تھے:

"اللہ رب عالم شمس و زہر و قمر ہے جسے آسمانوں میں اللہ تعالیٰ وضع فرمایا ہے۔
انہی میں سے جو کچھ ہے ان میں وہ ہیں کہتے ہیں کہ مجھے نہ کوئی راہ ہوگا۔"

حضرت شیخ بھی مہراج میں نے پر غرور اور انتہائی تواضع کے حامل تھے۔ ارشاد فرماتے تھے

"میں ہر وسیع وسیع ہی مرتبہ نعمات میں میں دیکھتا ہوں جو میری وجہ سے اور اس
کی دعا میں دیکھتا ہوں۔ انہی میں وہ ہیں جو کہ کچھ ہی نعمتیں اس کا کارہ کی زور دہوتی ہے جس
سے مجھ کو کچھ کام ہوں۔"

اپنے محبوب و شگفتہ کا انتقاد ہی تواضع کی اصل روح ہے۔ اور بعض میں حال کی زبان فراموش
ہو جاتی ہے۔ اس سے شک ہو جاتی ہے لیکن حضرت شیخ نور اللہ مرتبہ پند و دانش اور شہادت
و حکمت کی جامعیت رکھتے تھے۔ اس سے اپنی اپنی جگہ دونوں کا حق ادا فرماتے ہیں۔ ایک
مستحب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں

"تیسرے۔ میں اور میری قربت میں ہے وہ مجھے ہی معلوم ہے، میں تو جانتا ہوں کہ
جتنی برائیوں میں وہ میری وجہ سے آ رہی ہیں، لیکن ماکہ سے مانگے بغیر یہ وہ نہیں،
نقیہ دامن کا کام تو تمنا ہی ہے، اس کے کرم سے حیدر جیسے کہ جو معبود دوست لگائے ہیں
جس پر وہی ہو جائیں۔ اللہ کے احسانات اس کے حال پر راقعہ انجمنی میں اور اسے خود
و خاص میں حق کرنا ہے، جتنا کرم بڑھتا رہا ہے، ان فراموشیاں باقی جا رہی ہیں"

(مکتوبہ جامعہ سہ ماہی، صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنے حلقہ میں کی اصلاح کے لیے ان کو کوتاہیوں پر تکیہ بھی فرماتے تھے تاہم ان حالت میں بھی یہ اتنے ظاہر نہ تھا کہ جس سبب سے زیادہ بوجھ بکاردوں۔ ایک نرانی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں

”میرا حال ناخوش معلوم ہے کہ اپنے کوسب سے زیادہ بوجھ کا سبب تھکتا ہوں۔ اس لیے دوسروں کی لغزش اور کوتاہیوں پر قصہ بہت کم کرتا ہوں۔ اہل بیت جہاں تک ممکن ہو ان سے متعلق ہوتا ہے وہاں تک ماحصلہ نہ کرنے پر مجبور ہوتا ہوں اور بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کی تھکتا ہوں۔“ [مکتبہ بنی ہاشم لاہور، مسند امیر صاحب۔ ترجمہ فارسی ص ۱۷۷]

خلیفہ قاضی کی وجہ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اپنے عقیدت مندوں کی جانب سے تشریف استعاش کا کوئی غلامنا گوارا نہیں تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے محبت و مدارج مولانا محمد عارف صاحب لاہور کی خدمت میں پر حضرت مولانا مفتی محمود حسن ٹنگوئی مدظلہ العالی نے ایک قصیدہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اوصاف اظہار کیے۔ ”وہ شیخ“ کے نام سے یہ قصیدہ جمع شائع کیا گیا تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مولانا صاحب زید پر مدح فرمائی، اس میں تحریر فرمایا:

”مفتی صاحب نے لکھتے میں جو نظمیں کہیں اور تو برحق لیکن تم نے اس میاں کار کے متعلق جو فرمائش کی وہ بالکل بے محسوس ہے۔ میرے پیارے اچھے ایمان پر مرنے والے پھر نہ ہوئے، زمان الحس لا تو من علیہ الفتنۃ، اگر ایمان پر نہ تہ تو جانتے تو تم سب کے حسن ظنی صحیح ہیں اور اگر خدا نہ کرے خدا نہ کرے کوئی دوسری صورت ہوئی تو تم ہی بتاؤ کہ میرے ملاوہ قہر کی بھی نفی رسوائی ہوئی، میں تو دوستوں کو بہت منع کرتا ہوں کہ میری زندگی میں میرے متعلق کو نہ لکھو۔“

ایک مرتبہ اپنے مختص خادم ذہاب صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی نے نام تحریر فرمایا:

”میرا بعض سادی دنیا میں پہنچ رہا ہے اس کو تم یا غیاث آباد کے محمد انی صاحب جانیں، میں تو یہ لکھتا ہوں کہ دنیا میں جہاں گندمی پھیل رہی ہے وہی میری وجہ سے ہے

حضرت شیخ ارمی سلسلہ میں حضرت بخاری کے نام ایک نثری رائے نامہ میں تحریر فرماتے ہیں

”مقدمہ تو شوق میں آئے ہی نہ مگر حضرت ابو نعیم دہلی تو یہ عرض کرتے ہوں کہ آپ حضرات کی تحریرات میں کتاب کے متعلق جو جو دوسرے نگاروں پر کہہ لوگوں نے، اسے ترقیب کا سبب ہو، لیکن اپنے متعلق اس میں ہر سلسلہ میں اس کو اولیٰ برائے پسند نامزدگی کا فور سے بڑی ندامت ہوئی ہے۔ کاش! میں اس قابل ہوتا اعلیٰ میاں سے میرا مستقل بعد اسی پر رہتا ہے۔ حاریر محمد علی نے عزیز دوست مرحوم کی سوانح نگارشی اور اس میں ایک باب اس سید کا رکے متعلق بھی سچا آغیا، تو اعلیٰ میاں نے بڑی سے کہا تھا کہ یہ باب میں نگاروں کا اور یہ باب طباعت سے پہلے تجھے نہیں دکھایا جائیگا، ہر چند میں نے نہیں کہا آپ پہلے مجھے نہ دو۔ ہر سنی چیز اس میں غلطیاں ہو جاتی ہیں مگر اعلیٰ میاں نے کہا کہ تو نہ معلوم کس کس چیز پر قلم بھیر دے گا، چنانچہ میرا خیال صحیح ہوا اور کچھ غلطیاں اس میں ہوئیں۔ اسی کے رد میں میں نے سنی میاں کو ایک خط لکھا، اسی سے آپ بخاری میں لکھی۔“ (حضرت شیخ احمد مولانا محمد زکریا صاحب جرمہ دہلی اور ابن کے خاندان، تراجم جلد ۱ ص ۲۰۲-۲۰۷)

(۲) ”مولانا ابو الحسن علی ندوی کے نام ہو یا دیگر مکتوب۔“

حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی آپ سے مفصل تذکرہ میں ”سوز و گدازِ راجحیت اور غور و انکاشی و تواضع“ کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

”اس تعلق، باطنی کیفیت اور عشقِ روحانی کا تہہ اندازہ کرنے کے لیے یہاں ان کے چند مکتوبات کے مختصر استرجاع پیش کئے جاتے ہیں جو انہوں نے ازادہ شفقت و کرم و اہم معلوم کو کچھ زکے دوران قیام میں (۱۹۴۱ء، ۱۹۴۲ء) کو حج کے سہوہ پر تحریر فرمائے ہیں۔“

ہمارا نام لے کر آؤ بھی ایک کچھ بتا دے

جو روئے چھیں تو کہہ دے یہ پتہ سزا بانی ہے

بعد سلام مسنون سرائیکی سے دو گرامی نام سے اپنے الٰہی مفصل اتفاق اور پھر مختصر کارنا

ہمروایں جو آپ کا وقت نہ تھو، آپ نے اس ناپاک کی سبقت رفت کی اور وہ بالآخر ہمارے
 نجس زمین سے پاک خطہ کے قابل کہاں، دوسریہ حاضر ہوئی مگر ایک طبع مضرب ہستی تھی
 جس کے پیچھے قطعیہ (سنگاپور) کے ساتھ جو کنگ لیا تھا اس کا سامنا ہمارے کتابوں میں قطعیہ
 لکھا گیا ہے (بھی لک لیا۔ پھر خدا کا کیا گیا، اب کوئی پاک بستی ایسا سمندر نظر نہیں آتا جس
 میں یہ قسم کی نا اہلیت مقبوعہ ہو جائے، خیال نہ کرنا آپ نے معلوم نہیں، غلط میں ہیں، ہاں
 حالت یہ ہے۔

کان فی ہذا المصیبۃ شد فی الاولیٰ فیما انھی و کثیر
 (فہذا آپ تحقیق یہ ہے)

و کنت شامرا من جند ابلیس فارقی الی الدھر حتی صار
 ابلیس من جندی قلوبات قبلی کنت احسن بعدہ اطرائق
 فسق لیس یھسنھا بعدی

اس تعلق اور محبت کے واسطے جو آپ کو اللہ رب العزت کی ستارہ کی جگہ سے اس ناپاک
 سے بخش دیا، اس کی جگہ سے رہا ہے، درخواست ہے کہ مبارک مہینہ میں مبارک جگہ میں اُن
 سے دعا کی فرمیں تو وہ پاک ذات، وہ مقلب القلوب کا اور مطلق جو علی (شاہ) یہ
 حضرت تھے کہ ہدایت میں اس پر عرف تھا، کو مر بنا دے، اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک
 ناپاک جو آپ کا ہے اور یہ وہ ناپاک کا رہا ہے۔

چشمہ فیض سے اگر ایک اشارہ ہو جائے۔ لطف جو آپ کا اور کام بنا، وہ ہو جائے

مترجم ہوتی جا رہی ہے، اُنہی ہی طور پر وقت قریب ہی آتا ہے، رہے اور حالت یہ ہیں
 آتی تھی پھر میں کو اور بھول چلی کچھ اور آیا، یلغاروں کی پہنچ یہ (شاہ) کو
 میرے خانی، اڈوں ہاتھ۔

ہمیت ہیں سو کے سفید انوس پیغام اصل، نفس منہا ہی نہیں ہر پند کہتا ہوں سنبھل۔

اپنی حالت کو کہاں تک، اوس اور اس منافقانہ تجربہ سے آپ کے مبارک اوقات کو کہاں تک

منہ لے کر دیں۔ یہ سطرین اس اسید پر لکھی ہیں کہ آپ کے دل پر ہاتھ چوٹ گئے تو آپ اس
پاک و ہر میں کچھ مرضی کر سکیں جس کی پاک جوتیوں کے ذریعے ان کو اتم ملی بندہ ہو جائے
میں دیتی ہیں، بہت ادب سے مسئلہ و مسائل کے بعد عرض کر دیں کہ اس ناپاک کا موسم میں
پاک و ہر کے ہر کوئی کوئی نہیں، لیکن تم جتنے ملنا نہیں ہو اس ناپاک کے لئے تمہاری انھر
راشت کے مو کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

نہ آخرت، جنت میں نہیں، دھرم و دین چرادر میں غارتگی

یہ بھی عرض کر دیں کہ کچھ عرض کرنے کا مقصد نہیں، اس لئے یہ عرض کروں۔۔۔۔۔

فہم السلام۔ ذکر کیا یہ مظلوم

۲۷ بیان شد

”ایک خصوصی درخواست آپ سے یہ بھی ہے کہ مظلوم پر ایک مرتبہ یہ بھی اس ناپاک کے
لیے رائے دیجئے“

میں مظلوم کو کھلم کھلا

محم غفور بن ہر

یادید ہے کہ شاہیوں سے پاک صرف نوکریں ہی نہیں کسی ناپاک کی۔ حاتی کا نہ یہ دین
بانے اس میں کوئی قصص نہیں ہے کہ اپنی سرائی کنگی کے باوجود جس چیز پر بڑا انھر اور اس
کی بڑی ذمہ داری ہے ہر طرف یہ ہے کہ بھین سے اس وقت جیوں تک اللہ کا بہت بڑا کرم یہ
ہم کہ ہر دور کے کار اہل اللہ کی خاص شہنشاہی انتہا سے زیادہ دور ہیں، اس پر جتنا بھی ماز ہو
نہیں، لیکن ساری خوشی ایک راستہ لئے سے بدل جاتی ہے جو قیامت کے حکم و احکام و ا
انیور انھا اللہ جرموز“

کا اعلان دل میں گزر جاتا ہے، کاش! آپ سب محموں، حسن ظن رکھنے والوں کے زور اس
سال اس ناپاک کے اعلان میں آیا کو بھی دھڑکیں، تو آپ سب کا اس قدر احسان اس
نپاک پر ہو اور نہ جب کل کو میری نپاک حالت آپ کے سامنے ہوئی تو آپ کو اپنے اس

تعلق پہ بھی انہوں نے کوئی نوآپ نے اپنے اس مفصل کراچی نامہ میں تحریر فرمایا جو ہمیں سے
لکھا۔۔۔۔۔

نقد و اسلام

ذکرِ مطاہر علوم

۲۶ ذی قعدہ ۱۹۱۹ھ

دعا خور و سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب از مولانا محی میاں (۲۰۸ تا ۲۰۸)
(۳) ”افسوس! کہ کتے کی دم بارہ برس تکلی میں رکھنے کے بعد نکالی تو
میز بھی جی نکلی۔“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو ایک کراچی نامہ میں
تحریر فرماتے ہیں۔

”مجھ سے انکار ہے تو بیوی و ملازم کی بہت کوشش فرمائی مگر افسوس! کہ کتے کی دم بارہ برس
تکلی میں رکھنے کے بعد نکالی تو میز بھی جی نکلی۔“ (بالا مفتی اعظم نہیں) (۲۰)
(۴) خلافت کی تشبیہ کے خوف سے حضرت رائے پوری کے پاؤں پھڑکے۔

شوال ۱۳۳۱ھ میں جب حضرت اقدس سہارنپوری مجددِ مقدس میں طویل قیام
کے ارادے سے جا رہے تھے، اور بقدرتِ لوگ بیعتِ نور ہے تھے تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ
اللہ نے ان سے بیعت ہوئے کا ارادہ کر لیا اور آپ نے اپنے مربی، آقا حضرت سہارنپوری
سے درخواست کی کہ مجھے بیعت فرمائیں، اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب مطہرہ
کے بعد ٹوائس سے ملازم جو جاؤں تو آ جانا، اس کے بعد بیعت ہو گئے۔

حضرت اقدس سہارنپوری رحمہ اللہ نے بڑے استقام سے چاروں مجلسوں میں
بیعت و ارشاد کی آپ کو مبارک سمرات فرمائی اور اپنے سر سے عمدہ امانت حضرت شیخ
الاسلام مولانا ندوی کے برابر رکھیں حضرت مولانا سید احمد فیض آبادی کو دیا تاکہ وہ حضرت شیخ
کے سر پر ہاتھ لگائیں، جب وہ حاضر ہوئے تو شیخ کی خدمت گریہ سے چہرے نکل گئے،

----- ایک مرتبہ آپؐ کی کراچی تشریف آوری ایسی حالت میں ہوئی کہ حضرت والد صاحب قدس سرہ صاحب قرائن تھے، دل کی تکلیف کی وجہ سے صحت چھوٹا بھی ممکن نہ تھا، ارجمند حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کو بھی ججزر محل رہا تھا، لیکن اس کے باوجود انرا معلوم تشریف آنے کے معمول کا ناخوشیوں فرمایا۔ جب حضرت والد صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے تو حضرت والد صاحب نے استقبال کے لئے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی تو حضرت نے وہیں سے فرمایا: ”کچھ مصلیٰ صاحب! اٹھنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا، سیدھی بات یہ ہے کہ تم بھی بیمار میں بھی بیمار بیٹھے رہنے کی طاقت نہ تم میں ہے نہ مجھ میں، میں بھی لیٹ جاؤں گا اور انوں لینے لینے باتیں کریں گے۔“

چند نچ حضرت رحمہ اللہ نے اپنی چار پائی پر لیٹ گئے، اور دونوں بزرگوں میں اور تک ایسی شان سے گفتگو جاری رہی۔ اللہ اکبر! سادگی، بے تکلفی، بے ساختگی اور اعتدال و محبت کے یہ دلائل دیکھ کر اب کہاں نظر آتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۹۷، ۱۸۹۰ء)

(۶) ”مجھے تو خود کہیں خط لکھنے کو کھانا اٹھنے“

حضرت آگے فرماتے ہیں:

”مترجمی بھی حضرت رحمہ اللہ کو (مدینہ منورہ کے قیام کے دوران) کچھ لکھت رہتے تھا، اور زیادہ خط لکھنے سے اس لئے بچا ہے، داتا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ پر جواب دینے کا بار نہ ہو، ایک مرتبہ یہی اسی گفتگو کو خط میں لکھ دیا تو جواب میں تحریر فرمایا۔“

”تم اس بات سے نہ خیر ہوا کرو، مجھے تو خود کہیں خط لکھنے کو کھانا اٹھنے۔“

(حوالہ بالا ص ۱۸۳)

(۷) مدرسہ کی کچھی اینٹیں اور لکڑیاں اٹھانے کا اہتمام۔

حضرت رحمہ اللہ کے خاندان کا زموں محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”مختلف الصنعت کی تواسیع اور مرنی جھونا و تاجر سے حضرت اقدس بہت دور ہیں، نہ تو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے خدام کے لئے جھنکی تواسیع جس کا اوپر آ کر آیا ہے اور فضلی

وقار و صفائی معاملات میں اعلیٰ حوصلگی و ایثار و سخا و غیرہ حضرت کی زندگی میں نمایاں ہیں خصوصاً تواضع اور ایسی تواضع جس کے تواضع ہونے پر حضرت کو اتفاقات بھی نہیں ہوتا۔

حضرت کا معمول تھا کہ مدرسہ مظاہر علوم بہار پور (جس کے حضرت شیخ الحدیث تھے) میں استیفاء کے حیلوں کے لئے کئی اثینیں اور حمام گرم کرنے کی لکڑیوں کی گازیاں آیا کرتی تھیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے مدرسہ کے دربان سے کہہ رکھا تھا کہ جب اینٹوں اور لکڑیوں کی گاڑی آئے تو اوپر درس گاہ میں مجھے مطلع کر دو۔ جب بھی گاڑی کی اطلاع آتی میں گھنٹہ کے ختم پر ایک طالب علم حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ (صدر مدرس) کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیتا تھا کہ اثینیں آئی ہیں میں نیچے جا رہا ہوں۔ مولانا مرحوم بھی فوراً پہنچ جاتے۔ اور ہم دونوں کو جاتے دیکھ کر دونوں کے یہاں کی جماعتیں ایسی دوزخیں کہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جاتے، ہم دونوں کو تو ایک پھیرا بھی مشکل سے آتا تھا۔

(حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ص ۶۲)

(۸) بیمار خدام کی عیادت کا معمول:

بیماروں کی عیادت کا معمول حضرت اقدس کا بہت کثرت سے رہا، حتیٰ کہ اب انتہائی معذوری میں بھی جب تک گاڑی میں بیٹھ کر جانے کی طاقت رہی حضرت عیادت کو جاتے رہے۔ اولیاء اللہ، مشائخ اور بڑے لوگوں کی عیادت کو تو سب ہی کے جانے کا رواج ہے، لیکن اپنے ادنیٰ خادم کے ہاں جانا یہ حضرت کی کمال علوشان ظاہر کرتا ہے۔

ایک دفعہ احقر مدینہ طیبہ میں بیمار تھا اور احقر کا مکان کچے راستوں میں سے ہو کر ایک بے آباد باغ کے اندر تھا۔ حضرت اپنے خادم خاص الحاج ابوالحسن صدیقی صاحب کے ساتھ اس جگہ تشریف لے آئے اور پڑھ کر بندہ پر دم لیا جس سے مجھے افادہ ہو گیا اور مجھے تکلیف کی جگہ دیکھ کر کوئی سہولت کی جگہ ملنے کی دعا بھی فرمائی، جس کے بعد مجھے بلا کسی کوشش کے حرم شریف کے قریب راحت کا مکان بھی مل گیا۔ (حوالہ بالا ص ۶۳)

(۹) مردوں کو غسل دینے کا اہتمام:

مدرسہ مظاہر علوم کے شعبہ اکتہ توہ اوقات میں رہتے ہیں انھیں بعض اوقات کی
 ہر شے نے مختلف محسوس کی مسدودہ میں بھی رہتے ہیں۔ حضرت اقدس کو وہ بھی کسی غریب
 اور ظن غالب میں ہی وفات کی اطلاع ملتی تو فوراً وہاں پہنچ کر اس کو غسل دیتے چاہتے رات کا
 وقت ہو اور جگہ بھی دور ہو اور انھیں اوقات فوت ہونے والا چھوٹا وغیرہ نیند مرض کا شکار
 ہوتا جس سے کھن مو، غفلت میں رہتا اور طہ جہنم نجاست سے آلودگی بھی ہوتی مگر حضرت
 ہیں ان سے مٹ اپنے وقت سپاہ سے اس کو غفلت دیتے۔

حضرت مولانا کا ملا جہ لطیف صاحب (مظہر مظاہر علوم) کی وفات کے وقت
 حضرت نے بڑے چاہ کے آثار اور ارامش کی وجہ سے کئی قسم کی معذریاں بھی ہوتی تھیں لیکن
 حضرت غفلت سے لے کر انہماکات میں تشریف لے گئے ماحتر بھی خداوند ہر اوج۔

حضرت نے آپ سے تہہ تحریک نفی کے بعد یہ فرمایا کہ میں نے تم کو یاد
 دیا اس شخص نے دیکھا اور مجھے اندہی ذات سے اس پر بلا ہوا کی مسدودہ (۴۳)
 شیخ الفخر آہ حضرت قادری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کے واقعات :
 (۱) ”لیکن آج تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہوں کہ خدا را اس
 حرکت سے باز آ جاؤ“

آپ نے کلمہ شہید حضرت قادیانی نے عظیم بخش صاحب را یہ مجد فرما دیا ہے :

”یہ قادیانی خان کا ایک طالب علم ہمارے ساتھ چھ مہینے کا علم ہمارے ایک
 مرتبہ شکایت کی کہ یہ سینا دیتا ہے، اول تو حضرت قادری صاحب کو یقین نہ آیا کہ میرا
 شیخ کراہی رہتا ہے یا نہیں؟ علمات کے نقلے ہاتھوں کٹ سمیت پکڑ لیا تھا، کلمہ دیکھ کر حضرت کو
 بہت صدمہ ہوا، نگراں کو کلمہ پانچ سے اسنے اٹھ لے کر سید نور علی کو حوالہ دے دیا اور طالب علم
 کو ہارواں جہ میں پکڑا گیا، چار دن کے کلمات اور تحران کو اتفاقاً بھی کو تمہاری کیلی، وہ
 اس کے کہوں نہ اٹھ لے ”شاہی ملاش نہ تھا، لیکن کچھ عرصہ نہ دے پتہ تیری بارود پر سینہ
 دیکھتے پکڑا گیا، اب رہنے کی کئے جانے آپ نے یہ کیا کہ وہ پیر کو پھنسی ہوئی تو اسے ہزار

پاس بیٹھا ناپاوردی یک پرواز سے ہاتھ مار کر سب کو خاموش کر دیا اور پرور، لہجہ میں فرمانے لگے کہ: ”شب روز جو اس قدر محنت کر رہا ہوں صرف اس لئے کہ قرآن کا فرائض کسی طرح تمہارے سینے میں آجائے مگر انکی حرکتیں دیکھ کر دل کڑھنے لگتا ہے، سچا دینی کی بات میں جھگڑنے والوں کسی قرآن کے طالب کا کیا کام؟۔ پھر اس طالب علم کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ”دیکھو! رب سے جس نے ہوش سنبھالا ہے آج کلک کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے لیکن آج تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہوں کہ خدا اور اس حرمت سے پاؤں آجائے نہ یہ میں کر بنا تھا۔ اس طالب علم کی جیٹھیں ٹل گئیں دوسرے طالب سے بھی یہ منظر دیکھنا دیکھا اور سب بے اختیار رو رہے۔

حضرت کی وفات کے دس بارہ برس بعد اتفاق سے رانیوہ واجہڑیہ پر اس ساتھی سے ملاجوت ہوئی، جس نے حراں کرتے ہوئے پوچھا میں نے سینا میں کاشوق بھیجے یا ختم ہو گیا؟ ”تھے راجا بعد چھ ماہ کہتے تھے: ”اس کی آنکھیں اٹھل بار ہوئیں اور بولا: ”حضرت قادری صاحب ایسے استاد ہو گیا میں اب کہاں ملے ہیں نہ ایک ہی نشست میں طالب علم کی کا کا پیٹہ دس! جس دن قادری صاحب نے اس گنہگار کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے اس دن سے کبھی جھجھکتے نہیں ہوئی، کبھی ذہن جو دو پارے اور کبھی تین پارے شجر میں پڑھتا ہوں اور تم تو سینا پوچھ رہے ہو اس دن سے کبھی فی ای پر بھی میں نے نظر نہیں ڈالی۔

(ماہنامہ مدیدہ ۱۱ اشرف تاروت فیہ جلد ۲ ص ۳۳۶)

(۲) ----- ”مجھ سے غلطی ہوئی کہ آپ لوگوں سے ناراض ہوا خدا ارانجھے معاف کر دینا۔“

حضرت کا مزاج تھا کہ میرا کوئی بھی شاگرد میری کی جگہ تہ میں نہ آئے بلکہ تہ ہی جگہ بیٹھ کر سادی عمر میں گزارے۔ تب وہ اپنی تہ میں کامیاب ہوگا۔ چنانچہ قادری محمد، فتح صاحب، رانا لونی آف جہ وادراں کے حصہ ساتھی گذرے۔ چلے گئے تہ میں کے سلسلہ میں تو حضرت محنت ناراض ہو گئے۔

ایک موقع پر قاری رفیع صاحب سعودیہ سے فتان تشریف لائے، گھر والوں سے مشورہ کیا۔ سعودیہ چارے تھے۔ حضرت قاری صاحب سے ذوقی وجہ سے ملاقات نہ کی۔ مکان انجمن پر کازنی آئی، انجمن ضرور ہے تھے کہ اپنی تکلیف حضرت قاری صاحب کو نہ پہنچا کر انجمن پر تشریف لائے، اور خلاف معمول اپنے مشاعرہ قاری رفیع صاحب کو بھیج دیں۔ مے و پیموت پیموت کر رہے تھے کہ آپ لوگ کئی دو اور مقدس سرزمین پر رہتے ہو ہم سے اٹھنے دو، مجھ کو بھی لے لی کہ آپ لوگوں سے ناراض ہوا خدا را مجھے معاف کر دے۔ حضرت نے اس کیفیت کو دیکھ کر قاری رفیع صاحب بھی خوب رائے اور معافی دیتے رہے۔ احوال اُس وقت کے بھی حیران کن تھے کہ یہ کیا جوا ہو گیا۔

(ایضاً جلد دوم ص ۳۳۸)

(۳) تواضع و ادب :-

آپ قیصر رشید و مہمان نواز حضرت قاری محمد مایہ ربیعی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں :-

حق تو انی شہ کے حضرت قاری صاحب و صاحبہ و جلال کا افر صہ بظاہر فرمایا تھا اس کے ہر طرف ان کی شان و شوکت و قاضی کی تھی۔ اپنے خور وں کے ساتھ بھی غایت تواضع و خشیت سے شے اور بعض اوقات ان کو متواضعانہ برتاؤ ادا کرتے تھے۔ لے حضرت و استعجاب کے موجب یہ تھا۔

پنے شیخ حضرت الدین مولانا الحاج ابو الفکر مرقی قاری رفیع محمد صاحب مدظلہ کے سامنے اس طرح متواضع ہو کر بیٹھتے جیسے طبیب غمزدہ گام میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے انہیں حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کے سامنے کبھی چار زانو بیٹھتے دیکھ کر پوتے نہیں دیکھا گیا۔ حالانکہ آپ دست بردار مدظلہ کے محبوب ترین مشاعرہ اور علم تجویز و قرات میں اپنے وقت کے امام و مجدد تھے ان کی یہی کیفیت دیکھنا اکابر کے سامنے نہ ہوتی تھی۔

حضرت الدین مولانا خیر محمد چاندھری سے انہیں نہ شاعرہ کی کا تعلق تھا نہ بیعت و اہدات کا

نہیں ان کا ادب و احترام اسی طرح کرتے تھے جس طرح ایک سر پرستہ شیخ کا کرتا ہے۔
(پیش نکلے ص ۵۵)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے واقعات :
قاضی مجدد المذہب صاحب کلاچی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں :

(۱) ”فناء نفس : ان کے نفس کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو جان کرتے ہوئے ہم عصر علماء
بالخصوص اساتذہ و فرامہ کے جواب دہ اپنے سے زیادہ انکسوں فرماتے تھے کیونکہ وہ قیادت کے
شائقین طاقت ہر بات کو اپنے طرف ہی نسبت کرتے ہیں۔
حاضرین کے خیالات اور بیانیہ کاموں کی بڑا تحسین فرماتے۔“

”کسی اہم کام میں اسافر سے بھی مشورہ لینے میں استکلاف نہ فرماتے، جمعیت علماء اسلام اور
افتاح المدارس کے امراء، علماء اور راہبیں تک مشورہ فرماتے، جبکہ حضرت نابھوری کے
مدد و تقریر بھی آپ کے علاوہ ان سے بھی کم درجہ کے علماء تھے۔ (انتقوش حضرت افغانی
نور اللہ مرتدہ ص ۱۱۷)

(۲) ”ایک کام جب خود کر سکتا ہوں تو آپ کو تکلیف کیوں دوں؟“
آپ کے فرزند ارجمند مجدد المذہب و افتاحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”ان کی یہ عادت تھی کہ ان کو کوئی وجہ صلے پر موجود ہے انھیں اسے قریب بیٹھنے میں۔ لیکن پانی
پینے کے لیے خود اٹھنے گئے تو انھیں اسے عرض کرتے ہمیں فرماتے تو جواب ملتا کہ ایک کام
جب خود کر سکتا ہوں تو آپ کو تکلیف کیوں دوں؟ (حولہ ص ۲۱)

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے واقعات :
(۱) ”بھائی! شبید کو بھی تو کھپاس بنانی ہیں۔“

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شاہ صاحب شمشیری زید
مجہد عزم تحریر فرماتے ہیں :

”مگر کبھی کوئی ان کی تعریف کرتا تو اچھی خلقی انھار کی بنا پر ایک لطیف ترمیم کے

ماتحتقریبی جسے اوس شخص نے فرمادیا ہے کہ بھٹے والے عیش و عشرت کر رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ
 بہادر پور میں تشریف فرما تھے۔ بھٹے حضرت کی تشریف ساری کی اطلاع ملی وہ فوراً وہاں پہنچے
 وہاں تشریف فرما ہو کر پہنچے تھے اور اسے بھی قادی کوڑے لگائے تھے۔ اس کے بعد وہاں سے
 پیشوں صاحب پہنچے گئے۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر مجمع کی شرکت پر عرض کی کہ ”اس کے
 انہوں نے شہد ہو جائے وہاں ہمیں کتنی حق باتیں ہیں اور دست بردار ہو کر

”بھائی اشد کوشش تو کچھ ہی کرتی ہیں۔“ وزیر دوسوٹے اس پر جھنجھکیا اور پڑے۔ غیبی
 اُمت پر انہوں نے روکے۔ ایسا نہیں ہے۔ سلطان مجدد دہلی ۱۶۹۸ء
 (۲) ”تشریف آوری محسوس نہ ہوئی۔“

اس کے متعلق محمد مسیحی کشمیری دہلی نے روش فرمایا

”یہ بھائی حضرت مولانا قادی محمد غیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اور اوقات میں
 مدد فرمایا۔ تشریف فرما کے میں اسی طرح بیٹھے رہا۔ تشریف آوری محسوس نہ ہوئی۔ حضرت
 صاحب نے ان کے پاس تشریف فرما ہو کر فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا
 کہ حضرت صاحب نے فرمایا آپ اس میں نہیں لگے۔ میں نے جواب دیا کہ حضرت آپ اس
 وقت مستقل نہیں بلکہ مہمان ہیں اور مہمان کا فریضہ ہے کہ یہاں ان کو میزبان بننا چاہیے۔ اس
 لیے ابتدا میں مسئلہ پر تشریف فرما نہیں ہوئے اور جس وقت حضرت مستقل کی حیثیت سے
 تشریف فرما ہوئے تو ان میں انہیں انفرادیت تھی۔ اس پر قادی صاحب مسئلہ پر تشریف فرما ہوئے۔“
 (ایضاً مجدد دہلی نے فرمایا)

(۳) ”یہ آپ کی محبت ہے۔“

”یہ قادی حضرت قادی محمد غیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قادی سید
 الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت پر ملے غلام فرما رہے تھے۔“

ایک دفعہ مجدد دہلی نے اس میں ضمیر اور علامہ حضرت قادی محمد غیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 کو بلایا۔ مولویہ میں تشریف فرما تھے۔ اس کے بعد میں حضرت غلام صاحب دہلی کا نام

میں حسد اور مختلف تعادلوں کے بارے میں اپنے واقعات کا اثرات سننے کے بعد جس میں خود حضرت
 قلیب اسلام کی تیار رہی کا بھی تذکرہ چل نکلا جس کے جواب میں حضرت قادری صاحب نے
 یہ عاجزی و تواضع کے ساتھ فرماتے رہے۔ ”یہ آپ کی محبت نے آپ کی محبت
 سے“ (ماخوذ از مابینا مباحث اسلام بلقان شمار ۶۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمہ اللہ کے واقعات

(۱) میں نے سوچا کیوں نہ میں خود ہی کو قصور وار سمجھ کر مجتہم صاحب سے معذرت نہ
 لوں؟

آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد یوسف مدنی شہید آپ کے تذکرہ
 میں رقمطراز ہیں:

حضرت کے کلمات کا اندازہ ہم ایسے نو آموز طلبہ کو کیا ہو سکتا تھا انہی تو ایسے ان
 نے افسوس و مرہم ان کی شفقت و محبت اور ان کے اندازہ رنیں پر فرقت تھے۔ لیکن ایک واقعہ
 ایسا پیش آیا جس کی وجہ سے حضرت امام ذکی حکمت کا نقش میرے ذہن پر قائم ہوا اور انشاء
 اللہ ہمیشہ رہے گا۔ ہوا یہ کہ حضرت مولانا دارہ رے دارہ رے کے مجتہم حضرت مولانا یوسف مدنی
 صاحب مرحوم کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی جس سے باہمی تعلقات تا حد فقور ہو گئے۔ اس
 کا کار کو کوئی نو عمر کی وجہ سے جس کا علم بھی نہیں تھا۔ لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ میں حضرت
 مجتہم صاحب کے کمرے کے سامنے سے گزرا ہوا تھا اوصوف نے میری طرف اشارہ کرتے
 ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ ”یہ بھی انہی“ (حضرت مولانا) کیا پائی کا ہے؟ (چونکہ اس
 کا کار کو حضرت الامام سے بہت ہی اخلاص تھا اس لئے حضرت مجتہم صاحب کا یہ سمجھنا اپنی
 جگہ بالکل صحیح تھا مگر اس کا کار کو وہاں اکابر کی رنجش کا علم تھا کہ حضرت الامام نے اپنی مجلس
 میں بھی اس کا تذکرہ فرمایا تھا اعلیٰ تعالیٰ معاف فرمائیں مجھے حضرت مجتہم صاحب کے اس
 لمحہ پر بہت فضا آیا اور میں نے اپنے کمرے میں آکر ان کی خدمت میں بہت ہی مباہلہ کیا

اب یا نہیں کہ اس میں کیا آپ شاپ لکھا ہوگا مگر خلاصہ مضمون یہ تھا کہ بڑوں کی لڑائی میں چھوٹوں کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں، اس لیے آپ کا یہ سمجھنا کہ میں حضرت الاستاذ کی پارتی میں ہوں اور آپ کا موقف ہوں قطعاً غلط تھی ہے میرے نزدیک اپنی رنجش کے باوجود آپ دونوں بزرگ اہل احترام ہیں۔ اور میرے دل میں واقعہ دونوں کا یکساں احترام ہے۔ مگر چونکہ میں حضرت مولانا کا شاگرد ہوں اس لیے قدرتی طور پر ان سے زیادہ تعلق ہے اور ان کی خدمت میں حاضری بھی زیادہ ہوتی ہے۔

حق تو انی شان حضرت مجتہم صاحب کے بہت ہی درجات بلند فرمائیں اور نہ کام کی جستجوئیں کو عاف فرمائیں۔ حضرت مجتہم صاحب خط چھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور پانچ کا ہے کہ مجھے باور آئی کہ میں بھی دیا۔ اگلے دن اس کا روئے تشریف میں حضرت الاستاذ نور اللہ مرحوم سے عرض کیا کہ آپ کی اور حضرت مجتہم صاحب کی رنجش ہے اور اس سے ہم غور و دل سے لے کر بڑی مشکل درپیش ہے اگر ایک کے پاس جاتے ہیں تو دوسرے سے وہ میں یہ خیال نہ کرتا ہے کہ یہ ان کا ہے ہمارا نہیں ہے۔ حضرت الاستاذ نور اللہ مرحوم میری اس بات کو سن کر خوش رہے جو نہیں فرمایا لیکن اگلے ہی دن حضرت مجتہم صاحب سے صلح صفائی کر لی۔ یہ کام اور حضرت الاستاذ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صاحب نے کہا: آپ مجتہم صاحب سے آپ کی صلح ہو گئی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

”جب وہ شخصوں کے دو میان رنجش ہوتی ہے تو ہر فریق یہ سمجھتا ہے

کہ میں حق پر ہوں اور دوسرا فریق قصور وار ہے میں نے سوچا کہ میں

نہ میں خود ہی قصور وار سمجھ کر مجتہم صاحب سے عذرت کروں۔“

فرمادی شریف کی یہ حدیث تو ہم نے بہت بعد میں پڑھی کہ ”جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کیلئے جنت کے وسط میں گھر بنایا جاتا ہے اور جو شخص باقی ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کیلئے جنت کے اطراف میں گھر بنایا جاتا ہے (۱) لیکن اس حدیث کا عملی ثبوت پہلی بار حضرت الاستاذ نور اللہ مرحوم کے یہاں دیکھنے کا موقع ملا۔

(شخصیات و تحریکات ص ۲۶۰)

(۲) ”کمالیہ رہے کمالی۔“

بے نفسی و تواضع میں ان پر اپنے شیخ حضرت قطب المہم شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ کا رنگ غالب تھا۔ اپنے آپ کو ایسا ملایا تھا کہ ”جز۔ نیست کہ نیست“ کا مضمون صادق آتا تھا۔ وہ اپنا پوری سلسلہ میں بھی مجاز تھے۔ اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کا تذکرہ نور اللہ مرقدہ سے بھی انہیں خلافت و اہانت تھی لیکن ان کے یہاں مشیت نامہ کی کوئی چیز نہ تھی۔ یہ بھی تھی بلکہ ان کا مزاج یہ تھا کہ

احمد تو بے شکی پستی تیرا چہ کار۔ ایوانہ باش سلسلہ شد شد شد شد شد

ہم ایسے خاص انسان ہیں بس ایک ”مولوی“ سمجھا گئے۔ عقل مع اللہ کی جو دولت سینہ ہے کینہ میں چسپائے پیٹھے تھے کسی توہین کی ہوا بھی نہ ٹپکنے دی، تمام طاہری و دہلوی کمالات کے باوجود انہیں اپنی سب کمال کا ایسا استحضار تھا کہ اپنے آپ کو بچہ در بچہ سمجھتے تھے، بے کمالی کا بکری استخوان کا حقیقی کمال تھا ”اشحد۔ ہر یہ“ میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب لدھیانوی کے حالات میں لکھا ہے۔

”حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا رابطہ جانی اس قدر مستحکم تھا کہ اگر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ شریف سے قریب کسی جگہ قیام فرماتے تو آپ ان سے ملنے کے لیے ضرور شریف لے جایا کرتے۔ اس قسم کی ایک ملاقات کے دوران حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام کو کمرہ سے باہر بچے جانے کا اشارہ فرمایا۔ چنانچہ دونوں حضرات کے درمیان خلوت میں خیرہ و روشنی کے بعض اسرار و مہر پر گفتگو ہوئی۔ جی۔ جن میں ایک یہ بات تھی کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے دریافت فرمایا ”سوالنا کمالی کہے کہتے ہیں؟ ہمیں تو ان راہ میں تک و دو کرتے ہوئے آج عرصہ گزر چکا ہے مگر کمال کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔“ آپ نے ارشاد فرمایا حضرت ایسی جگہ کی ہے۔

ولی عارف زہد و عیش خالی است کمال عشق زہد ہے کمالی است

ہر اس کے حاشیہ میں لکھا ہے: حضرت امام ہادی علیہ السلام کا قول ہے: "ہر ایک طریق کمال درجہ پر پہنچنے کا وسیلہ ہے" (تحفہ سعید ص ۳۱۴)۔
 حضرت امام آزاد نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "کمال درجہ کو ملنے کا مرکز عطا کیا گیا تھا۔"
 (حوالہ: ج ۱ ص ۲۹۹)

مفتی محمد عبداللہ صاحب مائتہ فی رحمۃ اللہ کی توضیح و تفسیر

آپ کے شاگرد رشید شہید اسلام مولانا محمد یوسف مدحیاء نوٹی آپ کے تذکرہ میں
 تحریر فرماتے ہیں:

نیک بارگاہ پر تشریف لے گئے کے استعزاز پر منظر قریب کے لئے، یہی غراب پر، کلاں میں
 ان کو شہرہ ہوا کہ جیہ و اندام میں مکان میں حضرت مولانا قادری رحیم بخش صاحب کی خدمت
 میں قرآن کریم پڑھا کر دیا، ان کے کہ حضرت قادری صاحب کی شاگردی قبول کر لی۔ اور
 چھوٹے چھوٹے کے ساتھ قرآن کریم پڑھا کر دئے جیسے لکھتے۔ جب کہ اس وقت ہی
 خیر انداموں کے شیخ محدث اور نقشبندی اعظم بھی آپ تھے۔ جب تک قرآن کریم کا حفظ مکمل
 نہیں ہو گیا، وہیں سے نہیں بنے۔ آپ ہر روز پڑھتے، پڑھتے ہوئے کا تھا حضرت قادری صاحب نے
 کان پکڑنے کو فرمایا، شیخ اندام پڑھ کر، نور مفتی اعظم فوراً کھڑے ہو گئے۔ حضرت قادری صاحب
 کی درس کا وہیں پہنچ کر وہ اپنے تئیں واقعہ فضل کتب سمجھتے تھے۔ انہیں بھی بھول کر بھی نہیں
 نہیں آتا تھا کہ وہ جس کتب میں معصوم بچے پڑھتے ہیں، انہیں اور انھوں کا نیک و نیک ہے
 اس کے وہ شیخ اندام پڑھتے، تا عمر تعلیمات اور مصروف مفتی ہیں۔ کیا اس بچے فلسفہ کی کوئی مشاغل اس
 زمانے میں دیکھی جاسکتی ہے؟ (شخصیات و تواتر ص ۹۳)

حاشیہ:

حضرت مدحیاء نوٹی کے پہلے مذکورہ واقعہ ماہنامہ بینات میں تحریر فرمایا تھا، پھر اس
 کے بعد جب ان کے منہ میں کا مجموعہ "شخصیات و تواتر" نام سے کتابی شکل میں شائع
 ہوا تو ان کے حاشیہ میں آپ نے درج ذیل اضافی نوٹ تحریر فرمایا:

”بیعت انیس میں نے جو الفاظ فیسے تھے مجھے یہی روایت پہنچی تھی۔ نیشن حضرت قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمینڈ قاری محمد شفیع الحسن (مولہ پتالی جوہر) نے ایک مکتوب میں اس واقعہ کی صحیح نوعیت بیان فرمائی۔ ”ان کا یہ مکتوب بیعت باہر مغلان ۱۳۵۵ھ میں ترویج ہو چکا ہے“ سرکار قادری القہاس یہاں درج کیا ہے۔

”میں نے ۱۳۷۷ء میں نوالہ قراء حضرت قادری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تھالی سے ”روزانہ قرآن کریم“ مکمل کیا۔ اور غالباً ۱۳۷۷ء میں سند فراغت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو ”مہر سراجوں“ میں حضرت قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور وہ حسب بھی موجود تھے۔ باتوں باتوں میں حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ (قادری صاحب) نے فرمایا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حرم کعبہ میں بہت نیندا رشا ہوا۔ کہ مجھے (قادری صاحب) قرآن کریم سنائیں۔ چنانچہ ایسی پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ وقت دینا شروع کیا۔ تو فرمانے لگے کہ چنگ میری درگاہ کا اصول ہے کہ جس طالب علم کو نیندا آئے وہ زخو کھڑا ہو جاتا ہے۔ بصورت دیگر اسے کان پکڑنے پاتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سارے دن کی تھکا دہ سے چلتا چوریک روڑ آئے۔ اور اور ابنِ تعلیم نہیں نیندا نے کھیر لی، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اذخو کھڑے ہو گئے۔ میں نے انہیں قلعان کھڑے ہونے کو کہا۔ اور وہ کان پکڑنے کو تھڑھیا میں یہ بات مشہور ہوئی کہ قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کر دیا۔

(حاشیہ خوالد بالام ۱۳۷۷ء)

حضرت حاجی محمد شریف صاحب ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات شہید اسرار حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

حضرت مرحوم پر محبت و خاشیت اور خود فراموشی و خود انکاری کا رنگ

بہت ہی مہربان تھیں۔ ان کی ہر بات سے محبت و تواضع نکلتی تھی۔

(۱) ”ہاکی قسم! میں تو اس قابل ہوں کہ گندی نالی میں پھینک دیا جاؤں۔“

شیخ رحمہ اللہ نے صبراً اسے نصیحت فرمائی۔ علیہ السلام کے ساتھ اچھے لگنے والی دیکھ کر محبت و عقیدت سے تھی جس کی مثالیں بہت کمپاب ہیں۔ اور جب شیخ رحمہ اللہ کی جانب سے اجازت و اجازت کی ”بشارت“ آئی تو حاجی صاحب نے جواب میں لکھا:

”حضرت مے! شاد ہو، کچھ کر سہ شدہ دیا۔ خدا کی قسم! میں تو اس قدر ہوں کہ گندی نالی میں پھینک دیا جائے اور پھر گھٹس مجھ پر تھوک تھوک کر جائے۔“

حضرت عظیم الامت رحمہ اللہ نے اسے جواب میں تحریر فرمایا:

”میں میں اپنے دوستوں نے نے یہی حالت کا انتظار کیا کرتے ہوں اور تو اس سے سرور حاصل ہوں مہربان۔“

”حضرت مائی صاحب! رحمہ اللہ علیہ نے اپنی بویخصیت حضرت عظیم الامت رحمہ اللہ علیہ کو بھی دیرانتہ ان کو ملکہ و اخلاص چکا تھا۔“

(۲) ”اگر مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو مجھے اس کی اطلاع ضرور کرو۔“

ان کی غنائیت سے کسی اور خود شعلی کا یہ عالم تھا کہ وہ سکول ماسٹری کے ذمہ میں اپنے نو عمر شاگردوں کو جانتے نہایت فرما دیتے کہ ”اگر مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو مجھے اس کی اطلاع ضرور کرو۔“ میں نے ان کی خوش ہوں مجھے۔ ان کی ان فرمائش پر کسی نے جہم نہ دیا۔ یہی ان کے عیب کی گماندہی کے تو طبعاً کو شائبہ دلی اور شائروں کی صف میں نہ دیا اپنے ان ”عیب“ کا اقرار کریں۔

(۳) ”میں کیسا خوش قسمت ہوں کہ ایک طالع علم میرے پاس آیا ہے۔“

ہمارے دینی مہربان کے ایک نو عمر مجتہد صاحب علم کو ان کے والد ماجد نے نصیحت کی کہ کبھی موقع ملے تو حضرت حاجی محمد شریف صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کرو۔ وہ صاحب علم حاجی صاحب کی خدمت میں آیا تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ

”میں کیسا خوش قسمت ہوں کہ ایک طائب میرے پاس آیا ہے۔“

(۴) ”اس فانییت کی مثالیں اس دور میں بہت ہی کیا اب یکے تلک ہیں۔“

ان کی فانییت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ حضرت عظیم الدین سے رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے خلافت و اجازت کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو عیش و عشرت سے منکس سمجھا اور حضرت عظیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے خلفائے اپنا ”اصحابی اعلیٰ الزما“ پہلے حضرت خواجہ غلام الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے مانا کرتے بعد حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بعد سیدنی و مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد حامد علی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کے بعد امارے حضرت ذاکر عبدالحی عارفی مدظلہ العالی سے اور یہ تعلق بھی محض دینی و اکی نہیں بلکہ کامل پر دینی کے ساتھ۔ جس طرح ایک مبتدی قدمہ ہم پر اپنے شیخ و مرشد علیہ سے اصلاحی مشوروں کا طالب ہوتا ہے اور اپنے تمام ارادوں کو متاثر کر کے شیخ کامل کی اطاعت و انقیاد میں لذت محسوس کرتا ہے حضرت عارفی صاحب کا اسی نوعیت کا تعلق ان کا پرکے ساتھ رہا۔

انہو یہ ہے کہ اس فانییت کی مثالیں اس دور میں بہت ہی کیا اب یکے تلک ہیں۔

(۵) ”میرے پاس کبھی سوال کا جواب نہیں۔“

ارشاد ائمہ پاک میں ہر روز تہجد کے وقت اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہا کرتا ہوں۔ ”یا اللہ! آپ نے قیامت کے روز پچھنے مجھ سے سوال کرنے ہوں، میں ابھی سے ان کا جواب ایسے دیتے ہوں کہ میرے پاس کبھی سوال کا جواب نہیں، مجھے اس کا آثار ہے کہ میرے پاس کبھی سوال کا جواب نہیں، اس لئے وہ محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دیجو۔“

(۶) ”میں اپنے آپ کو سب میں اہل ترین دیکھتا ہوں۔“

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ مسجد میں پہلی صف میں ہمیشہ بائیں طرف بیٹھتے تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمیشہ پہلی صف میں بائیں طرف بیٹھتے ہیں جب کہ دائیں طرف بیٹھنے میں حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے تو

حضرت نے ارشاد فرمایا:

”مجھے بھی معلوم ہے کہ وائیس طرف بہت فضیلت ہے، لیکن میں یہ جگہ یعنی وائیس طرف تک لوگوں نے مجھے چھوڑ دیتا ہوں اور میں اپنے آپ کو سب سے اکیلے ترین دیکھتا ہوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں وائیس طرف رہوں۔“

(۷) ”میں تو انا لائق دربارہ اشرف ہوں“.....

حضرت نے مسرت شدہ نگاہی محمد اسحاق صاحب زلیہ مجدد فرماتے ہیں:

ایک دفعہ اشرف لکھنؤ کو دیا کہ حضرت کے جو ملفوظات ہوئے ہیں اس چاہتا ہے کہ اس وقت غوث نریا لکھنؤ، بعد میں بھی وہی الفاظ لکھتے رہے و شواہد دیتے ہیں اس لئے اہل اہل عطا فرمائی ہے۔ کیا اشرف کبھی میں نوٹ کر لیا کرے، اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا: وہ الفاظ لکھنے والے ہیں۔

”میں تو انا لائق دربارہ اشرف“۔ یہاں اس لئے شرم و اہم کی کہ ہوئی ایسا نہ کریں۔“

ایک دفعہ ارشاد فرمایا

”کوئی شخص آکر مجھ سے زیارت کی درخواست کرتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے جڑ مارا ہے۔ زیادہ اسے ارکرتا ہے تو اس کے کھمبے مجھ کو ریخت کر لیتا ہوں۔“

(۸) ”کاش! وہ لکھنؤ میرے سامنے ہوتا تو میں اپنی چوڑی اس کے پاؤں پر رکھ دیتا۔“

ایک شخص نے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں اپنے جینے کی نافرمانیوں کا حال سنا اور اپنی بہت زیادہ پریشانی کا اظہار کیا تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

”احالات پر مدح و کبر بہت مسدود ہو، کاش! وہ لکھنؤ میرے سامنے ہوتا تو میں اپنی چوڑی اس کے پاؤں پر رکھ دیتا۔“

یہ خط جب وائیس پہنچا تو اس نے اسے والد صاحب یہ خط پڑھ رہے تھے اور وہ بے تھوڑی ہی فرمایا:

فرمان لڑکے نے آکر پوچھا کہ کیا بات ہے آپ رو رہے ہیں یا خواب نے وہ خط سامنے کر دیا خط پڑھتے ہی اس کی حالت بدل گئی اور وہ فرماں بردار بن گیا۔

(۹) "حضرت کے تحریر فرمودہ خط"۔

پہلا خط: قادیان محمد اسحاق صاحب مکتائی تحریر فرماتے ہیں۔

اساتذہ! اپنی مسجد میں امامت کے فرائض خود انجام دیتے تھے، نہ وصی کو کتاب دے دیا کرتے تھے۔ یہ انداز ہی ہے حضرت رحمت اللہ علیہ نے امامت اور کتاب دینے کی خدمت میں سے متعلق کراچی۔ حضرت کے نغمہ سے کتاب میں سنائے لگا چند محبوب نے فتح نہ کیا۔ یہ سب سے کتاب سنائے کے بچائے حضرت رحمت اللہ علیہ خود چند خط لے کر باقی کریں انھیں ملاحظہ نہیں فرمادے۔ ایک سب سے چند دفعہ، انے ساتھ قریبی طور پر حضرت کی خدمت درخواست کی، اس کے جواب میں تحریر فرمایا

الحکم بحر الخیر ۱۲/ ۱۳۵۸ھ

محمد جعفر محمد جتیب خان صاحب زید محمد کم

السلامتہ کرامتہ خالہ ویرا

دعوت کے جذبات محبت اور دونوں سے یہ کاروبار بہت زیادہ منکر ہوا۔ یہ کیف و سرور کی کیفیت پیدا ہوئی۔ خان صاحب اہل اصل میں یہ تھی کہ نماز کے بعد وہ مکی بعد فراموشی اور بچائے امام کے کچھ بیان کرنے میں ملوثی اور امتیاز کی صورت تھی جو مجھے پسند نہ تھا۔ مولوی اور امتیاز میں جو سے مظاہر میں اور عبادت کا حاصل امامت قبول کی خدمت کے سامنے تھا ہے اور مولوی اور امتیاز اس کی ضد ہے جو مسلک ہے۔

لیکن محبت میں ایسی کشش ہے جسکی مقناطیس میں جوتی ہے کہ وہ دلوں سے کھینچ لیتا ہے، میں وہ ہے کہ نہ ہوں، لیکن آپ کی محبت نے مجھے کھینچ لیا، لگا کر انی کج کش و مست نہیں پاتا اور پھر یہ محبت و اعتماد آپ کی نہیں سب احباب کی ہے اس لیے کبھی مجھے خود کو دینی نہیں کہنا چاہیے۔ یہ تسخیر غم ہے، اللہ اللہ کچھ کھیر دے کروں گا۔

پھر کچھ مجھے یہ نیک کی آزادی محبوب ہے، میں کسی کو تہذیب و تمدن نہیں چاہتا اور بعض حضرات کو ضروری کام ہوتے ہیں میں ان کا حرج نہیں کرنا چاہتا، اس میں وہ کام کی وجہ کے بعد

یوں اس کو بے حد آزادی برقرار کر دیے دیو چاہتے ہیں چاہو۔۔۔

”یہ حضرات کی اصلاح کا ممنون

القر محمد شریف علی علیہ

۰۹۔ نواس شہرستان

دوسرا خط:

گرامیہ صاحب بھی بھی بھیج کی نماز حضرت و... کی مسجد میں پڑھتے تھے۔
 - زیدہ و فہم کے حضرات رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت امیری لکھنؤ
 بہت آپ کو والد صاحب + بی بی تو والد صاحب مان جائیں گے تو حضرت نے فرما دیا
 کہ آپ آئیں گے تو یہاں سے اس کے بعد میں نے جو والد صاحب سے عرض
 کیا کہ حضرت نے آپ سے بات کرتی ہے آپ صبح کی نماز میں آج بھی تو والد
 صاحب صبح کی نماز میں آتے۔ حضرت نے میری روایت والد صاحب سے کہہ دی والد
 صاحب کے چلے جانے کے بعد حضرت والا رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم
 نے والد صاحب کو کیا کہہ دیا تھا کہ وہاں پڑھنے والی بات کرتی ہے

میں نے عرض کیا کہ ہاتھ یہ بات سنی تھی کہ حضرت بہت آپ ہو گئے مگر دیکھ کر تم
 نے کہہ دیا کہ میں نے کہہ دیا کہ وہ صاحب آئیں گے تو میں کہہ دوں گا۔ اس کے بعد ارشاد
 فرمایا کہ میں تم سے کہہ دیا کہ وہ صاحب آئیں گے تو میں کہہ دوں گا۔ اس کے بعد ارشاد
 فرمایا کہ میں تم سے کہہ دیا کہ وہ صاحب آئیں گے تو میں کہہ دوں گا۔ اس کے بعد ارشاد

مکہ منجور جناب عبد القیوم صاحب فرید محمد کم

اسلام مولیٰ کم و رحمۃ اللہ و ہر کا

مجھے معلوم ہے کہ صبح آپ وضو پڑھ کر تمہیں آپ صبح کر کے مجھے ملنے آئے اور محمد
 اسحاق کے کھانا پکڑا دیا۔ میں نے آپ کو نہیں بلایا تھا صرف یہ کہہ دیا کہ جب کھانا ہو
 گا انہوں کا کہ اسحاق دوسرے نے سمجھا دیا ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو مجھے خود آپ کی

خدمت میں نہ چاہیے تھا۔ مجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ میں یہ دعویٰ کرے کہ آپؐ میں بہ حار
میرئی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی، میں معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرمائیے۔ یہ یقین
جائیں میں جو بخود کہتا ہوں آپ سے ہمدردی اور آپ سے محبت کی وجہ سے کہتے ہوں، وہاں
چاہتا ہے آپ سب آرام سے رہیں، اگرچہ یہ غلطی اسحاق نے غرونی عمر میری وجہ سے ہوئی
اس لئے معافی چاہتا ہوں، کوئی بات خلاف مزاج میں نے کہی ہو اس میں بھی معافی چاہتا
ہوں۔

اس پرچہ پر دستخط کر کے مجھے بھیج دیجیں، یہ بھی تحریر فرمائیے کہ "حافظ کرو یا"۔

میں اپنی غلطی پر تادم ہوں۔ ۲۷ ستمبر ۱۳۹۸ھ

دعا گو

الحق محمد شریف علی منہ

۶۹ نواں شجرہ - لندن

(ماخوذ از شخصیات و ہمارا اہل ۱۳۸-۱۳۶)

(۱۰) "حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شانِ عہدیت"۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ طلبہ کی وفات کے بعد دستِ لا محترم حضرت اقدس
مفتی محمود اشرف صاحب زید پیر پور (حمید غنیہ) مجاز حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی
درخواست پر حضرت حاجی صاحب کے غرض و مجاز حضرت اقدس مولانا مصطفیٰ محمد سرور
صاحب دامت برکاتہم نے حضرت کے حالات و کمالات تحریر فرماتے ہوئے آپ کی "شانِ
عہدیت" سے متعلق ایک اہم اور جامع مضمون تحریر فرمایا جو ذیل میں من و عن پیش خدمت
ہے۔

تیسرا اہم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ سے ہے۔

تعلق رکھتے ہیں۔ "حضرت اہلسہا مجازین" حضرات میں عہدیت و تواضع کے نوت ہماری کہ
ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ علیہ میں بھی بہت اچھے درجے

نہ تو اشع اور فانی شان تھی۔

اس تو اشع اور مہدیہیت کی ایک مثال یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت والا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حجاز بیعت تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے فوراً بعد حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان الفاظ سے حضرت والا نے اپنی تعلیم کی درخواست لرمائی

”حضرت خواجہ صاحب! یہ ناکارہ آئندہ اپنے آپ کو تعلیم کے لئے آپ کے سپرد کرتا ہے، مگر یہ مسئلہ منقولہ فرما میں آتا۔“

جواب حضرت خواجہ صاحب: ”اس ضابطہ کی کیا حاجت ہے۔ میں تو یوں بھی گوہر مان نہ مان میں یہ ایسا بانی ہوں، اپنا مچھ پر لگا ہے پوچھ بھی جو الٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے عرض کرتا ہی رہتا ہوں، وہ کرتا ہی رہے گا۔“

تعلیق ارشاد است مرشد سے نغمہ - آنچیز ہر دم سے کندہ بازی تمام
ہاصل کی برکت سے بلیں کیا عجب - نقل سے بھی ہو دبی فیض اتم

(بحوالہ ”اصلاح دل“ نچہ قوالیہ نشین۔ ص ۱۹۸)

اور پھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان الفاظ کے ساتھ حضرت والا نے اپنے آپ کو حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مزید ترقی کے لئے پیش فرمایا۔

”حضرت اقدس! تعلیم اور اصلاح کے سلسلہ میں مجھے مکتبہ کی اجازت فرما دیں میرا مقصد اس تعلیم سے بخش رخصائے مولا ہے۔“

جواب حضرت مفتی صاحب: ”میرا چشم اجازت ہے۔ حق تعالیٰ وہی تعلق کو اپنے تعلق کا ذریعہ بنائے اور مرنے والے کے لئے موجب قرب و رضائے (اصلاح دل) چھانڈے۔“

(ص ۲۰۱)

پھر حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مولا کا

خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت
ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم کا تعلق قائم فرمایا۔ ان دونوں کا ذکر حضرت والا کے اس
مکتوب میں ہے جو حضرت والا نے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تحریر
فرمایا۔ وہ وہاں

”حضرت مرشد نقوی کے بعد میں نے تجھ پر بیعت کی، اسے نہیں کی البتہ تعلیم
اور صلاح کیسے اپنے آپ کو ال حضرت خواجہ صاحب، ان کے بعد حضرت مفتی محمد حسنین
صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے پیرو کر دیا۔ (کچھ الفاظ کے بعد)
میں مولانا خیر محمد صاحب کے بعد میں تعلیم اور مشورہ آپ سے پناہ پتا ہوں، آپ کی محبت
سے میرا دل لہریز ہے۔ تہ اسیری درخواست قبول فرمادیں۔

(اصلاح دل چوٹا ایڈیشن ص ۲۵)

اور حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ ہی میں حضرت
والا اپنے خالق حقیقی سے رخصت ہو گئے۔ گویا آخری سانس تک باوجود کامل و مکمل ہونے کے
باوجود کثیر مریدین کے باوجود متحد و خلفاء کے اپنے آپ کو مرید ہی بنائے رکھا یہ بڑا بڑا
بیت النبی مقادس ہے

تم درود کھنڈو وصال امین است و میں ۔ تم شہدائے کمال امین است و میں
اللہ تعالیٰ کے درست میں یہاں تک تم بھی تو اسٹے ہے اور غرضی قدیم بھی تو اسٹے ہے تمہارے ابھیں کو
”ہون بنایا، اسٹرنگ کے لپے ایمان سے مانع نہیں ہے بلکہ اکثر اہل ایمان کو صلاح باطن اور
بہتری ترقی سے مانع اور اپنے لفظ کے مشافہ کی طرف رجوع کرنے سے مانع ہیں تمہارے
ہے اس تمہارے حضرت والا نے اپنے قول اور عمل سے پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

جب تک ڈاکٹروں نے منع نہیں کیا حضرت والا ملتان شہر میں ہمیشہ سائیکل پر آتے جاتے
اور کہاں تو اسٹے کی وجہ سے سائیکل سے تر کر اپنا سائیکل خود پکڑ کر جہاں کھڑا کرنا ہوتا تھا
کھڑا کرتے تھے کسی دوسرے کا پکڑنا پسند نہ کرتے تھے۔

نہ اسے اس خطبہ میں اور فجر کے بعد ۳۰ سال میں بہت اثرات سے متاثر
 نہ تھے لیکن بعد ۱۰ سالوں کے مرحوم علی علیہ السلام نے سترے تھے۔ خاک کے پاس پہنچ کر
 اترنے لگے مگر پہنچے نہ تھے۔ انھوں نے کہا: تمہاری دعا کے واسطے سے تقریباً ایک سال پہلے جبکہ
 ”سیدہ عائشہؓ“ نے جہان میں سب سے اہم مہمان حضرت عائشہؓ تھے قسم بخدا کہ
 موقع نہ مل سکا۔ میں نے سب کچھ فرمایا، لیکن وہ نہ آئے، اور مولانا عبدالرحمن صاحب
 صاحب کتب نے فرمایا: ”میں نے اس وقت تک دعا کی کہ وہ آج آئے۔“

ایک اور واقعہ میں حضرت سیدہ ام ولدؓ کی پھوپھی حضرت عائشہؓ نے بھی سونا تھا اور حضرت دار
 نے بھی وہاں تھا تو ایک چارپائی پر چڑھ کر دوسری چھوٹی تھیں حضرت نے بہت کوشش کی کہ وہ
 چھوٹی پر سارے شکر کس سیدہ کی ہوسے فرمایا کہ چھوٹی چارپائی پر سارے کی اجازت نہیں
 ہے۔

واللہ! چنانچہ حدیث و روایات کا یہ ہے تو ازالہ آپ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

عنہ توضیح للہ رفیعہ الہ (لیغوض انکارہ ص ۳۳-۳۵)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رانچہ دی رحمت اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت
 عبدالقادر رانچہ دی) کی توضیح و افادیت:

”حضرات! انہوں نے تقریباً سنا دیا کہ میں نے تمہیں تقریر کرنی نہیں سنی۔“

ایک ہی ایک اپنی جگہ میں آپ رحمت اللہ علیہ کی طرف سے مجھے تھیں نصیحتیں جلسہ کے بطور
 اعزاز و انعام آپ نے مجھے پہنچنے کی درخواست کی پہلے تو آپ نے شیخ پر بیٹھنے سے ٹھکرایا
 لیکن بعد یہ کہانی کہ میں نے کہا کہ آپ شیخ پر تعریف فرما ہونے تو شیخ کھنکھری نے
 آپ سے عرض کی۔ اجازت کے بغیر مکان کر دیا کہ حضرت جی! کچھ ارشاد بھی فرمائیے۔ انہیں کے
 اور ساتھ ہی آپ۔ جہاں رہنے کا وقت کیا حضرت جی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں کی
 میری تقریر نہیں کیا کرتی رہی مجھے تقریر کرنی ہے مگر مجھ کو شیخ کھنکھری مصر رہا اور یہ آخر اس نے
 کہا کہ آپ مائیک پر بیٹھ کر صرف ان کا کہہ دیں کہ مجھے تقریر نہیں کرنی اس پر حضرت

اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیپ پر تھک بیٹھ لائے اور بڑی سادگی اور سہولت کے ساتھ فرمایا کہ
حضرات! مجھ سے تقریر کرنے کا تقاضا کیا گیا ہے لیکن مجھے تقریر نہیں آتی یہ جملہ ارشاد فرمایا
اور پھر اپنے تھک پر آکر بیٹھ گئے اس پر سب ماحین جلسہ حیران اور حیرت زدہ ہو گئے اور آپ
کسی جلسہ میں وہ تقریر نہیں کیا کرتے تھے لیکن عام مجلس میں بالخصوص قانداہ شریف میں
کھنوں محل میں بحث اور دینی مسائل پر نہایت عمدہ گفتگو فرمایا کرتے اور معلوم ہوتا کہ جیسے علم
کا کوئی حلقہ امانت آ رہا ہے۔ (تذکرہ انصافین ص ۴۴)

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ واقعات
نیوں جموت بن گئے جو شرم نہیں آتی؟

آپ کے طیفہ عازم ہوا تاکہ جو سب لہو بیلاوی رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں
حضرت رحمت اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی ہمیں برا بھلا کہتا ہے تو اس سے ہمارے نفس کی
صلاحت ہوتی ہے اور جو لوگ بڑی حقیقت سے لیے چھوڑے انقلاب لکھ بھیجتے ہیں ان سے
نفس چھوٹتا ہے برا بھلا کہنے والوں سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے حضرت کے صبر و ضبط کی
ایک چھوٹی سی مثال یہ بت کرنا کافی ہو گا۔ آپ کے یہاں کسی صاحب نے مزدوری کا کوئی
کام کیا تو اس کی مزدوری دی جا چکی تھی۔ خدا جانے کی صورت میں آپ کی بھیج دی گئی
بسبب کہ حضرت رحمت اللہ علیہ اپنے مطلب میں جا کر بیٹھے ہی تھے اور صاحب آئے اور اپنی
مزدوری مانگنے گئے حضرت نے فرمایا کہ ابھی اتنا باقی اجرت تو ہم نہیں دے سکے
ہیں اس کا تالکینہ تھا کہ ان

صاحب نے بغیر کسی تمبیہ کے بدکلامی شروع کر دی یہاں جموت بولتے ہو شرم نہیں
آتی اور جی بھی ہوئی ہے بزرگ بے بیٹھے ہو مزدور کی مزدوری مارتے ہیں اور غیرہ وغیرہ
جوت میں آیا کہتا چلا آیا ایسا خادم نے ان صاحب کو کمرے سے باہر لے جانا چاہا تو
حضرت نے نہایت خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ابھی ان کو کچھ نہ کہو ان
صاحب نے آج ہمیں شہنازہ شہزادہ لایا ہے پھر اسے پانچ روپے مرمت فرمانے تو وہ خوش ہو

کر دیا میرے لئے لگا۔ حضرت ابی بکلیس میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے تو اس کے الفاظ کیوں جھوٹے لگتے جو رٹا نہیں آتی نقل فرما کر خوب محکوم ہوتے تھے۔ بے نفسی اور غایت کا یہ تمام خاص مقبولان انکی ادبی تھیب ہوتا ہے۔ حضرت کا حال واقعہ شیخ سعدی کے اس قول کا مصداق تھا

شہید مکر مرادین رو خدا دل و شہدین ہم نہ کردند تھک

ترک کے میرے شہداء میں مقام کہ بادستانت خدایا است

بلکہ راقم الحروف کو صاحب سال تک حضرت کی خدمت میں حاضری کی توفیق و سعادت میری آئی۔ لیکن اس طویل حرات میں حضرت کو کسی نام کو یاد نہ پڑتا یہ مجھ کو تو ذرا آئے تھے کہتے بھی نہیں دیکھا۔۔۔ البتہ اپنے جان میں جب دودھ حاضری بے حیائی و بے پردگی مرد و زن کے اشتعال۔۔۔ یزدانی ہی اور دیگر فواحش و منکرات پر نگہ فرماتے تو بے ساختہ حضرت کا لہجہ تیرا ترود جاتا۔۔۔ ہر نعت و بیزارگی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور لب و لہجہ سے نیند و غضب نیکتا، جس میں حضرت کی سکراہٹ کی عادت بہت پیادنی معلوم ہوتی تھی اور اس وقت حضرت کا منہ دم لینے کو جی چاہتا تھا، اسی طرح حضرت کا یہ غضب ناک لہجہ بھی بہت ہی بھلا لگتا تھا۔ (مختصات و تاثرات ۲۹۸)

(۳) "تو انہما کار منی میں مل جائے والا ہے۔"

آپ ہی کے خلیفہ محمد باقر علیہ السلام نے حضرت علی مرتضیٰ صاحب زلیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ذکاوت و ادبی صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے گھر میں بھی کبھی ٹنگے ہی بھی چلتا ہوں اس لیے کہ کسی روایت میں پڑا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو موقع پر ٹنگے پاؤں بھی چلتے تھے میں بھی اس لیے چل رہا ہوں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل ہو جائے۔ اور فرمایا کرتے کہ میں ٹنگے پاؤں چلتے وقت اپنے آپ سے غی طیب ہو کر کچھ ہوں کہ (کیونکہ میری اسے حقیقت تو یہ ہے کہ نہ پاؤں میں جو خدا نے نہ پاؤں اور نہ جسم پر لباس اور تو انہما کار منی میں مل جائے والا ہے۔) (اصلاحی خطبات، جلد ۳۷)

(۳) "حقیقت کے انداز میں بھی سادگی۔"

ایک جگہ فرماتے ہیں

"شہادت کے انداز میں بھی نہ دینی کا یہ کہہ کر بھڑکے بھی میں نہ گیا۔ اگر نہیں بیٹھے، اگر نہ ہو میں جب ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، ہم خدام نے بار بار کہا کہ عید کا لیس الٹن حضرت رحمت اللہ علیہ نہ مانے، شراب میں مجلس میں نہ اس کی محتاج، اپنی جگہ پر بیٹھنا نہ نہیں کہانتے تھے۔ بعد میں جب لوگ زیادہ ہو گئے، اور ارشادات سے استفادے میں انہیں وقت نہ ملے، تو انہوں نے مجلس میں ایک چوٹی پر بیٹھنے کو منظور فرمایا، بعد از شبیہی مجلس میں بیٹھے ہی بیٹھتے۔ اور اپنے سے کوئی امتیاز قائم نہ فرماتے (ایضاح حضرت، ص ۲۵۶)۔"

(۲) "چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت اور آپ کی تواضع و انکساری فقیر انصر عارف باللہ حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی فرماتے ہیں:"

"حضرت ذوالقادر صاحب اپنے چھوٹوں کے ساتھ بڑی شفقت اور محبت کا ماحول فرماتے۔ یہ درست تھے، اور آپ کی تواضع اور خدمت بھی انتہا درجہ کی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں حضرت شہید عثمانی صاحب پھر لدھیانوی رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ذوالقادر صاحب انکریٹ لے گئے، میں نے انکو کہہ دیا صاف کیا فرمایا،

"صرف صاف کر لیں، اگر محتاج کریں گے۔ کہیں میں اور کہیں حضرت ذوالقادر صاحب کا مقام اور بزرگی ہے، چھٹی اور محبت سے پیش آنا، احتیاج کی وجہ سے تواضع ہے۔"

ایک بار یہاں تشریف لائے، معاشرہ فرماتے تھے کہ بڑے کنبے کنبے جگہ بیٹے کی ست بہارست دل میں داخل کر دیتے، میں نے عرض کیا حضرت! جس طرف نکلیں ہو گا میں طرف خود ہی آجائے گا۔ تو اس طرح اپنے چھوٹوں سے کہنے کہ "یا کھدو بھگتے"۔ اسی درجہ کی انکساری ہے ایک بار حضرت ذوالقادر صاحب رحمت اللہ علیہ کے پوتے کی شادی پر دعوت دینے میں مجھے ہمارا اہلی جیسے ہی حاضر ہوا تو رو بہت خوش ہو گئے اور بہت سی مسرت کا اظہار فرمایا کہ جو آپ یہاں تشریف لائے ہیں سو مجھ پر "مالن لیا ہے" اور یہ "مالن" میں مدت لمبے نہیں

تو وہ جیسے اپنے اندر سے اپنی ساری دنیا نکال کر باہر نکال دیا۔
اور اس کے بعد وہی ساری دنیا اس کے اندر چھوڑ کر باہر نکال دیا۔

یہی ہے جس سے کہ ہم پر ہوا یہ واقعہ اجیتا

(ابلاغ حضرت علامہ فی نمبر ۳۳۴)

(۵) "تواضع و شفقت"

آپ کے خلیفہ محمد حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

یہ بھی کہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے

ہیں کہ "یہ سب سب کے لئے ہے۔ اس لئے کہ بہت خوش ہوتا ہے۔" آپ حضرات کو بہت دور سے آتا

ہوتا ہے یہ بھی کہ انہوں نے آپ کو اپنی طرف سے کمال کا احترام کیا اور بہت سے اہم موقع پر آپ کو

آپ کو بلایا۔ "اس لئے کہ آپ حضرات میں سے ہر ایک کے لئے ہے۔ اس سے ہر ایک کی

حالت کو جاننا ہے۔"

تواضع و شفقت کا اندازہ یہ ہے کہ یہ ہر ایک کے لئے ہے۔ اس سے ہر ایک کی

حالت کو جاننا ہے۔ اس لئے کہ آپ حضرات کے لئے ہے۔ اس سے ہر ایک کی

حالت کو جاننا ہے۔ اس لئے کہ آپ حضرات کے لئے ہے۔ اس سے ہر ایک کی

(۶) "کام و کام منصب"

آپ کے خلیفہ محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

آپ کے خلیفہ محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

یہ بھی کہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

یہ بھی کہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

یہ بھی کہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

یہ بھی کہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

یہ بھی کہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں۔

مختارؒ کا بھی۔

حضرت رستم اللہ علیہ السلام کے حواج میں خادمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی مجھ و میریت کا نام ا نشان نہ تھا۔ ایک دوسرے جہ خود فرمایا کہ:

”بھانند میں نے عمر بھر اپنی اہلیہ سے بھی اپنے کسی ادنیٰ کام کو نہیں کہا، اشار پانی چا دو یا فلاں چیز اٹھ دو یہ بھی کبھی نہیں کہہ دیا اور بات ہے کہ وہ اپنی خوشی سے میرے بہت سے کام کر دیتے ہیں، اور کبھی سخت سے سخت تا کوئی کے موقع پر بھی میں نے ان سے بوجہ دل آبر بات نہیں کی۔“

پہلے یہی بات حضرت کی اہلیہ صلابہ ظہبانہ نے بھی ہمارے خود والوں سے بیان فرمائی و نظر عرض کرتا ہے کہ ٹوٹ جڑ ٹوٹ کی کڑا تھیں تلاش کرتے ہیں ٹکڑا اس اشتیاق سے کہ سامنے کرامت کی کیا حیثیت۔ ”و رفیق بائعہ کا ارشاد ہے کہ“ الاستغفار لہ فی الف کرامتہ“ یعنی اشتیاق سے جہاد کرنا، محنتوں پر بھاری ہے جس کی یہ نفسی کجیہ عالم ہو کہ بدوی سے بھی عمر بھر کام نہ لے، وہ کھن اور سے کیا خدمت لے گا۔ لیکن حضرت والا رحمت اللہ علیہ کی یہ نفسی کا اسرا ہو یہ ہے کہ وہ کسی کی ادنیٰ و در لکھی سے بھی بچتے تھے، اپنا نچر خاص اہل محبت اُتر کر تپا جے تھے تو انکو روکتے بھی نہ تھے۔ سر میں تل تی بائیں نور پاؤں دبانے کی اجازت دے دیتے تھے ایسے ہی ایک موقع پر اپنا یہ واقعہ ظاہر کر:

ایک بار حضرت مولانا میو صیال اعظم صیغین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، موقع دیکھ کر میں نے ان کے پاؤں دبانے کی اجازت چاہی تو اجازت دے دی، جب میں پاؤں دبا رہا تھا تو آپ نے عرض فرمایا کہ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم عیون دہنا چاہتے ہو“؛ شہرہ اس طرف تھا کہ جو شخص اپنے پاؤں کی عزت و خدمت کرتا ہے، اس کے چھوٹے اس کی عزت و خدمت کرتے ہیں۔ (۱۹۳)

(۷) ”آئندہ حیاں اور نہ کسادی“۔

فرما کہ ایک مرتبہ جہ و ستان میں میں اپنے وطن سے کسی کام کے سلسلے میں ایک

فرمائیے، دوران کے شر ت بھی پہالیں۔ اگر یہ سرمایہ تو انشا اللہ ساری آمد حیاں کو پر سے
 ستر چھپائیں گی، دور قہار کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گی اگر تم آندھیوں پر غالب ہو گئے، آندھیاں
 تم پر غالب نہ کیں گی

تصور عرض ہے، وقت نہیں میری مزا پھر پوچھ لیا؟ تو میرا دماغ میری

(ص ۳۸۱)

عارف باللہ حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمہ اللہ کے
 واقعات

سونوی عابدی محمد دین صاحب نصیحتیں

ہمارے حضرت جی میں خواہش کی صفت برجہ اتر ہے آپ نے اپنی تعریف بھی
 اپنی زبان سے نہیں کی۔ کرکسی نے آپ کے سامنے تعریف کی تو آپ کی عادت یہ ہے کہ
 تہ منہ ہو جاتے ہیں یا نہیں نہیں فرما دیتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے من تو اذبح
 اللہ دلع اللہ (جس نے اللہ کی تعریف تو اذبح واکھساری کی اللہ تعالیٰ انکو بلند فرما دیتے ہیں) آپ
 اس حدیث کے صحیح مصداق ہیں کہ جتنی آپ تو اذبح فرماتے ہیں اتنی ہی عزت و رفعت اللہ کی
 طرف سے آپ کو ملتی ہے اس وقت جو یہ بڑا مقبولیت بزرگین دین میں ہمارے حضرت
 دین کو حاصل ہے۔ وہ بڑا دشادہ۔ آپ اس دعا کے بھی صحیح مصداق ہیں۔ اللّٰهُمَّ اَعْزِّزْ لِي
 حُجَّتِي صَفِيَّ كَوْنِي أَتَقِيَّ اَنْ يَكُنَّ اَنْ يَكُنَّ اَنْ يَكُنَّ اَنْ يَكُنَّ اَنْ يَكُنَّ اَنْ يَكُنَّ اَنْ يَكُنَّ اَنْ يَكُنَّ
 بنا دے۔ آپ کی تو اذبح کے چند واقعات و ارشادات بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے
 ہیں:

واقعہ (۱)

حق نے بڑا بزرگ حضرت امام سے استدعا کی کہ آپ اس خادم کو بیت فرما
 میں۔ حضرت امام نے عرض فرمایا: یہ بہت اصرار کے بعد آپ نے تحریر فرمایا: اس شرط پر اس کو
 بیت کر رہوں کہ اگر آپ کی اصلاح میں کمی رہ جائے تو قیامت کے دن آپ مجھ سے بالکل

مواخذہ نہ کریں۔ اس سے جواب میں بندہ نے تحریر کیا حضرت جی انشا اللہ کو قلعی دہی
جرات نہیں رہوں گا، اگر یہ جی الصالحات میں کی روگی تو وہ میری اپنی نوبت ہی کی وجہ سے ہو
گی۔ تب اس بھائی پر تپ نے بندہ کو بچت فرمایا۔ (سورۃ فتح ۲۵۴)
واقعہ (۲)

حضرت ۱۱؎ نے ارادہ کیا کہ ۹۹ پر تحریر فرمایا اپنی اہلیہ محترمہ سے گزارش ہے
کہ آپ نے ولادہ دینی میریت اور خصوص کے ساتھ خوب خدمت کی اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں
جہانوں میں اپنی نمایاں شان بہت عطا فرمائے۔ بندہ آپ سے بہت ہی خوش ہے
اللہ تعالیٰ تپ کو دونوں جہانوں میں خوشیاں نصیب کرے۔ بندہ سے خاص کر معذور و مظلوم
ہونے کے زمان میں آپ نے نہ صرف غلطی ہوئی اس کی معافی چاہتا ہوں اللہ اسکے لیے عاف
تعمدیں۔ انشاء اللہ

اللہ پاک تپ کو دونوں جہانوں میں جزا خیر عطا کریں گے اور بندہ کی جہان پر سہرا چھائی
ہے اور انھیں اللہ پر چھوڑے۔ انھیں اپنی سب کا سچائی وعدہ دکا ہے اس تحریر کے الفاظ سے
تواضع اور انکساری کا سبق ملتا ہے کہ آپ نے اپنی خودی کو کس طرح مایوس اور پہلے معافی
مخلص اس سے ہے کہ آخرت میں ہی تمہاری پریشانی نہ ہو جو تک حد بیت مہارک میں آتا ہے کہ
اگر بیوی نے خاندان کی حق تلفی نہ اور یہ میں معافی نہ گئی تو آخرت میں باز پرس ہوگی اور اگر
خواندہ نے بیوی پر کھڑا کیا اس کی حق تلفی کر کے معافی نہ گئی تو آخرت میں بیوی کا تہ
دعوہ رہوگی۔ (ایضاً ص ۲۷)

واقعہ (۳)

دوست ۱۱؎ نے تحریر فرماتے ہیں: تعلیم قرآن و قرأت کے فوائد میں طلبہ کو
بغرض اصلاح اور ترقی، دانش مرید، سہانی سزا کی بھی قربت آتی ہوگی ہے کہ ان مواقع
میں ضرورت سے زیادہ شدت یا تسکین کی تمیز نہ ہوگی ہو اس لیے میں ان سب حضرات سے
نجات عاجزی اور لچا جست سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ مجھے ول سے معاف فرمادیں۔ یہ

معاف کر دیا، انشاء اللہ میں نے اپنے بھی منہ اور بڑے سے مجدد ثواب کا باعث ہوا۔

اس ارشاد کے ایک ایک نقطہ سے توضیح مانگنا کی قیمت دینی ہے (ایضاً ص ۲۵۴)
واقعہ (۴)

حضرت دین محمد تھیں اور حضرت والا نے جو یہ میں ارشاد فرمایا (جو سوانح عمری

حضرت والا کی اجازت میں تھا)

عزیز مایہ و تواب سونے والے کسی کام کا نہیں رہا، اس پر احباب واعز و کے لیے وہ
نور ہر ہوس بندہ پاک قبول فرمائے۔ بندہ ہر امت خود میں قائل نہیں کہ میری ساری کھٹی
جائے "صفت" انعام کچھ صواب رہا، "میں محض احباب و اعز و کی دلجوئی و افسوس کے
غور" حضرت والا: قاری (صاحب مدخلہ) نے ارادہ فرمایا ہے۔ اللہ پاک ان کی
تہنہ ساقی کو قبول فرمائے قدم مقام پر ان کے صحن اور مددگار میں توفیق عزیز سے لوازمیں۔
عزیز مایہ و تواب بندہ کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی اعز و و احباب کو نظر آتا ہے وہ محض اللہ
پاک کا کرسم ہے اور قرآن کریم کی برکات کا شرف ہے، انہیں اس کے سوا سے توفیق و ہوس اور
اسی سے ایک آس کھائے پڑا ہوں، اللہ کرے خوش خوشی وقت پر یہاں کا حسن ظاہر اور تعین
کامل نہیں ہو، آمین"

اس مکتوب کریم کے لفظ غلط سے توضیح کا سبق ملتا ہے، انکی بڑی ہمتی اپنے آپ کو کافی چیز
نہیں سمجھتی جس کی جوتیل میں ڈھنسا کر بڑے بڑے حکماء قرآن اپنے سے باعث فخر و عزت سمجھتے
ہیں (ایضاً ص ۲۵۷)

واقعہ (۵)

یہ حقیر: چیز خادم حضرت والا (دین محمد) جس وقت پیسے جمع ہو گیا، سارے چار ماہ
خرین میں قریب ہاں دور ان حضرت والا کی خوب محبت اخلاقی۔ حضرت امام میں بندہ کے
قریب ملکہ میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آخر میں بندہ بھی مدینہ منورہ گیا۔ حضرت والا
پھر مرہ کے لئے ملکہ امکنہ تشریف لے گئے یہ چیز پھر عمرہ کے ارادہ سے نکلا یا حضرت

۱۱۔ سے ملاقات ہوئی۔ مسرتی نماز سے بعد حاضر ہوا تو فرماتے: مجھے کس جگہ سے بندہ کے لئے ہوا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: ملاں جگہ ہے۔ چنانچہ بندہ آپ دھرم پٹے کے لئے گیا پھر وہاں سے مراد کے لئے گیا۔ پر پہنچا تو حضرت ۱۲؎ کسی ساتھی کو لئے کر رہے پر پہنچے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: حضرت نبی! میں نے ملاقات کرنی تھی اجازت بھی چاہنی تھی آپ نے اتنی تعریف یہ کیا مانی؟ فرماتے: مجھے اب چاہتا تھا کہ آپ کو کڑی پر پہنچ کر وہاں پھر میں نے عرض کیا: حضرت نبی! دعا فرمائیں کہ وہ پاک فہم و خیر و نیت کے ساتھ پہنچے۔ چونکہ حرمین کے قیام میں بندہ بیمار رہا کہیں ایسا نہ ہو کہ سفر کی وجہ سے پھر یہ رہو جاؤں حضرت! اسے ارشاد فرمایا: بعد تقاضی مہربانی فرمائیں گے، پھر حضرت اقدس نے بہت ہی رقت آمیز دعا فرمائی، حال حاضر یہ بھی ارشاد فرمایا: جو مجھے حضرت ۱۳؎ کی دعا سے تمام طبع میں بالکل بھارت ہوا اور نبی! یہاں آ کر چہ رسی لاتی ہوئی۔ الحمد للہ بہت ہی اچھی صحت میں۔

۱۴۔ اس واقعہ سے بھی حضرت ۱۵؎ کی تو ضیع روز روشن کی طرح واضح معلوم ہو رہی ہے کہ یہ قیام، حضرت ۱۶؎ کے تعلق کوئی خدا ام میں سے تھا لیکن پھر بھی قیامت واضح سے کام لیتے ہوئے کتنی دوسلہ افلاکی فرمائی! (انتہا میں از "حق لہذا دیتے" جلد ۱ ص ۷۷)

(ایضاً ص ۷۷)

واقعہ (۶)

جناب حاجی ثناء احمد خان صاحب رخصت فرما رہے ہیں۔

موسم قرآنی کے آتے ہیں۔ اور مستند عالم ہونے اور سیکڑوں حفاظ اور قرآن کے استاد ہونے کے باوجود حضرت کی سر تعمی اور تو ضیع کا یہ یہ تمہ کہ اپنے چھوٹوں کو بھی خطوط میں "میرے بیار۔ بزرگ" اس کے القاب سے مخاطب فرماتے۔

حضرت صاحب کی لکیریں اور سب تعمی کا صرف ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

مستند شخصیت یہ کہ ایک بزرگ سے نہ سے کی خط و کتابت ہے، بہت معمر بزرگ ہیں اور بڑے صاحب نہایت ایک مرتبہ میں نے انکو لکھا کہ بندہ جتنا سب کی و برکت صحبت میں چند دن

نارانا چاہتا ہے نہ ازلت نہ فنا میں تو حاضر ہو چاہاں

انہوں نے جواب میں کہا

پہلے اپنے شیخ محترم سے اجازت میں اور ان کے ہوتے ہوئے آپ کو کسی دوسرے شیخ کی ضرورت بھی نہیں، احمد علیہ السلام بزرگ بھی ہمارے کاجہ کے مسئلے پر ہیں اور ان کی بھی غایت اور آپ کی بھی ان کے جواب سے خارج ہے تاہم میں نے اپنے شیخ کو ان بزرگ کا خط بھیجا اور ساتھ میں احمد علیہ السلام کی ایک شہرشی خط ان بزرگ کے نام لکھ کر دیا کہ کامیاب ہو کر ان کی سمجھ سے مستفید ہوتا رہیں۔ حضرت صاحب نے اس کے جواب میں جو خط ان بزرگ کو لکھا ہے وہ حضرت کی کرسی اور حقانیت کا ایک ٹریڈ مارک ہے اس خط کا اتمام میں پیش کر رہا ہوں

میں سے پیوستہ بزرگ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شہزادہ محمد بندہ پاشا عہد وری بقیہ سجدہ خدا کرتے آپ بھی مع احباب و متبعین بنو قیامت ہوں۔ اللہ پاک سب کو دو خوش چہاں کی خوشیوں بھری نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔ اور وقت سہمہ خوشی خوشی بحسن خاتر محبوب ہو۔ مدینہ منورہ میں حسن خاترہ کی تیار کئے والوں کی بھی خدا کرے وقت پر حقیقی محبت خوشیوں بھری یہ آرزو پوری ہو۔ آمین یا رب العالمین بجا و سید مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

الہ اعلم اللہ عز و جل نثار احمد خان صاحب سلہ میرے خاہری وہ فنی محبوب سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنی سن خوش عقیدتی سے بندہ گندہ کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے تھے اور شاہانہ معمولات پر بڑا مستقل اور مستقیم رہے مگر بایں استقامت و استقامت بر عمر خود اپ تک داخل نہ ہو سکے۔ جب سے بندہ مفلوج اور اجہاب سے دور رہا اور خدا سے قوسر ہو ہر ایک کو دوسرے ہاتھوں کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے وہ باعزیز موصوف کے خط سے معلوم ہوا کہ انہیں آپ سے بہت عقیدت ہے بڑی خوشی ہوئی۔ بندہ طیب خاطر عزیز

مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ (ناظم اول جامعہ دارالعلوم کراچی) کی تواضع و فنائیت :-

آپ کے فرزند ارجمند استاذ محترم حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

تواضع اور فنائیت بھی آپ میں نمایاں تھی، یہ وصف آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے ورثہ میں ملا تھا، بڑے بڑے نمایاں کام کرنے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھتے، اپنے کارناموں کو عموماً دوسروں کے نام منسوب کر دیتے۔ اگر کسی کام کی نسبت خود آپ کی طرف ہو بھی جاتی اور آپ کی موجودگی میں اس کی تعریف کی جاتی تو حیا آمیز شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں پست فرما لیتے اور روئے سخن بدل دیتے۔

تواضع کند ہوشمند گزین

نہد شاخ پر میوہ سر برز میں

پھر آپ کو کبھی اپنے مرتبہ اور حیثیت کا ادنیٰ زعم بلکہ احساس تک نہ ہوتا، چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے ملاقات ہوتی تو اس سے بڑے بڑے تکلفانہ اور دوستانہ ماحول میں دلچسپی سے باتیں کرتے، جس سے وہ یوں محسوس کرنے لگتا کہ میری بھی بڑی حیثیت اور بڑا مقام ہے

(متاع نور ص ۲۹۳)

حضرت مولانا فضل محمد صاحب زید مجدہم اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

”ان کے اخلاص، لگن اور قربانی کا اندازہ کرنے کے لیے ایک ایسی مثال کافی ہے کہ جب ناکوارہ کی عمارت مد سے کے لئے ملی جسے سکھ خالی کر کے چلے گئے تھے اس وقت یہ عمارت انتہائی خستہ حالت میں ویران درو دیوار والی تھی، اس کے بیت الخلا، غلاظتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کچھرے کے ایک عظیم ڈھیر میں منہ پر کپڑا باندھے ہوئے جھازو دے رہے ہیں نہ کوئی نوکر ساتھ ہے نہ طالب علم اس طرح میں نے دیکھا کہ وہ بیت الخلاؤں کو جو تقریباً دس ۱۰ تھے اور

نمازگوں سے فجر سے دو تہے پانی باغیان فجر تہہ ترساق کر رہے تھے۔
 بعد کی قسم ایسی تیرتھی کہ یہ اللہ کی بات تھی کہ یا اللہ! کیا یہ شخص اپنے ہاتھ سے یہ قربانی کا کام کر
 دیا ہے اور بیت القادس کے دروازہ بند کر کے یہ منہ کر رہا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے
 ان کوئی نہیں پکیر سکتا۔ (ابوالہلال، ص ۳۷۷)

حافظ اجماعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حکیم الامت رحمہ
 اللہ) کی تواضع و فہمیت:

بر نماز باجماعت کے بعد اپنے لیے مرض کبر کے ازالہ کی دعا کی درخواست کرتا۔
 ”جب تھا کہ جنوں جہ شری دہلی اس وقت تقریباً چھ ماہ مسلسل قیام کا
 شرف حاصل ہوا۔ اس میں چند معمولات مخصوصہ کے ساتھ امراض قلب کا علاج ہوتا رہا
 خصوصاً کبر اور قوراشی جلدی میں طبعی حد تک جاری رہا۔ علاج یہ کہ ہر نماز باجماعت
 کے بعد اپنے مرض کے ازالہ کے بعد سب حضرات سے اس امر میں کہ ازالہ کی دعا
 درخواست کرتے تھا میری درخواست کے بعد کبھی کبھی حضرت قدس سرہ دینا اعتراف کے لئے
 صنوبری دعا یعنی ”اللهم کل ثمرہ (آمین ثم آمین یا رب العالمین)“

کی دعا فرمائی حضرت نے سب کے سامنے پڑھ کر دعا دی کہ الحمد للہ ہر کام مرض
 جانا رہا، مانت سرور سے اعتراف کر رہا ہوں، اور حقیقت حضرت کے ضامن میں اس رو
 یا سے بڑھ کر کبھی نہیں ہو سکتا اور دعا پڑھئے۔

(بزرگ شرف کے چہان، ص ۳۲۲)

حضرات خواجہ عبدالملک صدیقی رحمہ اللہ کی عاجزی و انکساری:
 مجدد مصلحت حضرت مولانا شیخ الاسلام احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:
 ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمہم صاحب حضرت خواجہ عبدالملک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
 کی مجلس میں حاضر ہوئے، جب کہ اس وقت حضرت کے ایک مرید آئے۔ اس مرید کا
 تعلق اپنے علاقے سے تھا جہاں حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور مرید بھائی رہتے

تھے انکو بھی اجازت و خلافت تھی تو وہ بھی بڑے شیخ تھے۔ حضرت بھی اپنے علاقے کے شیخ اور عالم تھے اور وہ بھی اپنے مائے کے بڑے شیخ اور عالم تھے۔ میں اسوقت انکا تالہ ہوتا تھا۔ سب نہیں سمجھتا۔ جب محفل میں وہ میرے حاضر ہوئے تو حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا ابھی آپ آتے ہوئے کھانا شیخ سے کئے ہیں؟ اس نے جہانگیراں حضرت میں کئے آیا ہوں یہ وہ دور تھا جب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دار و کھولہ کیا تھا۔ یہ قادیان کی ریل وین تھی دنیا قدسوں میں پھنکی جاتی تھی۔ حضرت نے پوچھا کہ چھوڑا جب آپ مل کے آئے تو انہوں نے کیا فرمایا؟ اس نے جھمکتے جھمکتے کہا کہ سلام بھی بھیجا ہے مگر حضرت نے بیجا جان لیا کہ یہ کوئی بات چھوڑ رہا ہے۔

یہ آخر بھی ہوتے ہیں۔ بارے حضرت، حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کراچی میں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب آئے تو کسی نے کہا کہ حضرت! کھانا آدلی اس اس کا ۲ کئے آیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غصے سے فرمایا۔ میں لعنت کرتا ہوں اس سے یہ کہ جسے دوسرے چڑھ کر آئے اور اسے پتہ نہ چلے کہ یہ کس مقصد سے آیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو توفیق فرماست عطا فرمادیتے ہیں۔

جب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پچپان لکھنے کو کوئی بات چھوڑا ہے تو فرمایا کہ بڑا قلاب وہ خاموش رہا۔ حضرت نے نفی فرمائی کہ تندرستی میں اسی طرح بتاؤ کہ جب طرح بات عرض آئی۔ جب حکم دیا تو وہ صاحب بھی سیدھے ہو گئے۔ اور کہتے گئے حضرت! جب میں ان سے ملا تو بتاؤ کہ میں حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا رہا ہوں تو انہوں نے مجھے کہا ”انکو میرا سلام پہنچاؤ یہاں یہ کہنا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں جو ایک نیکو کار کے اندر جمع نہیں ہے تنہا ہے۔“ ان کو ان الفاظ میں یہ بتا کر کہنے لگا، حضرت! مجھے تو بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی اس لئے میں نے کہا میں سب نہ سمجھتا حضرت نے جب یہ بات سنی تو وہ شرار کر دی۔ کوئی ہم جیسا ہوتا تو ہم کہتے کہ جسے زائد بنے پھرتے ہیں، کیا وہ اسے اندوہ کی محبت ہے۔ ہم بھی اللہ کی محبت میں دین کا کام کر رہے ہیں۔ ہم اسلئے جو جواب دے رہے ہیں مگر

سے مصلح سے کھانا لینے کو باجگاہ کر دیا۔ (الحمد للہ احقر اور احقر کے بعض رفقاء اس گناہ میں شریک نہیں تھے) کھانا حیرت انگیز طلب لینے سے انکار کر رہے تھے اور سٹکڑوں کی تعداد میں طلب بazar میں بیٹ کا جہیم بھرنے کے لیے پرتوں رہے تھے۔ طلب ابھی اس سوچ میں تھے کہ حضرت رحمہ اللہ دارالحدیث ہال میں تشریف لے آئے اور کھنی کج کھنی دارالحدیث ہال بھر گیا۔ حضرت نے نہایت ماحولہ مشفقانہ انداز اور عارفانہ لوازم میں پیش شدہ مسئلہ پر روشنی ڈالی، جس سے تمام طلبہ مطمئن ہو گئے اور آخر میں فرمایا کہ۔

”اصل مسئلہ سے قطع نظر سٹکڑوں کی تعداد میں طلب کا بازار میں کھانے کی ضرورت کو پورا کرنے دارالعلوم کی بہت بڑی توہین ہوئی“ اور اس موقع پر حضرت شیخ نے اپنی نوبلی سبک اپنے سر سے اتار کر طلبہ کے سامنے فالدی اور فرمایا کہ ”میں اپنی نوبی آپ کے قدموں میں ڈال رہا ہوں“۔ پس پھر کیا تھا، اکثر طلبہ کے آنسو نکل آئے، وہی ممانعت پر زور دے اور ان کو تالیف راہجھان کی آوازیں آنے لگیں۔

کیا یہ غیر کے دینی مدارس کی پوری تاریخ میں کوئی ایک بھی مثال پیش کر سکتا ہے کہ جبروں علم و فضلہ کا شرف و عین الاوقایہ سطح کا مشہور و معروف محدث اور بہت بڑے اپنی ادارے کا واحد محتار کل اعلاقہ کی زبردست قومی و سیاسی شخصیت دارالعلوم طلبہ اور علماء کے دوز کو بھال کرنے کے لیے اپنی نوبی اپنے ادنیٰ طالب علموں کے قدموں میں رکھ دے۔ (ماہنامہ الحق خصوصی نمبر ۱۵، ۱۹۵۹ء)

(۲) ایک اور عجیب واقعہ:

مولانا عبد کلیم صاحب ہی کہتے ہیں:

جب سے عمر کی اصلی روح ماند چو گئی، اخلاص و تقویٰ ہدایات و امانت نے ہسٹر پورے لپیٹ لیے، کام اور عمر و خدمت و راستہ کی کو ایک دوسرے کی ضد سمجھا جانے لگا، استاذ صاحب کے قریب والی کا کھڑا رکھ ہوا ہوتا ہے، نکلاں ساتھ ہوتا ہے لیکن وہ اپنے لئے پانی نہ پلنے کا عمل تقویٰ علم و دست و پا کے معنائی سمجھتا ہے، اگر قریب کوئی نہیں ہے تو دور نظر آئے والے

ظاہر علم کو باايمان بے گروہ اور بھی کوئی نظر نہیں آتا تو اس انتظار میں رہتا ہے کہ کوئی آئے اور پائی
گھنیزے سے نکالی۔۔۔ لیکن اس بے حوصلی میں بھی ان آنکھ پر آنکھوں کے پردوں شانروں
کے ستاروں اور۔۔۔ اختلاف اور خدائے تجرہ میں اسرار المؤمنین فی اللہ ربہ شیخی و استاذی
مولانا صہب الحق صاحب اسپنے مولائی کو اس نکتہ نگاہ سے چارہ ڈالتے ہوئے دیکھا کہ یہ تھا
کی مخلوق ہے اس کی خدمت ہمہ ذمہ فرض ہے

آقا قضا کر دیہ امہ مہربان و رز ویدہ ام
بہیہ خور ویدہ ام، لیکن تو نیز۔۔۔ دیکھو

(۳) سراپا الہک ر۔

مولانا ڈاکٹر حسن نعمانی بآوردہ ننگ لکھتے ہیں:

حقت سے شیخ احمدیہ رحمہ اللہ کی توحید حاتم خانی کی سخاوت سے نزدیک و مشہور ہے۔ عارضی
اور کھساری ان کی حیثیت میں فوت کوت کر بھری ہوئی تھی، یہ کوئی تصنع یا غایت نہیں بلکہ
غیبت کا یہ دن چکی تھی۔۔۔ اشیاء و سبب انھی کا یہ عالم تھا کہ بھی اسپنے مہم کا اخبار نہیں کیا۔ بولی
دعا کے لیے کہتا تو حاضریں سے فرماتے کہ ان کے لئے اور مجھ کو جزم کے لیے دعا مانگیں، بولی
سائل فتویٰ پوچھتا تو مفتی صاحب کی طرف راہنمائی فرماتے۔

بعض اوقات سفر سے رخصت ہو کر مایہ کی معصومیت اور تواضع و انکسار سے بعض بے ادب لوگ کہ یہ
مجھو پچھتے کہ شیخ احمدیہ تو ایسا بوجہ ہی نہیں انہیں تو ایک مسئلہ بھی معصوم نہیں لیکن جب
مولانا عبدالغفور صاحب نے اپنے فریق اہلسنن پر ان کا کیا ہر کام مصر کی نماز کے بعد سنا
اور حضرت شیخ و ترجمہ فرماتے تو یقین آ جاتا تھا کہ واقعی حضرت ختم کا سند ہیں۔۔۔ دور و دراز
سے آئے ہوئے لوگ اور درازین جب یہ منظر دیکھتے تو ششدر رہ جاتے اور حضرت کی
علی عظمت کا اعتراف کر دیتے۔۔۔ (ایضاً ص ۲۱۱، ۲۱۲)

(۴) بے نفسی اور علم پروری کا ایک حیرت انگیز واقعہ:

مولانا صاحب جلال راہ علوم حنیفہ رقمہ از ہیں۔

اپنے زمانہ، طالب علمی کا ایک دلچسپ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تواضع و انکساری اور طلباء علوم دینیہ سے کمال شفقت و انتہائے محبت کا حیرت انگیز واقعہ کبھی بھولنے کا نہیں۔ اپنی ان جنبہ کار آکھوں سے علماء و صلیحاء اور دسیوں رہنماؤں کی شان ہی نرالی تھی۔ سیاسی عظمت، علمی وجاہت اور تقدس و بزرگی کے چرچوں اور وزیروں امیروں سے تعلق اور جنوم کے وقت بھی طلباء علوم دینیہ پر وہی شفقت رہی جو درگاہ اور دارالعلوم میں ہوا کرتی تھی یہی تو یہ انسانیت کی تکمیل اور قرآنی ہدایات کی تعمیل ہے۔ عبد اللہ ابن ام مکتومؓ کے واقعہ میں بھی تو قرآن نے حضور اکرم ﷺ کو اور آپکی وساطت سے آپکے ورثاء کو یہی سبق پڑھایا ہے۔

غالباً میرا دور وہ حدیث کا سال تھا اور دارالحدیث کے مغربی جانب کمرہ نمبر ۱۶ میں میرا قیام تھا۔ میں اپنے کمرے میں مصروف مطالعہ تھا کہ ایک صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا، احقر باہر نکلا، ایک صاحب نے اپنا تعارف کرایا، معلوم ہوا کہ موصوف، وفاقی حکومت کے مرکزی وزیر ہیں، کہنے لگے حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔ احقر ان کے ساتھ ہو لیا۔ موصوف سرکاری گاڑی اور پرہیزگاروں کے ساتھ آئے تھے احقر کو ساتھ بٹھایا، حضرت کے گھر احقر انہیں لے گیا اور بیٹھک میں انہیں بیٹھنے کے لیے کہا وزیر موصوف بیٹھک کو دیکھ کر ششدر ہو گئے کہ اتنے بڑے آدمی، اتنا مقام اور نام اور یہ معمولی اور سادہ کمرہ بیٹھک کا۔

بہر حال بتانا یہ ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیث گھر سے تشریف لائے وزیر موصوف سے ملاقات ہوئی اور ضیافت کے لیے چائے اور بسکٹ اور اس سے قبل فروٹ رکھا گیا۔ حضرت مولانا صاحب نے وزیر موصوف، ان کے رفقاء کو اور احقر کو بھی دستہ خوان پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ ہم لوگ بھی بے تکلفی سے حضرت کی ضیافت میں شریک ہو گئے۔ مولانا عبد القیوم حقانی جو ان دنوں غالباً درجہ موقوف علیہ کے طالب علم تھے اور حضرت شیخ الحدیث کے ہاں انکے بھائی کے بالا خانہ میں رہا کرتے تھے۔ حضرت کی خدمت اور مسجد شیخ الحدیث میں امامت کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی مہمانوں کے لئے ضیافت کا سامان حضرت شیخ

انھیں کے شانہ پر موبہ حقانی صاحب کی رائے حقانی صاحب کی حیثیت اس وقت ایک دینی طالب علم اور دینی محکمہ کے سربراہان مجاہد و مصلوب ایک طرف ہٹ کر شہرہ گئے۔ حضرت شیخ اندریٹ وزیر موصوف کے ساتھ معرواف ہو گئے تھے کہ چاکہ کی حقانی صاحب نے نظم پڑھی تو وزیر نے تشکو کاٹ کر حقانی صاحب سے فرمانے لگے "آج ہے اور آپ بھی کھانے میں شامل ہو جائیے" موصوف آباد ہوئے تو حضرت نے ہامہ رانگو دست خوان پر بلا لیا۔

اس وقت حضرت کو یہ رادہ ایک دینی شاہ اور طالب علم پر توجہ دینے کی موجودگی میں اس تشکو کاٹ کر اپنے ایک بہن دینی رہنما اور کارکن ملک خدمت کی اس قدر رعایت کرنا یہ نعم پروردی اور غرورانی اور بے نفسی نہیں تو کیا ہے؟ صرف بڑا اور دست خوان پر بھونا مقصود تھا بلکہ جس توجہ، احترام، شفقت اور اصرار کا انداز مجھے یاد ہے وہ اتنی یہ رادہ حیرت انگیز تھا کہ پورن محل پر ایک طے سب عمر کی عظمت چھا گئی۔ مجھے تحریر کا سیکڑ نہیں دہندہ وہ کیفیت جو میں نے دیکھی تھی اگر دینی صاحب قلم دیکھتے اور انکی واقعی تصویر کشی کرتے تو آج دنیا میں نشان کر رہتی

یہ عشق نے سمجھا ہے کیا حسن نے چنا ہے
ہر لمحہ نے انھیں انکی تھوکر میں زمانہ ہے

(ایضاً ص ۳۳۳)

(۵) باوجود رفعت و بلندی کے وہ اپنے آپ کو مٹا ہوا خیال کرتے تھے:

سوالا رشید احمد حقانی تحریر فرماتے ہیں:-

انکی سرنکشی کا ایک عجیب و غریب، قد یاد آیا حضرت شیخ الحدیث کی یہ بات تھی کہ ہر کام سے دل نہ کھی در خواست کرتے تھے۔ مہمانی تو دور دراز سے زیارت کے لئے آتے تھے ان سے بھی اللہ اپنے لئے دعا کراتے تھے۔

ایک دن یہ کہہ کر آئے ایک ساتھی (مواہد عبدالرؤف) عصر کے وقت ان سے ملے انکی مسجد میں گئے۔ حضرت شیخ احمد بیٹھے تھے اپنی کتاب کے معانی ان سے وہ کہنے لگے کہ وہاں پر اس ساتھی سے کہہ کر کے دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ اب یہی بڑی میں کوئی شک نہیں رہا یہ کہ حضرت شیخ احمد بیٹھے تھے انھیں نے آج مجھے اما کے لئے کہا ہے۔

شام کی بات یا تو اس لیے مبالغہ اور انصاف تھی ہے کہ وہ ایک خیالی اور قصوری دنیا کا نقشہ پیش کر رہے ہیں اور یاد دہانی کو کوزے میں بند کر کے دوسروں کو اس طرف سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں جو کہ ممکن نہ تھی مشکل ضرور ہوتا ہے مثلاً علامہ اقبال کہتے ہیں
مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل بن کر رہتا ہے

اب اپنی ہستی کو مٹانے کے لئے ایک صدی کی محنت چاہیے دانے کی طرح کون کون چاہیے
تک دے اور تمہاری کی حالت میں مٹی میں دہن چاہتا ہے۔

رفعت دنیائی اور اخروی کے لئے شاعر نے عجیب و گہرا بیان کیا ہے مگر کون اس طوفان سے گزرے حضرت شیخ احمد بیٹھے رہا اللہ کو دلچسپ کر دین ایک عجیب حیرانگی اور کشش سے دوچار ہونا پڑتا ہے، انہوں نے نہ صرف ایک مرتبہ کسی خاص وقت کے لئے اپنی ہستی کو مٹایا تھا بلکہ یہ نکاح ایک سمس عمل تھا اور ہر دو وقت و پلہ دی کے وہ اپنے آپ کو مٹا ہوا خیال کرتے تھے۔
(ایضاً ص ۵۷)

(۶)۔ ”حضرت! آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔“

حضرت اللہ کی مہربانی عظمیٰ صاحب زید مجددِ مہم آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے

ہیں:
علم و فضل کے دریا جذب کر لینے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کی ایسی اور نہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ امتیاز دہن ہے، اور یہ وصف حضرت مولانا میں اس درجہ زیادہ تھا کہ بعض

مرشد عالم حضرت مولانا بشیر غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) احترام سادات:

حضرت بزرگوں کی اولاد اور سید گھرانے کے حسب نسب کا بہت لحاظ فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت مولانا مہاں محمد انورؒ کے صاحبزادے ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ چشتی دیوبند پہنچے رہے آپ دوڑا تو ٹکڑا بیٹھے رہے۔ (ہیات حبیب ص ۵۷۷) (۲) ”مفتی صاحب! اب آپ لیٹ جائیں“:

ایک مرتبہ آپ کو حضرت مرشد عالم کے ہمراہ رحیم یار خان سے لاہور بذریعہ ٹرین آنے کا موقع ملا حضرت مرشد عالم راستے میں لیٹ گئے۔ تقریباً نصف سفر کرنے کے بعد حضرت مرشد عالم اٹھ بیٹھے اور فرمایا مفتی صاحب اب آپ لیٹ جائیں۔ فریاد کر لیا نہیں ہوگا۔

چنانچہ جیندہ آدھا سفر آپ لیٹے رہیں۔ اور حضرت بیٹھے رہے۔ آپ حضرت کی اس شفقت سے بہت متاثر ہوئے۔ (ایضاً ص ۵۹)

(۳) جواہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر رہتے ہیں۔

حضرت مرشد عالم ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا غلام ربانی (مرشدی) نقشبندی دامت برکاتہم کسی قرہمی جگہ تشریف لائے ہیں۔ حضرت مرشد عالم حضرت مولانا بشیر احمد صاحب، حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب اور آپ حضرت مولانا غلام ربانی دامت برکاتہم کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت مرشد عالم نے ہم سب کو جمع فرمادیا کہ میرا اتفاق نہ کروائیں۔ جب رہائش گاہ پر پہنچ کر دستک دی تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب لڑاں ہیں۔ صاحب خانہ نے ہمیں برآمدے میں کرسیاں بچھا دیں کہ تھوڑی دیر تشریف رکھیں۔ مگر حضرت مرشد عالم نہایت متواضع بن کر کھڑے رہے۔ دس پندرہ منٹ کھڑے رہنے کے بعد شرف ہار پائی نصیب ہوا مگر حضرت مرشد عالم صاف کرنے

کے بعد ایک تہہ صوبہ چن گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کوئی مرید اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہے۔ حضرت مرشد عالمی موشی سے بیٹھے حضرت صاحب کا چہرہ دیکھتے رہتے چائے پیا کر دیکھتی ہوئی حضرت مرتدہ تم کی تفریح نے بہت متاثر کیا۔

جواہل و مہف ہوتے ہیں ہمیشہ بچے کے رہتے ہیں۔ سرائی سرگھوں ہو کر گھبرا کر تکی سے بیچ نہ
(ایضاً ص ۳۹۱)

(۴) ”بڑوں کی بات کو نقل کرنے کے لیے بھی ادب چاہیے۔“

ایک دفعہ حضرت سید زار حسن ثناء کی خدمت میں آپ نے اپنے ماسوں صاحب کے ہمراہ حاضر ہئی وہی۔ حضرت شاہ صاحب اس وقت نہیں تھے۔ انہی کے وقت حضرت شاہ صاحب نے آپ سے فرمایا قاری صاحب اپنے حضرت گوہر سلام عرض کرنا اور وہ کون سی درخواست کرے۔ جب آپ نے مرشد عالم کے سامنے ہو بیو وہی اعلاظ و برہے تو حضرت نے خطا ہوئی و فرمایا کہ شاہ صاحب بڑے آپ بڑوں کی بات نقل کرنے کے لیے بھی ادب چاہیے۔
(ایضاً ص ۶۱۶)

(۵) ”میں زمینداروں کے گھر چل سکتا ہوں تو غریبوں کے گھر بھی چل سکتا ہوں۔“

ایک مرتبہ حضرت رزاقی تشریف لائے تو حقیقت احوال و در وقت کرنے پرانے دوستوں اور عزیز و اقارب کے گھر گئے۔ ایک دھوئی کا گھر پھاڑ کے اوپر تھا۔ آپ نے عرض کیا کہ حضرت اسے یہاں والی جائے۔ حضرت نے فرمایا ”میں زمینداروں کے گھر چل سکتا ہوں تو غریبوں کے گھر بھی چل سکتا ہوں۔“ (ایضاً ص ۶۲۸)

(۶) ”میں کوئی خیر اسرار ہوں جیسے بوسہ دیتے ہو؟“

ایک سالک ہانک نے حقائق کے وقت فرط محبت سے حضرت مرشد عالم کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا تو حضرت مرشد عالم نے فرمایا ”میں کوئی خیر اسرار ہوں جیسے بوسہ دیتے ہو۔“ کہ کوئی شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شرعاً نہ ہے مگر کسی نفسی کی وجہ سے حضرت مرشد عالم نے کتنے اچھے انداز میں بات کہی۔
(ایضاً ص ۶۲۸ ص)

حضرت مولانا سید محمد عبد اللہ شاہ پوٹھویری رحمہ اللہ (نیوز بازار، حریت شاہ، مہاراشٹر)
صاحب رحمہ اللہ کی تو واضح و سادگی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے اندر تواضع و سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کا اعلیٰ مقام عایت فرمایا تھا لیکن کبھی قیوں و فضل، کنایہ و اشارے سے اس کا
اظہار نہ فرماتے تھے۔ بہزنی، ترکاوشی، وگوشت وغیرہ فریہ نے کے لیے ہنسنے ہنسنے بازار
تشریف لے جاتے اور سامان خود اٹھا کر لاتے تھے۔

ایک مرتبہ صادق آباد سے کراچی واپس تشریف دارہے تھے۔ ہمراہ ایک سہارن
زیادہ وزن کا کونڈا کا پتھر تھا جو کہ ایک بڑی پاداش میں بندھا ہوا تھا۔ فقیر صاحب جناب ہیران
شاہ صاحب سے یہ پتھر حضرت شاہ صاحب کے مکان شریف کی قصبہ کے سلسلہ میں بدیہ
فرمایا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی کارائی خدیفہ محسوب اسے پورٹ انٹینس پر رکھ کر جو کہ
آپ کے دولت خانہ سے غور کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ورنی پتھر بکر شمشیر پر
اتر پڑے۔ یہاں پر کوئی مدد نہ تھا چاہے کہ وزن انہر گر ٹھہر لیا جاتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ
اللہ نے مذکورہ ورنی پتھر اپنے سر پر لٹوایا اور مدد کی درخواست اس سامان کو گھر پہنچا دیا۔

جماعت کے ساتھ رہنے پر رانویا اور مدد کی درخواست اس سامان کو گھر پہنچا دیا۔
جماعت کے ساتھ رہنے پر رانویا اور مدد کی درخواست اس سامان کو گھر پہنچا دیا۔
جماعت کے ساتھ رہنے پر رانویا اور مدد کی درخواست اس سامان کو گھر پہنچا دیا۔
جماعت کے ساتھ رہنے پر رانویا اور مدد کی درخواست اس سامان کو گھر پہنچا دیا۔

مسکین پر شریف میں مشائخ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے مذاقات کے لیے تشریف
لاتے۔ جب واپس آتے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ ان کی جوتیاں درست
کرنے کے لیے دوڑتے۔ (سوانح حضرت سید محمد شاہ پوٹھویری رحمہ اللہ ص ۱۷۹)

استراۃ العبد، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری صاحب رحمہ اللہ کی تواضع و انکساری۔
آپ کے لائق فخر کلمہ رشید حضرت مولانا محمد یوسف ندوی نقوی شہید رحمہ اللہ آپ کے

مذکورہ میں رقمطراز ہیں:

”ہمیں اپنے استاد حضرت مولانا محمد علی الحق افغانی رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت تھی۔ یہ منک بہت سے حضرات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اپنی حیرانہ حالی کے باوجود اپنے شاگردوں کے سامنے حضرت افغانی کے پاؤں دبا رہے ہیں اور خدا کی خدمت دوسری خدمت سمجھا رہے ہیں۔“

اس کا رد نے دو بزرگوں کو اپنے استاد کے سامنے اس طرح مطالبہ پیش کیا ہے جس طرح وہ اپنے طالب علمی کے زمانے میں سن کے سامنے زانوئے کھدے کرتے، دوسرے آپ انہیں ان شاء اللہ مولانا قادری رحیم بخش پانی پتی کو اپنے شیخ حضرت مولانا قادری فتح محمد پانی پتی کے سامنے دوسرے حضرت کشمیری کو حضرت افغانی کے سامنے۔
(اشعیا، ۱۲۶ ص ۱۲۹)

بقیۃ السلف حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوروی رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت حکیم امامت رحمہ اللہ) کی فریست:

(۱) ”سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے ذہن میں نگہ ہے“

یہ سلسلہ کلام فیضی میں مذکور کیا کہ سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے ذہن میں نگہ ہے اتنی نفرت مجھے کسی شے سے نہیں اور اس شے سے بغض نفرت ہے کسی سے نہیں۔ ہوں اور بھی بڑے بڑے شے ہیں میرے (ا) شراب قمار وغیرہ لیکن نفرت مجھے جتنی تکبر سے ہے کسی سے نہیں اور اس میں کہتے ہیں کہ عجب شے ہے کہ کابے اپنے قدم لے (وہ حضرت بہت کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ختم ہے۔

”ایک اور سلسلہ میں فرمایا کہ (۱) جہل کا نگہ فرعون سے بھی بڑا ہوا تھا۔ کیونکہ فرعون تو مرتے وقت جہاں صبا بھی ہو یا قہاروں کا بدن قیوس نہ ہوا تیار (۲) جہل نے مرتے وقت بھی یہ قدرت کی کاشی میر (۳) کاشی کا شکار نہ ہوا کیونکہ انصار کے ایک جوں بڑے کے نے اس کو قتل کیا تھا۔ ان حضرات میں زیادہ دیکھتا ہوں ہوتے تھے۔ نیز میں نے اپنے استاد سے سنا تھا کہ جب

ایک صحابیؓ کی کڑاں کاٹنے لگے تو اس نے یہ غصہ جی کی کہ میری کڑاں ذرا نیچے سے کاٹی جاوے۔ کہ جب مستولین کے سر رکھے جاویں تو میرا سر سب سے اونچا نظر آوے۔ یہ لٹکانا سناں تکبر

مفسرین کی خدمت اقدس میں جن وقت اس کا سر کاٹ کر ختم کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مات فرعون خذ ولا امتہ پھر حضرت اقدس (عجلو اللہ تعالیٰ فرجہ) نے فرمایا کہ آج بھی فرعون کا دماغ رکھنے والے موجود ہیں۔

(فیض حسن اشرف ص ۱۵۱)

(۲) ”اپنی چیز کو تبر کا دینا تکبر ہے“:

ایک رئیس زادہ کا ایک اونٹنی کریمہ باہر والوں کی رضا مندی سے بعد استعمال واپس فرمایا تو اس نرل سے کہ ان صاحب کی من چھنی نہ ہو۔ یہ تجویز فرمایا کہ اس کو بطور یادگار محبت کے اپنے پاس رکھئے پھر فرمایا کہ میں نے یہ الفاظ ان کی خاطر سے نہ دیئے تاکہ ان کو واپس لینے میں عار نہ ہو اس پر عرض یہ کیا کہ وہ اس کو تبر کہیں گے فرمایا کہ وہ جو کچھ چاہیں سمجھیں پاتی میں نے اسی سے یادگار محبت کا لفظ لکھ دیا ہے کہ اپنی چیز کو تبر کا دینا عار ہے یہ میں نے فتویٰ کی شکل میں حضرت مولانا تقویٰ علی سے سنا ہے جس کی وجہ سے یہ فراموش تھے کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ میں نے اپنے کو تبر نہ سمجھا تھا اؤلف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فدا کروا انفسکمؑ اپنی چیز کو تبر کا دینا تکبر ہے اور دعویٰ ہے بزرگی کا جو حرام ہے۔

(ص ۱۵۲، ۱۵۵)

(۳) ”خاتواہ وائوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھا کرو اور ان کے وضو کے لیے لوٹے بھرا کرو؟“

ایک مسلمانہ خاتون فرمایا کہ جو شخص نصیحت کرنے کا اہل نہیں اس کے بھی شراب کا پیو وہ ان شراب کے نصیحت کرنے والا ہے جیسے جہنم و منہ کر کے نماز پڑھنا۔

ایک شخص یہاں پر مقیم تھے۔ انہوں نے دوسرے شخص کو نصیحت کی اور یہاں سے تو اند میں

مصادف ترتیب کی بنا پر یہ بھی داخل ہے کہ ایک دوسرے کو جگہ نہ کہے ہیں خود ہی ہر بات کا نظام رکھتے ہوں گے کہ ایک صاحب کے دوسرے طالب کو کچھ کہنے میں عوارض کی وجہ سے بذی قریبیاں اور بڑے منہ سے ہیں میں نے ان سے مواخذہ کیا کہ تم نے ان کو نصیحت کیوں کی۔ شاید یہ جواب دے کہ وہی سمجھ کر کہ میں نے کہا کہ شرذبین ہے مگر اس کی بھی شرطیں ہیں ایسے ہی تبلیغ اور نصیحت کی شرطیں ہیں کیا وہ تم کو معلوم ہیں؟ تب نے گئے کہ میں نے کہا کہ جب شرطیں معلوم نہیں تو تم نے جو نصیحت کی یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ دین ہے اس پر کوئی خوب نہیں دیا میں نے کہا کہ میں وہ شرطیں بتا رہا ہوں۔ نصیحت کی پہلی اور اولیٰ شرط یہ ہے کہ جس کو نصیحت کرے اس وقت یہ سمجھے کہ میں اس سے کچھ کہوں گا اور وہ مجھ سے افضل ہے تو جس وقت تم نے نصیحت کی تھی قسم کیا کرنا تھا کہ یہ خیر نہ تھا۔ دل میں تھا کہ میں ارادہ کرتا تھا کہ میں نے اس کو اس قدر نصیحت کی تھی کہ اس نے یہ تو سمجھ لیا جو معصیت ہے اور تم کہتے ہو کہ دین سمجھ کر کیا کر جو چیز ظہیر سے ناشی ہو دو دین ہو مسکتا ہے اب یہ دیکھو کہ یہ تمہارے میں کا ہے سے ہوا ہو کر داخل سے پیدا ہوا۔ اس کے سبب اپنے کو بزرگ سمجھنے لگے اس کے آج سے آکر غفلت چھوڑ دو لیکن مطلب اس کا یہ ہے کہ بہت متوجہ و ایف جلد بیوقوف کر مت چڑھا چلتے پھرتے چڑھا کر جس کی کمی کو خبر بھی نہ ہو دوسرے راجہ والوں کی جوتوں میں بیٹھی کر کے رہا کر اور ان کے دشمنوں نے اپنے کو اسے پھر آکر چنگو روز تک انہوں نے ایسا کیا کہ ان کو شمس اچھا ہوا اور جس کی طرف سے اچھا ہوتا ہے انہوں نے کہتے تھے کہ اچھا کون جس میں بھی ہو نفع نہ ہوتا جان دن دنوں میں ہوا۔

(فیض حسن و اشرف ص ۱۳۶، ۱۳۷)

فخر ریسلمنت حضرت مولانا قادری عبد الرشید صاحب رحمہ اللہ (سابقہ حیدرآباد دکن) کے واقعات :-

(۱) نام و تخلص سے نفرت :-

آپ اپنے توفیق رشید اور سوانح دیگر حضرت مولانا محمد غلام الدین صاحب زید مجدہ محمد نوری

فرماتے ہیں:

نام و ناموس و شہرت و جاہ پسندی کو بہت برا کہتے تھے۔ آپ نے عام و عوام میں اپنی شہادت کروانے اور اپنی نام و رسی کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ اخبارات و اخبارات رات میں اپنا نام آدھتہ نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کچھ احباب نے آپ سے درس کے لیے وقت لیا اور طبع کرنے کے باوجود انہوں نے خبر لکوا دی، احتجاجاً آپ نے خود درس دینے سے انکار کر دیا اور راقم کو اپنی جگہ بھیجا۔ اور آپ اپنی تصانیف پر نام نہیں لکھتے تھے۔

ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا کہ میں اپنے خواب لکھ دیا کرتا ہوں تاکہ یاد ہیں، آپ نے فرمایا میں تو نہیں لکھتا، اگر تم بھی نہ لکھ کر، بکے جو کچھ ہوں، ابھی تکف کرو۔ میں نے عرض کیا کہ بہت سے بزرگوں کا تو معمول تھا کہ وہ خواب لکھ لیا کرتے تھے، یا بات یہ ہے کہ ان میں اخلاص تھا اور ہم میں اخلاص ہے نہیں، بلکہ میں تو شیطان پرستی پڑھائے گا کہ سرور دکھا کر تاکہ قبر سے مرنے کے بعد جب لوگ دیکھیں تو خوب تعریف کریں اور خوب داد دیا دوا، آخر فرمے یہ سن کر وہ لکھے ہوئے سب خواب تکف کر دیے۔

ایک مرتبہ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کوئی دین کا کام لے میں تو شیخی نہیں بھگوانا چاہیے۔

اس لیے کہ دین کا کام تو خداوند عالم فاسق و فاجر سے بھی لے لیتا ہے جب کہ حدیث میں

أَكْبَبَ أَنْ يَكْفِيَ الْيَهُودَ يَدَ الْبَيْنِ بِالرَّجُلِ الْفَاسِقِ

آپ اپنے احباب کو یہ کہہ فرماتے تھے کہ یہ دعا بھی کیا کرے کہ خدا ہمیں فاسق و فاجر نہ بنائے۔ (درمختار شیعہ ص ۳۳)

(۲) سادگی اور تواضع کے چند دلچسپ اور سبق آموز واقعات :-

حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہ صاحب زیہ مجدد آسمان کے آگے منسل

حالات زندگی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

شریعت مقدمہ میں سادگی اور تواضع اختیار کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ

یادِ جود و رکائات اور فخر و بڑا ہے۔ ہونے کے لئے تعالیٰ کے حضور میں دعائے کرتے تھے۔

اللہم احیی مسکیناً و متقی مسکیناً و احضر من فی زمرۃ المساکین
(اے اللہ مجھے تواسیع زندہ کر دے اللہ تواسیع موت دے اور متواسیع کاؤں میں میرا شرف دے۔)

اس سادگ و عاقلی و اثنی میں جب ہم حضرت قادری صاحب مہر کی زندگی کا بہ یاد لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ باوجود جامعہ العلوم و الفقہ و بہترین مدرسہ اعلیٰ جنم از نظر اور فقیہ ہونے کے انتہائی سادگی اور تواضع کے ساتھ زندگی گزارتے تھے وہاں وہ پوٹا کیے وضع قطع پہلی امانی اور چیز میں سادگی اور تواضع بھٹکتی تھی۔ چنانچہ وہاں عام و انتہائی بھی نہ تھے۔ بغیر اس کے ہونے کے کچھ بے کوکھ لینا، معمولی جوتی، کپڑے میں طرہ آرائی نہ تھی آپ کے لئے معمولی بات تھی۔

میں نے انہیں خود صاحبِ صدیقی (فاضل دیوبند) کے ساتھ جہاں اعلیٰ جامعہ دیوبند تھی جہاں کہ

”میری اہم خبر۔۔۔ بڑے جوانی حاکم صاحب کی شادی میں حضرت مولانا قادری علیہ الرشید رحمہ اللہ مدعو تھے۔ آپ کی طرف برائیک کی نگاہ تھی اور آپ علی مہر کی تصویر تھے لیکن سادگی کا یہ عام تھا کہ بغیر سادگی کے ہونے کے کچھ بے اور پاؤں میں پلاسٹک کی جوتیاں پہن رکھی تھیں۔“

”آپ کا معمول تھا کہ دوپہر کو مسجد میں قیام کے لئے بیٹھتے تھے تو بغیر کھانے اور پانی پینے کے چائے پیتے تھے۔“

میں نے شائرو اور متعین کا تعارف کرانا ہوتا تو فرما لے کہ یہ ہماری دوست و رشتہ ہیں۔
”مجھے یہ نہ فرماتے کہ یہ میرے شہداء و مرید ہیں۔“

ترجمہ لکھنؤ کو بخوبی یاد ہے کہ حضرت قادری صاحب رحمہ اللہ نے جب بھی میرا تعارف کر لیا یہ کہہ کر فرمایا کہ ”یہ ہمارے ساتھی ہیں اور اس کے ساتھ ہیں مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں۔“ آپ کے اس طرح تعارف کرانے سے اکثر راقم

شرع کے بارے میں کتنی باتیں کہی گئیں، لیکن آپ نے عرض کیا کہ بناب کے اس طرح قادیان کو روکنے سے بڑی شرمندگی ہوتی ہے، لیکن آپ نے معمولی غصے پر اصرار کرنے سے قادیان کو روکا ہے۔

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے بعد نیز اسے مولانا سید محمد میاں صاحب نے یہ واقعہ بتایا کہ ایک دفعہ ہم حضرت قادیان صاحبہ رحمہ اللہ کے ساتھ راجپور سے مولانا غلام غفرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے کچھ حضرات ضلع ایک کے قادیان قادیان کی وجہ سے قادیان صاحبہ لیت گئے، ایک شاگرد نے قادیان صاحبہ کے پاس دیا ہے شروع کرنا دینے اور مہرے میں نمایاں آیا کہ مجھے بھی خدمت کرنی چاہیے، یہ سچا سچا دوسرا دبانے کے لیے تمہارا کھائی تھا کہ آپ نے فوراً منع فرما دیا کہ تمہارے دہانے میں نے عرض کیا کہ وہ بھی قادیان صاحبہ فرما دیا کہ ان کو روکنے سے راجہ راجہ دبانے۔

مولانا سید حامد میاں صاحب نے کہا کہ میں تو یہی سمجھا کہ یہ تو قادیان صاحبہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اس لیے اتنا زور دے سے چوکے اور اسے جوتا سب نہیں سمجھا۔

آج کل اپنی بات یہ کہ رہنا خواہ وہ بات غلط ہی کیوں نہ ہو اور اپنے فسور کی معافی مانگنے سے بچنا چاہتے ہیں، اس لیے ایک عام طلاق بن کر ہے لیکن قادیان صاحبہ مرحومہ کی عادت باطلہ مختلف تھی، اگر ان پر اپنی غلطی واضح ہو جاتی تو اس سے رجوع بھی فرماتے اور اگر کسی کی دل چاہی ہو تو معافی مانگنے سے گریز نہ کرتے اور اس میں بڑے پھیرنے کی شخصیت میں نہ تھی سب کے ساتھ یکساں معاملہ تھا۔

بناب اقبال احمد انصاری صاحب اپنا اسی نوع کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔
 ”جب ہم نے شروع میں آپ کے یہاں جانا شروع کیا تو ایک مرتبہ مجھے جی کم مہمی کی وجہ سے کسی بات کی کچھ نہ آئی اور میں دھرت کے پاس پہنچا، ایک دن میرا بھائی آپ کے گھر آیا۔“

”بھائی اقبال دھرت کے نہیں ہوئے، کھل گیا بات ہے؟ ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے“

”یہ؟“ میں نے مسافہ مسافہ بات بتا دی (وہ بات اب مجھے یاد نہیں) حضرت قادری صاحب رحمہ اللہ نے فوراً فرما دیا کہ ”بھائی اگر میری اس بات سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے معاف فرمائیں“ یہ صورت حال دیکھ کر میں تو زائد انتظار کرنے لگا، آپ نے اپنی بات کی کوئی توجیہ بیان نہ فرمائی، بلکہ وہیں روہتے روہتے میرا زمانہ بالکل صاف ہو گیا اور تمام اعتراضات تسوی میں ڈھل گئے۔“

ایک روز تھا کہ قادری صاحب مرحوم کے پاس کہیں آنے جانے کے لیے سواری کے طور پر سائیکل بنی تھی۔ اگر کہیں آنا جانا تو اسی پر جاتے جاتے تھے، ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ آپ ایک طویل عرصہ تک دوسرے میں سائیکل کی پر تشریف لاتے رہے ہیں، کبھی ایسے بھی ہوتے تھے کہ آپ نے سبھی سائیکل پر کوئی اور بھی رفیق سفر بوند تھا، سائیکل کی سواری میں رفائقت کا معمول جناب اقبال صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”بپ نہیں سائیکل پر جاتے تھے تو میں پیسے ہاتھ دے کر سائیکل چلاتا تھا اور آپ بیٹھتے تھے، وہی پر بھی میری کوشش نہیں ہوتی کہ سائیکل میں ہی چلاؤں تو زبردستی سائیکل خود ہی چلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہر کام میں مساوات ہونی چاہیے۔“

موجودہ دور میں حالات یکساں طرح کے بن گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص معمولی سا لکھ پڑھ لیا ہے تو وہ گھریلو کام کا اپنے لیے تجارت کا باعث سمجھتا ہے، لیکن اس کے برعکس قادری صاحب رحمہ اللہ سب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے، اور گھر کا معمولی سا معمولی کام کرنے میں جہد کرتے تو کیا شرمسار ہوتے بچھڑکاتے بھی نہیں تھے، سبز مٹی سے بڑی بڑی مٹی زور یا مین بازار حریف سے دھڑ مریج اور دال چوڑا لے لے کر آپ خود دال دالتے تھے، گھر کی چار پائی بننے کے لیے ہات لے آتا اور پھر خود ہی چوڑائی بناتے، آپ نے یہ معمولی بات کبھی مسجد و مکان کی تعمیر میں آپ، شیخ، مٹھتے، سب چھتے اور مزدور کی طرح بہ کام کرتے نہ لے کر خود رکھتے۔

اغرض! قادری صاحب مرحوم سادگی اور تواضع خود بھی اپناتے تھے اور علاوہ متعلقین کو بھی

اس کی تاکید کرنے تھے، اس سلسلہ میں اکثر اکابر علماء و یوینڈ بالخصوص حضرت نانوتوی و حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے واقعات سنایا کرتے تھے، جن کو سن کر اکابر سے عقیدت کے ساتھ ساتھ ایک جوش اور ولولہ پیدا ہوتا تھا کہ ہمیں بھی یہ چیزیں اپنائنی چاہیں۔

(ص ۱۳۰-۱۳۱)

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) ”کوئی ایسا بھی تو ہو جس سے میں اپنے آپ سے بھاگتا رہوں، اور میری اصلاح ہوتی رہے۔“
حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید جو ہم آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

تو اسخ رسائی اور غنائیت کہا یہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو دنیا بھر کا خدمت گزار سمجھا ہوا تھا۔ مدرسہ کے طلبہ کی تباری کی خبر سننے تو ان کی نہ صرف ہمار پر ہی، بلکہ اپنے ہاتھوں سے ان کی خدمت کرتے، ایک نو مسلم طالب علم کی تمام ضروریات کی کفالت آپ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی وہ صاحب کچھ عجیب طبیعت کے واقع ہوئے تھے۔ جب ان کے جی میں آتا میں مجس میں آ کر انہی باتیں حضرت والا سے کہہ دیتے جو سننے والوں کو گزشتہ خانہ معلوم ہوتیں۔ دکان داروں سے قرض کر بیٹے، اور پھر ”کر تقاضا کرتے کہ مجھے پیسے چاہئیں ایک مرتبہ مجس میں آئے وہ کہنے لگے کہ ”ہاں ہے جو ہے لوٹ گئے ہیں اور جواد بچے“ حضرت نے فرمایا کہ ”ابھی تو خرچہ کر رہے تھے، تھوڑے سے نوٹے ہو گئے، مہرمت کروادی جائے گی“ انہوں نے کہا ”میں مسکرم نہیں۔ آپ دیکھ لیجئے“ آپ نے فرمایا ”ماڈہ دیکھوں“ اس پر انہوں نے کہا کہ ”وہ جس کمرے کے باہر آپ دیکھ لیجئے“ ان کے اس جواب پر حضرت والا مجلس سے اٹھ کر دوپ میں باہر تشریف لائے، جہاں بہت سے جوتے رکھے تھے۔ چونکہ آپ کو ان کے جوتے کی پہچان نہیں تھی، اس لیے مختلف جوتے اٹھا اٹھا کر فرماتے رہے کہ ”یہ

تہارے جوتے ہیں۔“ اور وہ صاحبِ اعداء ہی اعدا سے انکار کرتے رہے۔ بلا آخر جب دیر گزرتی تو حاضرین میں سے کسی نے صاحب بنے ان سے کہا کہ ”تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آگے بڑھ کر دکھاؤ۔“ اس پر انہوں نے اپنے جوتے دکھلائے اور حضرتؑ نے مرحمت کے لیے پیسے دیئے۔ کسی نے ان صاحب کے بارے میں حضرتؑ سے عرض کیا کہ یہ صاحب ایسی بے نیکی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ بھائی حضرتؑ تو سب لوگ کہتے ہیں، کوئی ایسا بھی تو ہو جس سے میں اپنے آپ سنبھالتا ہوں، اور میری اسماں ہوتی رہے۔“ (تذکرہ، لندن میں ۱۳۶۵ء)

(۲) ”لیکن اس وقت کوئی نہیں ہے، اب دہوا لیجئے، آپ کو آرام آ جائے گا۔“

ایک مرتبہ حضرتؑ در رسہ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک بوڑھے میاں اپنے مکان کے دروازے کے باہر چار پائی پر لیٹے ہوئے کراہ رہے تھے۔ حضرتؑ والے نے ان سے سلام کے بعد حال دریافت کیا، انہوں نے کم میں درد کی شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا ”لا سیجے میں آپ کی کمر بادوں“ انہوں نے سختی سے منکار کیا، آپؑ اس وقت تو در رسہ تشریف لے گئے، لیکن رات کو عشاء کے بعد پھر ان کے پاس پہنچ گئے، اور ان کی کم اپنی شروع کردی، اور ان کی انتظار فرمایا کہ صبح کو دوسرے بھڑات بھی موجود تھے۔ آپؑ ان سے شرماتے رہے، لیکن اس وقت کوئی نہیں ہے، اب دہوا لیجئے، آپ کو آرام آ جائے گا۔ حضرتؑ حکیم الامت قدس سرہ سے اسلامی تعلق کا اثر ہونے کے بعد آپؑ پر مخلوقِ خدا پر شفقت کا ایک خاص حال اس درجہ ظاہری ہوا کہ انسان تو انسان کسی جانور اور کبوتر کوڑوں کو بھی اپنی ذات سے کوئی کوئی تکلیف پہنچانا بے حد شرعی گزرتا تھا۔ یہاں تک کہ مووی حشر اب الارض کو بھی اپنے ہاتھ سے مارنے پر قہر مت نہ ہوتی تھی، جس شخص کا جانوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو وہ انسانوں کی تکلیف کا کس درجہ خیال رکھے گا؟ ان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۶۶)

(۳) حضرت کی ایک اہم بدعت: "حکمت میں خود نہیں ہونا چاہئے۔"

اُسے سائن کا دخل بھی شیعہ حضراتی کا سبب قرار دیتے ہیں

حضرت والا دامت برکاتہم نے ابتدا میں ہی (سوانح دیانت کی) جہالت قرار دے دیا ہے۔ جواب میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ "امیہ ہے کہ مخلوط نہ ہو گا"۔ نیز سوانح کی ترتیب سے دیکھنے میں اکثر پیشتر حضرت والا اس کی تاکید فرماتے رہے کہ مخلوط نہ ہونا چاہئے اور شیعہ کی اجازت حاصل فرماتے ہوئے بھی تاکید فرمائی کہ مکمل ہونا کثرت میں مخلوط ہونا چاہئے۔

چنانچہ درجہ ۲۲۲ جہان ۱۳۱۲ھ میں امرات کے ان دن ہیں جسے کتب مذکورہ میں مذمت ہوا اور یافتہ فرمایا کہ آپ کیا مرد ہے جس کا ہندو کے عرض پر حضرت والا کے جو حالات روایت کیے تھے انہیں کتب شیعہ کے ساتھ کھڑے بنوں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ یہ تحریک ہے کہ آپ محبت میں لکھ رہے ہیں مگر مخلوط تو نکالی ہو گا کتب اور علوم میں جس جہاں ہے اور کتب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا تملو علی عیسکم ("اپنے دین میں دوسرے سے مت لگنا"۔ سورہ انفال۔ آیت ۱۳۰) جب دین میں خلل کوئی پیدا کیا ہے تو کسی سے حالات کے بیان میں تعویذ نہیں ہیں قرآن ہی کا قصہ ہے اور ارشاد فرمایا کہ "خطوط میں بعض ایک کچھ کچھ دیتے ہیں کوئی" "تقسیم" لکھو رہا ہے، کوئی "نوٹ" لکھو رہا ہے، کوئی "مجلس" لکھ رہا ہے، کوئی "حافظہ" لکھ رہا ہے، میں سب کو کاشہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس سے نہ کی تعلیمات منسوب ہوتی ہے ہاں کوئی حاتی کچھ دیتا ہے تو نہیں جانتا یہ خدا ائمہ بدعت کو یہ ہے۔ اور فرمایا کہ "شیخ الاسلام" کا تقب میرے ساتھ حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب دامت برکاتہم علیہم السلام (سبب علماء حجاج) کا دیا ہوا ہے کسی شہر کو دیا ہوا تقب ہوا تو میں اس کو بھی کاتے دیتا (جہاں سے ہے)۔

(۴) ایک دیہاتی قالین پر آکر بیٹھ گیا۔

حضرت والا اس کو منع و عجز و انہماک کی حرکت و مہذبیت کا یہ حال ہے کہ بائیں

نہایت دلچسپ اور فائدہ دہانہ آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے ہر شخص سے اپنے آپ کو رانی
 لیں فرماتے ہیں اور نہایت تاکید کے ساتھ اس کی نصیحت فرماتے ہیں، چند نچوڑا لیا کر
 ”دوسرا شخص دینی و دنیوی مشیت سے خواہ کتنے ہی کمزور ہے گا جو کبھی بھی اس پر قدرت کی
 نصرت نہ اور اللہ تعالیٰ خواہ کتنے ہی دینی و دنیوی اعتبار سے کمزور سے نواز دے گا بھی اپنے
 نصرت ہو، سب اس کا نقص نہ عام ہے“

۵۰۔ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بروز جمعرات چونکہ مجلس نہیں تھی اس دن مجلس نہ ہو نہ
 تہوار کی دیر کے لیے عافیتی کی اجازت ہے، چند نچوڑا لیا، حضرت ابو القاسم دیکھ کر ایک
 باطن فریب اور یہائی ان پر نہ آوی، ایسے کچھ بے والا حضرت والا کے قلمین پر در پھولے
 والے قلموں سے نیک لکائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے، حضرت والا اپنی جگہ طہینان سے ایک
 تحریر فرمادے ہیں اس دیر بانی سے کچھ نہیں فرمایا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں، جواب اور
 جواب بیٹھے ہیں وہاں کیوں نہیں بیٹھے، نہ کسی قسم کی ناگواری کا اظہار فرمایا، حاضرین کو ناگوار
 نہ رہا، حاضر حضرت والا کے سامنے کسی کو کچھ کہنے کی برکت نہیں تھی، حضرت والا طہینان
 سے کچھ دیر تک ایک تحریر فرماتے رہے، وہ دیر بانی شخص پر ایہ قلمین پر بیٹھ رہے۔ ایک نچوڑا
 پورا کرنے کے بعد حسب عادت دریافت فرمایا: کیسے؟ ہوا ۱۵۰۰ گرام سے اپنی بات عرض کی
 حضرت والا نے کرنے کے بعد حسب عادت دریافت فرمایا کیسے؟ ہوا؟ اس نے اپنی بات
 عرض کی حضرت نے والا نے حسب عادت تشریف لے کر پوری بات سنی، دونوں بڑے اور
 مسخفی کے بعد اس کو راحت فرمایا۔

اس واقعہ سے حضرت والا کی تواضع اور کمر نفس و عبادت عبادت کی شان ظاہر ہے
 یہ حضرت اعلیٰ رحمہ علیہ نے آپ کو کچھ کل مٹائے ہوئے ہیں۔ (ص ۴۵)
 (۵) روزانہ مجلس بحثی سے بات کرنے کا واقعہ۔

حضرت والا ۱۰۰۰ بات روزانہ کی ایک مرتبہ برآمد سے میں مجلس ہوا، میں بھی روزانہ
 مجلس ایک بحثی آئی، اس نے کہا کہ مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنی ہے، حضرت

والا نے دوران مجلس علی اس کی یہ بات سن کر اٹھنا چاہا تو بھائی جان نے لہلا حضرت سے کہا کہ اکلوتے فرزند برجندہ حضرت مہمانانہ نذر صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب زید مجدہ ہم مراد ہیں کہ جو نہیں میں موجود تھے غریبہ کر بھنگی ہے۔ یہیں رہتا ہے مجھ سے بعد بات کرے گا۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا: ”اچھا بھائی اٹھو کی دیر میں بات پوری کر کے آپ کی بات میں لوں گا“ حضرت والا کا یہ جواب سن کر شاید دو تین صدیوں سے رو رہا اسے ٹپک نہ پوگا اور چند منٹ میں واپس آکر دوران مجلس ہی پھر کہا کہ حضرت! مجھے آپ سے تہائی میں نہ کہ بات کرنی ہے۔ حضرت والا یہ سن کر اٹھے اور نیچے اتر کر غائب ہو گئے بھی نہیں پہنچے اور ہا کر اس کی بات نہ کی۔

اس کی تہائی کی بات یہ تھی کہ میں قصبہ کی میونسپل سمیٹی میں ملازم سے چاہتا تھا کہ حضرت والا سے ملنے کی کچھ کھدیں۔ اس پر حضرت والا نے جواب دیا بھائی جان! میں کی میری حالت بھی نہیں ہے اور ان سے یہ بات حق بھی نہیں ہے اس میں دعا کرتا ہوں خدا اُم سے تمہارا کام ہو جائے۔“

اس وقت سے حضرت والا راستہ پر کا تھمنا کی بات و بیچ تو اپنے طبع سے کہہ دوں۔ پھر آپ نے اس کی بات سن لی اور یہ فراموش نہ کیے باوجود کی تھوڑی دیر بعد بات فضا کر کے تیسری بات سنوں گا۔ دو پچھ آ یا اس پر بھی ۵۔ ۵ کی کا اظہار نہیں فرمایا کہ اتنی جلدی کیوں آ یا اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ اس میں تھوڑی کی کیا بات تھی، سچا بات نے یہ لہنا تھا تو سب کے سامنے بھی کہہ نہ سکتا تھا۔

اس میں بہت ہے کہ ایسے موقع پر خلاف طبع بات برداشت کی ہوئے اور خدا کی مخلوق کی طرف سے کبھی بھی مطالبہ پرستی اور بغاوت کی بات پیش آجئے تو کوئی جواب نہ دینا کی رواج نہ رہا اور مصائب برائوں کی ہوئے۔ (۱۰۰۰)

(۲) ”میں تم سے معافی مانگنے کے لئے آیا ہوں“

ایک مرتبہ کسی نے حضرت والا سے یہ کہہ دیا کہ بھائی جان نے رشید احمد خاں علیہ السلام

اور جب کتاب پڑھا سے پتہ چل رہا ہے، اس سے لڑائی کی ہے، دو پہر کے وقت مری گئے
 وہ سر میں بھر بندھ لیجئے ہوئے تھے کسی نے کھڑی جھالی، ہم نے دروازہ کھولا تو دیکھا اندر سے
 وہ آتش برف لہ رہی تھیں زبردست مسجد حضرت والا کے مکان سے کافی فاصلے پر ہے۔

حضرت والا نے فرمایا: ”مجھے معلوم ہوا کہ جھالی جان کے تر سے جھکرائی ہے، میں اس کی
 تم سے دعا کی، تمہارے لئے قیام دیوں گا۔“ بعد ازاں عرض کیا کہ حضرت! ہماری تو ایسی کوئی
 لڑائی نہیں رہی۔ اس پر بھی حضرت والا نے پکارا، یہ دعوائے کرنے کے لیے فرمایا۔

اس واقعہ سے جہاں آ مطلع تھا، ہر ہے وہیں یہ بھی متیقن ملا کہ اپنے متعلقین میں سے
 بھی اگر کسی کی زیادتی، معصومیت وغیرہ، ہر گز اس کی جانب سے معافی مانگ لی جاتی ہے۔

(۳۴۴)

(۷) سر اپا بھڑا غلام۔

تواضع کی وجہ سے اس کی مجلس میں بھی تخت و تہ کی وغیرہ کی خدمت کیسے فرماتے
 بلکہ ہر معلوم کردی وغیرہ کی جانتے ہیں۔ اب مجلس خانے میں بعد نماز بعد عصر تک رہتے ہیں تو
 تنویر زمین سے جو ہے وہاں رہتے ہیں، کبھی وہی گناہوں میں نہ رہتے ہیں، قلم سے وہ
 زبردستی اور سادہ سرائی پر ہوا ہے میں رہتے ہیں، کبھی بھی کوئی شخص غلام شہرین سورت لیے
 ہوئے ہو، کبھی اس کو تھپتی کی نظر سے نہیں دیکھتے، شفقت اور امداد کی نگر فرماتے ہیں، کبھی
 اپنی تعریف و توصیف کی مجلسوں کو غم نہیں ہونے دیتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے مجلس شریعہ کا مقدمہ لکھا تو میں نے فرمایا کہ ”یہ سب آپ کی
 محبت کی وجہ سے ہے، انہوں نے فوجی سے محبت ہوا کرتی ہے، ایسا ہی سمجھا کرتا ہے۔“

حضرت والا کی یہ بھی بات شریف ہے کہ آپ اپنے کام کے لیے بھی کی بات
 کرتے ہوئے کو بھی یہی نہیں فرماتے کہ فلاں کام کرو، دیکھا اپنی دو ہلدیوں سے کہتے ہیں
 کہ ”مجھے یہ سب کچھ ہی سے اسی طرح زبردستی چلے جانے سے جو کچھ چلی جاتی ہے وہ کمال
 خود صاحب سے فرمایا کہ ”مشتیں چلنے چوہے“ یہ نہیں فرمایا کہ ”تیر پیر“ (جلی گئے ہیں) بلکہ

دیکھا۔ اسی طرح آخر حضرت والا کے پاس کچھ حضرات بیٹھے اور پیشاب کا اتفاق ہوا تو چائے یہ فرماتے کہ کہ پیشاب کے سہلے جانا ہوں، یہ فرماتے ہیں کہ ”امہانت ہو تو پیشاب کر آؤں“۔ (ص ۳۳)

حضرت مولانا محمد مکی بہادر ننگرئی (ظیفیر مجاز حضرت شاہ عبد القادر رانی پوری رحمہ اللہ) کی تواضع و انکساری:-

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اندر باوجود علم و عمل تو ہم جتنی کے حد و وجہ تواضع تھی۔ اپنے سے بڑوں کے ساتھ بڑوں جیسا معاملہ کرتے اور چھوٹوں کے ساتھ برابر والوں کا سا سلوک فرماتے، اہل علم کے علم کا اعتراف کرتے اور ان کی قدر کرتے بڑی عزت و احترام کا معاملہ فرماتے خصوصاً ان ناموں سے جن کا حضرت رانی پوری رحمہ اللہ سے کئی بھی درجہ کا تعلق رہا ہو۔

حضرت رحمہ اللہ کو باوجود اپنے علم و فضل کے کسی عالم سے استفادہ میں تیار نہیں تھا۔ بار بار ایسا ہوتا کہ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا مگر مجلس میں کوئی عالم موجود نہ تھے تو ان کو مخاطب کر کے فرماتے کہ مولانا صاحب! یہ مسئلہ کیسے ہے، ان کو بخلاؤ، جب تصوف کی کوئی بات یا کچھ بیان فرماتے تو عموماً غصہ و سانس بھر کر فرماتے ہیں تو کچھ بھی نہیں ہوں، یہ سب میرے حضرت رانی پوری رحمہ اللہ کے جوتوں کا صدقہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

میں نے بار بار اسکا کہ بیعت کرتے ہوئے آخر میں فرماتے: ”کہو میں نے بیعت کی حضرت! اسے چوری، جنت اللہ کے سلسلہ میں کمر تھی کے ہاتھ پڑا“

حضرت رحمۃ اللہ میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ہزاروں آدمی آپ سے بیعت تھے مگر آپ کا انداز معروف پیروں جیسا نہیں تھا، ہدایت و رہنمائی کے لئے آپ کے پاس مختلف قسم کے لوگ آتے رہتے، آپ ان سب کو حسب حال ہدایت و رہنمائی فرماتے تھے، آپ پر خود روکھاں، عالم و ذلیل اور امیر و غریب سب سے نیابت خندہ پیشانی اور

بجز انصاروں سے پیش آنے اور نہایت توجہ سے مزاج پر ہی فرماتے ابھی اپنے کتوف
و حال میں کاٹ کر نہ فرماتے۔

آپ جس شریعت کا کامل نمونہ اور طریقت کے اسرار و علم کے بے مثال نمونہ
تھے آپ میں ہنسنے، ہل اور سارائی بدہیات تھیں۔

خانقاہ راجہ رائے پور شریف کی اہم خصوصیات میں سے ایک نمایاں
خصوصیت جو دوسرے دہریہ مذہبوں پر چلتی و کھلتی وہ واضح و الکار کی تھی۔

(سوانح حضرت مولانا محمد علی بہادر نقوی رسر لکھنؤ ۱۹۰۸ء)

فقیر العصر مولانا مفتی بیگل احمد تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات :-

(۱) حضرت مفتی صاحب تواضع اور خود داری کا نمونہ تھے :-

حضرت القدس مفتی محمد اشرف صاحب ذیجد علم تحریر فرماتے ہیں

حضرت مفتی صاحب بہت تواضع غریب الخوان ہوئے کیساتھ انتہائی درجہ کے
خود داریتے ہمیشہ غریب و خجرا کی طرح زندگی گزار دی لیکن خود داری اور استغناء کا علم تھا کہ
اگر کسی شخص کی طرف سے زاری یا بددینی اور بے اعتنائی دیکھتے تو اس کے ساتھ دینی استغناء
کو حامد کرتے اسی تواضع اور خود داری بلکہ ان دونوں باتوں سے بھی جو بھگوانیت کاملہ اور
آداب عند اللہ کے گہرے جذبات کے تحت انہوں نے اس بات کی بھی کوشش نہیں کی کہ ان
کے کچھ سوائے قادی کا رونا ہوا تو غم کیا جائے اور محفوظ ہوتے بیٹھ جائیں اسے مفتی صاحب
کی تواضع نہیں و ادب مدرسہ کا متفقہ جامعہ اشرفیہ میں حضرت مفتی صاحب کے قادی
کا معاملہ کوئی ریکارڈ نہیں رکھا تھا اور اب جو مفتی صاحب کے قادی کا جمع کرنے کی
خواہش رکھتے ہیں ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ مختلف ذرائع سے ان قادی
کو منفرد اشخاص اور مختلف مسائل سے حاصل کر لیں۔ البتہ حضرت مفتی صاحب نے کچھ
عصر دارانہ علوم العصر میں ہمارے اتفاق کی خدمت انجام دی تو اس زمانہ کے قادی ایک
درجہ میں محفوظ ہیں۔

(۲) فتویٰ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب پر اعتماد۔

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب فتویٰ کے ہائیکورٹ تھے اور احقر سے جو مسئلہ لکھا جاتا تھا قری فیصلہ حضرت مفتی صاحب کے یہاں ہوتا تھا۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتویٰ مسائل اور انکی معائنات میں بھی اپنے آپ سے فتویٰ لینے کے بجائے اس قسم کے معاملات میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھلا کھتے اور جو جواب آتا اس پر غور فرماتے (یہ حضرت مفتی صاحب کی یہ نفس دین میں احتیاط اور اپنے اکابر پر اعتماد کی ایک اونی مثال ہے۔)

جب حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ کا انتقال ہو تو چوبیس سال تک بلکہ پورے عالم اسلام میں اس سانحہ کو محسوس کیا گیا لیکن حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حادثہ کی خاص تکلیف محسوس کی۔ ان دنوں میں احقر کی موجودگی میں ایک بار جب نے حضرت مفتی جمیل احمد صاحب کے سامنے اپنے اعتراضات کا اکر کیا کہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ حضرت مفتی جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ بر تو سننے رہے پھر ایک خاص کیفیت میں فرمایا: ”تہہارا کیا نقصان ہوا؟ تمہیں کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو ہم سے معلوم کر لینا۔ نقصان تو ہمارا ہوا ہے۔ ہمیں اب مسئلہ معلوم کرنا ہو گا تو کس سے معلوم کریں گے؟“

(مر ۵۳)

(۳) مسکنت اور بے نفسی۔

حضرت مفتی محمود اشرف صاحب دیکھ محمد مہدی تحریر فرماتے ہیں:

لقد تولى جل شانہ نے احقر کو کھن سے فقل و کرہ خاص سے اولیاء اللہ دہرا اپنے زمانہ کے اکابر علماء کی خدمت میں تو بہت ماضی اور صحبت سے جدا استحقاقی نواز اور حضرت

تشریف لائے اور جس کے ذرا بچائی و بچس جاتے۔ آپ پر اسے کچھ نہ ملے ہوا۔ میں چند
 نکلے ان کے پاس جوتے چنگے نہ دیے وہاں کا کرایہ اور کرتے۔ شہر کے کمرے کے زمان میں وہ
 مازکی دو پیر داں لافا، میں نہارتے۔ ابھی کمرے میں چار عورتوں کا رہنے لگا۔ کرایہ پر اسے
 تھرماس میں وہ رہتے تھے اس تھرماس میں تھرماس میں کرایہ پر اسے ایک ایک کنوارا
 پانی کھلی کر اس تختہ کے نیچے پانی کا گھونٹ گھونٹ پل کر شہر کرتے یہ زمان کہ سب سے
 بڑی ”عمیاتی“ تھی جس کے وہ چاہتی تھے۔ وہ نہ چاہے یہ وہ وہی چیزوں کی انہیں کوئی
 خاص رغبت نہ تھی۔ مگر اسے بعد میں نے ذرا یہاں داکو کچھ روانہ ہوتے تھے کچھ کوئی
 صاحب اسکو پر لٹاتے کوئی دکان۔ ہاتے تو شہر کے چوکم ہو پھلتی۔ آخر حیات میں
 شہر آباد ہو گیا تو چاروں طرف کے عظمیٰ نے حضرت رحمت اللہ علیہ کو جانے اور نہ
 جانے کے لئے ہر سڑکی کا رخ بند کر دیا اور حضرت رحمت اللہ علیہ کو لائی اور نہ جانے
 دئے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش شہر ہوئی

ابتدائی زمانہ میں حضرت کے زمانے آمدنی نہ ہونے کے برابر تھے۔ بچے بھی زیر تعلیم تھے
 اس لئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا باجوہ تک رہنا بہت بعد میں صاحب دکان مامناں لہ
 اپنے پاس پر کھڑے ہو گئے تو وسعت ہو گئی۔

آخر حیات میں فرماتے کہ ”مجھے زمانہ کی بھرپور خواہش رہی کہ میں شاہی کا ایک ننڈا ذاتی طور پر
 اپنے لئے خریدوں اس کی اس طرح جسد بند کی کراؤں کہ ہر منٹ کے بعد ایک منٹ سجدہ کا بند کا
 رکاوٹ۔ پھر ہر مسئلہ سے متعلق شاہی کے ملازم دوسری کتابوں میں جو کچھ ہو وہ شاہی کے
 رہنے کے ساتھ نقل کروں تاکہ اس مسئلہ سے متعلق تمام پہلو ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ مگر
 افسوس کہ زمانہ بھرا اتنے پیسے نہ ہوئے کہ اپنی شاہی خریدوں کوں بھر فرما جا کہ اب محمد
 وسعت ہو گئی ہے مگر بہت سی نعم ہو گئی ہے۔“

(ص ۵۱۶)

مفتی اعظم حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹوکی رحمۃ اللہ علیہ کی قدسیت:

سال ۱۳۱۰ لکھنؤ صوبہ اللہ علیہ رشید رحمۃ اللہ علیہ کے تہذیبی کتب خانہ میں فرماتے ہیں:

حضرت مفتی صاحب شروع فرمائی تے تہذیبِ سادہ و مزین اور اصولی منش تھے۔ دیکھئے! ان کی وضعِ قلع اور لکچر یا اندازِ پیش کر سکتے تھے کہ یہ اتنے بڑے عالمِ اہلِ علم تھے۔ سن چلیں! القدرِ محدث دور ایسے بلند، پاپہ صاحبِ نسبت ہیں۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوئی ہے۔ جو جتنا بڑا اور اونچا مرتبہ رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو اتنی قدر رکھتا ہے اور سدا رہتا ہے پتھر جتنا بڑی دہ بھڑائی ہوگی۔ اتنی کی نیچے کی صرف دے گا اور غبار و غنہ پا کا دور چلوں گا۔ ہوا ہوگا اتنی۔ یہی طرف دہات کی جاسا مفتی صاحب موم بکا جی تھے۔ تو انصاف میں نہ کہو پیچھے ہوئے تھے۔ ہمارے شیخ مربی اور اسرارِ اجمیل حضرت مولانا شاہ عظیم، عظیم دہ، جو ویلوی رحمت اللہ علیہ ایک شہم پڑھ کر گئے تھے۔

تہذیب کا طے بقدر سچا لوگوں کی ہے

کہ ہر مہر فیض بھی ہے اور جھگی ہاتی ہے گردن بھی

یہی حال حضرت مفتی صاحب کا بھی تھا کہ ایک طرف تو فقہ و حدیث کے پہاؤ، ادب عربی اور فہمِ موم کے بحار، فارسیوں، جام و تیموتو ایک سیدھے بھولے بھولے انسان، غمی، دھڑکتے میں حضرت مولانا دہائی رحمت اللہ علیہ کے سامنے جڑا۔ عجیب نکات یہ ان کرتے دیکھا۔

(مفتی عظیم پاکستان حضرت مولانا مفتی انی حسن فوگھی رحمہ اللہ ص ۸)

حافظ القرآن و ائیدیت حضرت مولانا محمد عبداللہ در خواستی رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) ”تم لوگ مجھ سے بد و جہر بہتر ہو، میں تو بدی کا پتلا ہوں“

آپ کے فرزند و جرنہ حضرت مولانا فہمیں انصاف نہ چھوڑیں، فرماتے

ہیں:

مفتی مفتی اللہ علیہ والہ وسلم کو راستے میں ایک بڑا عیار رک کر اپنے سناٹے ملانی جاتی۔ جسٹریٹ علی اللہ علیہ والہ وسلم بڑی آذین و انکساری سے اس بڑا عیار کی باتیں غور سے سنتے دیکھتے چہرے پر ہنسی ساں نے آیا، اسی طرح حضرت در خواستی رحمت اللہ علیہ بھی اسی جہاں

زندگی میں ہم سے پہنچی یہ سب بات آپ کے حالات لکھتے ہیں، انکار نہ دیا دیا
(ایضاً ص ۳۳۴)

(۳) ”ذرا پہلے کر بہنک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔“

مولانا عرفیہ لائق تھائی (دارالعلوم حلقہ)، اکوڑ و ٹکب (تحریروں) جیسے ہیں
جزوہ انگلستانی آپ کے ساتھ اس کے یہ سب باتوں کو کر کے ہی ہوئی تھی تو بعض ان کی نسبت تھی۔ بہا
وہر سید اور منصب و مقام پر ان کے ساتھ اور ساتھ پر تھی۔ بہا اس کے یہ سب باتوں کی نسبت
علماء اسلام کی امارت، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، تحریک نظام شریعت اور دیگر
سببوں اتحاد یک کی قیادت، حضرت سید محمد رفیع میں شامل القدر نامہ است، پورے عالم میں یہ
مثال عجیب دیتے کی بلند ترین مثال پر پہنچنے۔ وہ جو وہ اپنی زندگی میں آخر ہم تک بہ مختلف
اور سادہ تھے۔ اپنے وقت کے پہلے گھر میں اپنے گھر میں رہتے جاتے ہیں۔

... ذرا پہلے کر بہنک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔

حضرت مولانا محمد رفیع رحمہ اللہ یہ اپنے زمانہ تمامات پر پہنچے لیکن ان کی بات ہے چیت میں لائق
آپ کے وضع اور لباس میں اور ان کی اور چیز میں سوائے اس کے کہ تو اسے جو حتیٰ فی الاماں اور
حلال الی اللہ کی کیفیت، وہ ان کے تھیں، حضرت مولانا محمد رفیع رحمہ اللہ علیہ کو ایک نظر دیکھ کر ادا
رؤفہ اللہ کی کیفیت ظاہر ہو جاتی تھی۔ (ایضاً ص ۳۳۴)

حضرت مولانا محمد رضا انجیری رحمہ اللہ (شیخ الحدیث دارالعلوم
اشرفیہ راندیر کجرات) کی للہیت و تواضع:

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد رفیع رحمہ اللہ کی آباؤی (خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد رفیع
رحمہ اللہ کی آباؤی رحمہ اللہ) آپ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا نے زندگی کے آخر دور میں امامت فرمائی ہے مگر بھی امامت کی تکفیر نہیں
کی اور مسجد میں امامت کے علاوہ اس کی صفائی، سترائی کا خود ہی اہتمام فرماتے۔ بلکہ خوش
اور نایاں ٹوٹو صاف کر دیتے، تنخواہ کا شدت سے انکار فرماتے اور فرماتے کہ اس میں تو میرا

کا نڈھ ہے کہ مسجد میں رہتے سے نماز خوب پابندی سے ادا ہو سکتی ہے۔

مولانا محمود دینانی اور علیہار سے کوسوں دور تھے، دوسروں کی ادنیٰ تکلیف کا خیال فرماتے، معاملات و معاشرت میں دوسروں کی راحت و سہولت کا یہ درجہ انتہاء فرماتے۔ مشہور مسندوں کی عداوت پر وہی ٹکرنے میں عاقبت شفقت سے کام لیتے اور جملہ سے جملہ پر اثر مادیات آنے والے کی تواضع اور آرام خود فرماتے۔ چنانچہ بہت خود بخوار پیش کرتے۔

مولانا اپنے قول و فعل میں کسی کوتاہی یا از حد ناپہنہ فرماتے، وہی وجہ سے اپنا کام خود انجام دیتے اور خدمہ اعلیٰ و اندر رکھتے تھے۔ جلب اپنی سعادت و خوش نصیبی سمجھتے۔ اگر مولانا کوئی خدمت انہیں سپرد فرماتے، لیکن مفرد ہنرمندوں سے کام نہ لیتے اور فرماتے ان عبادوں کو انہیں تکلیف دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے طاقت و ثروت دی ہے مجھ کیوں دوسروں کا قادی؟ وقت ضائع رہے۔

دوسروں کو بھی شہمت فرماتے کہ اپنا کام خود کیا کرو، بازار سے سودا و صنف خود سبھا فرماتے، راستہ میں کوئی بوجھ لینا چاہتا تو ہرگز کوادارہ فرماتے۔ کمرہ میں جھانڈو بنا اور بس گود میں صفائی کرنا، مکان کے سامنے نو، جھانڈو لٹکا لینا آپ کے معمولات میں داخل تھا۔ تواضع و بلہ نفسی کا یہ حال تھا کہ وہ لگا ہوں کے سامنے طلبہ کے بے ترتیب جوتے پہننے سے نہ تو اپنی چھڑی سے سب کو با ترتیب رکھ دیتے۔ اور فرماتے کہ جوتے راستہ سے بچھ میں مت اتارا کرو۔ انہیں ترتیب سے رکھ کر وہ کسی کی ٹھوکر تک جائے تو کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔

مولانا نے تدریس کے زمانہ میں بھی کسی طبیب علم سے خدمت لینے کو پیش نہیں کیا، مشہوری سے قبل کھانا خود اپنے اپنے ہاتھ سے پکا کر کھاتے۔ ہفت میں ایک روز پکا لیتے اور سات دن تک اسی کو گرم کر کے کھاتے رہتے۔ سلیقہ اور حفاظت سے چھا ہوا کھانا رکھتے تھے کہ خراب نہ ہو۔ (اقوال مطلقہ حصہ ششم ص ۱۸۶)

بھل چکا ہے کہ مہرام ہوں تو میرے نفع کی امید ہے۔ یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کہ ”بھائی
 تمہیں بھرتے تو بہت آگے کی بات کہہ رہے ہیں۔ میں تو اپنے دور میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ
 باوجود ان مسئلہ میں مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ سفر اور کسی مجاہد مصروف ہو رہے ہیں
 انہی طبیعت پر شدت سے یہ قاضی ہوتا ہے کہ خاموشی سے بیٹھ کر پیش رو جانوں کہ کسی اور
 بات نہ پوچھنے کی ضرورت ہے مولانا محمد یوسف آغا خیال آتا ہے کہ میں نے کہ
 برسوں کی رفاقت تھی میرا ساتھ چھوڑ دینا جس پر سوچ کر نہ چھوڑا ہوں“ انہی باتوں نے
 یہ بات اکی کامل فغانیت، ناجوانی اور تواضع کے جذب کے ساتھ فرمائی کہ ہم سب پر کچھ
 طاری ہو گیا اور مولانا محمد صاحب پر تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ اس کچھ راجد بٹھا کلا اور
 پھر اس کو مل فغانیت کا نتیجہ اٹھانے کو کہہ دیا کہ سب سے دور روز گزرتے کے بعد ہی حضرت
 امارت کے منصب پر فائز ہو گئے۔

منظور اہم مسلمانی ائمہ کا یہ ملکہ کارشادگی ہی ہے۔ منی کو آئینہ نظر آتا ہے۔

(حضرت نبی نامت مولانا محمد یوسف صاحب کا ندولوی رحمہ اللہ، جلد ۱، ص ۲۸۰)

”فرمایا کہ یہ دعا کرو کہ دعوت میری تمہیں آج آئے۔ میں نے بندہ نے اسی وقت
 ہوا تھا کہ دعا کی اور حضرت اسی نے ہی پر آمین کہی“ پھر بندہ نے کہا کہ حضرت اسیر سے
 نے بھی ایک دعا کر دیکھ کر فرمایا کہ یہ دعا دے۔

(۲) ”ہمیں بولنے بھی نہیں آیا“

حضرت مولانا محمد احمد صاحب امارت پر فائز ہونے تک وہی وہی اور
 خطاب پران کی دیتا سے بہت دور تھے۔ مریج میں خاموشی اور کم گوئی اپنی انتہائی کو پہنچی
 ہوئی تھی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے دور امارت میں طرح کی کچھ تقریریں ہوتی رہی ہوں یہ تھا
 کہ

حضرت مولانا کی تقریر کے وقت شیخ پران کے پیچھے مراقب اور صحابہ الی اللہ ہوا کرتے تھے

اس کے ہنگامہ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے جو نکات بڑے طویل ہوتے تھے جس میں اجماع و تخریب سوال سوال کر سمجھا دیا جاتا تھا ان کے یہاں آشوب نہ تھا یہ تقریریں نہایت مست معمولی بات تھیں ایسا ہر اصولی تقریر سے قریح جاننا اور اس کے خرابیاں کہ نہیں تو اس کو نہ ہی کیا ہے۔ مولانا اجماع و تخریب کے اس پر ایک سرور آدھرا فرما دیا کہ ہمیں ہونا چاہی نہیں۔ (مولانا پارہ ۱۰ ص ۱۰۱)

(۳) اپنے پاس کوئی چٹائی نہیں ہے۔

حافظ جناب خانؒ نے بھی میدانِ صاحب (مجموعہ دیں) کے نام آپ نے لکھا ہے کہ یہ چند طور پر ہی اس کو مطلع و نود و نکاح کی مظلوم ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ بندہ کے لیے بڑا کون کی دکانیں ہیں کباب عشت اور سیارا ہیں امید ہے حسب سہاقی و دلوائے رہیں اور مدد فرماتے ہیں اپنے پاس کوئی چٹائی نہیں ہے۔ نثر عثمانی شان کی ستاری سے کہ پیراہ نام رکھا ہے بندہ اس کے چاروں طرف ہے کہ ہمیں مقتدا تصور کیا جا رہا ہے جب ہمارا یہ حال ہے تو اللہ ہی ماہر ہے۔ بندہ اذلیل و خوار اپنی قدرت کا مظاہرہ فرما رہے ہیں۔ (جہد ۱۰ ص ۱۰۳)

(۴) بھڑوا اگلے سار کے شیشیں پھیرے۔

آپ کے خاتمِ محمدی زادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں روضہ کعبہ کے بیٹے کو لے کر تھے اور چہرے پر دھڑکی کے آثار تھے۔ بندہ نے تیرے ہاتھ پاتھیں دھو کر دیے۔ یہ ایک دعا کر رہے تھے کہ یہی کہہ دینی صاحب فرمایا کہ یہ دعا اور دعوت میری سمجھ میں آجائے۔ اس پر بندہ نے اسی وقت ہاتھ دھوا کر دعا کی اور حضرت حق نے اس پر آمین کہی۔ پھر بندہ نے کہا کہ حضرت میرے لئے بھی ایک دعا کر دیجئے فرمایا کہ کیا دعا۔ میں نے کہا میرے لیے یہ دعا کر دیں کہ مجھے بھی دعوت آجائے میں یہ دعوت ہی لے رہا ہوں۔ لیکن آمین کہی اور پھر میں نے عرض کیا کہ دعوت دعوت آئی یہ دعوت کی رہے کہ سنو جسی اللہ علیہ وسلم آفرینہ دینی زور دینی ملد، فی دعا فرماتے رہے۔ انہی پر

حضرت کی ستمرائے۔

ہمدرد کا شوق معلوم دہلی میں داخل ایک طالب علم نے بجلی ہوئی روانی سینے سے انکار کر کے وہ دہائی پیمینک ویں ناظم علی نے حضرت سے شکایت کر دی۔ حضرت جی نے اس نے کو خطاب کر کے ایک پیٹرسد فرمایا لڑکھا واپس ہو تو دوبارہ اس کو بلایا اور محمد الی بدلی آواز میں فرمایا ”اڑ کے مخالف کر دے“ یہ منظر دیکھ کر حضار مجلس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

بعثت کا خطاب کی نشست میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب خطاب فرما رہے تھے اچانک حضرت تشریف لے آئے (جو جی آ کر رہے تھے) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے بات روک کر مولانا محمد سعید اللہ صاحب کو فرمایا مولوی انصاری آتے ہیں انکو سامنے بلاؤ۔ مولانا محمد سعید اللہ صاحب نے طرز ہو کر فرمایا کہ آپ سامنے تشریف لے آئیں۔ اس پر تو انصاف فرمایا کہ کیا ضرورت ہے مولانا سعید اللہ صاحب نے فرمایا کہ رسول نامہ محمد یوسف صاحب فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ میں کہہ رہا ہوں کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ آخر تک وہیں بیٹھے رہے یہ طریقہ آخری حد تک۔

مولانا محمد عمر صاحب کی آنکھ میں ایک مرتبہ سونچا اتر آیا سرف نھر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے حضرت جی کے جوتے اپنے کچھ کر پکڑ لیے تو حضرت جی نے یہ کچھ بھک کر مولانا کے جوتے سیدھے کھینچے ہوئے فرمایا کہ مولوی تم تہرہ۔ جوتے یہ ہیں۔

ایک مرتبہ علی گڑھ طرح لیورجی کے کچھ خواص آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے بلکہ بھی اس موقع پر ان مجلس میں موجود تھا۔ حضرت جی نے ان خواص سے کچھ دیر گفتگو فرمائی مجلس ختم ہونے پر جب میں اٹھنے لگا تو فرمایا بھائی اور بیٹہ باا بندہ بیٹہ کیا تو بہت خندہ منہ من بھر کر فرمایا ”بھائی نا۔ میرا کیا ہو گا“ میں نے عرض کیا کہ حضرت ”تجربہ“ نے اپنے بعض خواص کو لکھ تھا کہ اصل تو وہ دیکھت ہے۔ یہ سن کر رونے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں میں ہر گھٹکے پر دیا کہ پیار۔ یہاں تو اپنا سرمایہ ہی لستہ آیا۔ میں نے عرض کیا

کہ اپنے شیخ سے راجہ جیسا ہے؟ اس پر فرمایا کہ اس سے کیا رو بیٹے تھکے ہو؟ ان کو مدد کر کے کمرے میں چلے گئے وہاں اس سے سکون ملا ہے۔ (عمر ۴۳، ۴۴)

(۵) ”اگرے بھائی! میں کیا باتوں؟“

افغانستان سے ایک ممتاز عالم دین حضرت مولانا سے ملاقات کے لئے مرزا نظام الدین آئے آپ اس وقت جماعتیں روزانہ فرما رہے تھے اس سے قراوت کے بعد مولانا حبیب اللہ صاحب نے ان تمام دین کی ملاقات آپ سے رافقی مولانا بہت فوری میں بات کر رہے تھے راجہ جیسا کہ ان بھی فوری ہو چکا ہے تھے لیکن بے ساختہ طور پر عربی الفاظ زبان پر جاری ہوئے تھے میں قریب ہی کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا حضرت جی نے مولانا حبیب اللہ صاحب سے فرمایا کہ بھائی! یہ دیکھو یہ کلمہ پڑھ رہے ہیں مولانا بہت جلد سے عربی سے گفتگو کرتے ہیں مولانا ابتدائی الفاظ اور حاشیہ پڑھ رہے ہیں بعد میں مولانا حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ الفاظ حدیث شریف کی اجازت دینے کے لئے افغانستان سے آپ کے پاس آئے ہیں آپ ان کو سزا دے دیں یہ سن کر حضرت جی کے اوپر سخت کاغذ لکھی ہوئی جو کیا اور انتہائی خرافاتی بولی تو ان میں عاجزانہ صورت دکھائی کہ فرمایا ”اگرے بھائی! میں کیا باتوں؟“ یہ جیسے ایسے انداز سے فرمایا کہ میں اور مولانا حبیب اللہ صاحب دونوں روپے لے گئے حاجری سے اپنی لٹی فرما رہے ہیں مولانا حبیب اللہ صاحب کمرے کی طرف سے کافی دیر تک قیام کر کے واپس آئے جس پر حضرت نے ان کو پھر کلمات فرما کر اپنا تہ مزیت فرمائی۔ (عمر ۴۴)

(۶) ”مجھے نوبت کرنی نہیں آتی“

پانی پت میں ایک مرحوم اتحاد المسلمین اور غیر مسلم صاحب حضرت مولانا نوبت کے مشرق تھے ان کی اہلی بھی غائبانہ طور پر معتقد تھے اور بار بار پوچھتے تھے کہ حضرت سب کچھ کیا کر رہے ہیں۔ ہم ان کا استقبال کریں گے۔ مگر حضرت غیر سی جدید اطلاع کے وقت سے پہلے ہی حکم لکھ لے آئے اور ملاقات کے بعد مشورہ کے لئے بیٹھ

لئے سب اہل مشورہ کی رائے تھی کہ حضرت جی احمد نواز کو چاہیے تو تعویذی درجہ کے لئے ہو ہر
 جتن کا وہ ہیں شریف اور سب کی قلمی ہو جائیگی۔ حضرت مولانا نے منظور فرمایا اب
 مشورہ یہ کہ بعد از غریب کوئی بات نہ کہ سب کی رائے حضرت بن کے بارے میں تھی
 حضرت نے مجھ کی طرف دیکھا کہ یہی یہ رائے ہے ہم میں بھی عرض کیا کہ حضرت بن وقت
 ترک حکام و افسران بھی موجود ہوں گے بہتر ہے کہ آنجناب اپنی بات ہو جائے تو اتنی
 عاجزی سے فرمایا کہ جسے تو بات نہ تھی کہیں آئی یا مولوی محمد عمر صاحب، تو غریب
 کہہ لیتے ہیں۔ اور میں بات نہ کر سکا تو بھائی کی بات رہ چکی۔ لیکن جب سب نے
 بنی، اصرار کیا تو مسئلہ فرمایا۔ محمد بن نے اصرار فرمایا کہ یہ بات نہ کر دی۔ (ص ۳۵)

(۷) ”اعلان کی وجہ سے پیشاب روک کر کھڑے رہے۔“

۱۲ رمضان ۱۳۵۶ء کو حضرت شیخ امامت نے کراچی کے مدرسہ دارالحدیث دارالحدیث میں
 ”مذہب احمدیہ“ اپنی شدت حدت کی وجہ سے تراویح کی پابندی قائم کرنے کا مشورہ کیا
 فرمایا۔ تھے پھر پانچ ماہ بعد اس وقت تھے کہ سب کی قلمی ہو جائیگی۔ حضرت مولانا نے
 میں اصرار کیا کہ ان کے دلوں کا رشتہ ہو جاتا جس سے مدرسہ کے اصل مقصدین کو تکلیف ہوتی
 تھی اس لئے میں میں کچھ کی کرنے کے لئے استعفا، خانوں کے بارے میں احمدی لکھ رہا تھا
 اور پانچ ماہ کے مقصدین کے خداوندی کوک و اپنا ذات یہ مقصد خائے بیت الخلا و استعمال نہ
 فرمایا حضرت جی احمد بن یاس میں حدیث منورہ و تشریف لائے ہوئے تھے قرآن مجید و میں تھا
 لیکن ان کا حضرت شیخ کا قصہ بھی بہانہ ہوا اور ان کی ذاتی اہمیت نہ کہ ہے کہ وہ اس کے
 ”مذہب احمدیہ“ ان سے لے کر خداوندی تھے تو اس کے وقت مدرسہ کا دور و زمانہ نہ تھا
 لیکن اس کی ایک ذاتی چاہی حضرت بن کو پیش کر دی تھی تاکہ جب بھی تشریف لائیں
 وہ روزہ کھولنا نہ پڑے۔

ایک روز تراویح کے دوران حضرت بن کو پیشاب کی حاجت ہوئی تو فراغت کے لئے حرم

نبوی شریف سے ہمارے آنے تو بیت خدا میں داخل ہوتے وقت اس مدنی پر نگر پائی تو
وہیں کھڑے ہوئے۔ نہ تو انہیں کئے اور نہ حضرت شیخ کے یہاں تو جمع شروعت ہو چکی تھی۔ تمام
بچھرنے پر جب اقلہ نہ وہ گھر میں نکلا تو حضرت اسی نے اس سے کہا کہ پیشاب کی
ممانعت سے روکنے کھڑا ہوں کیونکہ یہ حدیث لگا ہوا ہے خیر نے شربت دیا ہو کہ عرض کیا کہ
حضرت آپ نے انہیں ہے انہیں دوں گا رشتہ ہو جا تا ہے کہ نے نے ہے۔ یہ سن کر
حضرت بیٹھ کھڑے شریف سے گئے۔ (عمر ۶۳)

(۸) "الحی امیر کی کبریا کرت ہے؟ یہ کام مجھ پر موقوف نہیں ہے۔"

تاسیلاؤ میں دھڑلہ تھا بنوئی بند کے تمام ہار گئے، دھڑلہ، بخور کی گھنٹوں میں
موجود تھے جن میں اعلیٰ صم کی بڑی تعداد میں تھے۔ ایک ذی مرتبت قدیری غازی نے کہا
ہاں وہ پیش کرتے ہو۔ یہ ہمارے بھی کہا گیا کہ "حضرت یہ سب آپ کی برکت ہے۔ اس پر
بھائی بھائی آواز میں فرمایا ان میری کیا برکت ہے۔ یہ یہ کہ مجھ پر موقوف نہیں۔ چنانچہ قراؤں
کو شش کرتے اور قراؤں دیتے جو کسی پر بند یہ شربت دیا فرمادیتے ہیں۔ قرآن کا رشتہ کے سچ
میں اپنی ذات کے نئی اپنی دو گھر ہے جب میں فرمائی کہ سننے والوں کی ہاتھوں میں آئیں
آگئے۔ (عمر ۶۴)

(۹) "کمالی بے نقی۔"

حدیث مضمون نظام الدین کے طلبہ کا مضمون یہ ہے کہ بغیر میں بدست سہولت
حضرت کھڑے کے بعد کئی ایک جگہ جمع ہو کر صلووں کا ذکر کرتے اور جہیز میں یکے مرتبہ
حضرت جی کو اپنے یہاں آگئے دھڑلہ دیتے تھے۔ حضرت جی یا تو نہ تو شریف لے آتے یا
اپنی طرف سے کسی کو جمع فرمادیتے۔ ایک مرتبہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۵ھ (۲۸ جولائی
۱۹۱۷ء) کو ان کے ان صاحب کا اجتماع تھا رہا تھا حضرت جی نے طوٹ جانے فرمایا یہ ان سے
فرغت پر ۱۷۰۰ نمبر ایسا صاحب بارہ بھگوانی لے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیے اس پر
جو فرمایا کہ آپ حضرت یہ بھی ہے ہیں کہ حضرت شریف لے آئے اور طلبہ میں شور مچا

مکہ حضرت نے تشریف لائے ہیں اور حضرت سے یہ بیان فرمایا، یہ لیکن ان سب باتوں سے حضرت نے انہیں چھوٹ کر یہاں بوجھایا جیسے مرے ہوئے گدھے کا دینے والا ہے۔ پھر مجمع میں موجود مولوی چوہدری نے صاحب راہ مستحق سے فرمایا۔ مولوی چوہدری نے دعا کروا کر کہا کہ میں نے یہ اتفاق من کر لیا ہے کہ یہاں کی خاموشی چھائی حضرت جی بھی نہ موش بیٹے۔ یہ بات جو وقت گزرنے کے بعد مولانا ایسا صاحب راہ نور اللہ بن صاحب مولوی چوہدری نے دعا کر لی۔ (ص ۳۳)

(۱۰) ”شاید انہی کے ٹیک گمان کی وجہ سے اللہ ہماری بخشش کر دے“

اسی طرح ۲۹ صفر ۱۳۹۳ھ ۱۲ مارچ ۱۹۷۴ء بدھ میں جلسہ کے اجتماع میں مولانا صاحب راہ صاحب بارہ بنگلوں بیان فرمایا۔ ہے تھے حضرت جی کی قاء پر آپ خاموش ہو گئے۔ تو فرمایا کیا فرما رہے تھے فرماؤ ہم کو کیا آقا ہے۔ بہت تو ٹیک کے خور پر یہ فقرہ ماریں گے۔

”میرات کے آئیے اجتماع کے اختتام پر بدھ رات کا، وہاں سے دور ہے تھے کہ ریلوے ٹکسٹ کا گیسٹ میں دھت پر بند ہو گیا اور گاڑی رگ گئی آئیہ دوست کی حضرات بھی اس گاڑی میں موجود تھے تھوہر بعد کچھ بعد دنگے لے لوگ گاڑی کی طرف۔ نے گئے اور حضرت جی سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جو صاحب گمانی چلا رہے تھے انہوں نے تعویذ کا شیشہ اوپر کرنا چاہا تو حضرت جی نے ان کو روکے ہوئے فرمایا کہ بھائی رہے وہ۔ شاید انہی کے ٹیک گمان کی وجہ سے اللہ ہماری بخشش کر دے اور پھر یہ غلوں اللہ ان سے آپ نے سمجھوں سے مصافحہ کیا۔ (ص ۳۴)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات :-

(۱) سادگی اور بے تکلفی سے انہیں :-

آپ کے فرزند، جند محمد الامام متقی الرحمن سنبھلی صاحب جو یہ فرماتے ہیں

میرا جی یہ سادگی اور بے تکلفی، بلکہ تکلفات سے وحشت و دوری ہم ہمراہ ان کا خاصہ رہی۔ ۵۷ کی بات یاد آ رہی ہے رقم الخروف کی سمیت کی خرابی اتنا۔ کو پہنچی ہوئی تھی

انگلینڈ میں اقامت پر پہنچ کر پہلے (انگریز) اسے سوانہ پتہ تپ تو بھی نے انگریزوں میں بار بار اس کا تذکرہ کیا۔ نہ کہ یہاں آپ دو اس کے لیے اپنے یہاں آنے کی دعوت دینی۔ اس کو سرسٹرنٹ بھیجی سے ملنا تھا۔ والد ماجد نے ضرورت سمجھی کہ یہ بھی تک وہ خود میرے ساتھ نہ کریں۔ یہی ان مقامات سے ہے۔ جہاں سے ناک انہیں بہت ابتدائی دنوں سے جانتے اور مانتے تھے۔ جس شخص اعلیٰ تعلق کو انہوں نے اطلاع دیدی تھی۔ انجمنی خالصی تھو او میں ایک اسٹیشن پر تے رہے۔ جہاں ان دنوں نے چاہی مشورے سے قیام لے لے جہاں جو یہ نہ بھی ہوئی۔ یہ نہ چھوڑا۔ اسٹیشن سے وہاں لے جا کر رہا رہے تھے۔ یہ ایک شاندار قسم کا وسیع و عریض میرات مکان تھا۔ یہ نہ زیادہ صحیح الفاظ میں کو بھی تھی ایک نرا سپورٹ کمپنی کا اشتہار ان دنوں "انٹرفون" میں نکلا رہتا تھا۔ اس میں میر ہاں کی کو بھی تھی یعنی کوئی غیر لوگ نہ تھے تھیں رہتے۔ وہاں میں تھے انگریز تھے۔ نکالتے بھی تھے اس میں اشتہار دیکھ اسکی مانی وہ بھی کرتے تھے۔ مگر یہ اختلاف تھیں۔ یہاں والد ماجد کو ان کے یہاں انکار کیا تھو تھو ق سے پانہیں کہ اسی دن ٹرم کو یہ دوسرے دن میر لوگ آئیں چھوٹی سی مسجد میں منتقل ہو گئے۔ جو خود کھانا دار کی مسجد بنائی تھی اور تصنیفی جماعت کا مرکز تھی اور پھر جہاں پر یہ تے ہی جگہ اور بعض دوسرے مراحل سفر سے ہوتے کے انجمن میں ایک ہفتہ یا مشورہ یہ قیام رہا بات کیا تھی؟ صرف یہ کہ امیرانہ طرز پر پائیں۔ کہ نہ تھو ماز کرنا والد ماجد کے یہاں کی بات نہ تھی (ملا یہ کہ کسی امیر کے یہاں درویش و فقیر ہونے کا وہاں تھے ہوں یا پھر مجبوری کی بات ہو) مسجد کے اوپر ایک سادہ سا کمرہ تھا۔ گریہ داشت غلطی نہیں کر رہی ہے تو اس کے فرش پر سونا اور لینن ہوتا تھا اور یہ تو انہی طرح یاد ہے کہ نہایت سادہ سا کھانا بچے کسی عام سے بوتل سے آ جاتا تھا۔ یہ وہ ماحول تھا اور معیار زندگی تھا جس میں ان کی روح خوش رہ سکتی تھی۔ تنکفات کا سایہ نہ ہو تو گوارا نہ ہو جاتی تھی۔

تنکفات سے طبیعت کی دوری ہی کا نتیجہ تھا کہ اپنے گھر کے کام انہیں خود کرنے میں کوئی عار نہ تھی۔ بچے گھر کے ہر طرح کے کام کے لئے وہ بازا رہا جاسکتے تھے۔ گوشت لانا ہونا پہنچانی

ترکاری لانا ہو۔ نیز خریدنا ہو۔ غرض جو بھی گھر کی ضرورت ہو وہ ہے تکلف اسے انجام دینے سے تھلا یہ کوئی اور اسے انجام دینے کے لئے موجود ہو۔ اور اللہ کا فضل تھا کہ اس نے دین کی فہم کے ساتھ امور دنیا کی سمجھ بھی بھر پور عطا فرمائی تھی۔ گھر کی ضرورت ہی کی طرح اپنے ذریعہ معاش، کتب خانہ، المرحوم کی طلبہ عادت کی تیاری کے سلسلہ میں جس کام کی بھی فوری انجام دہی کا محتاج پیدا ہو جائے اسے بے تکلف فورا انجام دو۔ سیکھتے تھے۔ کتب کی تصحیح تو اکثر خود کرتے ہی تھے ضرورت، تو توہم پس چ سیکھتے تھے۔ کاغذ کی خریداری کر نکلتے تھے اور کاغذ دیکھتے تو بہر حال تھے کہ مناسب ہے یا نہیں۔ (ماہنامہ ترجمان احمدی نمبر ۵ ص ۲۷۵)

(۲) خادم نہ کہ مخدوم:-

اس حوالہ نے انہیں غم کے ان آخری دور کے سوا جس میں معذورانہ مجبوری کی صورت پیدا ہو گئی تھی خدام سے ہمیشہ بے نیاز رکھا۔ سفر آئے دن تیار رہتا تھا۔ مگر حق تعالیٰ کرتے تھے کھنڈ خدمت یا مسعودت کے نام سے کسی کو ساتھ لیتے تا سوال نہ تھا بلکہ کوئی تعلق والا کسی اور عثمان سے از خود کسی سفر میں ساتھ ہو گیا اور وہاں میں یہ بھی سوچ لیا کہ راستہ میں خدمت کا بھی موقع ملے گا تو اسے کھنڈ، ایسی کا موقع ملا۔

چودھری عبدالمتان نام کے ایک صاحب (اللہ غریق رحمت کرے۔ مرحوم ہو چکے ہیں) بہت محبت رکھتے تھے گھر کے کچھ چیزیں سے بھی آزاد تھے غالباً دیوبند سہارنپور کے چک سطر میں اسی طرح سے ساتھ ہو گئے۔ واپس آ کر بتائے گئے کہ ہمیں کان چڑھے۔ ان خدمت کو سوچ کر مجھے اچھے لگے مگر وہ سن کر آئے ہیں۔ (اس اجزاء ص ۲۷۵)

(۳) شیخ بے مشکت:-

انہیں حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی جیسے شیخ وقت سے خلافت حاصل تھی اور بھران کا درجہ حضرت شاہ صاحب کی نظر میں وہ تھا جس کے راوی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہیں اگر اللہ نے قیامت کے دن چوہا کہ میرے لیے کیا لائے ہو تو حضرت نے وہ آسمان کا نام نہ لکھ رہے ہیں ایک نام مولانا منظور صاحب کا تھا فرمایا کہ ان دو

ایک صاحب کسی مکاری کام کے سلسلے میں نکلے ہوئے ۱۰ سال سے ادب ہوئی۔ انکی
 وضع قطع ہمیشہ اور بات چیت سے تواضع اور خوش گلت تھی کہ وہ حضرت ناناکا جان کو یا کسی عزم کو
 جانتے بھی ہونے میں ہوسکتا ہے کسی سے آئے وقت ذکر کر دیا۔ ناناکا جان اس وقت کچھ
 ٹکٹے میں مشغول تھے بندہ اکابر دیا کہ اس وقت مہالوں کے سرے میں آرام قرہ میں شام کو
 ملاقات ہوئی اور وہ حسب مراض ہو گئے اور واپسی کے لئے سامان اٹھالیا میں نے آکر
 پوری بات عرض کی فوراً خود اٹھے (ذکر چہ اس وقت بھی چلن خوب مشکل تھا اور چھڑی کے
 سہارے ہی ممکن تھا) اور ان صاحب کو اپنے ساتھ اپنے سرے میں قیلر آ کے ان کی پوری
 بات سنی اپنے ساتھ وہ پیر کاٹھا نا کھالیا، بذات خود بڑی سادگی سے معذرت خواہی کی اور ان
 کے اس کام کے سلسلے میں ضروری مدد بھی کی جس کے لئے وہ آئے تھے۔

بعض دوسرے سراج سکا لٹس نے اپنے تحقیقی مقالوں کے لئے درخواست کردہ رہنمائی فرمائی
 اور اپنی شخصیت اور کوششوں کے متعلق ضروری معلومات مکتوبوں میں ایسا متعدد بار ہوا مگر آپ
 نے ہمیشہ ازراہ تواضع اور انکسار اور اپنی تنخواہ کی قدر کی بنا پر اس طرح کے تعاون سے
 معذرت فرمائی، بعد ازاں جب مجھ سے کہا کہ اس سے مجھے اپنی نیت کے لیے خطرہ محسوس ہوتا
 ہے۔ برادر محترم جنابہ جید از حدان سنبھلی بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں وہ مکتوب میں
 مقیم تھے اور مکتوب کے جواب کی دوسری ان پر ہی تھی جب بھی ایسے خط و ذات آپ نے
 میں جواب دیا کہ آپ کے حسن ظن پر اللہ آپ کو جزائے خیر دے میری ذات اس قابل
 نہیں ہے کہ اسکو باقاعدہ تحقیقی دوسرے سراج کا موضوع بنایا جائے دائم حضور سے بھی اس طرح
 کے چند جوابات مکتوب آئے گئے۔

ایک مرتبہ ایک تبلیغی اجتماع میں بیان کے لیے بہرائچ جاتا ہوں سفر میں رات کو دیر ہو گئی اجتماع
 نہ پہنچے جہاں سارا ہی لوگ سو چکے تھے، چیلوں کی جگہ پر نہانی جگہ بیٹھی کسی کو جگانا مناسب
 نہ سمجھتا تھا، ستر بچایا اور چیلوں کے اوپر سو گئے۔ آخر شب میں جب کچھ لوگ اجتماع کا
 سے باہر نکلے تو وہاں کسی نامناسب جگہ سوتے ہوئے دیکھ کر بڑا غصہ ست کیا مگر انکی پیشانی

کی کوئی اچھا نہیں رہی جب انہوں نے دیکھا کہ سولے والا کون ہے؟

۲۲ جان کے نزدیک کپڑوں وغیرہ مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ میری والدہ محترمہ بھی عرض کرتی تھیں کہ سٹے کپڑے پہنا لیں تو فرما دیتے کہ بیٹی اب کپڑے کیا پہنائیں اب کفن قرآن چاہیگا اسی کی تیاری کر رہا ہوں۔ ایک گزرتا میں کافی عرصہ سے دیکھتا تھا۔ گھر میں پوچھا کہ معلوم ہوا کہ یہ کرۃ ۲۰ سال سے زیادہ چلتا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے برکت بھی اس میں عجیب ہے کہ اب تک پھٹا نہیں گزشتہ ۱۵-۱۶ سال میں ان کے لئے اندر پہننے کی زمین لگا کر تیاں تو کافی ملواری تھیں مگر رتے شاید ہی چار پار کی سے تانہ بنے ہوں ایک مرتبہ مغرب کے بعد لیٹے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند تھیں اپنا کتبہ آنکھوں سے آنسو بہ لگے پھر آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا میں وہیں بیٹھا ہوا تھا اور فرمایا کہ اللہ کی خاطر ذلیل ہونا بھی بڑا اعزاز ہے اور یہ اہم اپنے خاص محبوب بندوں کو ہی عطا کرتا ہے۔ اس کے بعد بعض بزرگوں کے اس سلسلہ کے واقعات سنائے۔

(ص ۳۶)

مولانا محمد عمر پالین پوری صاحب رحمہ اللہ کی توضیح اور سادگی:-

مفتی محمد پالین پوری صاحب زیور مجسم تحریر فرماتے ہیں:

آپ کی ذات میں سادگی اور تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس نے میں آپ مرکز دہلی میں بغیر افسر و عیال کے تھا قیام پزیر تھے تو ایسے بھرے میں جہاں دو تین حضرات آپ کے ساتھ رہتے تھے آپ بغیر چار پار کی کے نیچے فرش پر بستر لگا کر آرام کرتے عام طالب علموں

کی مانند بے تکلف رہتے ملک اور ہر دن ملک کی بڑی بڑی شخصیتیں آتیں آپ اس حجرے میں فرش زمین پر بیٹھ کر بے تکلف باتیں کرتے لٹھل دھکال کے ہوتے ہوئے اس قدر سادگی اور تواضع اور دین کو متاع کیے بغیر نہ رہتی دینی چیزوں سے بے رشتگی کی وجہ سے بے فہمی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ راقم الحروف بھی اسی مجلس میں تھا آپ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ میرا کرتا الٹا ہے یا سیدھا ہے بھی نے جواب دیا کہ کرتا سیدھا ہے اس سوال کی وجہ

ماری وقت کی تھی تو آپ نے ان کے بارے میں نہایت زیادتی کا اندازہ لگایا جب میں اس وقت کے
دو الٹی اور میرا تھوڑا بچہ لے کر آپ کے گھر گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے والدین کے والدین
کو آپ پر ہی اتنا سیدھا محبت کا آج بھی میرا سفر طریقہ کا ہے اس لئے معلوم کر رہا ہوں کہ
مال گندیشہ کی طرح نہ ہو۔ چنانچہ ان کے غلی آئینوں میں ان کے سیدھا حال نہیں دیکھا ہے۔

یہ جو وہاں لائے گئے آپ نے نہایت مہربانی اور مخلصانہ انداز میں دیکھے، سمجھے، آپ کو کوئی اور
پر تر کیا نہ دیتے تھے، یہ ایک سے سارے ہیں رہتے تھے، کبھی اپنے لئے کھانسی اٹھانے
کو دانتوں کے حصے، کبھی اندامیہ اسماء فرما رہے تھے، ان کے مصلحت مند رویہ نے ان کے لئے
کے لئے مایوسی کی انتہا تک پہنچا دی تھی کہ آپ اس حد تک کے کھانسی کے حصے کو دیتے آپ
کی ساری اور مصلحت کے نہیں باری تھوکی نے ان کے ان کے آپ کی عزت و عظمت
کے لئے نہ تھوکی نہ تھوکی۔ اور بے شمار محبوبیت کا رت لہرائی۔ خدا نے پاک اس کی
خوشی کے ان کے قدم پر نہیں بھی پڑنے کی توفیق بخشے۔

یہ گزشتہ میرا آج کے لئے نہ ہو گا وہ مہربان
ہیں ان کے اور ان کے ہاں بے شک ہوں۔ بھریں وہ یہ میں نے ان کے لئے کیا ہے کوئی
دلی

(سوانح سرور محمد علی خان پوری ص ۲۱)

فقیر الہ مرست حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے وقت

اپنے کو بہت دوسراں اختیار کیا جس کو کبھی کہتے ہیں۔ یہ ریت تھیں اور نہ وہ نہایت
تھے۔ اس کو کھانا پر رام نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ اس سے بے انتہا ان کیوں دیکھ رہی ہیں
تو کیا آپ ایک تہ اور ریت سے وہ بے شمار ان کی شانیں اور پھول چھا ہیں
اس کے باوجود ان کو مصلحت و مہربانی اور پند و نصیحت ہے۔ جس کو ان کے
لکھا ہے کہ اس کے لئے ہے بے شمار خوبیاں پیدا ہوتی ہیں گویا تو مصلحت ایک کار
دہشت سے اور بے شمار اساتذہ اور بے شمار عمدہ مفاہات اور خوبیاں اس کی شانیں اور پھول

پہچان ہیں۔ تو اشیع تمام اس کا اہل اللہ اولیٰ و مثنیٰ کا شعار رہا ہے۔ یہ مانگنا جائز ہے کہ وہی کامل اشیع وقت بدلتا ہے۔ جب کہ یہ ہے یا نہ ہے۔ تو اشیع سے متعلق یہ پانچے، عمر زمانے سے تو اشیع کا اظہار اور اپنے کو حقیر قرار دینا آسان ہے اور قلب میں اس کی حقیقت کا جائز نہیں ہو کر اس کی طبیعت اور حال میں جانا مشکل ہے۔ اس لئے دیکھو اور حقیقی تو اشیع میں یہ فرق ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت وارقدسؑ کو جہاں سے ہمارا کلامات سے قراز ہے۔ جو مع انکسالات نہ پایا۔ اس کے ساتھ ساتھ کامل تو اشیع اور حال عیدیت سے بھی تکلف اشیع ہوا۔ انکسالات متعلق فرمایا۔ اس کی وجہ سے تو اشیع و عیدیت آپ کی طبیعت و حال میں کر آپ کے قلب و دل اور چشم کے یہ ہر ایک دریش میں نہایت کیے ہوئے۔ قالہ کہ ہاں ہی وہ متعلقہ کے آپ کی ہر حالت سے اس کا ظہور ہوتا تھا۔ جامع الکلمات ہونے سے ہر جود بھی آپ کو کسی کمال کا وہم و خیال بھی نہیں گزرتا تھا۔ ہر کسی کو اپنے سے افضل سمجھتے۔ جگہوں میں سب سے زیادہ و کم ترین و اولین و آخرین اپنے نفس کو ہی سمجھتے۔ یہ خدا و خدا فرمایا آئے و انوں کے قدموں کی خاک کو وہ منکحات جانتے ہوں یہ حضرت طاقیؑ اور ابی سائبہؑ کی سرور کا مقلوب ہے۔ کہ حضرت جہنی سائبہ رحمۃ اللہ نے ایسا موقع پر یہی جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

(حیات محمود)

یہ سب کچھ میری نحوست سے ہو رہا ہے۔

دراغہ میں ہنگامہ آرائی ہوئی تو غیہ ملی سبز پر تخریف لے گئے۔ ہی طرح مظاہر علوم کے ہنگامہ کے موقع پر بھی دریافت کر کے ہر ارشاد فرمایا۔ میں نے سمجھا کہ یہ سب کچھ میری نحوست سے ہو رہا ہے۔

اس لئے میں دہر سفر میں چلا گیا۔ تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے۔

(۲) ”امتیاز پسندی“

اپنے لئے کوئی امتیازی جملہ و امتیازی حیثیت ہر چند نہ تھی معذوری سے جس بھی کسی تکلیف و غیرہ کا ہونا نشست گاہ پر پسند نہیں تھا، مسجد میں ٹھہرے ہوئی آپ کے لئے کچھ کچھ

بجھانا چاہتے ہوگیہ رکھنا چاہتے تو انکار فرما دیجئے اور محنت ناپسند فرماتے حتیٰ کہ حضرت والا کو اپنے مشکف پر پروہ وغیرہ لٹکا بھی پسند نہیں تھا، احباب نے زیادہ اصرار کیا تو کچھ سری اس کو بدداشت فرماتے تھے۔

اس طرح حضرت والا کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ حضرت والا کے نیچے مشکف میں گدا و غیرہ بھی بچھایا جائے۔

ایک اگلا حکانف کے موقع پر حضرت والا نے ایک خادم سے کہا کہ یہ چٹائی اعشکاف کی جگہ میں بچھا دو اس پر یہ چادر بچھا دو اور یہ رکھ دو ایک دوسرے خادم نے گدا بھی بچھا دیا حضرت نے جب اس کو دیکھا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میں نے بچھایا بتایا گیا فلاں نے حضرت والا نے جب دریافت فرمائی کہ گدا کیوں بچھایا؟ اس نے عرض کیا حضرت زمین پر صرف چٹائی پر سونے سے تکلیف ہوگی اس لئے گدا بچھا دیا تاکہ کچھ آرام مل جائے فرمایا کیا سب مسکینین کے پاس گدا ہے؟ کہہ کیا نہیں فرمایا پھر میں کسی طرح کہہ سے پر نہیں آیا تو میرے ہنس میں نہیں کہ سب کے لئے گدوں کا انتظام کیا جائے البتہ یہ آسمان ہے کہ میں خود بھی اپنا گدا اٹھا دوں۔ (بحوالہ بالا)

(۳) ”فقیر آدمی کو اپنی رکابی میں کھانا کھلاتا“۔

ایک دفعہ افطار کے وقت ایک قریب فقیر آدمی خستہ حال پھٹے پٹے کپڑوں میں آگیا جس سے سخت تمکین اور ہوا آ رہی تھی کوئی اس کو اپنے پاس بٹھانے پر تیار نہ ہوا حضرت والا نے یہ دیکھ کر فرمایا اس کو بلا۔ اور اپنے پاس بٹھا کر اپنی رکابی میں اس کو شریک کیا۔ جس سے سب کو حیرت ہوئی اپنے اوپر سخت عداوت۔

(۴) ”کھانے کے موقع پر عداوت مہار کو“۔

کھانے کے موقع پر اور کسی مجلس میں جبکہ کی جاتی تھی تو حضرت والا فوراً ایک پاؤں کھڑا کر کے ایک پاؤں پر بیٹھ جاتے دسترخوان پر بلائے گر جاتے تھے تو حضرت والا بے تکلف ان کو اٹھا کر کھالیتے اور ارشاد فرماتے ان کے کھانے والے کی نانا دسراٹ پیو

ہوتی ہے۔ کسی نے رکافی صاف نہیں کی اس میں سالن لگا ہوا رہ گیا حضرت والا اس کو اٹھا کر
بے تکلف صاف کر بیٹے۔ کسی نے خوب کہا ہے

فرہ توئی است دینیں رسیدگان سماں کہ چوں سوار پہ منزل رسد پیادہ شود
(یعنی عاجزی و کمال ہونے کی نشانی ہے اس لئے کہ سوار منزل پر پہنچ کر (سوار می سے آتر
کر) پیادہ ہو جاتا ہے)

(۵)۔ ”میں محروم جہاں تھا وہیں رہا“۔

ایک خادم کو شکاف کے فترت ہونے پر غلط کے جواب میں تحریر فرمایا:

”جناب والا! یہاں سے تشریف لئے مجھے گویا بگھس سوتی ہو گئی۔ ہم بندگان خدا
کی الحاج و زاری سے حق تعالیٰ کا قصص ہوا اعافیت کے ساتھ ایام اعتکاف چرے ہو گئے
نشا و اللہ حساب نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔۔۔۔۔۔ یہ محروم جہاں تھا وہیں رہا: جناب کی
کامیابی کی بنا پر اپنے لئے بھی علاج کی توقع کافی ہے“۔ (۳۰ بحوالہ مکتوبات فقیر الامت)

B۔ شعر کا عجیب مطلب۔

ایک خادم ستر شدنے لکھا۔

”اس دورانہ و اندام بارگاہ تو مجھ اپنی خصوصیت توجہات اور رعایوں سے نوازیں کہ

اند تعالیٰ چیز پر رہا تیں بعد کا حال یہ ہے کہ

چہل سال عمر عزت و محزشت مزاج تو از حال طفلی محشت

(تیری بزمی عمر کے چالیس سال گزر گئے مگر تیرے مزاج سے بچپن ختم نہیں ہوا)

حضرت والا! نے جواباً تحریر فرمایا:

”آپ نے کریم کا شعر نقل کیا ہے اور مصداق قرار دیا ہے ابھی ابھی آپ کی برکت سے

ایک مفہوم ذہن میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مصومان حراج

طنش عہد کر رکھا ہے۔ مبارک ہو! یہاں تو اس عمر تک پہنچتے ہو بچتے بچتے گناہوں کا ابدان کھنڈا

ہو کر تھا پھر اس پر اضافہ ہے چہل سال کے دو چہ ہونے پر انباء کئی چند ہو چکا حق تعالیٰ

مغربت فرمائے۔ (ص ۲۳۱ بحوالہ مکتوبات فیہ الامت جلد (۱) ص ۳۶۸)

(۷) ”صاحب نسبت بزرگ“ لکھنے پر تنبیہ:-

ایک صاحب نے حضرت والا کو خطا میں ”صاحب نسبت بزرگ“ لکھا اس کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا:

”بندہ اس قابل نہیں کہ اس کے لئے ”صاحب نسبت بزرگ“ جیسا الفاظ استعمال کئے

جائیں، یہ ان الفاظ کا پس استعمال ہے، ان کی نماندگی ہے، اللہ تعالیٰ بقدر کی

جہاں قدر و فی کی توفیق دے۔ اس مشورہ سے اس کا رد کو انکار نہیں ہے۔ (ص ۱۳۱)

(۸) ”یہ کمینہ سیہ کار لاقی احترام نہیں“:

ایک صاحب کو تحریر فرمایا:

”اور اصل بات یہ ہے کہ یہ کمینہ سیہ کار لاقی احترام ہے ہی نہیں، اس کا خالص تویہ

ہے یہ اچھے بندہ رہا ہے، اچھا ہے، بدگسل۔ ہمارا یہ عقوہ اور طفیل دیکھو“ (ص ۱۳۳)

(۹) ”عیوب پر پردہ اس رکھا ہے“:

ایک صاحب کو تحریر فرمایا:

”اس ناکارہ کے عیوب پر حق تعالیٰ نے پردہ اس رکھا ہے، اگر اس حالت میں جائے تو

سب طرف سے غرت ہی غرت ہو، کسی کی طرف سے بھی رجوع نہ ہو“۔

(ص ۲۳۲ بحوالہ مکتوبات فیہ الامت ص ۳۶۹)

(۱۰) حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا قلم مقام لکھنے پر تنبیہ:-

ایک صاحب نے اپنے خط میں حضرت والا قدس سرہ کو حضرت شیخ الحدیث سے سوال کیا

محرور یا صاحب نور اللہ کا قلم حق مکمل یا۔ ان کو جواب تحریر فرمایا:-

”یہ ناکارہ آوارہ و گمراہان کا قلم ہے، تم نہیں لانا کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں، بار

خداست میں بہت دیر تک رہا مگر محرومی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا“۔ (ص ۱۳۴)

(۱۱) ”یہاں کارہ جو تیاں سیدھی کرنے کا قائل بھی نہیں“۔

ایک صاحب نے (جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے بیعت تھے) حضرت ۱۱۱۱ قدس سرہ سے رجوع کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ساتھ یہ جملہ بھی لکھ دیا: ”حضرت شیخ اللہ علیہ صاحب رحمہ اللہ سے بعد آتساب فیض کا صرف ایک ہی رہا ہے۔“

اس کے جواب میں حضرت ۱۱۱۱ نے فرمایا:

”حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ پر جس لطف و کرم کی بارش نہ مانی آپ اس کا وارث و اتقا محدود نہ کریں کہ صرف شخص واحد پر ہی انعام کر دیں ان کے فیض یافتہ حضرات میں ایسے حضرات موجود ہیں کہ یہ کار وائی جوتیاں سیدھی کرنے کے قائل بھی نہیں جن کی تعداد ایک سو دس ۱۱۰ ہے

جلوہ حسن ساز کا قاب پکڑا کر نہیں ان کا تو حسن حسن ہے تیری نظر نہ نہیں

(ذکر لکھنؤ ہفتہ ۱۱۱۱ ص ۱۱۱۱ ص ۱۱۱۱ ص ۱۱۱۱)

(۱۲) ”مٹی عمر ہو چکی حالات درست نہیں ہوئے“۔

ایک صاحب کو جواب میں فرمایا:

”اے کار و ادارہ کا دنیا میں کیا کام ہے بجز اس کے کہ کماؤ میں جائے مگر اپنے اختیار میں کچھ نہیں آپ حضرات کی یاد اور ملاقات فی الخلق باعث تسکین ہے مٹی عمر آج بھی ہے حالات درست نہیں ہوئے ہیں وہاں ایک ایک سب موجود ہیں جن کے ظہور کا موقع نہ ملنے پر شب و روز گنا ہے شب ہوتا ہے کہ وہ دور ہو گئے ہیں حالانکہ ان کا حال ایسا ہے جیسے حیرت بردی میں سانپ کا حال ہوتا ہے کہ اس میں حملہ کرنے کی طاقت نہیں ہوتی مگر جہاں سہرت کی گرمی آئی اس کی ہر کی کیفیات نمود کراتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے اور اپنے محبوبین کی ہر گت سے اصلاح فرمائے“

(مر ۲۳۳)

(۱۳) ”یہاں تو میری نحوست ہی نحوست ہے“۔

ایک خادم مسٹر شد جو خدمت والا میں راہ ملوک طے کر رہے تھے ان کے کسی عزیز

کے خطبہ کے جواب میں تحریر فرمایا:

”ماشاء اللہ خوب نکتہ آور ہے جس کا شاکس انکی اچھی جگہ پر ہوتے اور محنت کرتے تو زیادہ فائدہ ہوتا یہاں تو میری نحوست ہی نحوست ہے خدا کے پاک بن کی حفاظت فرمائے اور ان کی خیر سے میری نحوست بھی دور نہ رہے۔ ان کے والدین کو مبارکباد اور سلام دستوں۔“
(ص ۳۳)

(۱۴) ”آپ سے زیادہ امراض باطنیہ و امراض ظاہرہ میں یہ نہ کارہ مبتلا ہے۔“

ایک صاحب نے لکھا کہ میں بہت زیادہ باطنی امراض میں مبتلا ہوں بعض دفعہ بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ قیامت میں کیا ہوگا۔ دعا کی درخواست ہے۔ لفظ۔
ان کے جواب میں تحریر فرمایا:

آپ سے زیادہ امراض باطنیہ و ظاہرہ میں یہ نہ کارہ مبتلا و گرفتار ہے قیامت کو جو بخشش ہوگی وہ اللہ کے فضل سے ہوگی جو کچھ ہو سکے تو نے پھوٹے اعمال بھی کرتا رہے اپنے آپ کو درست کرنے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ کتنا پس کی معافی مانگتا رہے اللہ تعالیٰ کا کارہ لوگوں کو بھی قبول فرماتے ہیں نیکوں کے فضائل میں۔

شیدائے درود امید و تم
بدان را چ نکال پہ طعنه کرم

(۳۳۵)

(۱۵) ”حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید محمد حم کا مکتوب اور حضرت والد کی طرف سے اس کا جواب۔“

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید محمد حم خٹہ کا حضرت مولانا شاہ ابراہیم الحق صاحب نے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا:

مودی ابراہیم حامی نام کی خدمت میں بعد سلام سنوں یہ اپنا تذکرہ عرض کرتا ہوں۔ دعا کی درخواست اس شعر میں پوشیدہ ہے۔

بہار وصل کی لذت کو لوٹنے والو! کسی فراق زدہ کو بھی یاد کر لیے۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ۔

حضرت ولہ نے جواب میں تحریر فرمایا:
مکرم محترم حضرت حکیم صاحب زلیہ رحمہ اللہ
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میرا نامہ شرف صدور لایا قلب کو بڑی مسرت ہوئی، یہاں تو یہ حال ہے
دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں
آگے اس گھر کو گئی ایسی کہ جو تھا حل کیا۔
تاہم ہر حال بھی ہے موجب صد شکر ہے بقول شریف
”وہو سون ہوتا ہے تو آواز آتی ہے“
ان کا تو حسن حسن ہے حیرتی نظر نظر نہیں
انھ کے گولے درہم کہتے ہیں کہ خبر نہیں
جینوں دل کے مشہور بوشت نون ہے یہ گھر نہیں
(۱۶) رجوع کرنے کی درخواست پر تنبیہ :-

ایک صاحب نے (جو انگلینڈ میں مقیم ہیں) حضرت قدس سرہ کی طرف
رجوع کرنے کی درخواست پیش کی۔ حضرت قدس سرہ نے جواب عتابیت فرمایا:
”میرا نامہ موجب منت و مسرت ہوا منت و مسرت سے زیادہ تعجب خیز ہوا کہ ایک صاف
تذلل مدہ پائی کی نہروں کے کنارے ہو کر ایک چھوٹے سے گھر سے کسی طرف توجہ کی جائے
جیسے امیر خیراتو خیرا سب ہی استغناء کرتے ہیں۔ آخر حضرت الحاج مولانا محمد یوسف متالا
وہاں موجود ہیں جن سے بڑی دنیا فیضیات ہو رہی ہے نیز مولانا مہتمم صاحب اور مولانا جمال
صاحب بھی وہاں ہیں ان حضرات کے ذریعہ سے علوم و اخلاق نبوت پھیل رہے ہیں ان کو

ہے میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں آپ میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ دونوں کی حالت
سچ کرے۔ (۲۳۸) (۲۳۸) (۲۳۸)
(۱۹) مجلس شوریٰ کی رکنیت سے معذرت :-

میں مدرسہ کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے حضرت قدس سرہ کا نام کراچی تجویز کیا جاتا اور
حضرت والا قدس سرہ سے منظرہ کی کمی درخواست کی جاتی حضرت قدس سرہ معذرت
فرمادیتے اور کچھ منظرہ فرماتے، جن میں کچھ کو پھوڑ کر کتب خانہ دینی فرماتے اور کچھ اور کے
بہرہ دے دیتے فرماتے۔ مدرسہ دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی منظرہ تحریر کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے
حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب زید کچھ ہم نے حضرت قدس سرہ کا نام منتخب فرمایا۔
مولانا رشید الدین صاحب کتب خانہ دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی نے بذریعہ حضرت والا قدس سرہ
سے منظرہ کی کمی درخواست کی۔ حضرت قدس سرہ نے معذرت فرمادی اور تحریر فرمایا کہ ”یہ
کارہ شوریٰ کا اہل نہیں۔“

ذیل میں حضرت مولانا رشید الدین صاحب کتب خانہ دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی اور
حضرت فقیہ الامت قدس سرہ کا مکتوب کراچی ملاحظہ ہو۔
مکتوب مولانا رشید الدین صاحب :-

لہذا جس طرح حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم سر
پرست مدرسہ بڑے آئینہ پ کا مدرسہ دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی منظرہ تحریر کے لئے رکن شوریٰ
کی حیثیت سے انتخاب فرمایا ہے انتخاب سے عرض ہے کہ مدرسہ کی رکنیت منظور فرمائے
معاون فرمادیں اور جواب سے فوائز ہیں۔
فقط والسلام

محمد رشید الدین غفرلہ مکتوب فقیہ الامت و مراد اللہ

کراچی مدرسہ بڑے آئینہ پ کا مدرسہ شوریٰ کا اہل نہیں مدرسہ بڑے آئینہ پ کا
مدرسہ نے نام تجویز کر دیا تھا شاید اس میں برائے نام بھی تھک دیا جائے ورنہ شوریٰ میں

شکست کرنے کی ٹوہٹ نہیں تھی اس لئے بندہ معذرت خواہ ہے کہ کسی اور کو تو کچھ پر فرمایا
ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک نامی میسر فرمائے اور مدد کو بازی و معنوی ترقیات سے نوازے۔
فقہ و السلام

(س ۲۳۹)

(۲۰) ”آپ سے مارا غصا ہو کر مورد غضب بننے کی تاب کہاں آ“

بھگت صاحب نے لکھا

حضرت اہل سال خدمت نیا کمر جو آپ نہیں آیا جس سے دیا ہوا کہ شاید صحت والا مارا غصا تو
نہیں ہو گئے۔

انکو جو اپنا کمر پر فرمایا

آپ سے کئے شہ قہر کا وہ آپ پہلے سے چکا ہوں۔ لہذا جو نے آپ تک کیوں نہیں پہنچا
آپ سے مارا غصا یا مورد غضب بننے کی تاب کہاں۔۔۔

۱۴۱۱ھ قادیانی خطبہ و غضب رسول و غضب اولیاء

فقہ و السلام

(س ۲۴۰)

(۲۱) ”شاید کسی کی خدمت کا موقع مل جائے“

ایک صاحب نے لکھا کہ جواب میں تحریر فرمایا

”سوارانہ مائل اور مواہا، حردن صاحبان، شہر و شہر فریخہ میں سے دہلی سے سوار ہو کر توجہ
مقدس جاد ہے میں دال و میال بھی آتے بیع الہم سے سب ساتھ ہیں۔ اہل حق بھی آگے ہر او
بھی جا رہا ہے شاید کسی کی خدمت کا موقع مل جائے۔“

(اپنے بیٹوں کی خدمت کی تمنا رکھ کر کس شان کو اشیاع کو ظاہر کرتا ہے)

(س ۲۴۱)

(۲۲) ”یہ ناکارہ تو ہر طرف سے خالی ہے“

ایک صاحب نے لکھا

آخر مولانا مہاراجہ صاحب نے یہ جہد ہم کی "حیثیت میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر
اور وہاں حضرت شیخ الحدیث خزانہ سر قدس کو قیادت اور چال بس کی پرورش سے آگے یہ سب
حکمت سے دلائل و دلائل کا ٹکڑا ہے۔

ان کو حضرت مولانا نے تحریر فرمایا:

"ماشاء اللہ خوش نصیب ہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم کی خدمت
میں حاضر ہو کر حرمین شریفین میں وہ اللہ شرفاء بخیر مآل کے قیام و خدمت میں اپنی قدر جانتے کی
ذکات سے مشرف ہو گئے، مبارک باشد۔ یہ کارنامہ ہر طرف سے خالی ہے جواب خط میں
تائید کی جگہ سے یا مخلص

اسے ترانہ کے پانچ غزلے، دلی کی چھ

حال شیرازے کے شمشیر و زبر فروز۔

(یعنی اسے وہ شخص کہ جس کے پاس میں کبھی کاغذ بھی نہیں لگا ہوا ہے، اس شیر کا حال کیا
معلوم ہو سکتا ہے جو سر پر مصیبتوں کی تلوار کے نیچے کھاتا ہے۔)
(۲۳) "لفظ تو میرا گزور ہے۔"

ایک صاحب نے لکھا، حضرت حافظہ بہت کمزور ہو گیا ہے قوت کے لئے دعا کی
درخواست ہے۔

حافظہ تو میرا گزور ہے اس میں آپ مجھ سے مقابلہ نہیں کر سکتے، میں تو اپنا نام بھی بھول گیا
تھا۔ نام دعا سے کیا اور بھی ہے مابعد مشورہ دہی مولانا دعاؤں کے (میرا آپ تمہاری
دراستی پر دعا کر کے آ کر دعا نہیں نہ لگو) (ص ۲۴)

(۲۴) "روزِ اکمل و خرافات سے دل پر ہے۔"

ایک صاحب نے اپنے اشکاف کی حالت ذکر کر کے دعا کی درخواست کی انکو
جواب تحریر فرمایا:

”میرا حال تو یہ ہے کہ کمرہ کے پچھلے مسجد میں بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں اور خرافات سے کمرہ میں بھی دل پر تھا، مسجد میں بھی پر ہے نہ وہاں نجات تھی نہ یہاں، اہل اللہ کے فضل سے باغی نہیں ہے اور آپ احباب کی وہ لڑائی کا بڑا اسباب ہے۔“ فقط والسلام (ص ۲۵۲)

(۲۵) ”مصر سے مغرب تک ایک دربار میں، مغرب سے عشاء تک ایک دربار میں۔“

حضرت فقیر الامت قدس سرہ کی تشریف بری جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کیمت کے لئے وہاں سے وہاں کی دعوت پر توجہ ہوئی، محترم مولانا مفتی احمد خانپوری مفتی مدظلہ تعلیم الدین ڈابھیل نے تشریف بری کے موقع پر تحریر اپنے مکان پر بھی تشریف بری کی دعوت دی اور مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب نے مجھ مفتی مدظلہ تعلیم الدین ڈابھیل کی خواہش کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی اپنے مکان پر تشریف آوری چاہتے ہیں۔ حضرت والا قدس سرہ نے جواباً تحریر فرمایا:

”آپ کا اور مفتی اسماعیل صاحب کا کاشانہ عشرت تو قریب قریب ہی ہوگا پھر کیا خوب ہو کہ مصر سے مغرب تک ایک دربار میں اور مغرب سے عشاء تک ایک دربار میں حاضری کا شرف نصیب ہو جائے۔“ فقط والسلام۔ (پچھلے شاگردوں کے ساتھ یہ انداز ہی طلب کس تو اضعاع و عجز سے کو ظاہر کرتا ہے) (ص ۲۳۳)

(۲۶) ”میں بیکار ہوں۔“

آئیں صاحب کو جواباً تحریر فرمایا:

”اپنی صحت سے زیادہ ضروری آپ حضرات کی صحت کو سمجھتا ہوں کیونکہ آپ کام کرنے والے ہیں اور میں بیکار ہوں، خدا تعالیٰ آپ کو اور حضرت مجتہم صاحب کو جلد پوری صحت و قوت عطا فرمائے۔“ فقط والسلام (ص ۲۳۳)

(۲۷) ”میرے لئے دلد کی ضرورت نہیں۔“

مدیر تعلیم قدین جامعہ اسلامیہ نے مکمل تجربات میں حضرت والا رحمہ اللہ سے روئے ہوا مبارک میں اختلاف فرمائے جو خوش آنی جا رہی تھی اور وہاں سے واپس پلے مشورہ دے دیا کہ لاہور دارالین کا ایک وفد حضرت والا قدس سرہ کوئی خدمت مبارک میں حائل ہو کر درود مست فرمائے۔

والا کا حلقی احمد خاں پورقی نے یہ کچھ حکم کا خطاب مع جواب حضرت والا قدس سرہ فرمایا: ”یہاں مدرسہ تعلیم مدینہ فاہمیں میں بہ سبب رک میں جناب والا کے شکاف کے حاملہ میں حضرت مستم صاحب کے تجویز لیا ہے کہ نیک وفد جو بلند فاضل ہو اور جناب والا سے درخواست کرے کہ جناب والا اس رک میں جامعہ اسلامیہ میں قیام منظور فرمائیں۔“

حضرت والا نے تحریر فرمائی:

”حضرت مستم صاحب نے وفد تجویز کا درود فرمایا میں نے تو خوشی ہوئی کہ آپ حضرت سے ملاقات کی سعادت نظر آئی نہیں میرے دل میں میں یہ بلا ضرورت اور بھونپی بات نہ آئی ہوتی بڑا نانا ہے۔ میرے لئے وفقی جو گزشتہ مدت نہیں ہے ہندو من سب بھی نہیں میرے لئے ایک فقرہ زبانی فرمایا۔ یہ کسی دلیل میں ایک جملہ لکھنا بھی کوئی ہے۔ میرے دل میں زبانی گفتگو کا ایک تمام ہے جس کی وجہ سے فوراً بھی قہقہہ نہ ہے کہ خدا کریمہ مال بھی تو محمد علی افرویج نے جگہ دکھاتے دیکھنا ۱۰۰ ہو گا۔ خدا آکرے پ کے مہولت سے مبادلہ جو کے کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے میں نے کسی دوسری جگہ کا وعدہ نہیں کیا تا اور دیتے وفد آگیا بھی تو میں اس سے بھی اتنے کی کد سٹکوں فی انہ سے موثر بھی نہیں نہ وفد فتنہ زیدہ بھی پچھڑ کر دیا کرتا ہے۔“

فقہہ اسامہ

(اپنے لئے وفد کی آہ کو بلا ضرورت بلکہ نام نہ سب بھٹا بھی کہاں تراشع کی بنا پر ہی ہے۔ ورنہ تو جس سے خوش ہوا جوتا ہے کہ ہمارے پاس مستغنی وفد تو یہ ہے اس نے درخواست کی ہے یا سفارش کی ہے)

(ص ۲۴۶)

(۳۸) "قابلِ اشاعت نہیں بلکہ قابلِ اخراجت ہیں۔"

حضرت امام قدس سرہ کے سوانح و مناقبات پر اہل علم و فہم و خیر و برے اور عوام و خواص نے بے حد تہنیت و تہنیت کی ہے۔ مگر حضرت امام قدس سرہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت امام قدس سرہ کے سوانح و مناقبات سے اور خوشحال کیا جائے بلکہ سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہی کے بارے میں صبر و بردباری کا یہ حضرت امام کے ارشاد است: "نہایت گوارا ہے۔ حضرت امام کا تعلق باطنی ہوتا ہے اور خدا نے عرض کر کے پر ارشاد فرمایا کرتے کہ ان کے سوانح و مناقبات اشاعت قابل ہیں۔ ایک خادم کے اصرار کرنے پر فرمایا: "میرے سوانح و مناقبات اشاعت نہیں بلکہ قابلِ اخراجت ہیں۔"

ایک کتاب راقی میں تحریر فرماتے ہیں:

اس کمزور کے سوانح و مناقبات پر کام ہیں وہ قابلِ اشاعت نہیں بلکہ قابلِ اخراجت ہیں مگر اس کا راقی شوقانی نہیں ہوتی اس لئے وہ چھپ جاتے ہیں۔ قلم بھی ہوتا ہے۔"

(ص ۳۴۵ بحوالہ مکتوبہ فی حقہ الامام سے جلد ۱ ص ۳۲)

(۳۹) "قدوسی کی اشاعت کی ناپسندیدگی۔"

حضرت امام قدس سرہ کے قدوسی جن کی جیسے ضخیم جلدیں چھپ کر قیامت کا سہ حاصل کر چکی ہیں۔ خانہ طبع خواص و خواص و مفتیان کرام سب ان کے تعلق ہیں اور کوئی از ارادہ شایر یا محقق جس نے سے خالی ہوگا مگر جب ان کی ترغیب و اشاعت کا کام شروع کیا گیا تو حضرت قدس سرہ ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: "کیا ان کے قدوسی، قدوسی اندازیہ، قدوسی دارالعلوم و فیہ و کافی نہیں، ہر کس کے قدوسی شائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے قدوسی یا کوشش کرنے کے قابل نہیں۔" امام کے حکیم اسرار و تقاضوں پر مشکل ایاز سے مرحمت فرمائی۔

ان سب چیزوں سے حضرت امام کی کمال عہدیت و کمال تواضع کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی سے حضرت امام کے علوم و تربیت و رفعت مقام کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

کیونکہ توفیق و مہریت ہندی مقام میں دیکھ لی ہے۔ اجمال شاعر
فروغی است و لیل: یہ کمال کہ چوں سوار بھڑل رہا دیکھا ہو
(ص ۲۳۶)

(۳۰) ”اندازِ خطاب“۔

اپنے چھوٹوں کو ہمیشہ آپ اور جناب سے خطاب کرتے تھے۔ ”مولا ہاں“ اور
”مفتی صاحب“ کہہ کر نام لیتے تھے۔ ”طوط میں عود“ مہتری ازید احمد کے ”کے عنوان سے
آغا فرماتے تھے جس کا اندازہ ”کتوبات فقہ الاسلام“ میں شائع شدہ مکتوبات سے ہا سانی
ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مکتوبات عمود حضرت والا کے حوالہ ”اور تفسیر کے نام ہی لکھے گئے
ہیں۔

اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی وہ معاملہ فرماتے جو اپنے بڑوں کے ساتھ بھی برحق
نمایا جا ۲ ہے۔ چھوٹوں کو چھوٹا نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت والا تہ سرو کے کسی انداز سے کبھی لوفی
دوبہ کی بڑائی کا اثر نہ بھی جیس ہوتا تھا۔ کہ حضرت والا کسی درجہ میں بھی اپنے آپ کو صاحب
کمال سمجھتے تھے۔ بلکہ حضرت والا قدس سرہ کو اپنے کسی کمال کا وہیم بھی نہیں ہوتا تھا۔
مدت اعلیٰ زبان مبارک سے کبھی کوئی جملہ نہیں سنا میں جس سے ادنیٰ وجہ کی بڑائی
یا اپنے کسی ادنیٰ کمال کا کسی درجہ میں بھی اظہار ہوتا ہو یا اس کے اظہار کا شائبہ بھی ہوتا ہو۔
(ص ۲۴۷)

(۳۱) ”عہدہ قبول کرنے سے احتراز“۔

حق کی طور پر تہ و بند وصولی صفا ہے۔ ہر وہ جہاں سے حق اس کا دل پہ ناز
(۱) اعلیٰ پاک نے حضرت والا کو اس فلیت اور حال اعلیٰ میں وصال تو واضح و عہدیت کی
صفت سے نوازا تھا کہ جو بھی کام تھا جو بھی خدمت تھی وہ ہندی اند تھی اس میں نقصانیت کا
شائبہ بھی نہ تھا۔ ”ظاہر حرم سہار پور میں غرضہ و از تک فی دلی تو لیس کی خدمت انجام دی مگر
بیش اپنے کو بھی مفتی ہی سمجھتے تھے۔ ار باپ مدرسہ کے فرمانے اور تجویز کے باوجود نائب

مفتی ملتقا بھی گوروں کی اور اس میں خوش تھے، مناسب مفتی اور مفتی القاب بھی نامورانی خرد کو دیا، آپ کو آپ کے تخلص کی بی جہ سے مفتی کی جاتی اور تحقیقی اور اہل علم آپ سے تجزیہ ملتی کے اس وقت سے مختلف مہدات تھے مگر آپ کی طبیعت کا رنگ ہی کچھ ایسا تھا کہ انجیر و بونہ تو میرا دوست اتوار ہی کا صاحب ہے۔ یہ ہے میرا لڑا لڑک میں کچھ بھی نہیں ہوں مگر اس کا نتیجہ وہ میرا میرا تہذیب جو اللہ تعالیٰ کے ایسے شخص میں بندوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ حضرت نے اپنے گورہ کو پیدایا یا اللہ تعالیٰ نے بنا، دشمنیت پر ناخبر آیا اور جو اپنے کو مناسب مفتی ٹکوتا بھی گوروں نے اس کو نہ صرف یہ کہ عالم اندامی و تعلیم اور گاہوں دارالعلوم دیوبند و نظام علوم صدر مفتی و مفتی اعظم اور متکفرواں اسباب القہر حضرت کا سر پرست بنایا بلکہ مفتی اعظم ہند اور "فقیر و امامت" کے لقب سے نوازا یہ مجھے صدق نسلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا۔ "من تواضع بندہ فدا اللہ" (جو اللہ کے لئے تو بیس اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرماتا ہے)۔

تھیں خوری اور اکیڑ دارالعلوم دیوبند نے حضرت والہ نور اللہ مرند و کو دارالافتاء و دارالعلوم دیوبند کا علم اور صدر مفتی جو بڑا ہی محرم حضرت والہ نے حضرت مفتی نظام الدین صاحب کو صدر مفتی اور اعظم دارالافتاء کے تمام اختیار سے عہد فرمایا۔ "اللہ مفتی اور دارالافتاء کے نام" یہ رہا ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب نور اللہ مرند و نے انکار فرمایا اور فرمایا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے سائے کوں دوسرا صدر مفتی و اعظم بنے اللہ آپ کو یہ کام دے دے و منصب (خوری و اکابر دارالعلوم کی طرف سے) دیا بھی گیا ہے۔

آخر جب حالات مفتی بن گئے صاحب کسی طرح آمادہ ہونے اور نہ انداز فرماتے رہتے تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا "اگر آپ نے یہ کلمہ و قبول نہ کیا تو یہ بیان نہیں رہوں گا۔" مفتی دیکھو دارالاحلیہ چھوڑ کر چٹا جاؤ گا۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب کو یقین ہو گیا کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں تو

نچھڑی یہ عہدہ قبول فرمایا اور حضرت والاؒ نے اس سرور حضرت مفتی محمد سہیل دین صاحب نور اللہ مرقدہ کو صدارت و انتظام کے تحت برابر خدمت انجام دینے پر اپنے ہر طرز سے اپنا ماتحت ہونا ہی ظاہر فرماتے رہے، حالانکہ دارالعلوم سے باہر کی اکثر دنیا حضرت والاؒ کی سرپرستی میں رہتی تھی اور خیال کرتی تھی۔

(۳) حضرت مولانا محمد الدین صاحب نور اللہ مرقدہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے فکرم اور مسلسل اصرار اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد تکریم صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد پر دارالعلوم دیوبند میں تقریباً بارہ سال بعد دی شریف جلد بیانی کا درس دیا اور حضرت مولانا محمد الدین صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصی کے بدل جندول بھی مکمل کروائی مگر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا قادری محمد حبیب صاحب نور اللہ مرقدہ و محترم دارالعلوم دیوبند کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میں ایک حضرت مولانا محمد الدین صاحب رحمہ اللہ کی رعایت اور ان کے حکم پر بخدا کی شریف پڑھا تھا، لیکن میں اس کا عمل نہیں اس لئے آئندہ بخدا کی رعایت سے عذر دوں کوئی دوسرا انتظام فرمایا جائے۔

(۴) عہدہ سے احتراز اس وجہ تھا کہ نمکات شوری سے از خود ملاقات بھی ناگوار ناظر تھی۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں ایک خاص اجل کی شوری سے والہی پر ایک رکن شوری نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ و خط لکھا جس میں یہ خدمت کی کہ شوری کے اجلاس میں آئے ہوتا ہے، یہی بہت چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کروں مگر وہاں اتنی فرصت نہیں ہوتی۔

حضرت مفتی صاحب نے جو جواب تحریر فرمایا:

”میں باوجود فرصت کے آپ سے ملاقات نہیں کرتا کیونکہ فضا الہی بن گئی ہے کہ جو ماتحت طرز کی رکن شوری سے ملتا ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ جی کوئی غرض نیکر آیا ہوگا، میری ترقی کرے، میرے واسطے یہ سہولت مہیا کر دے، ملاقات کر لے، اگر مجھے خدمت بھی ہوتی ہے تب بھی میں آپ حضرات میں سے کسی سے نہیں ملتا، راستہ کاٹ کر چلا جاتا ہوں، کبھی آپ اس راستہ میں ہی جائیں تو میں اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لوں گا۔“

(۳) قوم کا بیوہ: نہایت بزرگ و نامور شخصیت تھی جس میں حضرت مولانا اسحاق صاحب اور والد مرقدہ کی شہادت خدائے متعالیٰ کے موقع پر مظاہر علوم میں کسی عالم کے تقرر کی ضرورت پیش آئی۔ اور اب مظاہر علوم نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے عاصرا کیا کہ مظاہر علوم کی نظامت کی ذمہ داری سنبھالیں۔

مگر مفتی صاحب قدس سرہ نے ”مظاہر نہیں فرمایا۔“

حضرت شیخ نور الدین مرقدہ اپنے روزنامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”مضانہ ۱۳۸۷ھ میں مولانا اسحاق صاحب کی شہید بیماری اور مایوس کن احوال پر ضرورت پیش آئی کہ کوئی ان کے بعد نظامت سنبھالے۔ مفتی محمود پر کئی سال سے عاصرا سب کا ہی ہوا۔ بالآخر ان کی غمزدگی نے پیش دیا وہ از خود نہیں آئے۔“

مظاہر علوم میں غلغلہ ہوا حضرت والد قدس سرہ کا آنکھ اپنے بارے میں یہ تھا کہ یہ اختلافی و مختلفا سیر کی پدائلیوں کی غمزدگی کی بنا پر ہے اس لیے مظاہر علوم سے یہ دن عموماً کے طواری سفر پر تشریف لے گئے۔ اس کمال و تواضع اور عہدیت کی مثال بمشکل ہی مل سکے گی۔

حضرت والد کا مکتوب اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو:

ارشاد فرمایا کہ میں نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی شورانی (مستقرہ اہل) میں کہا تھا کہ یہ غلغلہ مظاہر علوم کا میری غمزدگی سے معلوم ہوتا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں تاکہ مولانا محمد ہاشم صاحب بخاری (درس دارالعلوم مدینہ منورہ و فیض حضرت شیخ رحمہ اللہ) لے فرمادیا کہ ایسا کہہ آپ کے لیے مناسب نہ تھا اس پر حضرت نے فرمادیا کہ آپ کہتے ہیں میرے لیے ایسا کہنا مناسب نہ تھا، حالانکہ میرے پاس اس کا ماتا خدا وجود ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کفار کے مقابلے پر ایک لشکر بھیجا اس کے بارے میں آپ کو اطلاع ملی کہ صبح سے دو پہر تک مقابلہ ہونا رہا تب فتح ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”میرے مہتمم ہوں کی وجہ سے فتح میں

اتنی دیر کی کہ صبح سے دوپہر تک وقفہ نہ کرنا پڑا اور نہ کھرمیں اتنی مجال تھا کہ ایمان کے مقابلے میں اتنی دیر تک ٹھہر سکتے۔ چنانچہ سات آنحضرتؐ کو ملکہ میں رہے اور سفر سے واپسی پر بھی الحار بن علوی میں قیام فرما سکتے تھے۔ چنانچہ دارالعلوم میں قیام فرمایا۔ کیونکہ دارالعلوم میں خلفائے سنیہ واقع پر بھی یہ امن ملک کے افسار میں سات ماہ گزارنے اور پھر واپسی پر حضرت شیخ الحدیث نور الدین قادریؒ کے حکم پر مظاہر علوم میں قیام فرمایا تھا اور رکابان شوریہ دارالعلوم کی طرف سے بخیریت واپس آئے اور دارالعلوم میں قیام کرنے پر براہ راست اور براہ راست۔

(ص ۱۳۹ تا ۱۴۵)

(۳۲) مجلس فقہی کی رکنیت سے معذرت:-

جمعیت العلماء کے تحت مجلس شرعی قائم کی گئی جس میں ایک شعبہ مجلس فقہی کا رکھا گیا اور اس کے اوقات میں متعدد باب قرآنی اور باب اہل بیت اہل علم کو منتخب کیا گیا۔ حضرت امام محمد علی سرہ سے بھی اس کی رکنیت قبول فرماتے کی درخواست کی گئی۔ حضرت امام نے رکنیت قبول فرماتے سے معذرت فرمائی۔

مجلس شرعی کی طرف سے جو درخواست پیش کی گئی اور حضرت امام نے قبول فرمائی۔ امام نے جو معذرت نامہ تحریر فرمایا وہ بھی ملاحظہ فرمائی:

”مکتوب مجلس شرعی“: مجلس شرعی کے قیام کے سلسلہ میں پہلے بھی آپ کو اطلاع دی جا چکی ہے، یقیناً ذرا پہلے بھی مجلس شرعی کی تاسیس و قیام کی اہمیت سے متعلق ہو گئے۔ یہ عرض اس لئے اوش کے ساتھ پیش خدمت ہے کہ براہ کرم کل ”مجلس فقہی“ کی رکنیت قبول فرما کر مجلس شرعی کے قیام کی توسیع میں رہنمائی فرمائیں۔ امید ہے کہ اس عرض کو شرف قبولیت بخش کر بخیریت فرمائیے۔

مجلس شرعی، بیہوشا، مظاہر، مکتبی، علی۔

جواب از فقیر، امامت، قدس سرہ:-

مجلس شرعی کی تاسیس و قیام کی اہمیت انہر من انہر ہے اللہ پاک تبارک و تعالیٰ

اُسرے فرمائے اور صحیح طریقے پر پیکم کی چوری توفیق دے۔

یہ کار واپس عوارض کی وجہ سے اس کا اثر نہیں کہہ سکتے ہیں غلطی سے جو فہمست اپنے من میں دوس سے جبراً روایات نہیں بھنکے اُسر بھنکے حفاظ کی وجہ سے سراپا بھنکے ہن کر رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ معذرت قبول فرمائیں گے۔ واللعذر عندہ کرام اللہس مفیول

(من ممد)

(۳۶) ہجرت نہ فرمانے کی وجہ۔

آنکھوں کی خدواری اور دیگر امراض و عوارض پیش آنے پر بہت سے شخص خدام کا قہر شاخا کرب مستحق مدینہ پاکہ قیام فرمائیں حضرت والا قدس سرہ سے بہت سے محبین و متعقدین اور اعمرو جو مدینہ طیبہ میں مستقیم ہیں سب کی خواہش تھی کہ اب بقیہ زندگی حضرت والا مدینہ طیبہ میں قیام فرمائیں انہیں حضرت والا قدس سرہ والا کھٹاؤں کے پادشاہ اس لئے آلودہ نہ بنے اور ارشاد فرمایا کہ مدینہ پاکہ میں مستحق قیام کے سے جن اصافہ نالیہ کی ضرورت ہے میں ان سے ہاتھ اٹکی خالی ہوں۔

ایک صاحب نے حضرت والا قدس سرہ کے پاس تھکا کہ حضرت تو بہتوں کے بعد ہجرت کرتے چلے جاؤ گے اس لئے میں ایک سال کی چھٹی بیکر آپ کے پاس رہتا چاہتا ہوں۔

آپ نے جواب میں تھکا

”ہجرت کے لئے میری کی پختی، اعلیٰ حد پر رسوا حُب اور فحاشی فاضلہ پر استقامت بڑا سرمایہ ہے اور یہ ناکارہ ان سب چیزوں سے خالی ہے اس لئے آپ جہاں پر ہیں وہیں پر رہو کہ دین کا کام نہ رہتا۔“

(۳۳) میں حضرت مدنی قدس سرہ کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں

جو حضرات اکابر مشائخ میں سے کسی سے بہت ہوتے اور وہ انکی رفاقت پر حضرت قدس سرہ سے بہت ہوتا چاہے حضرت والا قدس سرہ مدنی تو اضع و مہدیت کے ہوں۔

پہن تو بھی بیعت نہ فرماتے البتہ ان کی خدمت اور مشورہ دینے سے انکار نہ فرماتے بلکہ ہر نوع کی خدمت کے لئے تیار رہتے عربیت سے استرازی فرماتے تھے۔

ایک صاحب جو شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ سے بیعت نہ تھے انہوں نے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد حضرت والا قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی تاہم یہ بھی عرض لیا کہ میں حضرت مدنی سے بیعت تھا اب حضرت والا سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت والا قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

میں حضرت مدنی قدس سرہ کی بیعت کی خاک کے برابر بھی نہیں کہ میں ان کے مہر و بیعت کروں و اس لئے اس سے آبدیدہ ہو کر حضرت والا نے فرمایا کہ حاضرین بھی آبدیدہ ہو گئے اور انہیں یہ اس وجہ سے کہ جو انکے پیشاپیش وقتوں میں برکے۔ (ص ۲۵۴)

(۲۵) فتاویٰ

اپنے آپ کو دوسروں کے مسائل سے متواضع ظاہر کرنا اور اپنے آپ کو حقہ فقیہ بنانا

لیکن تو آسمان ہے مگر حقیقی تواضع کہ یہ چیز قابل سے بڑھ کر وہ حال میں آجائے مشکل

حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ درجہ فہام کے جدا حاصل ہوتا ہے۔ اور فہام کا حصول ہو جائے

کوئی آسان چیز

نہیں اس لئے سب سے بڑے مجاہدین اور بزرگوں کی ضرورت ہے اور اس کے بعد بھی کسی

خوش خوب کوئی نہیں جاسکتا تو انکے کا بڑا اکرام اور بڑا فضل ہے۔

حضرت والا قدس سرہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ کا مقول نقل فرمایا کرتے تھے

کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں برس تین بزرگوں کی خدمت کی۔

اس کے بعد میں برس سے ریاضت و مجاہدات میں مشغول ہوں اب تو تمام حاصل ہوئی

ہے۔ اپنے آپ کو بھگتا ہوں، لوگ آتے ہیں، میں سمجھتا ہوں میری قبر پر رہے ہیں فاتح

ہونے کے لیے، اخیر بھی سوچتا ہوں کہ شاید میں زندہ ہوں۔

حضرت امام علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کھجور کا ٹکڑا دیکھا ہے جس کی

آپ اپنے حال کی بیان فرماتے ہیں۔

(۳۵) حضرت امام علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کھجور کا ٹکڑا دیکھا ہے جس کی
(۳۶) پتہ نہیں ہمارے بھی کوئی سفارش کرے گا یا نہیں؟

حضرت امام علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کھجور کا ٹکڑا دیکھا ہے جس کی
پتہ نہیں ہمارے بھی کوئی سفارش کرے گا یا نہیں؟

حضرت امام علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کھجور کا ٹکڑا دیکھا ہے جس کی

فرمایا: ایک صاحب کشف یا ہے جسے کسی قبر کے پاس سے گزر رہا تھا۔ کشف ہوا
کہ صاحب قبر کو خطاب ہوا کہ یہ ہے یاخود ان بعد ازہم گزر رہا تھا کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ
صاحب قبر ہوتا ہے یاخود ان بعد ازہم گزر رہا تھا کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ
کئی برس آدمیوں میں کشف ہوا کہ ایک بزرگ دینی ہوئے ہیں ان کو اپنے ذات دینی
کئی برس آدمیوں میں کشف ہوا کہ ایک بزرگ دینی ہوئے ہیں ان کو اپنے ذات دینی
کئی برس آدمیوں میں کشف ہوا کہ ایک بزرگ دینی ہوئے ہیں ان کو اپنے ذات دینی

پتہ نہیں ہمارے بھی کوئی سفارش کرے گا یا نہیں۔ (۳۵)

(۳۷) اپنے لیے کھڑا ہونے سے منع فرما۔

حضرت امام علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کھجور کا ٹکڑا دیکھا ہے جس کی
کے لیے کھڑا ہو جانا۔ یہودیوں سے انقباض ہوتا تھا کہ ان کا کمال قتل کی بنا پر اس
نقباض کا اظہار بھی نہ ہوتا۔ اس لیے کہ یہودیوں سے انقباض ہوتا تھا کہ ان کا کمال قتل کی بنا پر اس
یہودیت کو بچانے کے لیے ایک صاحب جب حضرت قدامت سرور کی مجلس میں حاضر تھے
حضرت امام علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کھجور کا ٹکڑا دیکھا ہے جس کی
کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کھجور کا ٹکڑا دیکھا ہے جس کی

حضرت والا قدس سرہ نے ان کو تحریر فرمایا:

مجھے اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ نون کھڑا ہوتا، ان نہیں ہوا، ایسا جو کھڑا ہوتا ہے
اس سے انتہائی ضرر ہوتا ہے کہ یہ شخص لگتا بھولا ہوا ہے کہ میرے لیے کھڑا ہوتا ہے
حالانکہ میرے بوجہ زمین سے آسمان تک گن ہوں گا جو میرے ہے۔ (۲۵۶)
(۳۸) ڈانٹنے کے لیے میرا نفس کچھ دفعہ رسی بہت کافی ہے۔

کسی کی طرف سے کبھی بھی نہ گوارا، درخلاف مزاج، تشریف پیش آئیں۔ حضرت والا اپنی ذات
کے لیے کبھی غم نہیں فرماتے تھے بلکہ ہونا ضرور کسی کام چلتے تھے اور فرماتے نہ تو ہوتے
پیش آتے ہے وہ قطعا و قدر کے فیصلے کے مطابق ہی ہوتا ہے اس پتہ دل سے مدد فرماتے رہتے۔
حضرت والا قدس سرہ کا حال بالکل اسی کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ شہ
حدیث فرماتے ہیں:

مرا بیروا تا روشن شہب و روا تا از فرسورد و آہ
جیسے آئندہ بر خوشی خود چین مہاش، و اگر آئندہ بر غیر ہمیش مہاش۔
ایک صاحب کو اپنی گستاخیوں اور کوتاہیوں کی بنا پر خیرا ہوا حضرت والا مجھے پرکار نہیں ہوں
تھے اس لیے معذرت کا فیصلہ کیا۔

حضرت والا قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

میرے لیے ڈانٹنے کے واسطے میرا نفس کچھ دفعہ بہت کافی ہے جب غصہ آتا ہے۔ ایسا ہے
جیسا اپنے بھائی کی گزروں تو زویا۔

ایک صاحب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ایک شخص کی تعریف کی، حضرت
رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ذیلک تعریف غشش و کین (سکھوا و شریف ۴۱۲) (انہوں نے چھ پرے
نے اپنے بھائی کی گزروں کو زویا۔) تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

اگر کسی ہنس و خیر، میں تعریف لے جانے کے موقع پر نہ جہاد نہ لے لے لے
جاتے تو سخت تار شکنی ہوتی کہ تحمل نہ فرما سکتے۔ اس لیے بعض دفعہ شدت مارا کرتی، اس کے بعد

اسلام کی خاطر فوراً اس وقت واپس تشریف لے آتے، ان لوگوں کو غلطی کا اعتراف کر کے
توبہ و اس سے اصلاح لانے کے لئے اور واپس وہاں بیٹھنے پر اسرار کرتے تو بھڑکے مچھلی بن جاتے۔

غرضیکہ عام و نمود آفرین و شیراز سے سخت نفرت تھی، اس سے کہوں دور
بہوتے۔ عزت و کوشش آپ کو طبعاً غیب تھی مگر آپ انہماک سے جتنا بھاگتے تھے دنیا اتنا
ہی آپ کی طرف پھٹتی تھی، دوزخ تھی، آپ نے جتنا چھینا اور کھام ہوا چاہا اللہ سے لے لیا
ہی آفتاب و مہتاب بنا کر دکھایا۔

(۳۸۷)

(۳۱) وہ نہیں آتے تو تو ہی چل مٹتی!

حضرت نے فرمایا کہ میں ایک سرچہ مشکوٰۃ پہنچا ہوں۔ اس شریف ماحول مشکوٰۃ کے علم پر جب کسی
علم پر سفر سے واپس آئے۔ غصے کہا، بھیجا کہ میرے کھنڈوں میں رو رہے اس لیے حاشی
سے محذور ہوں ملاقات و ہوش چاہتا ہے اس پر انکی خدمت میں حاضر ہوا، ملاقات پر شہر نہ
و نہیں آتے تو تو ہی چل مٹتی! اس میں کیا تیر کی شان جاتی ہے۔

اعلم صاحب نے کہا کہ یہ مطلب یہ تھا کہ حکیم محمود صاحب سے یہاں تو آپ تشریف
لائیں گے۔

ہی، میں وی میں حاضر ہو جاؤں گا کہ وہ قریب ہے۔ (اس سے حضرت اقدس کی کمال
تواضع و بندہ بننے کی بات ہے۔ یہی اوصاف نہ ہر میں) (۳۸۸)

۳۲ "اس کا مجھے علم نہیں۔"

آپ کے کینڈر شید حضرت ۱۱۶۰ قاری سید صفیق احمد باعدوقی رحمانہ فرماتے ہیں
فقیر حضرت استاذی مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم جن کا ہرفن میں میرا

حاضر جوابی ہر ایک کو مسلم ہے، اکثر ان کن کو فرماتے ہوئے تاکہ اسکا مجھے علم نہیں۔

(آداب العلماء ص ۳۳)

۴۳ ”اب مجھ سے اس طرح نہیں پڑھایا جاتا کیونکہ طلبہ زیادہ فاضل ہونے لگے۔“

عرض کیا کہ ”حضرت مولانا صدیق صاحب رحمہ اللہ باقاعدگی نے جناب سے کیا کتابیں پڑھیں؟ ارشاد فرمایا نورانِ نوں میں مفتی سیدی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھی تھے، مفتی تنجی صاحب کا اپنی میں بہت سی کے دوران کچھ دیکھتے تھے معلوم ہوا کہ تقریر و انداز نہیں نکلتے ابھ صنف یہ لکھتے ہیں کہ کئی کتابوں کا حوالہ بالا دی اس وقت کتاب کی تکمیل اور دوا دینے کا بہت شوق تھا باقی اب مجھ سے اس طرح نہیں پڑھا جاتا کیونکہ طلبہ زیادہ فاضل ہونے لگے۔“

اللہ اکبر کیا تو وضع ہے کہ کئی طلبہ کی کہ شوق و محنت نہ ہونے کی وجہ سے انہی طرح کتاب کے مضامین کہ عقد دیکھنے کی استعداد ہی نہیں ہوتی مگر اس کی نسبت بھی اپنی طرف فرمائی کہ مجھ سے پڑھایا نہیں جاتا۔ ہم لوگ اپنا قصور، اپنی کمی سب طلبہ کے سرچو پند کی کوشش کرتے ہیں۔

بڑی عقادت، روزنامہ است، آج

(معارف فقیر الامت، جلد ۱، ص ۵۵)

(۴۴) ”اس مفتی کے ڈھیر کو اٹھا کر جہاں چاہے رکھ دو۔“

ارشاد فرمایا کہ مولانا صاحب اللہ خان صاحب مجاز حضرت تھوڑی سے میرے تعلقات، طالب علمی کے زمانہ سے ہیں وہ عمر میں مجھ سے کچھ چھوٹے ہیں مگر علم و دہش میں بہت بڑے ہیں، اس وقت آئیں میں ہندی مذاق بھی ہوتی تھی، لیکن جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ ان کو حضرت تھوڑی کی طرف سے خلافت مل گئی، میں نے ان کے ساتھ ہندی مذاق کا معاملہ بند کر دیا اور کہہ دیا کہ اب میں آپ سے ہندی مذاق کا معاملہ نہ کروں گا بلکہ جس طرح عقیدت مند خادم حاضر ہوا ہے احترام کے ساتھ حاضر ہوا کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں آپ کو ای طرح رہنا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اب تو وہ ہو گئی، چنانچہ اس کے بعد سے عقیدت مند انہوں نے احترام کے ساتھ حاضر ہوتا ہوں وہ بھی شفقت و محبت کے ساتھ ہوتے ہیں اپنے برابر میں

نہایت ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان میں سے، چہرہ اٹھا کر جہاں چاہتے تھو۔

(ایضاً ص ۱۰۲)

(۴۵) ”میر ہی کو اس پر مانتا تے ہو؟“

مضامین شریف نے ”مذہب“ مجلہ جمعہ دارالعلوم دیوبند میں شائع کیا، بعد شروع ہو کر
 غیر مانتی یوں لکھا کہ ”مذہب“ کی باتوں نے حضرت کے دو مواعظ خانے چاہے جو ریل گاڑی
 مضامین ۶۹ اور ۷۰ میں مدعا ہے ”شکیم الدین“ (مجموعہ) میں بحالت اعتکاف بعد از صبح
 ہونے کے قراقرظ فرمایا ”اے اس کی بڑائی کی نکھی ہوئی کتاب پر جو۔ میری ٹکوس کیا
 نہ تے ہو! میں نے بعد از صبح کا سبب دیکھا تھا تروی اور اس میں سے سونا نہ صدیقی محمد
 صاحب اٹھکوی خیر حضرت نے انہوں نے کہا کہ حضرت کنگوئی کے خطوط پڑھنے کے لئے فرمایا
 جن میں حضرت کنگوئی کی تالیفات، انکساری کے مضامین تھے حسب ارشاد وہاں سے لئے۔

(ص ۱۲)

(۴۶) ”محبت کو محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔“

غرض کیا یہ تہذیب سے مراد ہے؟ مولانا محمد امجد صاحب پرہیزگاری (مذہب عرفان محبت)
 آپ کا ذکر بہت محبت سے فرماتے ہیں اور فرمایا محبت کو محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔
 ان مولانا سے محبت ہے اس لئے اللہ کی سب مخلوق سے محبت ہے۔ (اہل اللہ داخل حق کا کسی
 سے محبت فرما کر نہیں کیا جاتا ہے۔ مگر حضرت والا پر کس درجہ تواضع و عیدیت کا ہے
 کہ اپنے آپ کو کس طرح تمام مخلوق میں شام فرمایا جس سے حضرت والا کی قلبی کیفیت کی
 ترجمانی ہوتی ہے کیا ہے آپ نے انہوں نے مخلوق کے لئے اللہ شامل سمجھتے ہیں۔ اپنے واسطے نہ لی تھی نہ
 اپنی طرف کسی مال کی نسبت (دار و نہیں) (ص ۱۴)

(۴۷) ”جو دیتے ہیں باوجود طرفہ قدح خوار و کچھ کر۔“

اور فرمایا کہ ”اللہ سے مولانا کسی اللہ صاحب سے میری تین مرتبہ ملاقات ہوئی۔
 ایک مرتبہ اس وقت جب کہ وہ ”مصحف بغرض“ مباحث تشریف لائے ہوئے تھے میں حاضر ہوا تو

قریب امر کے شہر سے، جو چھ مہینے اور بعد میں سورہ پیدہ میں بھیجا گیا، میں نے قاصد سے کہا کہ یہ صاحب میں، بل کی محبت محسوس فرمائی جتنے دن دھڑلے مایا۔
 دیتے ہیں ہمارے قریب قندیل خود رکھ لیں۔

جن کے قلوب میں دین کی طلب ہوئی ہے ان کو دین ملنا ہوتا ہے۔ دوسری مرتبہ جب کہ صحت یاب بیمار نکھٹو سے کھینچی تھریف ملے جا رہے تھے میں، شیشین پر حاضر ہوا اس وقت بھی سورہ پیدہ علیہ السلام تیسری مرتبہ بندہ میں ستر چار سے واپس آ رہا تھا۔ پہلی میں ملاقات ہوئی مگر اس مرتبہ پہنچا نا نہیں۔ بعد میں علیہ السلام آیا۔ میں نے کہا کہ ”اب تو مجھے اب کو آج نہیں لیکن اتنا ہے کہ اب: استحقاق میں اتنی شفقت ہے تو امید ہے کہ اب (آخرت میں) بھی شفقت فرمائیں گے۔“ (بعد چہارم ص ۱۰۲)

(۳۸) ”پوری دنیا میں خود سے گناہ اور کارو کسی کو نہیں پڑتا“

ارشاد فرما کہ کون سی تعلیقی ابتداء ہوا۔ جس میں ایک صاحب نے تقریری جو خبر مالتھے، بہت خوب اور بعض تقریریں اور دوسرے قریب حد شیش، بیان کیں، عربی عبارت کے بغیر ہمارے سب مدعوین پر فوہ کرنا رہا۔ سب سمجھ گچھیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ”ساری دنیا میں بھی پھر کر دیکھ لیا، اس خود سے گناہ اور ناکارہ کسی کو نہیں پڑتا، اس کھانا، پینا اور سو گئے، یا کلون و منتھون کیا جا کل الانعام“۔ (یہ فرما کر حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے) (جلد ۲، حصہ ۸، ص ۷۲)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی پوری زندگی ہی ان الوصاف سے متصف تھی۔ ان سطور کو ہی اس کا نمونہ سمجھنا چاہیے۔ باطنی ہی کن و کلمات حق تعالیٰ شانہ نے یوں تو سب ہی حضرت رحمہ اللہ کی ذات میں ملی جھاٹ کر لی اور بیعت فرما دیئے تھے مگر شاید تواضع و عیبیت کا مصنف سب سے بڑھ کر تھا۔ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کا سینہ کی بندی معراج تک پہنچو دیا۔ (حیات محمود، جلد ۸، ص ۲۵۶)

عارف باللہ حضرت مولانا قادری سید صدیق احمد صاحب ہامجدوی رحمہ اللہ کے
واقعات :-

اگر یہ کیا جائے تو بجا نہ آگا کہ سرفہرست من تواضع لله وفعہ اللہ حضرت کو
دیکھ کر اس کی تصدیق ہوئی کہ ایک طرف تو ہمارے حضرت مجسم تواضع تھے، ثبوت کوئے کہ
حضرت کے اندر تواضع و انکساری بھری تھی کہیں نام کو بھی اپنی کسی حیثیت کا یا اپنی کسی شخصیت
کا کسی طرح کا احساس نہ تھا اور دوسری طرف حضرت کی ایک عام عزت اور حضرت سے بے
ایسا، معیشت و محبت پائی جاتی ہے۔

اور یہ وہاں سے تواضع ہے کہ تواضع کی حقیقت یہ نہیں کہ کسی کام کو یہ سوچی کر اختیار
کیا جائے کہ یہ ہمارے منصب سے تو فرور ہے لیکن لاؤ کر لیں۔ بلکہ اس کی حقیقت یہ
احساس و انکسار ہے کہ ہم اس اُنق بھی نہیں ہیں۔ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے
"تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ حقیقت میں اپنے کو اُسے شے سمجھے اور سچے سمجھ کر تواضع
کرے۔ اپنے کو رفعت عاقل نہ سمجھے اور سچے سچے اپنے کو سائے کا قصد کرے۔"
(ابصار حکیم الامت)

باد جو وہ کہ حضرت اپنے احوال و احساسات کو چھپایا کرتے تھے زمین حضرت کے
جو حالات ہمارے ہم میں ہیں واللہ یہ ہے کہ حضرت کے یہاں تواضع اسی معنی میں
تھی: "میں کچھ بھی نہیں، ہر میں اس اُنق بھی نہیں"۔ بقول مولانا محمد احمد علیہ الرحمۃ
یہاں کی ہے آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے: کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

اہل اللہ کے یہاں یہ بہت اونچا مقام ہے۔ حضرت مولانا رفیعہ احمد تنگلوہی رحمہ اللہ کا ارشاد
ہے: "اگر کسی کو ساری عمر کی محنت و کوشش کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ کو کچھ بھی حاصل
نہیں ہوا تو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔" (امان حسین)

اسی کو اہل اللہ کے یہاں "قنوت" اور خود کو کھانا کروینے سے تعمیر کرتے ہیں اور نئے اپنی محمد

شیخ صاحب نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حاجی احمد اداہ صاحب قدس سرہ کے متعلق دربار میں مریدین خواہہ تعالیٰ نے خصوصیت سے یہ چیز ملاحظہ فرمائی ہے یعنی خاتم۔ اس لئے ان کے اندر رعب چوکنوں ہوگا اور جسمیں یہ چیز (حسب جلدت و روی) نہیں تو سمجھ لو کہ اس کا اس سلسلے سے تعلق یا تو سمجھ نہیں ہے یا وہ تعلق بہت غرور ہے اور جو اس سلسلے سے صحیح طور پر وابستہ ہے اس کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ اس میں تعمیر نہیں ہوگا۔ ظنی نہیں ہوگی، معلومی نہیں ہوگا اور اپنے کو اونچا سمجھنے کا کوئی شائبہ نہیں ہوگا۔
(محاسن مشقی اعظم ص ۵۴۴)

کہاں کہاں! کس کس صورت میں اور کس کس جھوٹے و بڑے کے ساتھ حضرت کی تواضع کے واقعات پیش نہیں آئے، وہ تو کمال تواضع میں انتہائی چھوٹوں کا ایسا اکرام کرتے اور بڑھاتے کہ اُن حق تعالیٰ کی طرف سے پادری نہ ہو تو وہ ناگہانی کا ہیکار و جاکیں اور جتوئے لعل کی "جہنم کا سطر" درست روی سے کر رہے ہیں تو پیک کو پہنچ جائیں۔
حضرت کی تواضع کے بڑے قصبے در بڑی لمبی داستان ہے مگر سوانح کا حاصل تو ملکی واقعات ہیں جو ہمارے لئے سائن صبرت ہیں اس لئے ان کے ذکر میں کٹیل کیوں کیا جائے۔

حضرت کا معاملہ یہ تھا کہ میں نے ہافو، سخی سواری سے لے جاؤ، کہیں سجاد اور کہیں بھی بیٹھ جاتے اور نیت جاتے۔ ہم لوگوں نے خود حضرت کے ساتھ زمین کے دروازے اور استیج، خانے کے پاس بیٹھ کر سفر کیا ہے، ہوا اوقات حضرت بخشش نہیں ہے تکلف ہم لوگوں کے کمرے تک آ جاتے اور ہمیں بھی بیٹھ جاتے۔

(تذکرۃ الفضلین، جلد (۱) ص ۲۹، ۳۰، ۳۱)

(۱) "اور وائرے پر بیٹھ کر چائے پی"۔

ایک مرتبہ کافی مردی تھی، ہم نوک ایک کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، اتفاقاً وقت تھا، اسے میں حضرت تعریف لے آئے خوب اور صبر اور کچھ کاچنے ہم لوگوں نے

نور چائے پیش کی اور میں کیا کر لی لیس، بہت انبساط سے قبول فرمائی اور کہنے کے
 دروازے ہی پر بیٹھ گئے ہم۔ یہ کہتے اور غرض کرتے رہ گئے مگر چند منٹ میں پی کر چل
 دیے۔ (ص ۷۱)

(۲) ”رجی مدارس وغیرہ میں بیان سے ادب اور تواضع نفع ہوتی تھی“

ہمارے حضرت کا جو ایک یہ معمول رہا کہ کھک کے تین مرکزی ادارے دارالعلوم
 دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ ان تینوں میں انتہائی اصرار اور بار بار کی
 شد ووش کے باوجود جوان پشیمانی آماوند ہونے (ایک مرتبہ خود میں سرور تیار ہو گئے تو
 بڑے اجتماع سے بیان ہوا تھا اسی طرح وقت کے محروف و مسلم اکابر اگر کسی اجلاس میں
 اسٹیج پر موجود ہوں یا بہت قریب تو حضرت کسی طرح بیان کو تیار نہ ہوتے، اس میں ایک تو یہ
 بات تھی کہ حضرت کو ان اداروں کے مقام اور ان حضرات کی عظمت کا لحاظ تھا اور حضرت
 فرمایا کرتے تھے

”آدمی ہر جگہ کہنے کے لیے ہی نہیں جاتا اور نہ ہر جگہ کہنے کی ہوتی ہے، بعض
 جہلوں پر آدمی کچھ حاصل کرتے بھی جاتا ہے۔“

ایک مرتبہ مغربی یونانی سہارنپور وغیرہ کے سفر کا ایک نظام بن رہا تھا تو دارالعلوم
 سے فرمایا۔

”بھائی! خیال رہے وہ خلاف ہمارے جہوں کا ہے مجھے اس قسم کی بات پسند نہیں ہے اس
 لئے زیادہ اجتنام نہ ہو۔“

دارالعلوم شامی مراد آباد کے ساتھ بھی دارالعلوم و مظاہر علوم جیسا معاملہ تھا فرماتے تھے: ”جس
 ادارے میں درس لیا جائے اس میں درس دہوں یا بیٹھوں کروں، یہ سو ادب ہے۔“

اس کے ساتھ اور اس پہلو سے بڑھ کر حضرت کی تواضع و دلچسپی ہوتی تھی کہ وہ اپنے
 آپ کو ان مواقع کے لئے کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتے تھے، اور کہاں کہاں حضرت کے پیش
 نظر یہ بات رہتی تھی کیا کہا جائے۔ (ص ۷۱)

(۲) ”وہ حضرات بڑے تھے ہر کام میں بڑوں کی رئیس نہ کرنی چاہیے۔“

بار بار بات آئی کہ حضرت کے یہاں جو مہمانوں کی اور خدمت ہوتی ہوتی تھی اور خدمت کی کثرت ہے، کوئی وقت نہیں، جس کی وجہ سے آپ کو بڑی خدمت ہوتی ہوتی تھی۔ اور یہ ہے کہ خدمت ہوتی تھی اور حضرت اس کا انہماک بھی فرمایا کرتے تھے۔ اور عرض کیا گیا کہ ایک کھانا بنایا جائے جیسے دوسرے کام کے یہاں ہوتا تھا اور یہاں تو فرماتے ”وہ حضرات بڑے تھے۔“ ہر کام میں بڑوں کی رئیس نہ کرنی چاہیے۔“ (ص ۴۷۲)

(۳) ۔۔۔۔۔ ”ہم تو ادھر کے کتے ہیں سب وہیں سے ملا ہے۔“

ایک مرتبہ مغربی یورپی کے اطراف کے بعض حضرات نے بیعت کی درخواست کی تو فرمایا:

”آپ لوگ تو اس علاقے کے ہیں۔ وہیں سے تعلق قائم کیجئے، یہاں ہم سب تو ادھر ہی سے سب حاصل کرتے ہیں اور ہم تو ادھر کے کتے ہیں سب وہیں سے ملا ہے۔“ (ص ۴۷۲)

(۵) ”لوگ مجھ کو پتہ نہیں کیوں بزرگوں میں شمار کرنے لگے؟“

حضرت کے اسفار اندرون ملک تو خوب ہوتے رہے، ظاہر ہے کہ باہر بھی نہ صرف واقفین بلکہ حضرت کے مستفیدین و مسرت شدین بھی تھے۔ ایک عرصہ سے انکار کی بیرون ملک افریقہ وغیرہ آمد و رفت ہے، حلقہ حلقہ حضرت سے بھی درخوست کی اور ادراہ بھی کیا۔ حضرت مدراء حضرت میں اپنے مشغول حالات کے ساتھ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

”اے! میں کیوں اس لائق ہوں اور یہ چھانچیں ہے لوگ میں نے اب یہ بھی اڑنے لگا ہے اور بزرگ بن، باجے۔ بہت اصراء ہونے پر بسا اوقات یہ بھی فرمایا کہ حضرت سلتی (محمود حسن کنٹوکی رحمہ اللہ) صاحب کا سفر مولانا کے ساتھ اور ان کے ہوتے ہوئے سفر کراؤ کہ حضرت رہیں گے تو میں تابع ہوں گا۔“

اسب اس حدیث آیات و پھر مسئلہ کیاں پائی روکتا تھا۔

وہ اپنا اوقاف تو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں لے گیا۔ جزا اگر بھی اس شخص سے پہلے ادرش فرماتے تھے کیا پھر ہوا کہ انہوں نے اس پر پانے کو تیار کیا۔ اب یہاں سے چلے جانا۔
(ص ۷۳)

(۷) پٹی ٹوپی سر سے اتار کر طابعم کے پاؤں پر بٹھادی۔

بعد یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک مخالف طبع نے ایک غیر مسلم کے پیچھے چلے دس گز آ کر نہ منتقلی کا کبہہ کیا، حضرت نے فرمایا: "میں نے اس میں باؤ کرنا ہے۔" جی سخت ہوئی، بعد میں اس مخالف سم سے کہا کہ مخالف کرو تو میں سے کہا کہ یہ گز مخالف نہ کروں گا اور نہ اسے بعد ہمارا، بلکہ حضرت نے ٹوپی سر سے اتار کر اس کے پیروں پر بٹھادی اور یہ یہ دونوں فرمایا: "اس کی اینٹوں کو مخالف کرو" تو اس نے کہا: "مخالف ہو تب حضرت کو سزا دیں گے۔" (ص ۷۳)

(۸) "کاہرہ اس علم اور خدائے امین کی خدمت:"

حضرت نے اپنے بڑوں کی جو خدمت غالب علمی میں کی وہ توئی یقیناً ان کے بعد بھی جن کو بڑا سمجھا، دیکھا اور جو بڑے تھے سب کی بے تکلف خدمت کرتے رہے۔ یہ عام بات تھی کہ حضرت اکابر میں کسی کے پاس سے پیوٹے لے لیتے اور انہیں دیکھتے بعد حضرت ہاتھ دیکھ دیکھتے میں مصروف ہوجاتے۔ ان حضرات کی معذرت کے اور حضرت ہاتھ دیکھ دیکھتے کام ہوتے۔

کر کوئی بیرونی سے نہ رہی نہ ہو تو سر کی، لاش دیکھنے کے لئے تیار رہتے، بہت کم ایسا ہوا کہ ایسے حضرات حضرت کو ہزار گھنٹیں بعد بیچوں ان کو گوارا نہ کرنا یا تاخیر اور قہوڑی دینا کو بھی در خواجہ ہے کہ وہ بھی لکھتے۔ "اسم تو یہ سوچ رہے ہیں کہ ان کے ہاتھوں کی ناکت ہو رہے ہیں ان کا اصل جواب ہے۔"

حضرت کا یہ معاملہ صرف ان حضرات کے ساتھ ہی نہ تھا جو حضرت کے ہاتھوں

استاد و اکابر تھے۔ دوسرے حضرات جن سے کسی استفادہ کا تعلق نہ تھا لیکن ان سے اہل علم میں تھے اور دین کے خاتم تھے حتیٰ کہ جو حاضر طلبہ میں رہتے تھے مگر حضرت سے کم میں نہ۔ اور آگے تھے اور حضرت نے ان سے کیونکر استفادہ کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہ معاملہ تھا۔ ہم سب نے وہاں یہ مناظر دیکھے ہیں۔

بلکہ ملتے ملتے غیر عالم ہیوں (یوزمیں) کی جسمانی خدمت سے بھی حضرت کو دریغ نہ ہوتا تھا۔ دیکھنے والوں نے ان کا بیجا ہاتھ بھی دیکھا ہے۔ (ص ۳۷۷)

(۴) ”طلبہ کی خدمت کے عجیب واقعات“۔

اور یہ تو یہ ہے۔ یہی تھے طلبہ کی ہر قسم کی خدمت کرتے۔ سڑ میں ایک بیمار طالب علم ساتھ تھا اس کو لے جوتھی، کپڑے خراب ہو گئے اور بھی کئی لوگ موجود ہیں، نفی چھو لے ہیں، وہ کبر رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں کہ ہم سچے کے کپڑے صاف کر دیں مگر با اصرار ان کو مطلع کر دیا اور خود کیا۔

دوسرے ایک طالب علم جس کے بدن کو بے اعتدال خم لے لیا کر دیا تھا کہ اس سے کمر کی طرف سے جوک نہیں گزرتے تھے مگر حضرت نے اس کا بدن دھستہ سب صاف کرتے اور لاش، چٹا پٹہ بدن دیکھ رہے تھے اس سے کمر نکالنے اور ان کوششوں سے۔
بکی نہیں دار سنئے!

ایک زمانے تک مدرسے کے لئے کھڑیاں جنگل سے آتی تھیں اور دور تک جنگل میں جانا پڑتا، بڑوں و کھجور کے کانٹوں سے گزرنا ہوتا، بسا اوقات پھرتے پھرتے وہ کانٹے بری طرح پیرہن میں چبھ جاتے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم کے پیروں میں کھجور کا کاٹا جو نہا اور مضبوط ہوتا ہے پیرہن و ٹوٹ گیا، ساتھ میں جو طلبہ تھے وہ کوشش کرتے رہے مگر نہ نکال سکے، ہاتھ سے پکڑ کر نکالنا چاہتے تھے مگر چونکہ بہت معمولی سا حصہ باہر تھا اس لئے وہ کچھ میں نہیں آ رہا تھا، حضرت سمجھ گئے اور کھڑیاں جمع کرنے میں مشغول تھے، طرہ ہوا تو فرمایا اواف میں نکال دوں، میں تم لوگوں سے اچھا کاٹنا نکال لیتا ہوں، سہولت کے لئے اس طالب علم کو لانا

دیہ کیا تھا تاکہ جہاد نہ کر کے کاٹ کر لگائے جس آسانی ہو، حضرت نے اس کا بیج بکڑا اور اپنے منہ کی طرف لے چلے کہ انہوں سے بکڑ کر نکالیں۔ ایک صاحبِ قدر میری بھی تھی، اس کا احسن کر کے کئی طلبہ بول اٹھے کہ حضرت آپ یہ نہ کریں، ہم کرتے ہیں مگر ان کے ہتھکتے حضرت نے ہی میں مدد و انتہا لگا کر فوراً کاٹ کر کھینچ لیا۔ اور طلبہ سے فرمایا۔

”یہ حق سمجھو ہی تھا، یونکہ یہاں میں ہی تہجد سے ہے۔ ان باپ برس۔“

ایک صاحبِ علم ایک مرتبہ کافی بیمار تھا، حضرت سید الشہداءؒ گئے اور رات بڑا اتو حضرت ہی تہجد ادا کرتے۔ رات کو حضرت نے یہ کیا کہ میں تو تو پیار پائی پر ملا دینا اور خود اپنے اپنے ہاتھ میں ایک مرتبہ ہی ہاتھ کر اس کے پاس رکھ دی کہ ضرورت پر بھیج دینا۔

(ص ۴۷۵)

(۱۰) ”شاید کسی آنے والے کی دعا کام کر جائے۔“

ایک مرتبہ ایک سلمہ غلغلا میں فرمایا ”میں کسی مسنون و حقیر نہیں سمجھتا اور کیوں سمجھوں کہ میں خود انہی پر ہوں۔“ جیسے کہ حضرت نے آنے والے کی فکر و خدمت کی نسبت سے ہوا ایک مرتبہ یہ فرمایا، ”شاید کسی آنے والے کی دعا کام کر جائے“ اور دودھے اور یہ جو فرمایا، ”لوٹ بھگے کو بلا تے اور اسرار کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ میں ان کی جگہ ہوتا۔“ یہ بھی حضرت کی تواضع ہی ہے۔ (ص ۴۷۶)

(۱۱) ”بیت الخلاؤں کی عفتائی۔“

حضرت کبھی کبھی طلبہ سے فرماتے تھے، ”تم ٹھیک سے دھو تو میں تہجد واجب پڑھ کر نے کو تیار ہوں، اپنا ہاتھ اٹھائے اور صحن کو تیار ہوں۔“

حضرت کا یہ ارشاد کوئی بڑی جملہ نہ تھا بلکہ حقیقت پر مبنی تھا اور حضرت نے عملاً درپاس کا ثبوت دیا۔ اور حضرت کے اس طریق نے بہت سے طلبہ ہی نہیں بلکہ مدد کے دوسرے کارکنوں کو بھی حسب موقع اپنے کاموں کی توفیق دی۔

مدد میں ایک دن میں چند بیت الخلا پرانے انداز کے پختہ بنا دیئے گئے تھے عام

انھما متوجہ نظر کا تھا۔ ”نے“ نے والے پھر بعض طلبہ اور بعض اوقات کے پیش نظر یہ بیت اٹھا۔ بتائے گئے۔

گاہوں میں یہ بونی نظر نہ تھا جس کے واسطے سے اس کی بدقولی منافی ہوئی۔ یہ سب حقائق اس کی منافی تھے کہ حضرت محمدؐ نے ہی انھما کو بتایا کہ اس نے لکھے رات کی تاریخ کی ست لکھ دہائی تھیں۔ تو اشیاع اور اس کا اظہار انوں ہی پیش نظر تھے۔

مولانا کا آکر یا صاحب ہاؤس، وہ تو خوب لکھ اور پڑھ سنا میں ہے آپ بھی پڑھیں گے۔

”آپ مرتبہ درمیان رات میں مولانا کو بیت اٹھا، جانے کی طرف دیرت پیش کی، مولانا اٹھ کر بیت اٹھا، مئی مہارت کی طرف گئے تو دور سے محسوس ہوا کہ کوئی بیت اٹھا، اس کی صفائی کر رہا ہے۔“ آپ ہر لمحہ اور دقیقہ سے غور کیا کہ آخر کون اس رات میں یہ کام کر رہا ہے تو، کچھ اٹھ کر حضرت محمدؐ کی منافی تھی، اور میرا یہ سب تنقید کے منافی میں مصروف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ایک کٹر ہے تو مجھے کسے پوچھنے کی ہمت ہوئی اور نہ ہی حاجت کا اٹھانا، بلکہ چپ چپ، کچھ کچھ اور دیکھتے رہے۔ چنانچہ حضرت نے پھر سے بیت اٹھا، کو صاف کیا، منافی کا سامان ایک ”ف“ رہ کر کتوں سے پاس گئے انہا کر سچے بے لے اور تھوڑے میں مصروف ہو گئے۔

یہ ایک واقعہ اور ایک واقعہ کا بعد تھا، یہ بیت اٹھا، جب تک برقرار اور مستحسن رہے تو جب تک صبح صبح یہ سب یہ سب لکھے تو حضرت کی توضیح کا کمر شل تھا۔

اور پیش دیت اٹھا، میں ہائے کے بعد بھی یہ سند اس وقت تک چلا جب تک کہ ہر روز میں منافی نے لے دیا ہر آدمی نے رکھ لیا لکھا۔ میرے دھیرے۔ ہر روز میں منافی نے سند بہت دھمکی پائی مئی ہر روز ہوگی اور خاص لکھنے کے ٹک میں گئے تو اب بیت اٹھا، مئی منافی کا سند انہما نے دیا یہ تھا مئی ہر روز سند لکھی تھے بیٹے ہونے پانی اور اس میں سے ملازمین سے پوری ہو جاتی ہے۔

ورنہ بعد ازاں صرف مہمان خانہ و مہمانوں کے لئے کوٹش بیت اٹھا، یہ بنے تھے اور ان کا ٹیک

سوئے ہوا تھا۔ پانی کو قہم بھی زیادہ نہ تھا، آیت اللہ کی سنائی کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی
 بالخصوص کسی اہم میزبان کی آمد کے موقع سے اور محافوظاً ٹینک کی صفائی پر اور دینی قہم اور
 طریحہ سب ایسے بیت اللہ، بیت قرآن، بیت قرآنی و صفائی ہوتی رہتی تھی۔ اس سارے کام میں
 حضرت کی صرفہ دہی نہیں بلکہ شہادت دینی تھی، بالخصوص سونے کے ٹینک کی صفائی
 حضرت خود موائف فرماتے۔ وہ یہ وقت ٹینک میں خود اترتے اور دوسروں کو اترنے نہ
 دیتے۔ (ص ۲۷۹، صفحہ ۱)

(۱۲) ”اپنی تحریف و توصیف اور القابات پر اصرار نہ کرنا پندیدگی کے واقعات“

اکابر اپنی تحریف و توصیف بالکل پسند نہیں کرتے بالخصوص جو انتخاب وغیرہ
 ہمارے حضرات اور زیادہ اس کو پسند فرماتے تھے، دونوں نے حضرت کے نام کے ساتھ
 ”عارف باحق“ کا وصف استہما کرنا شروع کر دیا تھا۔ جب کہ اشتہارات میں حضرت
 کے نام کے ساتھ باحقات یہ وصف بھی شامل ہوتا تو حضرت کے علم میں بھی آ جاتا۔ کئی
 مرتبہ خطاب سے یہ مسئلہ ان کا سامنے نہ آ رہا تھا۔ جس سے اس حرکت اور ایسے قدم اُلی
 نہ لیتے تھے۔ (ص ۲۸۰) یہ کہ حضرت اس کے عامل نہیں۔

اور ایک مرتبہ تو یہ ہوا کہ کاغذ کے ایک چلے کے اشتہار میں یہی عبارت، حضرت تحریف سے
 تھے، علم ہوا تو حضرت خطاب میں داخل ہوئے، شیخ پر کاغذ کے علاوہ بھی
 تھے۔ حضرت نے فرمایا:

”میرے جوں کے ہوتے ہوئے آپ دُک آفریں سے کیا تھو یہ معاملہ کیا
 کرتے ہیں، قسم عاتق کیا ہوں کہ اگر آئندہ میں نے کسی اشتہار میں اپنے نام کے ساتھ
 ”عارف باحق“ کے لفظ دیکھتے تو کچھ نہ کر چلا جاؤں گا۔“

حضرت من پر تحریف کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہ بات اوقات جلسوں میں دُک ایسا
 رہتے تو حضرت منع فرما دیتے تھے۔ یا فوراً کرسی پر تحریف فرما دیتے اور ایسی گفتگو کا

رہن موزاد ہو کرتے۔

تو رے حضرت عیہ کرم اللہ وجہہ کذا عنہ نے ملا علی قلی صاحب دہلی نے اتر پردیش کے امیر شریعت کی حیثیت سے تجویز کیا تھا۔ حضرت نے ایک کراچی دہلی میں تحریر فرمایا۔
 ”میں اس کا مرکز قلی نہیں، اب سے یہ اعلان ہوا ہے بہت پریشان ہوں۔“
 پریشانی کی وجہ حضرت کے مزاج کے علاوہ دوسرے رجحانات کا سامنے آتا تھا۔
 (۱۳) ”ایک حیدر ان کن وابتعد“۔

ہمارے حضرات کی تواضع کے کیا نیرے قہر سے نکلا۔ ہانسی کے بعض بزرگوں اور بعض ممتاز افراد عالم دین ہند کے قہر سے ہیں، اب ہمارے حضرت کا ایک عجیب قدر سننے استقامت حضرت مولانا نہیں اکبر صاحب تحریر فرماتے ہیں:
 ”ایک بار میں نے حضرت سے سوال کیا کہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی صاحب آپ سے متعلق ہوں اور آپ کو پہچانتے بھی نہ ہوں وہ آپ کے ساتھ گاؤں سے اترے ہوں اور تعارف یہاں (دوسرے) آکر ہوا ہو۔“

تو حضرت نے مسخر کر فرمایا میں باندہ دست ہیں کے ذریعہ چل کر نوکیل پر اترا ایک صاحب جن کے ساتھ ان کا کافی سامان بھی تھا وہ بھی بس سے اترے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں تشریف لے جائیں گے؟ انہوں نے کہا تھوڑے میں نے پوچھا تھوڑے کے یہاں چاہے؟ تو وہ بولے ”مولانا صدیقی صاحب“ کے یہاں۔ میں نے انکو سامان اٹھایا اور اسکو وہاں تھوڑا کہ کچھ راستے پر چل پڑے راستے میں میں نے ان سے پوچھا کہ مولانا سے آپ کو کئی کام؟ تو وہ بولے جب مولانا صاحب سے ملاقات ہوگی تو انہیں کو بتاؤں گا، میں خاموش رہا اور وہ بڑھ گئے کہ چل کر کے جب تھوڑا دیر ہوئے اور ساتھ دھلی سے ملاقات ہوئی اور ان صاحب کو معلوم ہوا کہ ”صدیقی احمد“ ہیں، تو وہ بہت شرمندہ ہوئے، میں نے انکو مطمئن کیا کہ اگر میں اپنا تعارف کراؤں گا تو آپ کو یہاں تک کہے لاتا۔“

واقعی حضرت کا عجیب حال تھا اور اس واقعہ میں تو کئی سبق آموز پہلو اور تواضع و تواضع کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عالمانہ وضع و لباس میں تو رہتے ہی تھے مگر سادگی کے ساتھ معمولی لباس و کپڑوں میں آنے والے کے ذہن میں شہرت کے حساب سے جو خاکہ تھا اور جو کچھ انہوں نے دوسری جگہوں میں دیکھا تھا حضرت کا نقش اس سے بالکل مختلف تھا، اس لئے انکو یہاں بھی نہ گذرا کہ یہ صاحب ہی اور ماہر مطلوب ہیں۔

پھر اس کے بعد نہ صرف یہ کہ عام نہیں بتایا، بے تحلف سامان بھی لا دیا، ظاہر ہے کہ انہوں نے گاؤں کا ایک مزدور مصفت آدمی اور ایک دیندار مسلمان سمجھا جس نے حضرت کی عقیدت و محبت میں حضرت کے ایک مہمان کا سامان اٹھایا۔

یہ قصہ یا اس اتھار کے دو چار قصبے وہ ہیں جو روایتوں و ذہنوں میں محفوظ ہیں ورنہ نہ جانے کتنے اس طرح کے قصبے ہو گئے اور ایسی جگہوں کے جہاں حضرت کی شخصیت و حیثیت کی بات جلد کھلی ہی نہ ہوگی۔

آنے والے مہمان کے لئے جو ہر اوقات غیر عالم بھی ہوتے مگر محبت غلام اپنا رمان بچھاتا، مصلیٰ لٹکے جاتا اس کے لئے بچھاتا اور بستر چادر وغیرہ آراء یہ سب تو ہوتا ہی تھا۔ (مس ۱۷۷۹)

(۱۳) "حضرت نے ایک ہی ملاقات میں جھکھو اپنا غلام بٹالیا"۔

اس سے جڑھ کر سنئے!

جنور کے قریب ایک دیہات میں ایک ذی حیثیت خاں صاحب رہتے تھے انہوں نے اپنا قصہ سنایا کہ میں نے مولانا محمد تقی احمد صاحب کا قانا نام ملا تھا، ان سے ملاقات نہیں تھی اور نہ ان سے خاص عقیدت ہی تھی۔ ایک بار ان سے ملاقات کے لئے چلا "ڈومیل" پر جس سے اترا تو مولانا صاحب مل گئے ڈومیل سے، جنور اچھے لگے، مگر کئی اتفاق سے بارش ہوئی تھی تو کچھ تھا اور اس ملاقات کی سنی بھی عجیب سی تھی میرا بدن بھاری بھر کم تھا مولانا صاحب نے میرا سامان اٹھالیا اور میرے جوتے بھی اٹھا لیے اور اپنے ساتھ مجھے لیکر چلے گئے

صاحب میرے لئے بڑی ندامت کا موقع تھا کہ حضرت میرے جوئے فخر چل رہے تھے میں نے بہت کہا کہ آپ میرے جوئے بھگے، یہ بیچنے محروم مانے اور فرمایا "آپ صرف اپنے کو خیر لائے، دیکھا آئیں رہاں نور جو توں کی فکر نہ کیجئے"۔

اللہ اکبر! حق تعالیٰ ہم غوثین کو بھی اس جو ضلع کا بچہ حصہ عطا فرمادے۔

یہ صوبہ کہا کرتے تھے کہ حضرت نے جس اس ایک ہی طاقت میں بھوکہ چٹا لہا ہوا ہے۔

حضرت کی تواضع کا ایک پتلیہ بھی تھا کہ ایک طرف ہردوں کی موجودگی میں بیان نہ فرماتے اور دوسری طرف جلسوں میں جاتے تو سب موقع توپ سے بیانات سننے خواہیں کسی کا ہو رہا ہو۔ اور اس کے لئے یہ تو فرماتے ہی کہ "اس سے طبیعت کھلے گی، مخلصوں سے ملنے آئے گا اور یہ بھی کہ یہ میں نصیحت کا محتاج نہیں، میں تو بہت زیادہ محتاج ہوں"۔

(ص ۳۸۸)

(۱۵) تواضع کی انتہا۔

حضرت نے لئے بڑے سے بڑا ایثار و شہاد اور امتحان نہ تھا، مگر دوسروں کی خوش و راحت و رائج ترقی، اعانت محبوب تھی اس کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے، دوسری پر راحت کی جگہ دوسروں کو بٹھاتے اور خود مجاہدہ فرماتے، مثلاً ترک سے سزا کرنا ہے تو جس کی رعایت مقصود ہے اس کو آگے راہیہ کر کے ساتھ بٹھا دیتے اور خود پیچھے بیٹھ جاتے جبکہ کرنے بڑے جسے میں بھی رحمت ہوتی، اور اسے میں بھی لیکن، کوئی گندارش نہ سنتے، یہی کرتے۔

مفتی کلین احمد صاحب سیٹا پوری نے اپنے ایک سفر کا قصہ لکھا ہے، آپ بھی پڑھیے، اس ایک قصہ میں حضرت کا ایثار دوسروں کی رعایت، اپنے لئے مشقت پسندی اور تواضع - سب کچھ آئینا ہے، اور مزید دوسروں کی آپ سے نیجائی و بے کی عزت و عزت بالخصوص برادران وطن کی، اس کا بھی نمونہ موجود ہے۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

حضرت سمیت ہم دوسرا بھی پاندہ میں روڈ ویز جس پر سوار ہونے جو لکھنؤ چاہی تھی، اس میں

صرف ایک سیٹ خالی تھی۔ بس میں جب حضرت نے قدم رکھا تو پوری بس میں ہل چل مچ گئی، مگر آخر وہ فارانچ رو ساریاں سب کہنے لگے ”بابا آگئے، بابا آگئے“، بہت سے لوگ اپنی سیٹوں سے اٹھ گئے کہ بابا یہاں تشریف لے گئے، لیکن حضرت کو صرف ہم دونوں کی کڑ تھی۔ چنانچہ خالی سیٹ پر ہم دونوں کو باہم راتھا دیا۔ کتنے سفر نے ایک سواری کو اٹھا کر حضرت کے لئے سیٹ خالی کر دیا، جب حضرت سے اس سیٹ پر بیٹھنے کی درخواست کی گئی تو حضرت نے اس پر بیٹھنے سے سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”اسی میں پرہیز کو بیٹھنے کا حق ہے جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے“ یہ کہتے ہوئے حضرت نے اسٹیلنگ کی جگہ میں اپنی جا از بچھا دیا اور اس پر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر ”کیور نے جو طیر مسلمان کا زنی روک دیا اور ہاتھ جوڑ کر کہے۔“

”بابا! مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ آپ نیچے بیٹھے ہوں اور میں سیٹ پر بیٹھ کر کڑی چھاؤں“ حضرت نے فرمایا: ”میں اس سے قوتدار سکون ہو سکتی کسی کو سیٹ سے اٹھا کر اس کی سیٹ پر نہیں بیٹھ سکتا۔“

جسبہ ذرا غموادہ کڈ کر ہر طرح کے صراخ اور خوش ہمد میں ناکام ہو گئے تو انہیں مجبوراً گاڑی چڑائی پڑی۔ اتفاق سے کچھ دور چل کر ”آرٹی او“ میں گئے، وہاں بس پر سوار ہوا تو کتنے سفر نے اپنی سیٹ پر بٹھا یا اور حضرت کے بارہ میں بتایا کہ بس میں ہیں اس نے حضرت کو دیکھا کہ بس کے فرش پر بیٹھے ہیں تو اس نے کڈ کر کڑ کو ڈانٹا اور بڑی الجھ جھٹ کے ساتھ حضرت سے عرض کیا کہ بابا سیٹ پر بیٹھ جائیے ورنہ میں سیٹ پر نہیں بیٹھوں گا، تو حضرت نے فرمایا: ”میں یہی چاہتا ہوں کہ کسی کو اٹھا کر نہ میں بیٹھوں نہ آپ بیٹھیں“ آخر اگلے اسٹیشن پر چل ہوئی تو حضرت سیٹ پر بیٹھے۔

اسی واقعہ میں رعایت و خیال کی بات یہ بھی سنتے چلے کہ کھنڈو ہو نیچے پر شب کے سیاہ رات کے تھے تو حضرت نے ایک ہوٹل کے پاس رکشہ رکھوایا اور رفقہ سے فرمایا: ”یہاں سے روٹی خرید لیں اور جہاں ٹھہریں گے وہاں چلتی پیوالینکے، اس طرح کام چل جائے گا، مگر رات کو

دنیاں پکائی پڑیں تو گھر و اوس کو پہلی نعمت ہوئی۔

تعمام جیسے شب میں کیا، ویسے شام کا وقت ایسے انتظامات کے لئے بہت نریا، وہم نہیں
 ملے، محض، برقی پاے جاتے ہیں اور وہیں میز پر بیٹھ کر لوگ کھانا کھایا کرتے ہیں کھانا
 دے دیتا اور وہی لئے نو پکانے کا ہے، پھر آتے کچن چھو لیتے۔

نہا آج انہی ملائی پیا تھا وہ رات قدر دوسروں کی راحت کا خیال تھا حالانکہ وہ اب محکمہ جہاز قائم کر چکا تھا خاص اپنے شکوک اب تھے۔

اور حضرت کے یہاں نہیں ہائے درگئے میں اس قسم کی حمایت کا یہ ایک قصہ نہیں۔ یہ تو حضرت کا مزاج تھا، روایاں سنا کر ایمان کا گمان نہ کیا، شہداء و خبروں کی چٹائی بنالین اؤکے بہر بھی رہے۔ یوں، پیشکش بھی نہ رہے۔ اور خیر حال سے کا حجازی کر کے شہداء انکا جملہ مسرت: وہ جاتے کہ گروہ سمعانے کی ضرورت نہ تھی۔ (ص ۵۸۰، ۵۷۹)

(۱۶) کپڑے دھونے میں غلطی کی ہدایت۔

حضرت سید بہت جلد اور بہت عافیت سے واپس آئے تھے اور اس کے ابتدائی دور میں حلیہ کے ساتھ ساتھ ان کے دل پر شریف بھی تھے۔ سب اپنے اپنے کپڑے پہنتے تھے۔ اپنے کپڑوں سے دل نہ لگاتے تھے۔

(293)

(۱۷) تجارت کے چھ مہنت کی غیب وستان :-

• 2008

”بہت سہ چیزیں لکی ہوں فی جن کی میں نے تجاربت نہ کی ہو اکاپور سے کپڑے
 دی، جیسے جو تے مارکر ایک کتہا ”تو تیل“ سے اسنے سہا بن کوئی قتلوں میں لانا چاہتا
 تھا اس وقت مجھے کوئی جانتا نہ تھا۔“

فرمایا: ”میں نے ہنری کی بھی تجارت کی ہے۔ ہمارے جب وہاں ہوتا تو کوئی مقدار میں سہری لے آتا اور یہاں بہت سی خرید و فروخت کرتا۔ اس میں بھی فائدہ ہوتا تھا۔ اگرچہ کم اتنا تو فائدہ ہوتا

تھا کہ عاتے میرے لئے کافی بدلتی تھی۔

حضرت کا یہ تجارتی مشغلہ بھی سہولت کا نہیں، بلکہ اوقات کافی مشقت کا، وہ تھا ایک مرتبہ لوہے یا "لوہوں کو معصوم نہیں کہ مجھ پر کیا عاالت گذرے ہیں، ایک دن نے میں نے نہ رہی اتنی تنگی تھی کہ میں شہر "دہلی" سے "لوہیہ" آئے چند ٹھکانوں میں بانڈھ لیتے تاکہ انھارے "سامان" جو ان کے "اکڑ" (تھیلے) پر لٹا ہوا ہے، سے "بھرتا" (دھونڈھنے کے واسطے) ایک اس طرح! تاکہ ایک ٹھکانے کو فاسل پر ان کے دوسرے ٹھکانوں سے لے کر کہتے ہیں اس طرح سارے ٹھکانے کے بعد دیکھ کر غفلت کرنا، جتنا ہوتا رہتا، اسے پہنچا جاتا۔ چنانچہ "بھرتا" میں لے لیتا، اصل قیمت جتنے کے بعد جو آلو بیچتے اس سے کہ کافر بیچتا، بھی بھی "لوہیہ" پر نہ آ کر نہ پڑتا۔

(مر ۱۶۳)

(۱۸) "حضرت! اہمیت تو نہیں مگر آپ کے فرمانے پر ارادہ کرتے ہیں اور ان شاء اللہ ہم سب سر کریں گے۔"

حضرت مفتی (محمود حسن مگنوی) صاحب مدرسہ تشریف لائے اور مدرسہ کے چوکدر پرست تھے لہذا ان کی صدارت میں مدرسہ میں ۱۰۰ حدیث شریف لے آئے اور سہ ماہ میں مشورہ ہوا تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے پتہ غفلت کے بعد اس کی بدنامی کہ دورہ شروع کیا، نہ لے جیسے کہ ایک مرتبہ نہیں حضرت جب دیوبند تشریف لے گئے تو مفتی صاحب نے حضرت سے فرمایا: "کیا آپ سے لڑنا پڑے گا آخر آپ وہ کہیں شروع نہیں کرتے؟"

بہر حال جب حضرت مفتی صاحب نے ان فرمانوں کو حضرت نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا:

"حضرت! اہمیت تو نہیں مگر آپ کے فرمانے پر ارادہ کرتے ہیں اور ان شاء اللہ اہتمام کریں گے۔" حضرت کے اس جواب سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت اس بابت کیا سوچتے

نے مطابق اثرات دیکھائی، حضرت نے نہیں دیکھے، اسی سے بھی بھی لیا کرتے تھے۔
 ”مجھے تو باقاعدہ ہے“ ”مجھے تو یہ حقائق ملے ہیں، ان ”بھئی وگوں سے کہتے“
 تمام سیدیاں آئے تو انی عادت دیکھیں کہ کیا کچھ ہے۔“ ہر حال ایک مرتبہ حضرت نے جو
 کا سہو اور ضرور ہو، اور احمد اللہ بہت سے چوبہواں بطور تجدید کرتے اور چوبہواں تو اشعاع سے رہا تھا۔
 اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اُنھ سے جو بھی کام نہیں ہے یہ سب ہمارے ہر دوس کی وجہ سے کا شرف
 ہے۔ میں تو ایک کا شکار ہو کر چلائے والے دپ کا بیٹا ہوں، اللہ کا کرم ہے اس نے یہ کام
 سہو ہے، یہ سب ہمارے ہر دوس کا فضل ہے، جن کی برکت ہے۔“

(ص ۱۶۶)

(۲۱) ”ان کے بار و قرہائی اور خصوص میں شبہ نہیں، لیکن میرا کیا ہوگا۔“
 قاری صدیق صاحب تفسیری حضرت رحمہ اللہ کے نہایت تخلص دوست تھے،
 حضرت ان کے بار و قرہائی میں تھے اور ہر بار ان کا تذکرہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک
 سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

”قاری صاحب لکھنؤ سے میرے دعوت پر تشریف لائے اور پھر لائے۔ اُن کے
 تعلق کا زنی پر سفر فرماتے، ایک ایک دن کا سفر ہوتا تھا، پانچ دن کے اطرال میں مختلف جاتوں کا
 سفر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ سفر تھا، اسی حال میں لکھنؤ سے تشریف لائے اور آنے کے
 بعد فرمایا:

”میں تو یہ سب سچا سچا کیاں بچا رہا۔ (یعنی حضرت علیہ السلام) کے لوگوں سے
 وعدہ فرمایا تھا، اُن کے قایم ہو گئے۔“

پھر تخلص تھے، ان کے میرے اوپر بڑے احسانات ہیں، ایک مرتبہ ”برائی“ تشریف لائے
 کئے تو وہاں ملازمین دیکھیں قسم نے کھانے دست خوان پر آنے دیے دیکھ کر قاری صاحب
 تو چہرہ دیوئے ہوئے فرمایا۔

ان چاروں کی توبہ نہ تھی۔ محمد ذیابؒ سمجھ کر خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارا کیا ہوگا؟
 حضرت۔ یہ زمانہ لے کر ہی صاحب کی اس بات کو عمل کرنے کے بعد فرمایا
 ”میں بھی اپنے متعلق سوچتا ہوں کہ ہمارے والے بچا رہے تو بہت خرچ کرتے ہیں وہ تو مجھے
 ذیاب سمجھتے ہیں ان کے دل کو قرآنی اور غصوں میں شبہ نہیں لیکن میرا کیا ہوگا۔“

(ص ۲۳۰)

مجاہد ملت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جیلپی رحمہ اللہ (ضیف مجاہد حضرت
 لاہوری رحمہ اللہ) کے واقعات۔
 (۱) لاہوری زعمیٰ قہریت وہی نفسی سے عبارت تھی۔
 حافظ محمد جادیہ حضرت ذیابؒ کہتے ہیں۔

مجھے بامعنی حنفیہ جیلپی واخلاقین سے پہلے حضرت جیلپیؒ کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا تھا لیکن
 جب جیلپیؒ میں داخلہ کیا تو ”نہایت کی لہریت اور بے شکمی کے ساتھ بہت ادا صاف سے آگاہ
 ہوا۔“

آپ نے اپنی زندگی میں جیلپیؒ کے آخری جلسہ کے نئے شہریوں اور جانب
 غمور کا جوا ملاں ہوا یہ اس میں آپ نے طلبہ سے فرمایا کہ
 ”اے عزیز طلبہ! تم اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول ﷺ کے صبر و ہمت کو یاد رکھنا ہے کہ
 تمہارے کے کروں میں خواہ مخواہ کرین تمہارے بڑے دھوئیں لیکن دوسری دوسری ذمہ
 داریاں اور مصروفیات رکھتے ہیں جاتی ہیں اور شہریوں سے فرمایا کہ ”مجھے یہاں جہم
 میں نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے کوئی ایک شخص کھڑے ہو کر بتا دے کہ عہد
 الطیف نے بھی چندویں ایسی ہی ہو لیکن تمہیں اس لیے جالیستے ہیں تاکہ قرینہ کہو کہ میں
 پوچھ نہیں جانتا اور یہ بھی بھلاؤ کہ دین تمہارا عقائد ہمیں تم دین کے تمام ہوں۔“
 حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی ساری زندگی قہریت وہی نفسی سے عبارت تھی۔

(بامعنی ”جادیہ“ ”خصوصی نمبر ۵۹“)

(۲) طلب سے محبت و شفقت :-

جناب حافظ زبیر حسین بریلوی کا بیان ہے :

حضرت ہمیں طلب سے بہت زیادہ محبت و شفقت فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی طلبہ کے مقام سے آگاہ فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ دفتر کے سامنے کسی چھوٹے طالب علم نے پاؤں نہ کر دیے، حضرت مدرسہ تشریف لائے تو پوچھ کر یہ پاخانہ کس نے کیا ہے؟ خانا بہ حضرت ناظم صاحب نے فرمایا کہ حضرت! کسی چھوٹے طالب علم نے کیا ہوگا فرمادیں کہ اٹھایا کیوں نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! جبہ اتر آئے تھے تو انہوں نے دیکھا۔ حضرت نے غصے ہو کر فرمایا لاؤ، میں خود اٹھاتا ہوں تمہیں کیا معلوم کہ طلبہ کا مقام کیا ہے۔ یہ تو وہ لوگ ہیں کہ فرشتے برکت کے حصول کے لئے ان کے پاؤں تلے اپنے نورانی پر بجاتے ہیں!۔

ایک دفعہ ایک مہمان آئے تو حضرت نے ایک طالب علم سے کہا کہ ہاتھ نہ لے آؤ، طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت کھانا تو فطر ہو جائیگا۔ فرمایا جو طلبہ علموں کا بچا ہو وہ سے آؤ۔ وہ کچھ ہچکچایا کہ مہمانوں کو بیٹے ہوئے نکلے لا کر دوں۔ حضرت نے غصوں فرماتے ہوئے بتائے کہ فرمادو کہ: ”طلبہ کے نکلروں کی جو عظمت ہے وہ بڑے بڑے اعلیٰ کھانوں میں کہا“؟ چنانچہ کئی دفعہ حضرت کو طلبہ کے بیٹے ہوئے نکلنے کھاتے ہوئے دیکھا کہی۔ (بحوالہ: باب ۲۹۲)

تاج العارفین حضرت مولانا پیر جی محمد ادریس انصاری رحمہ اللہ کی عہدیت و خاشیت :-

آپ کے خلیفہ عجاز حضرت حافظ شوکت علی صاحب نقشبندی فرید بھرم پور فرماتے ہیں حضرت جی! رحمتہ اللہ علیہ شہرت سے بڑی نفرت فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ”کنہی کی زندگی میں عافیت ہے نہ کبھی بھی اپنے بیان بذات خود راخبرہ والوں کو نہیں دیا۔ اگر کسی نے راخبرہ میں بیان دے دیا تو معلوم ہونے پر نہ پسندیدگی کا اظہار فرماتے۔“

ایک مرتبہ راقم الحروف نے خاں غلبرہ کے ساتھ "اور یہ" لکھوا دیا تو فرماتے تھے کہ "خاں غلبرہ"؟ میں لکھوا لے رہا ہوں نہ غلبرہ؟ یہ تو ہے وہ اور آگے والے اٹالیا لکھائی اور یہ (بکھر کر)۔

مذاہب اجماع میں خاں غلبرہ نے میں ٹیٹ پر راقم الحروف نے خاں غلبرہ بکھیندے "خاں غلبرہ" لکھوا دیا تو فرماتے تھے کہ "خاں غلبرہ" اچھی نہیں ہے ہونے تو ساری لکھ چپ کر ڈال دینی ہے تم اس کام میں پائے۔ (حیات: ص ۷۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد رضا حب رحہ اللہ کے واقعات:-
(۱) تواضع اور خدمت کے مسخیں بیکر:-

آپ کے تئیں زید خدمت اللہ میں ملتی محمد تقی عثمانی صاحب زیرہ محمد عمر فرماتے

تین

کتابی ہم تو بہت سے نوٹس دے رہا ہوں، لیکن ان کی عظمت و تحقیق اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب غلطی سے وہ جو او تواضع اور خدمت کا غلط بن جائے۔

حضرت مولانا حیات حب رحہ اللہ کے ایک مثال کی حیثیت رکھتی تھی اور اپنے گھر کے میں دوسرا مہینہ تھے، ان کے والدہ جد بھی یہ تعلیم یافتہ تھے اور تمام بھائی بھی۔

انہی تھیں علم فضلی و اعلیٰ مقام مولانا فرمایا، لیکن اپنے والد کی خدمت کے معاملے میں نہیں نے اپنے آپ کو ہمیشہ ملانے دکھایا تو خدمت والدین کی اور اس سے نمایاں تھی، لیکن اس کا بطور خاص غلام انہیں سونپ دیا، اس وقت ہوا جب حضرت مولانا اپنے والدین کے ہمراہی کے نہ ہونے کے لئے گئے، حسن اتفاق سے اسی سال ہم دہلیوں بھائی بھی حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں بیچ قرعہ کی اور انکی کے لئے گئے ہوئے تھے، مجھے ملازمہ دے دیں، ایک استاذ خدمت مولانا کی بلی صاحب نے بھی اسی سال بیچ لیا تھا۔

حضرت مولانا کی بلی صاحبہ غلام اعلیٰ سہارنپور کے قہیم ساتھ دھیں سے تھے حضرت

مولانا محمد بن محمود صاحب نے ان سے باضابطہ کوئی درس تو نہیں لیا لیکن ہر زمانے میں حضرت مولانا مظاہر العلوم میں پڑھتے تھے، اس زمانے میں حضرت مولانا آیت علی صاحب وہاں پڑھایا کرتے تھے، اس نسبت سے حضرت مولانا سبحان محمود صاحب دینی اسکول کی عزت فرماتے تھے جیسے اپنے حقیقی استاد کی جاتی ہے اور ساری عمر ان کے ساتھ ساتھ دینی و علمی معاملہ فرماتے رہے۔

حضرت مولانا آیت علی صاحب چوتھا ضعیف تھے اور سچے ہیں بالکل حجاب۔ اس لئے حضرت مولانا سبحان محمود صاحب نے انہیں اپنے ساتھ رکھ لیا، اس طرح ان کے ساتھ والدین بھی تھے اور حضرت مولانا اکبر علی صاحب بھی، اور یہ سب حضرت عمر ربیعہ دہلوی تھے، اور مختلف عیال و مرض کا شکار بھی، اور غیبت کا ذکر مزاج اور ذہن بھی، حضرت مولانا سبحان محمود صاحب ان کی خدمت کے لئے تھا تھے، پہلی بار حج کا سفر نیاقی اور اس دور کے حج میں مشغول آج سے کہیں زیادہ تھیں، لیکن انہوں نے ان تینوں بزرگوں کی خدمت کا جو حق ادا کیا ہے اور ان کے سامنے اپنے آپ کو منارہنے کے جو مفاد ہم نے رکھے ہیں وہ آج بھی دل پر نقش ہیں، انہیں الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

اور ان سے اندازہ نہ ہوتا ہے کہ ظاہری علم و فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں تو ایسے دور خدمت کے کس جتنہ مقام پر طائر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا کے والد ماجد بڑے نازک مزاج اور جذباتی بزرگ تھے، خلاف طبع باتوں پر وہ حضرت مولانا کے شرگروہوں کے ساتھ بھی ان پر گھڑباتے تھے، لیکن ایسے موقع پر حضرت مولانا کا رویہ جتنا متواضع اور نیاز مند انداز ان کی مثالیں اب بہت کم ملیں گی والد صاحب کی عظمت کا مظاہر یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت مولانا کا اصل نام محمد والدین نے رکھا تھا وہ "سبحان محمود" تھا، جب مولانا کا تعلق ہماری والد ماجد (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) سے ہوا تو حضرت والد صاحب نے ان سے فرمایا کہ "سبحان" نام مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ عام طور سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے (جیسے سبحان اللہ) حضرت

والد صاحب کے مشورے سے یہ کیا ہے بلکہ نام پر اس کی کچھ بات سمجھ کر لیجئے۔

حضرت مولانا کی تجویز سے اتفاق بھی نہیں ہو رہا تھا جسے کہ حضرت والد صاحب کی اس جاہلیت پر عمل کر لیا، لیکن صاحب انہوں نے یہ تجویز اپنے والد صاحب سے ڈر کر کی تو انہوں نے اس پر عمل سے منع کر دیا۔ یہ ایک طرف تو اتفاقاً معظم پاکستان کی تجویز بھی جس سے وہ غوراً اتفاق کرتے تھے لیکن وہ فی حریف والد کا حکم تھا۔ حضرت نے اس مشکل کا حل یہ نکالا کہ اپنے نام کی تبدیلی کا اعلان آنکس پر نہ کیا جائے، مگر وہ کہہ کر باوجود بھی نہیں کہہ سکتا کہ والد بھی تبدیلی سے اتفاق میں نہیں تھے، لیکن اپنے دستخطوں میں طرے نہ لگائے کہ انہیں ”سکھان“ بھی پڑھا جاتا تھا۔ جب تک مولانا کے والد بقید حیات رہے، انہوں نے نام تبدیل نہیں کیا لیکن والد صاحب کی دلت نے بعد بھی دو تین سال پہلے اٹھم بھاری کے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ میں حضرت مولانا کی تجویز سے اتفاق صاحب نے مشورے کے مطابق اپنا نام تبدیل کرنا چاہتا ہوں اور آج سے بعد مجھے ”سکھان“ لکھا اور لکھا جائے۔ اعلان فرما دیا، لیکن اس واقعہ میں نہ کہ کوئی پیچیدگی نہ رہا۔ حضرت نے دیکھا کہ مولانا اس طرح حیرت میں نہ رہا کہ وہ اتفاقاً تجویز سے اتفاق صاحب کے مشورے کے مطابق ہو کر کے کھرا اعلان اپنے والد کے احترام میں نہ توں کرے۔ حالانکہ یہ تبدیلی فی نام ان ایسے وقت میں فرمایا جب وہ بڑا باافرا کے مقتدا تھے مگر اس مرحلے میں تبدیلی کا اعلان یقیناً ہے نفسی کے اخفی ترین مقام کی نشاندہی کر رہا ہے۔

(ماہنامہ اہل حق، خصوصی نمبر ۵-۱۹۷۵ء)

(۲) ”میں مولوی سب بھائی“

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہر کی رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

۱۹۷۳ء میں اختر و راجہ نام لڑائی سے وابستہ ہوئے تھا بارہ ماہوں وہاں کا مہاجرین کے رہائش گاہ تھیں۔ ۱۹۷۱ء میں مہاجرین کو وطن سے ہٹا دیا گیا۔ اگلے سال بعد اسی وہاں ہی لکھنؤ کے وقت سے لکھنؤ سب سے دوروں میں قیام ہے۔ اسکا اللہ تعالیٰ ویسا جیسا

وہیت

حضرت مولانا سبحان محمود صاحب جب عمرہ کے لئے تشریف لاتے تو ضرور ملاقات فرماتے اور اپنی زیارت اور حدایا سے نوازا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ پانچ سو سعودی ریال پیش فرمائے، میں نے عرض کیا، کیا مولوی بھی حد یہ دیتے ہیں۔ فرمایا میں کب ہوں۔ اللہ اللہ یہ علمی مقام اور یہ تواضع کا عالم۔

حضرت مولانا سبحان محمود صاحب سے بے تکلفی بھی تھی، احقر اپنے مزاج کے مطابق کبھی کبھی اعتراض بھی کر دیتا تھا تو وہ اسے خوش اسلوبی کیساتھ برداشت فرما لیتے تھے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرات اکابر مدرسین کے صاحبزادگان جو حفظ کرتے تھے، انکے بارے میں حفظ کے اساتذہ نے یہ کہہ دیا کہ یہ آگے حفظ میں نہیں چل سکتے، ان حضرات نے درجہ حفظ سے انخاست کر اسکولوں میں داخل کر دیا۔ حضرت ناظم صاحب نے بھی اپنے بڑے لڑکے کو اسکول میں داخلہ دلایا اور اپنی بصیرت سے بھانپ لیا کہ میں اس پر کچھ اعتراض کر سکتا ہوں، میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمایا کہ مولوی ہونا کوئی فرض عین تو نہیں، فرض کفایہ ہے۔ اتنا ہی فرمایا تھا کہ احقر نے عرض کیا کہ امت کو جتنے علماء کی ضرورت ہے کیا اتنی تعداد میں علماء موجود ہیں؟ مزید ہمت کرتے ہوئے احقر نے عرض کیا کہ دیکھئے، میت کا غسل کفن و دفن فرض کفایہ ہے، کسی مسلمان کی وفات ہوگئی، ایک شخص تیار ہوا، اس نے تنہا میت کو غسل دیا پہلے یوں ڈالا پھر دوسری طرف پچازا، پھر مشکل سے کفن پہنایا، پھر میت کو اٹھا کر کسی چار پائی پر ڈالا، لوگ کھڑے دیکھتے رہے، کسی نے ہاتھ نہ لگایا، پھر اسی شخص نے چار پائی میں رسی ڈالی، چار پائی پر میت پڑی ہے، وہ شخص رسی پکڑ کر کھینچتا ہوا میت کو

قبرستان لے گیا۔ سب لوگ دیکھتے رہے۔ نہ کوئی شروع سے ساتھ لگانے جنازے کو قبرستان لے جانے میں شرکت کی، جب قبرستان لے گیا تو وہاں قبر کھدی ہوئی نہ تھی، اس شخص نے سبیلے

قبر کھودی، جنازہ رکھا رہا، جب قبر کھودی تو میت کو الٹا سیدھا کر کے قبر میں ڈال دیا۔ کیا اس عمل سے فرض کفایہ ادا ہو گیا اور وہ سب بری الذمہ ہو گئے جو اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

یہی حال ملے گی قذیفہ کا ہے، جتنے بھی جہاد میں مرتے گئے روزوں انہوں کی شہادت ہے اے
 تم میں۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے انہیں نہ مویشی اختیار فرمائی اور ان کو جواب دے دیا: ”مھلے! مھلے! اور
 پیچھا دیا۔ آخر وہی ضدی آدمی، روز تو اپنے سے کمتر آدمی کی بات کی ترویج کرتا اور اپنے میں وہ
 صحیح قرار دے دینے میں مدد ملی۔ ہمارے لیکن اور بڑا جھگڑا کر بی طرف داری کرنا، یہ حقیقت
 شخصیں کے لئے بڑا ہی نیک نیتانہ ہے۔“ (مس ۳۵)

(۳) ”مجھے تو حدیث کے حقیقی کا بھی پتا نہیں۔“

”کہہ رہی تھیں کہ حدیث میں اس حدیث سے ماورائے حدیثی اور صاحب تحریر فرماتے ہیں
 میرے۔ ریش حضرت مولانا صاحب ان مولود صاحب کو دور سے تعلیم دینے کے مسئلہ حوالہ دے کر
 نئی مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی جو مجھے بلا تکلف بتا دیتے تھے۔“

ایک مرتبہ فرمایا میں دور ماضی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک رات عامہ
 خواب میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے، حضور نے ہم دونوں کو دوزخ کے کافروں
 فرمایا ہم نے وہ دونوں تو میں اور انہوں میں سے اس کے گلے پکڑ پکڑتے تھے اس کی کیا تیس ہو سکتی
 ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے معصوم حدیث سے واقف نہ ملے گا۔ نہ مویشی۔ جو کئے زمانہ تعلیم
 میں سہرا پیدا کر کے نئی منائی بنا رہیں تو میں۔ ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا مطلب
 ہو سکتا ہے میں نے عرض کیا کہ اور کیا معلوم ہو گا کہ قرآن اور احکام دینہ کے شیخ الحدیث بنو
 کے۔ فرمایا: جب کہ ایسا اور مسودہ کی وہی اللہ کے دارالعلوم دیوبند کا تو نہیں بہت دارالعلوم
 نراہلی کا شیخ الحدیث بنے ہی آیا۔ مولانا صاحب دارالعلوم میں حدیث کے سباق سے قویں
 نے قضا کے سب سے پہلے اسے مامور شیخ الحدیث ملکہ دیا جو اہل قرآن و فرمایا: ”بھائی مجھے تو حدیث کے
 معنی کا پتا نہیں اور آپ نے شیخ الحدیث کیسے لکھ دیا؟“ (مس ۳۶)

(۴) ”وہی دارالعلوم صاحب حدیث ہے۔“

زمانہ حال میں میں مولانا صاحب دارالعلوم دیوبند کی زیارت ہوئی تھی، ان کو آپ مجھے
 مختلف از خود بتا دیتے تھے، اور ان حدیث سے فراغت کے کافی حرمہ بعد حقائق دینی میں

نے اس وقت عقلی کے متعلق سوال کیا تو مولانا نے نہایت اٹک دلی کیا، تھ فرمایا، "ارے
 میاں! اب ہم اس قائل کیا کرتے ہیں، اور ابھی بہت سارے دھندے وہ سارے ہمارے ہوتے
 ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولانا اتفاقاً فرما رہے ہیں، اور میں نے ابھی سنا سب نہ سمجھا۔
 (ص ۳۱)

(۵) "وقت کا محدث کمن مہمان کی دلجوئی کر رہا ہے۔"

ایک مرتبہ حالات کے لئے حاضر ہوا، میرا تیسرا سوال بھی ہوا تھا۔ اس سے
 فرماتے ہوئے بارے میں آپ کی آگاہی آئے ہو کہ ان کہیں کی میری؟ اس لئے میں نے بلایا۔
 فرمایا ہم قرآن و سیر کران میں کے۔ شام کو سواری منگائی، مجھے اگلی سیت پر بٹھایا، خود اپنے کو سکر
 کچھ سیت پر بیٹھ گئے، راستے میں بہت بات کی، شام ہی فرماتے ہوئے، مولوں مسجد نور چھ
 آفریگی مقامات کی یہ تفرقہ، ہماری قیام گاہ تک پہنچا کر واپس تفریق لے گئے۔
 (ص ۳۳)

(۶) "مولانا کے باوجود انکساری۔"

ہم دونوں بعد فراغت پر و بعد سے حضرت مولانا عبد الرحمن کیسے دلی صاحب رحمہ
 اللہ سے بیعت ہوئے، حضرت کے وصال کے بعد مولانا کو حضرت مفتی صاحب کی محبت
 اور حضرت ڈاکٹر صاحب سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، اور میں نے حضرت مولانا صاحب
 میاں صاحب باپا جی صاحب سے دل پور و خلیفہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا
 مرحوم بھی ہم دونوں یعنی مقرر اور مولانا عبدالحامد صاحب کے مددگار شایرادا، دیکھ گئی
 کتابوں میں ہم دوسرے ہیں، اس کے تعلق قائم کیا۔ مولانا حامد میاں صاحب کے وصال
 کے بعد مولانا عبدالحامد صاحب سے عرض کیا، حضرت کیسے دلی کے وصال کے بعد مولانا
 حامد میاں صاحب سے تعلق رہا، اب انکا بھی وصال ہو گیا، اور اور بہت نہیں چاہتا اب میرا
 رجوع کی طرف ہے مولانا نے عجیب منکرانہ انداز میں فرمایا، ارے میاں! میں اس قائل
 کہوں ہوں۔"

لیکن ساتھ میں جذبہ (میں) زور دہنا نہیں چاہتا) کی قسمیں فرمائی۔ اور تعلق قائم رکھنے کی ضرورت کے اظہار سے نئے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ باوجود صومرہ بنی، اعلیٰ و انتقام ذاتی، اعلیٰ اور دار، عبور، کما اہم معاملت کو حضرت ذاکر صاحبؒ کے مشورے سے ملے غور کرتے تھے۔

اس وقت میں نے بھی بڑے مطالبہ پر صبر کرنا کیا۔

غیر از پہنچ کر میں نے سوانح کو تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک زمانہ طویل حضرت مفتی صاحبؒ کی صحبت میں بسر فرمائی، حضرت ذاکر صاحبؒ نے آپ کو انجازات و خلافت سے وازرا، اس کے باوجود میرے درخواست پر آپ کا عذر (میں اس قابل کہاں ہوں) میری سمجھ سے باہر ہے، جواب مولانا نے تحریر فرمایا "مشورے کی حد تک آپ کا پابندیوں کا"۔

(ص ۳۶)

(۷) "حضرت کی ہے نفسی"۔

حضرت اقدس مفتی محمد اشرف صاحبؒ نے محمد حمزہ قریشی فرماتے ہیں:

حضرت مولانا بہت سب نفسی اور متکین طبع بزرگ تھے، ان معلوم جوانی کے کس حصہ میں حضرت نے سب نفسی کار و کواچی زندگی سے بے دخل کیا تھا کہ بے نفس، سکنت اور تواضع حضرت کی ہیبت، بنی تھی۔

اگر صبح کو وہ قہقہہ بہن کر اور دوپہر کو بے سر سے اہر کر چلے، اور دوسرے کا چکر لگاتے تو دیکھنے والے کو شب بھی نہ آتا کہ یہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث، مائلم اعلیٰ اور سب اساتذہ کے استاذ ہیں۔ عام حالات میں بھی ان کا لباس اتنا سادہ اور عسوی ہوتا تھا کہ عوام اور طلبہ اور حضرت کے درمیان شرف و خست نہیں آتی۔

واقعتاً حال یہ ہے کہ حضرت کو نہ کسی جگہ بیٹھنے میں کوئی تکلیف اور نہ کہیں جانے میں لگاؤ اور اسرار کے تنکبات تھے، جہاں دل چاہتا وہ جاتے اور جہاں جاتے ہیں، دین کا قاعدہ نظر آتا، جانے کے لئے تیار ہو جاتے، خواہ وہ جگہ کتنی دور، پسماندہ ہی کیوں نہ ہو، شہرت سے

(۹) ”حضرت بارہ و عذرت کے الفاظ فرماتے رہتے۔“

آپ نے کیا شیعہ مہمان محمد بن عبد اللہ صاحب زید بن محمد بن یزید سے

آپ کی سیرت آنے والی کہ وہ انہوں نے آپ کے چاہنے والوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا
آپ کی تواضع اور سب سے قیمتی ایک بلا سے زور سے کہ: ”خبر اہل اور شیخ احمد بیٹے کے
یہ وجود کوئی آجودانہ کرشمہ نہیں جو ان کو سکھائے یہ کوئی بلند پایہ علم، شیخ طریقت اور بالابادوں
میں ان کے آگے بھیجنے والوں کی کوئی قدر نہیں، بولی تھی، مسجد میں بھی تھوڑا عذر لاشست
بولی تھی دفتر کے ملازم آپ سے بلندہ آواز سے گفتگو فرماتے، ایک جانے والے یہ ان
کمرے میں کہ ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں ماضی ہوئی تو حضرت کسی کام میں
مصرف تھے، تمہاری دیر بعد تشریف لائے تو اتنی عذرت کی میں پانی پانی ہو گیا۔ سارا
وقت بھی زیادہ نہیں گزر رہا تھا۔“ حضرت بارہ و عذرت کے الفاظ دہرائے۔

(س ۱۲۶)

(۱۰) ”جواب تو مفتی صاحب کو دیا جا چکا تھا لیکن میں نے جلدی میں دیا ہے۔“

آپ نے کلید شیعہ مہمان محمد بن عبد اللہ صاحب زید بن محمد بن یزید سے یہ

بھاری شریف کی روایت اور روایت پر جب کلام کرنے کو امام بخاری بھیجی تھی
بھی غمزدگی ہوئی، ہندوستان و بیشتر اعلیٰ محکمہ کی چوبیس میں کھو جاتا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ شہادت ختم کے واقعے کو جب بخاری شریف میں بیان کیا تو دونوں محفلوں میں
خند و کھیل آنسوئے خیم کے، ہنس خدا اور سحر و راز ختم کا سبب بھی کوئی نشان، یہ تو
پہلے ہی عرفیہ شہادہ فرماتے، ایک دن قمریوں کے وقت حضرت زکریاؑ کے واقعہ بیٹ
میں بیان کرتے، اسے اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”اور وہ تو چھوڑ دو اس بار سے او
دلیلیں کہ سرتے یا نہ رہے، زکریاؑ کا ہے لیکن اب تک موت کی کوئی حیرت نہیں کر
ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ اس دنیا میں رہے۔“

نویک اس کے دس سال بعد حضرت داماد وفات ہوئی، اس سال جب نواب شہزادہ

لائے تو میں نے اسکا تذکرہ کی تو مستر نے لگے، جب میں نے عرض کی کہ حضرت اس صاحب سے آپ کی عمر ۶۷ سال ہوئی چاہیے، کیونکہ میں نے یہ تصدیق کے اوائل میں سنا تھا تو فرمایا ام ۶۷ سال عمر ہے۔ طلباء سے مدرسہ کی مسجد میں حسب بیان فرماتے تو آخر فرماتے تھے "اس پر مے کوہ کی کمرہرت حاصل کر دنا واپسی اصلاح کرو"۔

انکی کسر نفسی کا یہ عالم یہ تھا کہ بسا اوقات جب کوئی سائل سوال کرتا تو جواب دیتے اور بعد میں فرماتے کہ جواب مفتی صاحب کو دینا چاہیئے تھا لیکن میں نے بعد میں دینے کا یہ ہے "مفتی صاحب! آپ فرمائیں میرا جواب صحیح تھا"۔

اپنے طلباء کے ساتھ شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ دوران سبق بند دے ایک سوال کیا مگر اس سوال کو صحیح طریقے سے سمجھا نہ سکا۔ مجھے ایسا لگا کہ میرا سوال ہی غلط ہے اور مگر وہ میں موجود طلباء زور سے ہنسنے لگے، حضرت نے مجھے شفقت سے بچانے کے لئے قربانیاں مولوی صاحب نے سوال کیا میں اس کی تشریح کر رہا ہوں۔ اور تشریح کرنے کے بعد اس کا جواب دیا زندگی میں بے شمار اساتذہ کی جوتہاں انھارے اور خدمت سرینکا اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا مگر جو خلف حضرت واد کی خدمت میں آتا خدا جانے آج اس نصف کو یا کر کے دوران تحریر بند وہی آنکھیں آنسو بہانے پر مجبور ہیں۔ (۱۳۶، ۱۳۷ء)

(۱) "ہرگز نہیں یہ سب مجھ سے اٹھل ہیں"

آپ کے خادم خاص مولوی رشید احمد اعظمی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے

تین

اپنے شاخ جیسے انکساری کسی میں نہیں دیکھی۔ ہر آدمی سے اس طرح تواضع اور احترام کے ساتھ ملنے تھے کہ وہ پہلی ہی ملاقات میں آپ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو جاتا۔ اس قدر تواضع کے ساتھ پیش آتے کہ سامنے والا اثر مند ہو جاتا، لیکن آپ اسے اپنا حق سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک نکاح کی تقریب میں تشریف لے گئے، دو ہجوم کچھ سے انکسار کے قریب جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ احقر نے چپکے سے دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے

ہاں دے دینے کے لئے کہا۔ حضرت نے نہ کچھ بیاغور فرمایا کہ کیا میں لوگوں سے بہتر ہوں، اگر نہیں
تو میں یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔ انہیں تھوڑے سمجھ، بالآخر جگہ ہونے کے بعد آگے تشریف
لے گئے۔

ایک دن ایک صاحب حضرت نے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت فلاں صاحب میرا
ایک کام نہیں کر رہے، اسی وجہ سے پریشانی ہے وہ صاحب بھی حضرت سے کچھ تعلق رکھتے
تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اسے جاننے سے آپکا کام من جائے تو میں جانے کے لئے
تیار ہوں، ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ شخص بہت منہ پھرتے ہیں، انہیں کوئی حد
ہوتی ہے کہ وہ جو آپکی بات کا بھی خیال نہیں کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی اچھا
ہی کیا عزت ہے آپ پر تو میں کہ میرے جاننے سے آپکا کام من جائیگا یا نہیں؟ اگر
میرے جاننے سے تمہارا کام من جاتا ہے تو میں چھنے کے لئے تیار ہوں۔

سبحانہ اللہ یہ تو اشع کا مقام تھا۔

واقعات سے پتا چلتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ہمارے بڑے بیوی مولانا شیخ
الرحمن صاحب (امام و خلیفہ مسجد مدینہ فکشن اقبانی) کی درخواست ہے کہ ہماری مسجد میں بھی
حضرت کو بیٹھ رکھو۔ میں اب نہ تو آپکی مصروفیات اور ضعف کی وجہ سے کچھ عرض کرنے
کی ہمت نہیں کر سکتا۔ لیکن اب نکاح امرار کافی بڑھ گیا ہے حضرت نے فرمایا کہ بھائی! میں
اس قافلہ جہاں۔ مزے فرماؤں گا اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے، آئندہ ہفتہ یا دو بار ناواوتے مقررہ کے
لیس کے۔ لیکن انہوں نے اس کے چار دن بعد ہی انتقال فرما گئے۔ کیا معلوم تھا کہ یہ راہن
ستارہ اتنی جلد ہی رخصت ہو جائیگا۔ (س ۱۳۵)

(۱۳) ”میری غلطیوں کو معاف فرمادیں۔“

ختم بخاری شریف کے موقع پر شرکاء و روحہ صحت کو آخری دن جیتی نصائح کرتے
ہوئے ارشاد فرماتا:

”میں اگرچہ علم میں آپ سے بڑا ہوں، لیکن مرتبہ میں چھوٹا ہوں۔ آپ طالب علم

ہیں، میں تو دنیا دار آدمی ہوں، بہت زیادہ احتیاط کرتا ہوں۔ لیکن پھر بھی انسان ہوں بشر ہوں، خطا ہو جاتی ہے، سب سے پہلے میں کھلے دل سے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میری غلطیوں کو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمائیں گے اور آپ کی جانب سے برہنہ بنائیں میرے حق میں ہوئی ہیں میں نے بھی انکو کھلے دل سے معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے۔

(یہ افلاک ادا کرتے ہوئے حضرت دانا پر گریہ طاری ہو گیا)

سبکدوشی حاصل کرو۔ حضرات! پوری طرح سبکدوشی حاصل کرو اور اس مجلس سے الٹنے کے بعد بچے آپ کو پاک صاف کر لو۔ اس کی طرف خیال کرو۔ اعتدال پر قائم رہیں۔ اختلاف میں بھی اعتدال، مسک میں بھی اعتدال۔ (اہل طہ کی زندگی ص ۲۳۰)

والی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمہ اللہ کے واقعات

(۱) ”بھائی! میں گناہ گار اپنی اصلاح کے لیے کسی کی تلاش میں ہوں“۔

مولانا محمد یحییٰ منصوری آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ ان چند افراد میں سے تھے جنہیں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے دعوت کے کام کے لیے بطور نمونہ تیار کیا تھا۔ یعنی مولانا سعید احمد خان کی اسی سو اس صدی کے سب سے بڑے والی الی اللہ کا تراش ہوا دھیرا قرار دیا جاسکتا ہے جس نے تقریباً پانچ سو صدی تک دنیا میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی جھلک باقی رکھی۔

آپ نے حضرت مولانا بھیجی ہستی کے ذریعہ نگرانی روحانی تربیت اور سلوک کی منزل میں طے کیں۔ آپ کو خدو کاہر کی طرف سے اجازت حاصل تھی مگر ہمیشہ خود کو بیعت کے مسئلہ میں پردہ تھا میں رکھا۔ آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی بیعت کے لیے اصرار کرتا تو فرماتے: ”بھائی! میں گناہ گار اپنی اصلاح کے لیے کسی کی تلاش میں ہوں“۔ اور اس دور کے

دوسرے مشائخ کا نام تیر فرماتے کہ ”افلاس کے پاس جاؤ ان شاء اللہ تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔“ اُس آپ دوسرے مشائخ کی طرح بیعت فرماتے تو اتنے کثیر لوگ آپ سے وابستہ ہو جاتے کہ دنیا میں کسی شیخ کے اتنے مرید نہ ہوتے تھے کیونکہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ حرمین میں گذرا اور آپ دین کی تعلیمت سے دنیا کے کوئے کوئے میں پہنچے۔ ہر وقت آپ کے گہرہ عقیدت رکھنے والوں کا پروانہ و اثر و دام ہوتا مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ نے زندگی میں ہر مشکل پسند آدمیوں کو بیعت کیا۔ مولانا سے خصوصی تعلق و عقیدت رکھنے والے کتنے ہی افراد ہیں جو ہمیںوں تک بیعت کے لیے اصرار کرتے رہے مگر آپ نے انہیں دوسرے اکابر کی طرف بھیج دیا۔ (مولانا سعید احمد خان شخصیت احوال اور دینی خدمات ص ۲۸)

(۲) ”سوچتا ہوں کہ کیا مولانا کے بعد اس کی مثال مل سکے گی؟“

حضرت مولانا کی تواضع اور کس نفسی کا یہ عالم تھا کہ بچوں نے چھوٹے آدمی کی تنقید بھی قبول فرماتے۔ اس دور میں یہ چیز بالکل نایاب ہو گئی ہے۔ چند سال پہلے کی بات ہے لندن تبلیغی مرکز کے ختمہ جس کمرے میں بندہ ملاقات کے لیے پہنچا۔ دیکھا کہ مولانا کی پاکستانی جماعت نے رفقا، اور انگلینڈ کے متعدد اہل شوری تشریف فرما ہیں اور کوئی چیز پڑھی جا رہی ہے۔ سنا تو یہ چلا کہ کسی بیاض (کاپی) میں سے مبشرات پڑھے جا رہے ہیں یعنی کسی جماعت نے ختمہ راکرہ پہنچنے کی خواب میں زیارت کی خواب میں حضرت مولانا کو ختمہ رکے ہمراہ دیکھا وغیرہ وغیرہ چند منٹ بعد بندہ نے عرض کیا:

”حضرت! آپ کی مجلس میں اس طرح مبشرات سننا سنا مناسب نہیں، آپ یہ مبشرات بعض بزرگوں کے لیے، خلفاء کے لیے چھوڑ دیں یہ بزرگ اٹنے سیدھے خواب دیکھتے ہیں اور انہیں چھاپ کر یہاں ہمیں اتنا میں ڈالتے ہیں۔ سنا ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے، ”ما مافی تھی“ اے اللہ! ہمارے اس کام کو مبشرات اور کرامات پہ مت چلاؤ۔“

یہ سنا تھا کہ اسی وقت حضرت مولانا نے بیاض بندہ ہی فرمایا ”تم یہ سمجھتے ہو کہ“

مبشرات سے دل کو شہوت کا پختی ہے۔ پھر یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے بلکہ زیادہ اہم ہے۔ اس سے نفی فتنے پیدا ہو سکتے ہیں جن کی عمومی طور پر مبشرات کے سننے سنانے سے احتیاط کرنی چاہیے۔

اسی طرح ایک بار انگلینڈ کے سالانہ اجتماع کے اختتام پر، یوز بری میں مختلف شہروں کی مساجد والی جماعتوں (روزانہ ازہانی گھنٹے فارغ کرنے والے) احباب جمع تھے ان میں حضرت مولانا نے بیان شروع فرمایا کچھ دیر کے بعد فرمایا ”میں اپنی قربانی کی مقدار و بڑھانا چاہیے روزانہ ازہانی گھنٹے سے بڑھا کر آٹھ گھنٹے فارغ کرنے چاہئیں۔“ بندہ بیان کے وہ بیان بول پڑا ”حضرت! یہ آپ رہبانیت کی دعوت ہے، رہے ہیں، اگر ایک شخص روزانہ آٹھ گھنٹے فارغ کر لے، اس کے ساتھ عصر سے اشراق تک جمعرات کا اجتماع، مہینے۔ تین دن، سال کا چلہ، جماعتوں کی نصرت یہ، سب ملا کر نصف سے زیادہ ہو جاتا ہے اور یہ رہبانیت ہے۔“

جم میں سے ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے اگر یہ واقعہ ہمارے ساتھ ہے۔ مجمع میں پیش آتا تو ہمارا کیا عمل ہوتا؟ بندہ کم از کم اپنی بات کہہ سکتا ہے کہ میرے انفس قواعد برداشت نہ کرتا، نہ جانے کیا کہہ دیتا، مگر حضرت مولانا نے مجھ جیسے معمولی طالب علم کی بات توجہ سے سنی اور قبول فرمائی۔ بعد میں مجھے اپنے اس حماقت پر سخت ندامت و افسوس ہوا کہ مجھے یہ اشکال تنہائی میں عرض کرنا چاہیے تھا مگر وہام مولانا سعید احمد خان، ایسا بے نفسی کی انتہاء ہے کہ پورے سکون و بشارت سے اشکال سن رہے ہیں اور قبول فرما رہے ہیں۔

سوچتا ہوں کہ کیا مولانا کے بعد اس کی مثال ملے گی؟

اس کو وہ کن کی بات گئی کوہ کن کے ساتھ۔

(بحوالہ بالا ص ۳۰)

منکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے واقعات :-

آپ کے سوانح کا مولانا بلال مہدائی حلی ندوی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

نفاذیت وجہ تھی اور انکار ذلت حضرت کی امتیازی صفت ہے۔ تمام تر کمالات اور جامعیت کے باوجود حضرت کی تواضع اور کسر نفسی ابتجا کو پہنچی ہوئی تھی، حضرت نے اپنے شیخ، مرشد حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب دلسے پورہی کا جو حال اس باب میں نقل کیا ہے وہ تو حضرت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو دین و دنیا کے اعزازات سے خوب بے خبر توڑا لیکن حضرت نے بھی ان کی نسبت اپنی طرف نہیں کی۔ اس کی سب سے بڑی مثال وہ واقعہ ہے جب حضرت کو خانہ کعبہ میں داخلہ کی پیشکش کی گئی تھی اور حضرت نے جس جس کو کہ اسکو داخلہ کی اجازت ملی تھی لیکن حضرت نے اسکو حضرت رائے پورہی کی طرف منسوب فرمایا اور "سوانح رائے پورہی" میں اس سلسلہ میں اپنا کوئی ذکر تک نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت کا انداز بیان ملاحظہ ہو :

"اس سال کی خصوصیت جس کو الطاف خداوندی میں شمار کیا جاسکتا ہے جو ایک مقبول و مخلص بندہ کی وجہ سے نصیب ہوئی یہ تھی کہ شہی صاحب (کلید بردار خانہ کعبہ) نے جن سے پہلے سے کوئی تعلقات نہ تھے، اس سفر کے ایک ہمرائی کو خود خانہ کعبہ کے داخلہ کی دعوت دی اور انکی اجازت دی کہ جن لوگوں اور ہمرایوں کو وہ ساتھ لانا چاہتا تھا لائیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت کی نیابت تھی۔ اس صانع عام سے پورا فائدہ اٹھایا گیا اور نہ صرف اس قافلہ کے ہمرایوں نے بلکہ بہت سے دوسرے احباب اور غیر متعلق ساتھیوں نے بھی نہایت اطمینان کے ساتھ کسی نہ جائز و مکروہ وسیلہ (بیشکل وغیرہ) کو اختیار کر کے یا کھٹکھٹ کے بغیر داخلہ شرف حاصل کیا اور اطمینان سے خوف کعبہ میں داخل ہوئے۔ بعض ساتھی چونکہ وہ مجھے تھے دوسرے دن شہی صاحب نے انراہ کرم دوا بار و اجازت دی اور نظام کیا اور پھر حضرت کی معیت میں وہ بارہ حاضر ہوئی۔ اور اطمینان سے خود داخلہ کا موقع ملا اور اس

بزرگوں کی خدمت میں بیٹھ دوڑا نو پینیسے کوئی کئی ٹھنڈ بھی لٹست ہوئی تو بھی پہلو بدلتے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ معاصر مشائخ میں سے کوئی جاتا تو بھی مجلس میں دوڑا نو ہی تخریف فرما رہے۔ ضحیف اور تنکوں کی تکلیف کے باوجود اخیر تک اس خنق میں کوئی فرق نہیں آیا۔

لحدت جل شانہ کے دربار میں بیٹھ اپنی عاجزی و احتیاج مستحضر رکھتی اور بیٹے اور کے ساتھ زبان مبارک سے ”مولای انس الیٰ فضلک للفقیر“ فرماتے رہتے، صاف محسوس ہوتا تھا کہ یہ صرف قائل نہیں بلکہ حائل دل ہے جو بے ساختہ زبان پر آ جاتا ہے۔ حسن اقباس اور حسن کردار کے ساتھ ہمیشہ حسن خاتر کی نگہ رہی، دعاؤں میں ”کا خاص خیال رہتا، اللہ تعالیٰ نے یہ تمنا کس طرح پوری فرمائی اس کا کچھ تو کرا و نکالت کے یا۔ میں آپ کا ہے، اور ”وہاں“ اللہ تعالیٰ نے کس کس طرح نوازا ہو گا یہ اللہ ہی کو معلوم ہے، ہر شاعر ہوتی ہے ”وہاں کس لہذا انسان الامامی دان حبیبہ سوف برقی ثم یخرج الجزاء الا وئی“ کہ بے شک انسان کے لئے دی ہے جو اس نے کیا، اپنی و شش (کاتبیہ) وہ معترب دیکھے گا، پھر اسکو بحر پور بدل دیا جائے گا۔ (سوانح شکر اسلام ص ۵۵۹-۵۵۳)

(۲) لباس میں اور کھانے میں سادگی کا حال :-

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم خان اللہ صاحب زید مجدد مہم اپنے مسئلہ ہی جان میں ارشاد فرماتے ہیں :

سید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے امتیازات سے سرفراز فرمایا، ان کے خصلتیں اور صفات کسی ایک فرد کے اندر جمع ہونا بہت مشکل ہے، میں ایک مرتبہ ایک مسیح تک ان کے پاس رہا ہوں اور وہاں میں نے ایک عجیب بات دیکھی جو مجھے متاثر کرتی رہی وہ یہ بات تھی کہ ان کے ہاں قطعاً نہ لباس کے بارے میں اتہام تھا اور نہ خوارک کے بارے میں، ایک مہینے کا عرصہ اچھا خاصہ رہتا ہے، شش لگے ٹکڑ پر بھی دس دن رہا، چل ہر تین دن ان کے ساتھ نہ واقعہ العلماء، مگر رہا، ہر جگہ میں نے بھی دیکھا کہ ان کے ہاں خوارک میں اور پوشاک میں کوئی ایسی چیز نہیں تھا۔

حضرت مولانا ایک مرتبہ مصر تشریف لے گئے، وہاں پہنچے تو انکا لباس ایک مختصر سا پا جامہ اور ایک مختصر سا کرت تھا اور ایک کالے رنگ کی مختصر سی راپوری نوپنی تھی۔ قمیص انکی بہت سادہ ہوتی تھی، مولانا فرماتے تھے کہ میرے لباس کی قیمت ایک روزے کے فدیہ سے زیادہ نہیں تھی تو مصری علماء نے مجھے اس لباس میں دیکھ کر بہت تعجب کیا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں اور اتنے بڑے مورخ اور ارب ہیں اور آپ کا یہ لباس امثل تو مشہور ہے کہ "اناس باللباس" یعنی لوگوں کی شان لباس سے ساتھ قائم ہے لیکن مولانا نے فرمایا کہ اصل سنت تو یہی ہے کہ لباس میں سادگی ہو اور انہیں دین کی حفاظت بھی ہے رسول اکرم ﷺ کے لباس کے سلسلے میں کوئی خصوصی اہتمام قطعاً نہیں ہوتا تھا، حد جواز میں جو چیز بھی سامنے آجائے اس کو استعمال کر لیا جاتا۔

تو بہر حال میں کہہ رہا تھا کہ ہمارا ذوق وہ تو بالکل ہی مختلف ہے۔ فلاں قسم کا کپڑا پہن جانے کا اور فلاں ورزی سے ملائی ہوئی، فلاں تراش اور غراش اور خنجر ہوگی تب ہم اس کو استعمال کریں گے۔ اور یہی حال ہمارے دوسرے معاملات کا بھی ہے کہ ہم مباحات میں انہماک رکھتے ہیں۔ (مجلس علم، ذکر، جلد ۲) ص ۲۵

جامع شریعت و طریقت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے واقعات :-
(۱) امتیازی شان کو ناپسند کرنا :-

ماتر ربانی حضرت مفتی عبدالقادر صاحب آپ کے مفصل تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔
حضرت ڈاکٹر صاحب کسی معاملہ میں اپنا امتیاز پسند نہ فرماتے تھے، عام لوگوں میں گھلاما رہنے کو پسند فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا طرز اختیار نہ کیا جائے جس سے اپنا امتیاز معلوم ہو۔ اسی طرح دینی خدمت کرنے کے عادی تھے، کبھی اپنے اپنی پرہیزگار کا اشتہار نہ دیتے تھے، کئی احباب کہتے کہ اگر ایک اشتہار شائع کر دیا جائے تو لوگوں کو سبوتاژ دے گی مگر حضرت کی طبیعت اس پر آمادہ نہ ہوتی۔ حضرت تھانویؒ کا یہ معقولہ نقل فرماتے کہ "کام تو سب ہوں مگر نام نہ ہوں۔"

حضرت اس کو بھی پسند نہ فرما۔ کہ لاکھوں کے جتنے کے لئے ملاقات کا وقت مقرر کیا جائے۔
 لکھی، صاحب نے عرض کیا کہ بے وقت کے ہمالیوں سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے وقت مقرر
 فرمادیں مگر حضرت کی متنازع طبیعت نے اس کو پسند نہیں کیا، بالکل آخر میں جب امرائے
 اور محامدین نے فیصلہ کیا کہ غلام نے ملاقات کے لئے وقت مقرر کر دیا۔ (مصلیٰ مضامین

ص ۲۲)

(۲) حضرت ذاکر صاحب رحمہ اللہ کی توضیح :-

حضرت میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہر ملنے والے کو تواضع اور جنتے
 پیڑے کے ساتھ ملتے تھے۔ جس کے بارے میں یہ معلوم ہوتا کہ یہ عالم ہے تو اس سے
 بندہ ادب سے پیش آتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمہ حضرات کو "پ یا تم" کے خط سے
 خطاب نہیں فرماتے تھے بلکہ بناب کا لفظ فرماتے مثلاً "جناب کی ملاقات سے بڑی خوشی
 ہوئی" وغیرہ۔

بندہ وہ اکل ناکارہ اور کسی کام کا نہیں ہے، جب حضرت مجھے کھانے لکھتے تو لکھانے پر بندہ کے
 نام کے ساتھ انقباض ذکر فرماتے اکثر "بخدمت بزرگوارم" "کرمی" "محترمی" اور "حضرت
 " کے لفظ کا لکھتے۔ بندہ جب سکھر میں بیان کرتا تو شروع شروع میں ہر بیان میں تشریف
 لاتے اور بندہ کا بیان اپنے قسم سے اپنی کاپی میں لکھتے اور بعد میں اس کو صاف فرمائیے، اگر
 ہم چھٹے کی کوئی چیز بولتی تو اشتہار فرمائیے، حالانکہ اس مجلس میں حضرت کے عقیدت مند اور
 مرید موجود ہوتے تھے، حضرت کبھی یہ خیال نہ فرماتے تھے کہ مرید کیا سمجھیں گے، بندہ تو کچھ
 نہ تھا مگر حضرت باہر سے آئے، اسے ایک عالم کی قدر دانی سکھانا چاہتے تھے کہ جب میں ان
 کے مضامین کا ٹکھہ پاؤں تو دوسروں کو بھی استفادہ کرتا چاہیے۔ (ایضاً ص ۲۲۳)

(۳) تواضع و مطلب :-

جب بھی بیان فرماتے اور کوئی علم و خط میں موجود ہوتے تو وعظ کے بعد یہ ضرور
 فرماتے کہ "اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو بتا دیجئے" اور کبھی فرماتے میں چاہتا ہوں

تعطیلاں ہو جاتی ہوگی بتا دیتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اگرچہ اصطلاحی عالم نہ تھے مگر حقائق و معارف مسائل و فضائل پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حضرت حکیم انارک کے موصلا اور دیگر کتابوں پر بہت عبور تھا، مطالعہ کا خاص ذوق تھا ایک عالم نے کہا اور صحیح کہا کہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اللہ کے حامی نداد اللہ صاحبؒ تھے۔ حضرت تھانویؒ کے مسلک و مشرب پر نہایت تسلط سے قائل تھے اور اپنے حقائق کو بھی اس کی تائید فرماتے۔ نئے نئے ذوق اور طریقے ان کو پسند نہ تھے وہ اپنے اکابر کے طریقے کو پسند فرماتے اور اس پر قہد تھے اگرچہ نئے ذوق والوں سے الجھتے نہ تھے۔

(ایضاً ص ۲۶۲)

(۴) اعتراف قصور:-

جب بیان فرماتے تو کاپی یا ارشادات والا کاغذ سامنے رکھ لیتے۔ اس پر کبھی معمولی سی نظر ڈال لیتے اور حاضرین پر بہت کم نظر ڈالتے، ویسے آپ کو ضرورت نہ تھی کہ بیان کے وقت کوئی کاپی یا تحریر شدہ نوٹ سامنے رکھیں کیونکہ آپ کو غما میں کا بہت استحضار تھا اور بہت سے مضامین بار بار بیان کئے ہوئے تھے مگر یہ حضرت کی تواضع تھی کہ آپ عالمانہ شان و کھانا پسند نہ فرماتے اور اپنے آپ کو ایک عام سادہ روپ میں ظاہر کرتے، بعض اوقات نادانف آوی بکھتہ کہ وعظ میں کوئی تحریر پڑھ رہے ہیں، بندوباد رکھ نہیں سکتے جب کبھی اس کا انہار کرنے کو آج تو آپ نے عجیب بیان فرمایا، بہت ہی لاجواب اور سونکر مضمون تھا تو توسعاً فرماتے کہ "اس میں جہاں کچھ نہیں ہم تو صرف ناقل ہیں" یعنی عا، اعلیٰ کی کتب سے نقل کئے ہوئے مضامین ہیں۔

حضرت قصداً خطیبانہ اور مقررانہ طرز سے احتراز کرتے، سادہ طریقے سے بیان فرماتے اور اسی کو زیادہ موثر سمجھتے، اگرچہ اپنے تو بلند آواز سے جوشِ خطابت کے ساتھ تقریر فرما سکتے تھے، مگر اس سے احتراز فرماتے۔ وعظ میں کوئی عالم ہوتا تو وعظ کے بعد اس سے اصرار کرنے کہ اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو بتا دیں، اگر کوئی غلطی بتاتا تو بہت شکر پہ ادا کرتے۔ غلطی کے بارے میں فرماتے کہ جب کوئی شخص غلطی بتائے تو مان لیں چاہیے اگرچہ غلطی نہ ہو، اس کا فائدہ یہ ہو

گا کہ آئندہ غلطی بتائے گا، اسے مانو گے تو آئندہ نہ بتائے گا۔ (ماہنامہ محاسن اسلام)

(مقام خصوصی شمارہ ص ۴۰)

(۵) گھریلو کام کاج میں گھر والوں کے ساتھ شرکت :-

آپ کی پوتی بنت ذاکرہ کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم تکھتی ہیں۔

امی جان بتاتی ہیں کہ اباجی کسی کا بہت خیال کرتے تھے۔ اگر گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو اس کے دوا، علاج، آرام اور ہر طرح کا خیال کرتے، امی جان بتاتی ہیں کہ ایک دفعہ گھر میں مہمان آئے جو بڑے بڑے چلے گئے، میں برتن دھو رہی تھی اباجی آئے فرمانے لگے ”آپ برتن چھوڑ دیں کوئی اور کام کر لیں میں برتن دھولوں گا“۔ امی جان کہتی ہیں میں نے دو تین دفعہ اباجی سے کہا آپ نہ اس میں دھولوں گی۔ پھر فرمانے لگے ”اچھا آپ جالی اگائیں میں دھوتا جاتا ہوں“۔ اس طرح سارے برتن دھولائے۔

اسی طرح ایک مہمان آئے پھر وہ کھانا کھا کر چلے گئے میں باورچی خانے سے برتن سمیٹ رہی تھی، اباجی اپنے کمرے میں لیٹ گئے تھے تھوڑی دیر بعد اٹھ کر آئے، جو برتن میں نے سمیٹے ہوئے تھے وہ اٹھا کر باہر کمرے میں بیٹھ کر دھونے لگے، امی جان کہتی ہیں میں نے وہ دفعہ کہا زیادہ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ رہنے دیں، اباجی فرمانے لگے ”کوئی بات نہیں آپ باورچی خانہ نہ صاف کریں میں دھو لیتا ہوں“، پھر سارے برتن دھوئے۔ امی جان کہتی ہیں میں نے صبح دانی جان سے کہا رات اباجی نے برتن دھوئے تھے مجھے بہت شرم آ رہی تھی، دادی جان نے یہ بات اباجی کو بتائی، اباجی فرمانے لگے ”میں لیٹ گیا تھا، مجھے اچانک خیال آیا کہ وہ اکیلی کام کر رہی ہوگی، اس وجہ سے مجھے خینہ نہیں آ رہی تھی پھر میں اندر گر باہر چلا گیا، ویسے بھی بیویوں پر حق نہیں، وہ گردیں تو اُگی مہ باقی ہے، انکی طبیعت خراب ہے مجھے جس آتا ہے“۔ اس طرح کے کئی واقعات امی جان بتاتی ہیں کہ جب میری طبیعت خراب ہوتی تو کپڑے دھولانے میں بھی مدد دیتے تھے۔ (حوالہ بالا ص ۷۴)

(۶) ”بھائی! جس نے انڈے پر اٹھے کھائے ہوں وہ دال روٹی پر کیا گزارہ

مجھے احساس یہ کہ میں نے حضرت نے میرے تقریباً کر کے خلت غلطی کی۔ (ع ۱۲۰)
 مکینہ، اقصہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی غیبیہ دہلوی کے واقعات۔
 (۱) "اوسید اور معاصریت کیا ہے؟" سے پاک تھے۔
 - مولانا محمد لدھیانوی دہلوی نے فرماتے ہیں۔

قرآن اور صرف ان کی ایک فوجی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو میرے نزدیک تو ہم خودوں پر
 غالب ہے وہ ہے "اسلام" معاصریت "کی بنیاد" سے پاک ہو۔

ان کا یہ حصہ اور بہت سے پہلے پاک تھا۔ حسد انہوں کی دو پہوں میں ہے اس میں کسی قوم
 ہٹا ہوا ہے اور اسی حسد کی بنیاد کی وجہ سے حضرت امام غزالیؒ کے بیٹے قتل ہوئے۔
 نتیجی میں بی بی کائنات کو دیا۔ غیور معصومیت اور صوفیہ قتلہ قتلہ۔

سلط میں پڑے ہوئے۔ کوسہ اس مرض کا شکار ہوئے ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اپنے شیخ
 حضرت غزالیؒ سے مسلم شریف جبرائیل نے فرماتے ہوئے جب امام مسلم کے مامور تھے۔
 متعلقہ لفظ بعض "مستحق" آئے تو حضرت غزالیؒ نے اس پر ایک تقریر فرمائی کہ
 میں نے یہی حدت تک پہنچا دی۔ اور سوچی سمجھی کہ ہمارا کمال ہے۔ یہ حدت ہے۔ بزرگ ہیں اس
 مرض میں مبتلا ہوئے۔ "اس کی بنیاد ہے" حدت بعد سمجھ میں آیا کہ شیطان کی ہزاروں سے
 کوئی ہزاروں حدتیں ہیں۔ اب کوئی "غیر" کوئی نہیں سکتا۔ اور وہ حضرات ماری نہ تھے
 ان کی حدت میں کمال ہے۔ تو شیطان ان سے یہ (معاصریت) کہہ رہا۔
 ان کی حدتیں ان کی حدت سے زیادہ تھیں۔ ان کے تصور ان کی حدت سے فرمے۔
 بلکہ ان کی حدتیں ان کی حدت سے زیادہ تھیں۔ ان کی حدتیں ان کی حدت سے فرمے۔
 ان کی حدتیں ان کی حدت سے زیادہ تھیں۔ ان کی حدتیں ان کی حدت سے فرمے۔

معاصریت کی بنیاد ہے۔ ان کی حدتیں ان کی حدت سے زیادہ تھیں۔ ان کی حدتیں ان کی حدت سے فرمے۔
 ان کی حدتیں ان کی حدت سے زیادہ تھیں۔ ان کی حدتیں ان کی حدت سے فرمے۔
 ان کی حدتیں ان کی حدت سے زیادہ تھیں۔ ان کی حدتیں ان کی حدت سے فرمے۔

محاضرت کی نسبت دینی ہے، لیکن مولانا موصوف جہاں بھی میرا ذکر کرتے، انتہائی احترام سے ساتھ ساتھ ”مخدوم و مکرّم“ کے خطاب سے ذکر کرتے۔ حالانکہ مولانا جی ان کا ساتھ انتہائی پیروہم شدہ بندہ و اندک مجلسِ اخترِ نبوتِ مودّت کا سرکاری جرنل سیکریٹری ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف مافی مجلسِ تحفہ اخترِ نبوت کے ہاتھ دھیر اور زمانہ تھے، انہوں نے انہیں اپنے دوسرے کی حریف بھیجی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میری کتاب ”ادنیٰ فی النیت“ کے نام میں اصولی ”پروا“ مانند سیونوی شہید نے جو تقریباً کامی تھی وہ ان کی عظمت کی، نیکل ہے کہ انہوں نے اپنے ایک ہم عصر کے لئے اس وسعتِ قلبی اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دینا۔

تقریباً ایک حصہ ملائے فرمائیں

”میرے مخدوم و مکرّم جناب سوار، منظور احمد جینیوی، امرتسر کا قلم نے ”ادنیٰ فی النیت“ کو اپنی زندگی کا مقصد و حید بنالیا اور ”کلّ قریون مہی“ نے غائبی اسبوں نے، ”ادنیٰ فی النیت“ کو اپنی زندگی کا اور حید بنالیا۔ زبیر نظر کتاب کو ملنا، زبیر محمد حم نے ان وران کا بکھو ہے جو آپ نے دراعنوم، جو بند میں اہل نعمتوں کا ذکر ہے، حق ہے بعد میں ان کو نیت سے آرا لیا گیا۔ راقم الحروف نے اس کتاب کو (جو داراعنوم نے راقم الحروف کو بھیجی تھی) حرفاً حرفاً پڑھا اور جناب موصوف کے لئے دل سے دعا نہیں نکھیں، اللہ تعالیٰ ان کو سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔ آمین“

مولانا کی یہ خوبی ان کی سب خوبیوں پر غالب ہے جو انہوں کو ان کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔ بہت کم لوگ محاضرت کے عرض سے محظوظ ہوتے ہیں، یہی ان کی اہلیت اور عمدہ مقامِ اہلیت کی علامت ہے۔

حضرت لدھیانوی فرماتے ہیں (۱)

(۲) ”ایسے نہیں، بلکہ یہ سند میرے نام پر کر کے دیتے ہیں۔“

آپ کے خلیفہ، مجازِ حضرت مولانا کاردنی محمد طاہر مدنی صاحب تحریر فرماتے ہیں

مجھے تو مخصوص قدم نہ میرے جو شخص ہی وصف حضرت القدس کا یہ آتا ہے وہ آپ کی فنا نیت،

تو اٹھ اوروں پر اور اسی نے اس کو ایک واقعہ میں مبتلا کر دیا، اٹھنے کے بعد اسے جلد سے
پاک نئی جوت لٹائی گئی۔ بعد میں فوراً اس کی اس پر پوچھا کہ وہ کون سے علاقہ سے ہے اور روایت
حفاظت کیونکر کر رہا ہے۔

وہ رات کے محاذ پر فرائض پاک کر کے اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ صبح ہو کر وہ اپنے گھر سے
مضامین لکھ کر لے گئے۔ ان مضامین کے بعد اس پر لکھا گیا کہ یہ روایت افسانہ ہے۔ یہ ایک نثر
مرتب کر کے طبع کرانی دینی ہے۔ مایکے موقع پر اس نے اس کے افسانہ کے حوالے سے جواب دیا کہ
آپ مجھ سے کہہ سکتے ہیں کہ ایک سند ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس پر کچھ غلط روایت آپ بعد میں لکھ
کر لیا کرتے تھے۔ فراموشی اور غلطی کا وہ کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ سند یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ
پیش کے حصول میں وہ کچھ غلطی ہوئی۔ یہ اپنے لیے باعث اعزاز تھا۔ اسے ہم سے کہہ سکتے ہیں
اور تمام انسانی استعداد، یہ پیش کردہ مت کر دیتی۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰)

(۳) احتیاط اور چہرہ کی سرکشی۔

مولانا مرحوم احمد راجپوتی اور مرید برکات احمد نے فرماتے ہیں

ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی حقیقت کوئی غلط رسائی اور حق تعالیٰ کے عطا کردہ معرفت اور باری تعالیٰ سے انکس
(اپنے تمام کلمات سے) باعقب کا پناہ جو پہنچے اور پہنچے انکس آتے ہیں۔ اس حقیقت کو فراموش کرنا
مقام پر جہان بخشنی اور وہاں پہنچے اور کھانڈے جاتے ہیں۔

”حق اور جو ایک ایسا ہے جس سے اس نے برابر اور کوئی آتے نہیں۔“

اس کے مولانا محمد تقی نے اسی معنی میں کہا ہے کہ: ”یہ اپنی ہی اپنی اس کے لیے
تھے۔ ایک جہان بخشنی اور وہاں پہنچے اور کھانڈے جاتے ہیں۔“

”یہ جو وہاں تھے۔“ اور ان میں سے ایک اور معنی میں اس کا تعلق ہے کہ ان کے لیے ان کے لیے
انکس ہے اور اپنی اس کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
انکس ہے اور ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے

اپنی تالیف ”حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اور ان کے خلف نگار احمد امجدی فرماتے ہیں

نہیں ہوں۔ الحمد للہ جب بھی فرصت کا لمحہ ملے تو وہاں پر ڈکڑا کر رکی بیڑ چلتا سے نور ایس محسوس ہوتا ہے کہ زبان کی زبان پر۔ ہر قالب مشغول کچھ نہیں۔ بلکہ افکار پریشان اور فکرات وہ انداز کی۔ جو کادہ دینا ہے۔ حضرت و۔ ا۔ کہ سنا تو جتنا عشق اور دہیہ قلب تو نہا ہے وہ بھی پور محسوس نہیں ہوتا۔ و الحمد للہ نئے وقت نمازوں کے بعد حضرت و۔ ا۔ کے لئے ایسا ہی تھا۔ اور دینا ترقی و رجعت الہیہ نہ ہوتا ہوں کسی فی الحقیقت اور پھر کوئی سے اس کی خط سے کوئی سے کہ کسی دوسرے سے بھی نہ وائیں ہوتا۔

حضرت ایسا نگار و دور وقت و بھی ہے اور یہ استعداد بھی اور خط سے وائیں تو جہت سے عاید اور ہر قسم ضرورت کا بہت شہادت اور نہایت ادا کی رقم ہے۔

حضرت و۔ ا۔ ادا کیا کہ جسے سب حال جو بہت ادا کرنا چاہئے لکھ، انداز نہایت و۔ ا۔ عمل کرونگا حضرت و۔ ا۔ سے ملنے کی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت سے لے لکھیں اس کا بار و کو اپنی رضا و محبت سے بہ فرمائیں و۔ ا۔ ان کی عطا کر لے۔ جو خود ہی سے ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے رحم و فضل سے حضرت سے لکھیں کہ عاید ہاں پر تاقہ رکھے اور فیض و برکات میں شہادتا میں ملے بہت لکھ۔

و السلام کہ کم و رسم لکھ و برکات

محمد علی مصطفیٰ شاہ مدظلہ

جامعہ اسلامیہ بدریہ تھانہ کراچی

۲۶۔۱۰۔۱۳۷۰ھ

۲۶۔۱۰۔۱۳۷۰ھ

(ماخوذ از بیانات شہید اسلام علیہ السلام ص ۸۹۶)

امین ملت حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی رحمہ
اللہ کے واقعات :-

(۱) تواضع اور انکسار کا پیکر :-

مولانا محمد صاحب (کیر والا) آپ کے تذکرہ میں یہ قلم اتر میں :-

مناظر اسلام ترجمان امین ملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی یوں تو بہت سے
کلمات و صفات سے موسوف تھے لیکن بے شکسی و ذی وقعی کا وہ لب خاص تھا۔ وہ جوی منکر
انوار اور انتہائی تواضع انسان تھے وہ ایک بلند پایہ مناظر تھے نقاد کے ساتھ ساتھ بے حد
سادہ اور عینیت میں کامل تھے۔ آپ کے دیکھنے والوں کی اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ آپ
بہرہ انکسار کے سرچھے تھے اور آپ اس نفسی و لب میں سلف صاحبین کی یادگار تھے۔ بڑا
سادگی و سادگی میں کوئی بیوی اور انبہاء سے بہت بڑی ہوتی تھی رفتہ رفتہ انکسار و شہت
وہ حکومت خزانہ انداز میں یہ وصف بہت فرمایا تھا۔ اپنے پیچونوں یا خاص طلباء کے ساتھ
اس اعتبار سے زلزل تھا اور جب دیکھ لیا، مشائخ کرام سے ملنے تو ان کے سامنے رہا تو تواضع
ان بات۔ ان کا بیات و جدا جدا اور وہ فرماتے تھے جلد بھی تو ان کے سامنے طالب
خانہ ملے۔ اور ان کو برکر مینے تھے۔ یہ تواضع و سادگی جلد واقعات کے ساتھ اندر
موجود تھی۔ آپ کی طبیعت میں تعصب کا نام و نشان نہیں تھا شہت و ناموری کا چڑچڑہے
آپ کی طبیعت میں پیرایہ نہ ہوا ہو۔ کبھی کوئی نمایاں لباس زیب تن نہیں فرماتے تھے جلد
سادہ زندگی اور سادہ برائی بر معاشے میں رہتے تھے۔ جو عمرات آپ سے صرف نام کی حد
تک دھارے ہوتے وہ آپ کو دیکھنے سے پہلے آپ کا جو قصور ذات میں ہا لیتے وہ آپ کو
دیکھنے کے وقت آپ کو اپنی اس خدائی صورت اور غنی قطع سے بالکل مختلف ہوتے۔ یہ گندہ
آپ کی جو برائی میں طبیعت اور آپ کی مائتھران صلاحیتوں کی یہ معمولی شہت سن کر
آپ کی ظاہری صورت اور تواضع قطع و قصص سے آراستہ خیال کرتے لیکن حسب انکسار آپ کی
اصلی صورت دیکھنے کی سعادت حاصل ہوتی تو وہ دھم دھم رہا جاتے اور ان کا ذہن یہ ماننے کے

دورانام و نمودی ظاہری شان و شوکت سے کوسوں دور حضرت نے کسی بڑے سے بڑے پروگرام پر جانا ہوتا یا کسی بڑے اجلاس میں تب بھی دھلے کپڑے بغیر استی کے پہن کر چل پڑتے۔ جوتی بھی کسی دوسرے نے پالش کر دی تو ٹھیک ورنہ جس حالات میں ہے ٹھیک ہے۔ اور اگر طویل سفر ہوتا تو کپڑے کے تھیلے میں ایک دو جوڑے کپڑے کے ساتھ لے لیتے۔ نہ خادم کی ضرورت نہ تھیلا اٹھانے والے کی ضرورت: حضرت کو پیشاب کی تکلیف کا عارضہ تھا اگر پیشاب میں دیر ہو جاتی تو بعض مرتبہ گروہوں کی تکلیف شروع ہو جاتی بلڈ پریشر، گھٹنوں میں درد اور دائمی نزلہ، زکام، بھی تھا اس کے باوجود بھی آپ ہمیشہ ویکٹوں اور بسوں میں سفر کرتے، آپ داعی حضرات کے سامنے نہ اپنی اس تکلیف کا اظہار کرتے نہ کار موزر کی شرط لگاتے بلکہ کئی دفعہ فرمایا: ہمیں دعوت دینے والے غریب لوگ ہوتے ہیں، ان پر کار کا بوجھ و المناطیعت گوارہ نہیں کرتی، آپ نے یہ کبھی نہیں دیکھا تھا کہ اشتہار میں میرا نام کس انداز سے اور کن القاب سے لکھا گیا ہے نہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ لوگ میرا استقبال کرنے کے لئے آئیں اور مجھے جلوس کی شکل میں شایان شان طریقہ سے لجا لیں، نہ کوئی خاص رہائش کا مطالبہ نہ کسی خاص کھانے کا، جیسا بھی کھانا مل گیا حسب منشاء وہی کھالیا، رہائش کا کمرہ دیکھو تو بستر بڑا سادہ برتن بقدر ضرورت، نمائش نام کی کوئی چیز نہیں بس کمرہ میں آپ ہیں کتابیں ہیں اور کاغذ ہے اور قلم ہے اور آپ ہمہ وقت مطالعہ میں اور لکھنے میں مصروف آپ نمائشی چیزوں سے خوش ہونے کے بجائے کتابوں سے خوش رہتے، ان کو مطالعہ اور لکھنے پڑھنے سے فرصت ہی کہاں تھی، جو آپ اپنی آرائش و زیبائش کی طرف توجہ دیتے بلکہ آپ اپنے طلبہ کے لئے نمود و نمائش کے تکلفات کو ناپسند کرتے، اگر کوئی ایسا کرتا تو آپ دبے لفظوں میں اور مزاح کے انداز میں اس کے سامنے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیتے، جب تک مولانا اوکاڑوی کو نہ دیکھا تھا میرے دل، دماغ پر بچپن سے مولانا محمد علی جالندھری پر وقار پر عظمت سادگی کے اعتبار سے چھائے ہوئے تھے نین جب میں نے مولانا اوکاڑوی کو دیکھا تو مولانا جالندھری کا عکس نظر آئے، مولانا جالندھری کی طرح آپ

میں سادگی ہے مگر پرہیزگار، خوش حوصلہ ہے لیکن با مقصود، بے تکلفی ہے لیکن سنجیدہ، علمی اور گہری بات ہے مگر انداز بیان عام فہم اور سادہ۔
(ایضاً ص ۱۹۰)

(۳) ”وہ چھوٹوں کو بھی بڑا بنادیتے تھے۔“

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدیر ماہنامہ ”الغیر“ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا مرحوم علمی، تحریر، دستِ مطالعہ اور غیر معمولی نہایت دُرُکات کے باوجود مجسماً اکتسار تھے اس توضع اور بے تشبیہ کا اندازہ ان کی سادگی، بے تکلفی، محنت، بھرپور فکرو خوش الحانی سے بآسانی ہو جاتا تھا۔ ”حق تعالیٰ ایک مرتبہ ”الغیر“ کے ناظم مولوی فیاض احمد صاحب مدد کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ”میں حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں“ مولوی دیر کے بعد یہ دیکھ کر انتہا، ندرت کی کہ حضرت مولانا بنفس نفیس دفتر ”الغیر“ میں چلے آ رہے ہیں مجھے انتہائی ندرت و شرمندگی ہوئی اور یہ احساس ہوا کہ بیچارہ بیچنے سے بہتر حاضر ہو جاؤں گا، تاکہ حضرت مولانا کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ دفتر کی حیثیت سے مولانا کے شاگردوں سے بھی کہہ رہے۔ یہ ان کی محبت و شفقت، محبت و انصاف اور تواضع و بے تشبیہ کا کمال تھا کہ وہ چھوٹوں کو بھی بڑا بنادیتے تھے۔
(ص ۲۶۲)

(۴) ”میرے ساتھ تو وہ چلے کہ میں اس کی جوتیاں سیدھی کروں۔“

مولانا فیاض احمد عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایک دن قمر سے ملا یہی سہ بعد جو میرا مولانا کی معیت میں سوا تھا فرمانے لگے آئندہ چھپے ساتھ نہیں لے چلوں گا۔ اس لیے میرے ساتھ تو وہ چلے کہ میں اس کی جوتیاں سیدھی کروں جبکہ تو میری جوتیاں سیدھی کرتا رہا۔
(ص ۲۷۵)

(۵) ”سادہ اور بے تکلف زندگی۔“

مولانا نعیم الدین صاحب لاہور تحریر فرماتے ہیں:

حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”امۃ اذا آمن الایمان“ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ ارشاد مبارک کوسرے دیکھتے ہوئے جب ہم مولانا کا کافروں کی طرح سادگی کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ

سادگی کا مرقع نکھر آتی ہے۔ آپ کے لباس و پوشاک میں سادگی، سحر و جہت اور دلچسپیت و برخاست میں سادگی، فقر و فاقہ پر سادگی، الغرض آپ کی ہر چیز اور ہر بات سادگی کا آئینہ دار تھی۔ باوجودیکہ قدرت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا اور ہر جگہ ہر جہت میں آپ کا اثر تھا لیکن اس کے باوجود آپ میں سادگی اور مسکنت اس قدر کثرت کہ کثرت کہ بھری ہوئی تھی کہ آپ سے ناواقف آدمی کے لئے آپ کو عالم و مناظر سمجھنا مشکل تھا۔

ایک مرتبہ مولانا مرحوم نے راقم سے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ کراچی کے ایک بڑے مدرسہ میں گیا وہاں میرے ایک شاگرد مدرسے میں تھے انہوں نے اس مدرسے کے ایک بڑے اور نامی کمرای عالم سے میری ملاقات کروائی تھا وہ کراچی وقت انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ بہت بڑے منظر ہیں ان عالم صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ جناب کی تعظیم کیا ہے؟ کہاں کے خارج ہیں؟ میں نے کہا حضرت میں تو کچھ بھی نہیں، صرف ایک اسکول اسٹریوٹوں۔ اس پر ان عالم صاحب نے فرمایا مگر تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔

مولانا مرحوم نے چونکہ اپنی فطری تواضع اور سادگی کی بنا پر اپنا معمولی تعارف کروایا تھا اس لیے وہ عالم مولانا مرحوم کی قدر و قیمت نہ جان سکے۔

آپ بارہا ناچیز کے مکان و مکتبہ پر تشریف لائے اور عام آدمیوں کی طرح ایسے بے تکلف انداز میں رہے کہ خود ناچیز کو شرمندگی ہی ہو نے لگی۔ آپ کی زندگی میں نہ کوئی پروٹوکول تھا نہ بنو بچو کا شور تھا۔ نہ سوٹی سے آتے تھے اور نہ سوٹی سے چلے جاتے تھے نہ کھانے پینے میں تکلف تھا۔ نہ آنے جانے میں۔

سادگی کے ساتھ مولانا مرحوم میں تواضع اور عاجزی بھی انتہاء درجہ کی تھی۔ باوجودیکہ آپ ایک کامیاب مناظر مقبول ترین خطیب و مقرر اور حق کے بے باک ترجمان تھے لیکن آپ کے قول و فعل سے کسی قسم کی مسود و فخر و غش، اٹلی اور بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ جس مقام پر اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی سے جھک کر کرتے آپ اسے اپنے اکبر کا غلیل قرار دیتے۔ آپ کا ہر ایک سے ملنے کا اندازہ متعین تھا جس سے ہر ایک کو سمجھتا تھا کہ مولانا کو مجھ سے بہت زیادہ

دوسرے سے کہنے لگا، ایک تو سفیر الی لے جا اٹک کیا ہوا ہے۔ جب دیکھ چنہ ہا اٹکے کے لئے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بچہ چار سے میرے کپڑے اور تھیلے، ٹیچر کے لئے دوسرے کا خیر بکھیرا ہے۔ میں ان کی باتیں سن کر خاموش بیٹھ بیٹھا۔ ۲۰۲۲ یا کب نہ میں سے ایک کہنے لگا کہ آج کا کام سے مولوی امین صاحب آئیں گے۔ اور یہ عقلمند بن کر ایسی تھیں کریں گے میں دل ہی دل میں بیٹھا سوچتا ہوں، یاد رہتا ہوں کہ یہ بچہ چار سے اپنے دل میں نہ یہ معلوم میری شخصیت کا کیا تصور لیے بیٹھے ہیں۔ پہلے تو میں نے ان کی تھیلے میں دیکھیں ہوا مناسب نہ سمجھ لیکن میری فکر بیک وقت قریب قریب تھا اس نے مجھ میں سے ان سے مل کر طلب کرنے کہ میں نے غصہ کیا ہے، انہوں نے پی پی پی و ادائی سے غصہ کیا ہے تو مسجد میں پانا میں نے کہا بھائی میں بہت دور سے آیا ہوں، اور یہاں یہ وقت انہیں ہوں۔ آپ غل غل خانے تک میری رہنمائی فرمادیں انہوں نے طے اچھا ہے پھر انہوں نے کہا ہوا؟ میں نے کہا اوجڑا ہوا ہے، اگلے روز کا کام سن کر وہ چونکے اور پوچھا: آپ ہمارے کیا ہے؟ میں نے کہا محمد امین، پھر تو وہ اپنی گفتگو اور طرز گفتگو پر بہت پسندیدہ دئے اور معذرت کرنے لگے، اب میں نے آپ سے غصہ کرنے کا ذکر کیا تو مجھے ادکل دلالتی ہوا، وہاں پہلے اس قسم کے متعدد واقعات مولانا مرحوم کو آئے ہیں۔

(ع ۳۲۹)

(۷) حق مغفرت کرے مجھ پر آزاد ہو دھڑکا۔

مولانا دیکھیں یہ غصہ جب بکا توئی، قصہ راز ہیں۔

میرے لیے سلو او واہسہیات کی دیگر تعینات میں سے مولوی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور مولانا کو زراعی سادگی کے اس وصف خاص میں اس کے کامل و یکساں نمونہ ہی نہ تھے۔ بلکہ مظہر اترتے تھے۔ اس وصف خاص میں میں سے اس طرح کا دوسرا کوئی بھی فرد ان کا دس میں شریک و شریک نہ تھا۔

میں سادہ دین و دوزبان دوست۔

مولانا کا زراعی ہے لباس پوشاک، درجہ بہ درجہ خوش میں از خود طبع کمال، دوزبان کی سادگی

ہے کہ قاضی ہی نہیں بلکہ عامل بھی تھے۔ انجان و تہ قیامت جسے پہلے کبھی بھی مولانا سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ مولانا نے جو اردو و پنجابی تصور بھی نہ کیا تھا کہ اس حیثیت پر تہ۔ کہ کاندھ کا عام فاضل یا سب سے پہلے و ملاقات اس قدر سادہ بھی ہو سکتی ہے۔ مولانا ابو بکر غازی پوری دوست پر حاکم ہے۔ مریضہ "زم زم" کے ساتھ اس کا دورہ کر کے ہی مریضہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"نعم مددنا محمد۔ میں سعد مراد میں ذات بالکس فرامی تھی۔ مجھے جتنے آئے تو بدن پر آپ سے سمجھ لی کرتی اور ایک معمولی تھی اور مریضہ میں غوی اور آپ بہت کم قیمت کا دوا مل تھی۔ منظر اسٹار کی یہ مارکیٹ اور قاضی کے گھر پر آگے پہنچا کر مجھے اپنے اکابر و دوا کے (زم زم جلد ۲ شمارہ ۶)

زمانہ حال شہر و دلا سدری انجمن پر پڑھنے سے کہ کچھ کچھ نعروں اور بلند بانگ بیانی کا سے برکتیں انکس اور ہم خود غایت و غنیمت کے خواہشات القابات اور جہاد و شہاد کے سہ سے اترتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسے ہی دامن و گلوں کا ذکر و ذکر کھنڈر سے ہم آج تک ہے اور نہ ہی بائیں و پورٹک اور وضع تبلیغ میں اتباع شریعت کے پاس لیا جاتا ہے اور نہ ہی جال احاس اور بدو یاں میں تعلیمات نبوی کا نمونہ۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ سرکار دوا ^{صلی اللہ علیہ وسلم} جب کبھی حضرت سحابہؓ کو دوا و مصلحت اندہ تعویظ و نصیحتیں کے درمیان تکلیف فرما ہوتے اور باہر سے آتی دوا تھیں و انجان سے فر آجاتا تو اسے در وقت کئے بغیر چور و کار نہ تھا کہ تم میں سے کچھ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} دن ہیں۔

میں نے اسے نبوی کے لئے نہ کوئی ناس نہ سے کاوشی اور نہ ہی کوئی نمایاں کردار اور نہ ہی کسی قسم کی امتیازی نام و نمود تھی۔ وہ دوا دوا کردار اپنی طرف متوجہ نہ کیا۔

حق مغفرت کرے عجب زار دوا دوا۔

(ع ۳۷۳)

(۸) اصغر غازی:-

مواہ: مرقہ لکھی سہا پہ تجریمات میں

صغر غازی کا یہ نام تھا کہ ایک مرتبہ جو دوا کے مہینہ میں جمعہ کے دن دوا دوا کے وقت

تھوڑے دے گا۔ دو سو روپے اس آئے کہا میں فریب آدمی ہوں۔ میرے پاس تو پچیس ٹھیکس کہ
 مناظرہ کر اؤں۔ میرے پاس روٹی کا خرچہ بھی نہیں ہے مسک کا معاملہ ہے اگر آپ چھس تو
 آپ کی میرانی ہوئی فریب میں سے عافی بھری اور وہیں جا کر سفر کیا اور میرے ساتھ
 ضعیف فرما لی تو اس پر دند نے خوش ہو کر مجھے پانچ روپے دیے اور میں خوشی سے واپس
 آ گیا۔ فرمایا کہ اب شیعہ کو ہٹا چلا کہ ان کے معاملہ کو صرف پانچ روپے سے میں تو اسکا
 نے دو بار پچھلے کیا کہ امین کو دوا کو اب دو ہیٹ کر دیکھا ہے تو ہم سنی ہو چکے ہیں۔ خیر وہ
 بڑا۔ پھر آئے کہ اب وہ بارہ سو ظہر کرنا ہے میں نے سب ٹھیک ہے جس وقت پر پہنچ چکے ہیں
 کا فرمایا کہ وہاں چاپ سے کافی دور تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ اس کی گال پر لینے کے لئے آیا
 ۔ میں اس کے ساتھ ساتھ ٹیکل پر سو رہا کہ منظر دیکھ کر اس کی طرف سے وہ ہاتھ کھینچتے ہیں چند دہائی
 آئے اور ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئے کہ خدا کے لیے آپ منظر دیکھ کر میں کیونکہ دوسری طرف
 منظرہ کرنے والے میرے ہیں۔ ہمیں پتہ چلا تھا کہ آپ کو صرف پانچ روپے ملے ہیں اس لیے
 آپ دو سو روٹھیں آئیں۔ میں نے پچھلے کر دیا اور آپ پھر آ گئے تھیں وہو جو راہ منظر
 کر چکی سے کھینچ کر آ رہا تھا جو راہ چاہیں ہزار خرچ ہوا ہے اس لیے اس میں دست نہیں کہ
 منظرہ کر دیا کہ میری آپ وہاں پہنچے جائیں میں نے کہا کہ آپ مناظرہ کر کے
 والے ہزاروں سے نہیں جو وہ نہیں ہے۔ میں ہو گا اس طرح وہ بارہ سو ہیٹ جان جا اور
 میں واپس آ گیا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک فارغ منظر اسے جزی سے پانچ روپے ملے اور وہ پھر جزی
 کی تیغ سے لیے پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح کے واقعات سے استاد جی رحمہ اللہ کی زندگی بخوبی
 بڑی ہے۔ اور استاد جی ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے کہ جلسے والوں پر جو چند پائے نہ کسی قسم
 کی سواری کا مطالبہ نہ ہی کرنے پہنچے اور فیس کا مطالبہ میں نے اکابر علماء دین ہند کا مذاق
 سکتوں میں پڑا یہی استاد جی کو پایا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استودج کی حفاظت
 صحابہ فرمائے اور انہیں اپنی جو اور دست میں جہد دے اور ہر مذہب کا ان و متعقین کو صبر کی اور

ٹھکانہ دہلی وچھوڑنے اور تھوڑی دُور چلنے پر چھوڑنے کی ترتیب ہے۔

2.1.1

(۱۰) - ساریں کا ایک وقت۔

۱۔ ہندو تہذیب و تمدن (پیشہ) کے بارے میں

حاضر ہے۔ اس بات پر حیران کیا گیا کہ انہیں چار ماہ پرچہ ایک کے لئے فراہم کیا گیا ہے جب کہ وہ ایک ہی جگہ پر رہتے ہیں اور ان کی طبیعت پر کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی ہے، باقی چار سہ ماہیہ بھیجے گئے تھے، یہ سب کو حاضر ہے۔ اس بات پر حیران کیا گیا کہ ان کے پاس ایک اور سہ ماہیہ بھیجی گئی ہے۔

(۱۹۸۳ء)

(245)

(ii) راجہ

مجلس شورای اسلامی

حدیث و کتابت کی شمع دار احمد رضا جوہر کی اختصار و تفسیر کے ساتھ ساتھ ان کی تالیفات پر مبنی کتب کا مجموعہ ہے۔

Journal of Management Inquiry

آئیے مرتبہ کہیں مختصر موعودے کے لئے یہاں شہ قہر قائم ہے۔ کیا امت کو نئے یوں میں ہے۔ یہ کہ جہاں سے انہیں مخلوق کو ہوا یا بار بار ہے۔ اس قدر وہ انہیں حضرت جبریل علیہ السلام سے کسی میں نہیں دیکھی۔ یہ حضرت علی کو واضح کی حد سے ہی اندہ کافی ہے۔ اس قدر جلد و تمام تک پہنچا تھا۔

خطرات بھی کسی لڑکی کویت نہ دیتے، اگر کوئی اور اٹھنے کی نصیحت دیتا تو حضرت امی غریب لڑکی غریب بنتے۔

اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے محقق محمد نور صاحب کو "بڑے مولانا" کے لقب سے یاد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "مولانا! اب جب کا محمد مجھ سے بہت زیادہ نکلے ہوئے ہیں تو چاہتے ہیں کہ مجھ کو جانتے سمجھتے۔"

مولانا فیض اللہ میں مناسب لکھتے ہیں۔

راوی کے ساتھ مولانا سرسور میں تو ضعیف اور عاجزی بھی اکتفا دینا چاہیے۔ مولانا نے آپ
 ایک کامیاب مناظرہ قبول کرنا طیب و قہر اور حق کے یہاں کہ تو ایمان تھے لیکن آپ نے
 قبول نہیں کیا کسی قسم کی توبہ و انکشاف اعلیٰ اور بڑائی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جس میں آپ بھی اللہ
 تعالیٰ آپ کو کامیابی سے نوازا کرتے آپ اسے اپنے انکار کا ٹھیکل قرار دیتے۔ آپ کا یہ
 ایک سے ملنے کا انداز فقہ و فہم سے ہر ایک سے بڑھتا تھا کہ مولانا کو سمجھ سے بہت زیادہ
 تعلق ہے۔ مولانا کا آپ مولانا سے ملے کوئی چارہ تو ایک خط لکھتے۔ آپ کسی تو یہی
 پر اور میں شریعت کے موقع پر پتہ دے لے لے۔
 علمی جامعہ ص ۱۱۱

(۱۲) کسی کی نیکو خراب کرنا مناسب نہ جانا۔

مولانا غید الحق خان بتیر لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک پرانے نام سے ملے جس پھر وہاں شریعت کے قواعد و اصول پلٹے ان دنوں
 دو کو اپنی میں قیام پے پڑے تھے۔ (۱) فقر کے تمام نامہ دار حضرات سوچے تھے مولانا ماحول کی و
 دیکھے بغیر مسجد میں بیٹے تھے اور بغیر ہستی مسجد نے حق میں سوئے تھے۔ اللہ قاضی بھی ہی
 پر انہوں کے سلسلہ میں۔ اسے کو ہیں حق اچھے پڑ چلا تو مجھے التجائی افسوس ہوا میں نے کہا
 آپ نے فقر میں سے کسی کو دیکھا نہیں ہے؟ اسے سب کاوتے منکر اگر بے نیاز ہی نے فرمایا کہ
 "اسات تھوڑی سی بات تھی" (۲) چاہئے (۳) مولانا نے کہا: "اسات تھوڑی سی بات تھی" (۴)
 تھی میں نے لکھتے ہیں کہ کسی کی نیکو خراب کرنا مناسب نہ جھانکے۔ (۵) مولانا ص ۱۱۱

(۱۳) غریبی میں مہربانی کرنا۔

مولانا مفتی جان اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

عرب و روم اور اقرب و باعد سے پہلے لکھتے تھے: (۱) مولانا جہاد و اقبال جو اس وقت
 انھوں میں سے تھے۔ پہلے خط کے جواب میں ایک غریبی تھی کہ بال میں "اسات
 اب بھی" (۲) مولانا کے نام سے موجود ہے یہ نظم پیغام غوری کا شہکار ہے اس کا مطلع بہت

رفقہ قیامت کی ہے پاؤں میں ہیں پیمانے

(س ۱۳)

(۱۳) سلسلہ رحمی اور رقت قبلی کا حیران کن واقعہ اور

انہی فی جہانوں کے دہانے سے مولاؑ کا مرحوم بی رحم دہلی کے بہادر واقعہ جی رہی
 اللہوں کے ماحضے میں ایسی زبیریں ہوں مولاؑ کی طبعی و طبعی اختلاف کے مولاؑ کا مرحوم کی رحمہ کی
 کا عجیب واقعہ تھا

فرماتے ہیں کہ مولاؑ کا مولا محمد ارشد کا غسل پوری (توہیر انوار) کے بیان پر ایک واقعہ
 مولاؑ کا مرحوم میرے پاس پہنچا تو سبیل مانگا آپ آتے تھے ایک اے برادر! اے میرے بعد مولاؑ کا
 بھگت کرنے کے لیے مولاؑ کا پیرا سے تھے کہ اچھا ایسا قرب آیا اور ایسا قرب کیا
 مانیہ تھے سے زخمی ہوئے مولاؑ کا مرحوم جو جاتے جاتے تھے اور تھے تو وہیں آجائے جاتے
 ہوئے قرعہ ہوں پھر انہوں نے شیعہ کا کفن کیا اس کے نوپائی پلائی۔ تھے انہوں نے
 سنبھلی تو اسے لیچے لایا اور اسے پیچھے کرانے کے لیے وہی آہستہ سے ہونے والے اور
 دینے

اس ایک واقعہ کے مولاؑ کے رحمہ کی احکامات کا کوئی اثر نہ رہا تھا ہے۔

ہم خود واقعہ میں وہاں کے شہید

ہم انہیں جی جی کو دے دیا

فقیر العصر حضرت مولاؑ کا مشق عہد اشکو رسا حسب قریبی رحمہ اللہ کے
 واقعات :-

(۱) سرایا بخیر و انکسار :-

آپ کے فرار اور ہمدان سے مولاؑ کی سیدہ رحمہ اللہ کی حسب قریبی رحمہ اللہ کے
 پیر حمزہ کے فلسفہ کے بارے میں فرماتے ہیں

مولاؑ نے اللہ کی رحمت کے ساتھ ہی انسان کے لیے مولاؑ کی رحمت فرماتے تھے اور فقہ حنفی

نفس اور اصلاح نفس پر زور دیتے تھے۔ آپ کا یہ طرز عمل عوام میں مشہور تھا۔ نظریکی اصلاح کے لیے تھوڑا بوجھ ضرورت میں آپ باقاعدہ اکابر کی طرف سے مجاز اور اس راستہ کے خوب اتفاق کار اور ماہر تھے لیکن عرصہ در زمانہ عمل آپ نے خود بخود سماجی کو بیعت نہیں فرمایا۔ اول تو اس سلسلہ میں آپ کما کما اختفا کے قائل تھے اور یہ آپ کی عادت اور حال تھا اسی لئے الٰہی خلافت اور اجازت بیعت و تلقین کا ذکر وہ خاص اصحاب سے بھی نہیں فرماتے تھے اگر کوئی بیعت کے لئے کہتا تو آپ اس کی دوسرے مشہور معروف بچے مسلک کے اصحاب سلسلہ کی طرف راہنمائی فرما دیتے۔ آپ کا یہ معمول تقریباً آخر حیات تک رہا۔ زندگی کے آخری چند سالوں میں صرف اتحاد فرق آگیا کہ اگر کوئی اصرار کرتا تو آپ اسے اصداغی تعلق کی اجازت عطا فرماتے، بیعت کا معمول نہیں تھا، صرف چند حضرات ایسے ہیں جن کو بعد ازیں تعلق کے ساتھ ان کے اصرار پر آپ نے بیعت بھی فرمایا، اہل بیت خوانین اس سے مستثنیٰ نہیں ان کو بعد از بیعت، طائفہ اولہ اور اہل تلقین فرما دیتے تھے۔ جب انوار ہنجر حصہ دوم میں حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ نے اپنے خلفاء اور مجازین میں آپ کا نام شائع کیا تو اس وقت آپ کے بعض اصحاب کو علم ہوا مگر اس کے باوجود حضرت عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات تک آپ نے کسی کو بیعت نہیں فرمایا بلکہ جب حضرت عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہر ماند قیام اللہ واللہ یہ آپ کو محرم الحرام ۱۲۵۵ھ میں خدمت عطا کی تو آپ نے وہابی پر ایک خط میں اس خدمت سے معذرت لکھ دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کو قبول نہیں فرمایا مگر اختیار دے دیا کہ دل چاہے بیعت کر لیں ورنہ نہیں، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کو بیعت نہیں فرمایا، کوئی زیادہ اصرار کرتا تو فرما دیتے کہ میں نے حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلہ میں اجازت لے لی تھی حضرت نے فرمایا تھا کہ دل چاہے تو بیعت کر لیں اور ہر اول نہیں چاہتا اس لئے بیعت نہیں کرتا۔

ایک مکتوب گرامی میں حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اٹھ

بیعت کا طریقہ در خطبہ بھی اپنے قلم مبارک سے لکھ کر بھیجا تھا، مگر آپ فرماتے تھے کہ مجھے بیعت کرنے سے خطبہ خطاب ہونا ہے اس لئے عرصہ دراز تک جی کو بیعت نہیں فرمائی۔

احقر کے خیال میں جس کی ایک چوتھو عوام کے عقیدہ کی اصلاح اور دوسری بڑی چیز آپ کی نکایت ہے۔ اس کے بعد یہ مقدمہ پر ناگزیر ہونے کے باوجود آپ اپنے آپ کو اس کا عمل نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب آپ سے مخبرم جناب نزل تو رہی تو شہداء ارجمند صواب نے اپنے حالات لکھنے کے لئے درخواست کی تو آپ نے ان کے جواب میں یہ کتاب سری لکھ کر اس سے بھی مسکن و نایب دینی ہے، اس کے لئے ابتدائی چند سطریں پڑھ کر یہ حقیقت بائیں میں ہو جاتی۔ جبکہ آپ نے اپنے آپ کو بائیں میں منایا ہوا تھا۔

قادی صواب ممدوف کو سلامت بخون کے بعد آپ نے فرماتے ہیں۔

حکایت نامہ میں اپنے حالات لکھا کہ میں کیا اور میرے حالات کیا و حوالہ صواب لا ینفاس ہے۔ صواب جس کو لکھا کا سبق پر حوالہ دیا ہے۔ وہ اپنے دیوانہ و بھلا ہے۔ اس کے بعد یہ کہ وہ اپنے نہیں، دور و عانی ہونے اور کا بڑے محکمہ حال میں رہا ہوں، کہ اسے ضمن میں اس کا ذکر ہے۔ اس کے بعد بھی حالات "جائیں" کے یہ بھی اولیٰ تو آپ کی صواب کی بنا پر طلبہ صواب طبعی بن جائے اور کو کیا جواب ہے۔

دوسرے طبع میں ہے کہ ان متنبہین کے ذکر کے ساتھ اس کا ذکر کیا کہ اس کے کہ تو ان کی برکت سے کام لیں، صواب وہ اور صحیح بات نہیں، جبکہ جلی لکھائی کے عجیب و غریب مسائل کے طرف صواب نظر نہ دیا، تو جو اسے حسرت و اندامت کے ساتھ اور نہیں پاتا، اس لئے صواب اثر فی طرف اس کا ذکر کے ساتھ صواب سے طبع کے ساتھ تو صواب کے ہر نامی کے اور کچھ حاصل نہیں، مگر اپنے خیال میں جو یہ محاورے اور وسیلہ نبوت تصور کیا جاتا ہوں، وہ صحیح بات نہیں ہے کہ "من آقا محمد" لکھنے کا حق بھی اس کا ذکر کو نہیں پہنچتی کہ اس سے بھی ایک کو نہ معرفت نہیں کا دعویٰ ہے۔ پھر صواب اثر فی طرف غلبہ فقہ عرفیہ پر معرفت صواب کا دعویٰ سترجح ہوتا ہے، ورنہ یہ ہے کہ فی کے سمت کے ساتھ دعویٰ کا کوئی ہر نہیں ہے۔

حضرت رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی اس تقریر سے واضح ہے کہ آپ قرایت سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت سے آپ کو حد درجہ تکمیل تھی، انٹرایکٹیو تھے کہ مقصد کا سامنے روئے حال کی وضاحت کے کرتے رہتے تھے اور ہر سنی یا سنیہ راستہ سے ان کا مزاجہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہے تو پھر سب کچھ سب کچھ سب کچھ سب کچھ سے نیا، دیکھا۔

(حیات ترمذی ص ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶)

(۲) ”یہ بات میری برہم لڑکی کا سلیپ بین جاسے کی۔“

مختصر میں یہ جو رمضان صاحب آپ کے ملفوظات قرآنی کرتے، اسے فرماتے ہیں احقر راقم سے جو کہ آپ بزرگ نے فرمایا کہ ایک دن میں ان کی بی بی باور، میں حضرت مفتی صاحب دسر اللہ کو ملنے گیا تو میں نے عرض کی کہ ہانا ہے انی یہ بتا ہے کہ میں آپ سے دست اقدس کو جو رسواں تو حضرت سے فرمایا، ”جو رسواں دینے میں کوئی نہیں، میں آپ سے رسواں دینے کے تو کہیں میرے پاس میں یہ نہ آیا ہے کہ میں نبوت والا دینی میں گیا ہوں ایک میرے ہاتھوں کو رسوا دیتے ہیں، یہ بات میری برہم لڑکی کا سلیپ بین جاسے کی اس نے میں دوسری نہیں دینے دیتا۔“ (ص ۵۲۰)

(۳) ”تو اضع اور رسوا دینی کے حسین مرقع۔“

حضرت عبید اللہ مفتی محمد شاد صاحب (فاضل جامعہ دارالعلوم دیوبند) کو منع فرما

تھا:

حضرت کی قاضی و انکار کی کا عجیب عام تھا جو اہم چیزوں کے لئے قابل تھکیر اور بہتر بن عورت ہے کہ آپ بھی و علی تجھ اور بے مثال عفت اور عقل و بصیرت اور فراست و پارسیت کے بارہو اپنے آپ کو چھوڑیں سمجھتے تھے کہ انہی آپ کو بھی انہی شرافت و بیادیت کے ساتھ بچپن سے ہی سجدہ العزت نکھرا کر حضرت خزانہ فی قدس سرہ کے دربارہ عالی میں رہتے اور پھر سہارنپور، دیوبند بھی انہی علمیں اور کجاہوں میں وقت کے شیوہ سے انہی وہ کارنامے حاصل کیا۔ اس نے ساتھ تصوف و حاکم میں حضرت مفتی محمد حسن صاحب

ان کا تعلق اور مخالف نے فکر یہ نظر دینی اور میں مہضوں و محنت دیکھتے ہیں اور مختلف
 ہر دین میں دین کے ساتھ تعلق فرماتے ہیں ان کے خلاف اور ان کے ساتھ میں بھی نہیں
 طویل و دراز فرماتے ہیں اور میں مہضوں و محنت دیکھتے ہیں اور مختلف
 ہر دین میں دین کے ساتھ تعلق فرماتے ہیں ان کے خلاف اور ان کے ساتھ میں بھی نہیں
 معلوم ہوتا ہوئی یہاں نہیں ہوتی خلاف نہیں یہ اصل میں رہائی تو ہے حتیٰ مددگار دینی غرض
 ہے آپ دین کے مرتب نہیں تھے۔

اس موقع کی مناسبت سے یاد آئے کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ سربراہ ساما سے
 پاسد ہوا یہ فیصل آئے کہ جہاں میں ثابت فرماتے تھے اور تفریر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ
 آپ نے وہاں اس مقام پر بیان فرمایا کہ ”مجھے پتہ نہیں کہ اگر حضرت نے معنی طلب میں
 یہ وقت مشہور ہو جائے کہ مجھے پتہ نہیں کہ مالانکہ اس وقت حضرت نے تقریباً آئینے طویل
 یوں فرمایا تھا۔ آخر نے حضرت اقدس و ان کے مرتبہ فوش طبعی میں مہضوں و محنت دیکھتے ہیں
 آپ کے بارے میں یہ ہے کہ ”مجھے پتہ نہیں کہ اگر حضرت اقدس نے فرماتے اور فرمایا
 کہ یہ تو صحیح ہے کہ حق ہے پتہ نہیں آتا اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔
 کاش ایہ دعوت نہیں بھی کرے کہ یہ ہے کہ تم بھی سمجھ لیں کہ یہیں پتہ نہیں آتا۔“

(جہاں میں ۱۹۶۶ء-۱۹۷۳ء)

فتیہ العظمیٰ مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب
 ندوہ نوکی رحمہ اللہ کے واقعات اور
 تواضع و مساوی

ہر آدمی نے حضرت اقدس رحمہ اللہ کو بڑا شرم و شرم و شرم دیکھا ہے اور اس کی
 فراوانی جو ہم دیکھیں یہ کہ وہاں میں اس کی فراوانی اور جہاں میں اس کی فراوانی اور جہاں میں
 تمام دین میں اس کی فراوانی اور جہاں میں اس کی فراوانی اور جہاں میں اس کی فراوانی اور جہاں میں
 میں اتنی فراوانی ہے کہ وہاں میں اس کی فراوانی اور جہاں میں اس کی فراوانی اور جہاں میں اس کی فراوانی اور جہاں میں

واحدانی قرینہ میں شعر کیا کرتے تھے۔

(انور اور شید جلد اول ص ۶۳۳)

(۲) گھر بیرون زندگی کی سبق آموز خصوصیات :

ہمارے حضرت کسی سے پاؤں یا ہنسی نہ دوانے سے بہت احتراز فرماتے ہیں۔
تواضع کے ساتھ کسی سے ملنے کے لیے چوتے سونے کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے
ہیں۔ ہنسی بھی اپنے کمرے سے ہی بھاری پٹھ کر لی، بھاری دوسے لی، کبھی پانی کی ڈبیلوں کی سرست
کر لی، کبھی کبھی وغیرہ کا معمولی کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے ہیں۔ کچھ میں کسی سے
پانی پلانے کی فرمائش نہیں کرتے۔ بھائی بھائی معروضات اور ہوش و ہوش غم کے باوجود خود
انڈر کرکولہ سے پانی لے کر پیتے ہیں۔ کھانے کے لئے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ جو کچھ
بھی گھر میں تیار ہوا کھالیا، کھانے کے لئے چٹائی خود بچھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد پانی
وغیرہ متعلقات خود جمع فرماتے ہیں۔ کھانے سے فراغت کے بعد لانا اشیاء کو خود اٹھا کر سٹیک
سے دیکھتے ہیں اور چٹائی خود لپیٹ کر ایک طرف کھڑی کرتے ہیں۔

(ایسا ص ۲۳۳)

(۳) معاشرت میں اسوۂ حسنہ :

آپ کا سب چھوٹوں بڑوں سے یکساں نہ تو ہوتا ہے، چھوٹوں کے ساتھ بھی مزاج،
دل رنج اور بے تکلفی کی باتیں فرماتے ہیں، سب کے ساتھ کشادہ دود و ہشاش و ہشتاش،
دوسرے علماء و مشائخ کی حرات آپ کے چہرہ و سہرہ دیکھ کر ضروری انقباض بھی دیکھنے میں نہیں
آتا، امتیازی شان آپ کو بالکل پسند ہے، اس لیے وہ اہل حق شخص دیکھ کر یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ
آپ کوئی مہتمم یا مہتمم ہیں، چاہے کتنا بڑا مسئلہ اور مشکل وقت۔
آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں کی مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو کسی کو اجازت نہ کھڑے
ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

ہر مجلس کو سلام میں ابتدا فرماتے ہیں، سب چھوٹوں پر ہل جاتی کہ اپنے شاگردوں

دور دور اور متروک جگہ پر جوقوں میں سفر کرنا مشکل ہے، وہ سب نئے راستے پریشان ہو جائیں گے
 کہ صورتیں اس کو سہاگن بنائیں۔

(ص ۲۳۶)

(۵) انی بارضك السلام :

حضرت امام نے اسراحت کے بعد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے حضرت مولانا
 کاشف السمر اور اس میں ہمیشہ اچھے دوست اور سب سے محبت کے جانے والے دوست کیجیے
 توفیق دے۔

انی بارضك السلام

”آپ نے علاقے میں مساجد کہاں سے آئیے“

یہ حضرت مولانا مفتی طبعی الدین صاحب کی طرف اشارہ ہے، حضرت مولانا صاحب حضرت
 حضرت کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے امام صاحب کو کہا، ”مفتی صاحب، امام صاحب اس
 لئے حضرت کو تعجب ہوا کہ یہ امام کون تھے اور انھیں کہاں سے آئیے۔“ (ص ۲۳۷)

(۲) پیدا نشی تو وضع اور اس کا اثر :

حضرت امام کے والد، جدِ دین اور تاجِ مملکت سے بہت شہرت رکھتے تھے، بہت
 محترم اور مہتمم خواہش میں بہت گرامر اور مشہور مالک تھے، ان کی دکان کا عوام نے فائدہ اٹھا
 میں بول بہت محبوب تھا، وہ ہے بالخصوص مسائیل کے بچوں کے ساتھ کھیل کود، مگر
 حضرت امام میں پیدا نشی تو وضع وستانی کا یہ اثر تھا کہ مسائیل اور مالک میں دوسری دکان تھے
 بچوں سے تھپتھپاتے رہتے تھے۔

حضرت امام کے والد ماجد نے مولانا کے لیے چارہ دانے اور دوسری زمینداروں
 ضرورت کے لئے ایک سودا کاروں کے ساتھ، حضرت والد بھی اس کو دے دیے، بہت شوق
 سے سوار کی کرتے اور عوام نے سوار کی کو دے دیا۔ یہ چلائے تھے آپ کے پاس
 بہت اعلیٰ انس کا بہتر، بن بھڑا رہتا تھا، کبھی گاڑی ہانک دینا خود چلائے تھے۔

جس نے ان کو آپ پر معذرت کی تھی، شرفِ اعلیٰ حضرت مفتی صاحب نے جب

تھو تھو پٹا ہے تو بھی لازم یا ضرر سے جس کچھ نہ خود چلانا شروع کر دیتے، بھی درانگی
نے کرنا پڑی ضرر ہے میں، بھی دیکھنا کہ:۔ ایور زمین میں نہ لگنے سے کام رہا ہے تو نہ کٹر
ڈرائیور سے لے کر زمین میں خود چلانا شروع کر دیا۔ اپنی زمین کے کارندوں، ٹریکٹر
، ماریٹوں اور دہرے۔ کار زمین و مزارع میں اس طرح نشست و برخاست کہ کوئی
ناواقف اختیار نہ کر سکتے۔

آتش میں ہے بلا یہ بندہ مقام:۔ پھر نہ ہوگ انتہائی حیرت۔ سے کہتے،

”ملا۔ میں اپنی بلندی میں، فتح الی بیٹ اور حدود ملتی جیسا بڑا منصب، پھر اتنے بڑے زمیندار،
اس کے باوجود اپنے نوکر، مزارعوں کے ساتھ گفتار، رفتار نشست، برخاست میں کوئی
اختیار نہ رکھتا، انہی سادگی اور تواضع کی مثال نہیں دیکھی نہ سنی۔“

اس وقت حضرت والا کا دینی مقام تو پوری دنیا میں معروف ہے، اس کے ساتھ ہی دنیوی مقام
کی آپ مثال پر کر آپ کے پاس ”الہ الذمیل“، ریجنسی، ٹائٹلی ایند، ۳۵۰۰ سی سی، ۸-سلنڈر
، گاڑی ہے، بھڑا تھیل، اپنا میں ممتاز اس گاڑی کو خود چلاتے ہیں، لوگ حیرت مثلاً نہ دیکھ کر
آکھ ”ملک فیصل“ سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود جب آپ تفریح اور غوث کے مقابلہ کی
غرض سے میدان میں ٹریف لے جاتے ہیں تو لوگوں کے سامنے کھلے میدان میں کوئی
پھولی سائیکل کی سواری سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں، غوث کے علاوہ شہر وں کے
ساتھ عام کھیل کود اور انی مذاق کا شغل بھی رہتا ہے، جبکہ اتنے بڑے مناصب کو دنیا بھر میں
شہرت کے علاوہ عمر مبارک بھی سترہ سے تجاوز ہے، اس منظر سے کسی کو تعجب نہ آتا تو جب

انداز سے یہ شعر پڑھتے ہیں

شدم جہ نام در عشق میں بدنام ہو چکا ہوں،

میں رسوائی سے نہیں آدھ، سر با نہ رقص کر رہا ہوں۔“

”میں نے جانے ہاں میں کسی کو ساتھ لے جانا پسند نہیں فرماتے۔“

(۷) صبح کی تفریح میں تواضع، افادہ و مستفادہ :

بعد نماز فجر روزانہ تفریح کے لیے اپنی نگاہیں یہ باغ میں تحریف لے جاتے ہیں۔ وہ عین غلاباؤں بھی لگنے والے مد منکر سبھ لے لیتے ہیں، نگاہیں تو جانی رہی ہے خالی جانے کی نسبت کسی کا غلام ہو جائے تو بہتر ہے، اس میں غلابہ کوہ ماہی اور زسائی تفریح کے علاوہ اس سے نہیں۔ وہ آہ کی صحبت مبارک سے علوم ظاہر و باطنیہ اور صلاحیت قلب کا فائدہ پہنچاتا ہے، یہ دورفت میں اس انوار کی بارش، کبھی تھکات، رہتا ہے اور دوسری شغل بھی محبوب حقیقی کی یاد میں غم کو کھل سکتا ہے۔ آپ خود اپنی اسی حاضرت کی ترمیمی یوں فرماتے ہیں :

جو میں دن رات یوں گردن جھکانے میں رہتا ہوں

ترقی تصویریں وہاں میں کبھی معلوم ہوتی ہے

رہتا ہے جو سر خم تر انکسور بیٹھ

ہاں میں ترک بیٹھ کوئی دیر تو نہیں ہے؟

یہ تھوڑی دیر کے بعد بلند آواز سے لفظ ”اللہ“ سے طی ہوئی درود پاک ”آؤ پھر اسی حال میں اچانک ایک دم آپ کا چہرہ منہ تک کھل جاتا ہے، نگاہیں میں ساتھ بیٹھے ہوئے اپنے شاگردوں سے فہمی مذاق میں حال کا نقش آپ یوں کھینچتے ہیں ۔

دوڑے ہوئے فہم : ہاں ہاں ایک بار ہی میں میں

آج آج ہے وہ خوش جو ہنسا مرے دل میں

مذاق خوش طبعی : ”سنگی اور فہمی مذاق میں بھی اسہاقی معرفت۔

(ص ۳۳۹)

(۸) اعطوا اذا حق حقہ :

مگر یوں میں پہنچ کر آپ سب کو انگ کر دیتے ہیں، بالکل تیار ہتے ہیں،

میں تہائی سے وہ مقصد ہوتے ہیں۔

- ۱۔ قلاب تدرست سے مراقبہ سے دل و دماغ کی تفریح و ترویح و انشراح و تناسل۔
- ۲۔ اسباب شیرت سے بچنا۔ عام علم و مشائخ کیطریق اپنے سر تھوٹا کر، ان اور مردوں کا مجمع بکھنا، چوکھٹ مانگوار ہے۔
- ۳۔ باغ میں دوسرے لوگ جو تفریح کے لیے آتے ہیں وہ جنھوں کی صورت میں منع ہو کر دیوبند باتوں میں منہمک رہتے ہیں، حضرت والا ان کے بارہ میں فرماتے ہیں:
- ”یہ لوگ اس وقت کی اور باغ میں آنے کی نعت کی قدر نہیں کرتے، متعدد قطع کے طریق تفصیل سے مذکور ہیں اس لیے تفریح کے فائدہ و نفع سے بیخبر رہتے ہیں۔“

(س ۱۵۰)

(۹) قیمتی لباس میں سادگی:

حضرت والا رحمہ اللہ کے ہر شعبہ کی طرح لباس پر پوشاک میں بھی سادگی پسند فرماتے ہیں۔ لباس میں انہماکی سادگی ملین کھافتہ قلاب جدا بہتمام۔ حضرت والا کا لباس بہت قیمتی اور سادہ سحر ہوتا ہے، اس کے باوجود سادگی کا مضہیب یہ ہے کہ آپ کا لباس اس زمانہ کے بیشتر علماء مشائخ کیطریق انھیں دکھارے مزین نہیں ہوتا، جیسے جنس یا گلے اور بازوؤں وغیرہ پر ناز کرنا کی کام۔ اسی طرح لباس میں علماء مشائخ کی وضعہ سلی اور نئے شکلات مشر سدرنی، شیر وانی، ہمایا، آقا، جب، چونہ ونید سے مستغنی ہیں۔ علماء و مشائخ کی وضعہ سادگی کا ایک جزو انہماک یہ بھی ہے کہ با ضرورت کمرے کے پیچھے کوئی شاندار تعمیر بننا چاہیے، مگر حضرت والا مات مرفع میں بھی اعلیٰ نشست پر کھیر کھنے کی جائزت نہیں دیتے۔

(ع ۱۵۱)

(۱۰) قصہ ایک لاکھ تومان کا:

ایک بار سیدنا کے مقربین میں سے ایک مشہور عالم ذہن آپ کے لباس میں علماء مشائخ جیسی وضعہ سادگی تحریر آئی تو کہنے لگے:

”مجھے تو کوئی ایک لاکھ تومان (ایرانی سکہ) بھی دے تو بھی میں ایسے رواد لباس میں ٹھہرے

وہ نہیں نکل سکتا۔

نئے نہ نہیں تھے وہ حضرت اقدس دامت برکاتہم فسطحہ سے اور غماست اہول چاہ وہاں
ایک شاکہ ایسے دیر و عمارت میں برہمن کے تگلانات اور وضعہ نئی کی تھوڑے سے کل آزاد
اس خوشامرو کو لڑبندہ فتح آرا رہا۔

اس اختلاف آخر کی ترمیمانی ہمارے حضرت

یوں فرماتے ہیں۔۔۔

نچے اسے شکر فریدہ و غار ہو جاو

نہیں آتی کا جہد اور سر بھی پار ہو جانا

نہیں ملتا وہ شان کی وضعہ کی اور دیو و ستار کے بار و میں عبور لینے فرماتے ہیں

”یہ ایک عالم کی تہ میں تار اٹھانے پڑتے ہیں اور صوری آزادی صبح

پر لینے تار بھی اٹھا بہت بڑا۔“

اوپر وضعہ داری کے پیکر میں پریشان اور نہیں ”پرے شان“

رہنے میں سکون و حسیان۔

کوئی مستحق شرافت کی فکر نہ ”شا و آفتاب“ میں گرفتار اور ہم نظر امور سے بے فکر ہو کر
راست سے برقرار رہا۔“

بالفنی مقام میں قدر بلکہ وہاں تک کہ کسی کی رسائی مشکل ہے اور طاہری حالت
آجی ساہوکر عوام سے کوئی امید نہی نہیں۔

آپ کی اس حالت کے مطابق ہواقات آپ کی زبان ہم رک سے یہ اشعار سنائی دیتے ہیں۔

برخلاف سافال مجھ وہ کام ملک ہے یہ

صبح تو بہتر ہو نہ وضعہ دنا ہے

ہے خلاف وضعہ زہر بر ملا دنی اور

دختر روز سے چھپے چوری ہی یہ نہ رہے

اپناں بھی • کیجی! محمدؐ میری نظرین! کیجے تر
 دل خود خند رہے ہو آگہو بیت خانہ رہے
 دن کڑا کرے راز میں درا میں کڑا میں سوا میں
 جو بحرِ ہمدون میں ہمیں شب میں پروانہ رہے۔
 مجھ وہب مست سے تجھے نہایت ہی شگ کرے
 تو پار سائے وضع چندو پار سائے دل
 نہ سے خانہ میں، مجھ کو دیکھ کر یہ سخن ہوا سے واعظ
 دیاس اس بے خبر کب ہوں جہاں معلوم ہوتا ہوں
 بھلا سے رُہد میں بھی زاہد و ناک شانِ رندی ہے
 یاد و بود اکثر خوش بر آئو کر رہتے ہیں
 لڑاؤ تاروں میں اب بھی تار تار دست و پود اک دم
 لہاس زحید و قنوی میں گئی عریانی نہیں جاتی
 چہ خوش مست و تو بزم سے بے منت ساز کروں
 اے محبوب! میرے ساتھ چھپ کر بھس پاز کی کیا ہی، مجھ ہی ہے
 سکھ کا دوا نہ دیند نہ رنا

اور شرابِ محبت کی زعمِ فائز کھونٹا۔ (عمر ۱۵ تا ۲۵ء)

(۱۱) چھوٹوں سے بھی استفادہ عظیم و طلبِ اصلاح:

حضرت قاضی عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ یہ مقصد جو اس سے بھی اور جس سے بھی حاصل ہونے کا
 امکان ہو اسے حاصل کر لینا چاہیے۔

اپنے سے بہت نیچوں کی کشتیوں کے شائدوں تک سے بھی بہت کامیاب سے فرماتے
 رہتے ہیں۔

”میرے اندر کوئی غلطی غلطی یا کوئی غلطی کو تباہی نظر آئے تو بتایا کریں، یہاں تک کہ عام بول چال پر غلطہ میں بھی غلطی کوئی غلطی سنیں یا تحریر میں رسم و خط کی کوئی غلطی دیکھیں تو وہ بھی لانا نہایتا کر لیں۔“

اسی طرح میرے اقوال، اعمال اور احوال کی طرف بھی خاص توجہ رکھ کر لیں، کوئی بات ذرا سی بھی غلط ہو جانے میں غفلت برکزا نہ کریں۔
دُعا دہانی بتانے میں نبھک محسوس کر میں تو لکھ کر دے دیا کریں۔“

ایک بار طلبہ کو بھی اپنے اندر اصلاحِ علم و عمل کی ایسی طلب پیدا کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا قرآن و حدیث اور عقل و تجربہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ اصلاح کے لئے باہم گفت و شنید اور کہنے سننے کا سلسلہ نہایت ضروری ہے۔

(ع ۲۵۳)

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ کی
تواضع انکساری:-

مولانا محمد جاوید اشرف مدنی تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بحمد اللہ تعالیٰ نے غایتِ روح کی تواضع اور انکساری و دیعت فرمائی تھی، خطوط کا جواب تحریر کرتے تو آنکھ و پیشہ یہ تحریر کرتے

”میں اس لائق کہاں کو آپ میرے بارے میں ایسے جیسے تاثرات رکھیں، یہ

آپ کا میرے ساتھ حسن ظن ہے، اللہ ہی مس ظن کے بدلے میری ملالت فرمائے۔“

بھئی بدو نے ایسا نہیں دیکھ کر کوئی مہمان آیا ہو اور آپ نے اس سے بیٹے لیٹے یا ٹیک لگائے ہوئے ملاقات کی ہو، خود کسی حق تعالیٰ کی عزت و کرم و دی اور بیماری کی حالت میں بد آئے والے کے ساتھ کبھی بھی ٹیک لگا کر گفتگو نہیں فرمائی، بعض اوقات میں مہمان کے بعد آئی یا میں، حضرت تین چار روز پہچان میں رہے، بندہ مپاوت کے لئے حاضر ہوا، اظہارِ وقت قریب تھا، حضرت لیٹے ہوئے تھے، ذرا آہستہ پر فرما، یا کون صاحب حاضر ہوئے ہیں؟

فرماتے ہیں:

”چھوٹے بھائی کی طرح تواضع بھی حضرت والا میں حد درجہ موجود تھی، جس کا اندازہ آپ کے ہر ہر عمل اور ہر بات قول سے نکالایا جاسکتا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ”یا ایہا المؤمنین! کبر“ (یعنی جو اسلام میں پہلے آئے وہ تکبر سے پرہیز کریں)۔ اسی صفت حضرت والا بھی ہمیشہ مسامحہ میں داخل فرماتے تھے، مگر چھوٹے بھائی کے قریب سے گزرتے تو ان کو بھی مسامحہ فرماتے اور حدیث میں حضور ﷺ کا بھی اسی طرح فعل مروی ہے کہ آپ بچوں کو بھی سلام فرماتے تھے۔ آج کل اکثر لوگوں میں اس سنت کا فقدان ہے۔ ہر بڑا اس انتظار میں رہتا ہے کہ چھوٹے مجھے سلام کرے، میں چونکہ بڑا ہوں اس لیے میں نہ کروں حالانکہ یہ سوچنا تکبرانہ ہے جو غلط ہے۔

آپ نئی آیت غزلیہ یہ بھی تھی کہ آپ ہر ایک سے اس کے موجب کے مطابق معاملہ فرماتے جیسا کہ ایک روایت میں اس کی تعلیم دی گئی ہے: *انزلو الناس منازلہم* (کہ لوگوں کو ان کے درجہ پر رکھو)۔

حضرت والا اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے شخص کے طلبہ میں سے کسی کا نام انکا ”مولوی“ کے بغیر نہ لیتے تھے حالانکہ وہ آپ کے پاس بیٹھنے والے طلبہ ہی تھے۔ مگر چونکہ وہ اسلامی ماحول میں بچے تھے اس لیے آپ ان کو مولوی کا لقب دیا کرتے تھے۔

ایک واقعہ:

اس مضمون کی مناسبت سے احقر کا ایک واقعہ بھی پیش خدمت ہے، وہ یہ کہ جب احقر شخص کے دوسرے سال میں پڑھتا تھا تو دارالعلوم کے ایک قاری صاحب اطلاع کیے بغیر دوسرے جمعوں کو چلے گئے ان کی مجلس خانی تھی فوراً دوسرے استاد کا ملنا کچھ مشکل تھا اس لیے حضرت مستمبہ صاحب نے احقر کو فرمایا کہ جب تک دوسرے استاد کا انتظام نہ ہو آپ اس مجلس کو پڑھنا چھوڑ دیں۔ چنانچہ نے احقر نے آٹھ ماہ تک اس مجلس کو پڑھا لیکن دونوں کی بات ہے کہ نیک انسان حضرت والا عین نماز کے وقت مسجد میں تشریف لائے آپ کو یہاں

نکدہ غمی آپ پانی منگوانا چاہتے تھے ماحقر کو غمزدہ کر کے تو احقر نے عرض کیا کہ بندہ پانی لاتا ہے تو حضرت وہاں نے فرمایا کہ نہیں سہ آپ سناؤ دیکھ رہے ہیں اس لیے آپ سے کام لینا نہ سب نہیں کسی نے سب طرح کی کھجوریں اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت والا بہ ایک سے اس کے مرتبہ کے مطابق معاملہ فرماتے تھے۔

بزرگوں کا ادب :

ادب شانہ اور سر پرہیز کے ساتھ اس قدر تواضع کا معاملہ فرماتے تھے تو اس سے بخوبی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے معاملہ اور بزرگوں کا کس قدر ادب کرتے ہوئے۔ پناناچہ احقر نے کاشمیر، دہلی، آگرہ، کولہاڑی، پٹنہ، لکھنؤ اور بڑی بڑی شہریں دیکھیں تو حضرت والا یہی نشست کو پھوڑ کر اس پر بیٹھتے اور خود ادب کی طرف بزرگ بیٹھ جاتے پناناچہ مقدمہ راجہ راجہ کے حضرت مولانا مفتی عبدالغفور صاحب کھجور دی مدظلہ کبیر والا تشریف لاتے تو حضرت والا ان سے نہایت ادب سے پیش آتے اور ان سے بیانی اور غواہت کرتے اور خود ان کا بیان سنا کرتے اور جب سے جتنے اور ایک مرتبہ احقر نے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی بیانی دیکھی فرمایا تو وہ اپنے مرتبہ کی امتیازی کیفیت بیان کرتے اور ان کے مرتبہ پر یہ کہہ کر چاہتے تھے کہ حضرت مفتی عبدالغفور صاحب مدظلہ کا سائنس پر کمال نام لگائے اور شجرہ پیر و شجرہ ان کے یہ بات آرائے جائیں۔

اس نفس پاشی ان کو اپنا ہی ملک اور میں اپنے مہم عمر اور ہم عمر کے ساتھ اس قدر محبت و مہربانی کہ ادب کا معاملہ کرنا جیسا حضرت مفتی صاحب کی محبت اور مہربانی کا معاملہ کرنا اور ان کے اور میں اپنے ہم عمر کو اپنے دیر فوقیت دینا اور ادب کرنا تو اس کی پرت ہے جس کا اگر کوئی مجھے نہ دے تو اس میں شکوک ہو اور اس کا مرتبہ ہوتا اس کو بدداشت کرتے ہوئے اس کے خلاف پراپیگنڈہ اور طعن طعن کی باتیں ہی باقی ہیں اور میں یہ کھٹکتی کرتے اس کی مشیوریت اختیار کرنے کی کوشش ہی جاتی ہے وہاں مرض میں آتی تھیں کہ ہم اور مشیورانہ کہہ رہے ہوئے تھے یہ جملہ کھجور آتے ہیں اور شراب وغیرہ۔

ترجمہ ابن خلف اپنے زہد کے ثول میں بند ہو کر مخلوق خدا کو متنبہ کھینے سے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ فتویٰ کی بلند یوں کو چھوٹے اور عبادت و ریاضت میں مدد دینا انہوں نے کے باوجود ہر ایک کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے۔ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے بھی ملتے، وقت محبت و اپنائیت، ورتو اجتماع کا رنگ غالب ہوتا تھا۔ آپ کا یہ متواضعانہ مہربانہ عمل آپ کے باطنی کمالات، کائنات اور اپنے نفسی کا آئینہ دار ہے۔

(بیس جہاد حق میں ص ۶۷)

وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) تواضع و فروتنی۔

مولانا محمود ارمیہ مدنی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان و عظمت عطا فرمادی تھی، جس قدر آپ کا مرتبہ بڑا اور بلند تھا، اسی قدر آپ بڑے واکسارے ہوئے اور اُمر تھے، کبھی کبھی کسی محفل میں یا مجمع میں اپنی بڑائی کا دعویٰ نہیں کیا، تحریر تقریری دنیا میں رب العالمین نے آپ سے جس قدر کامیاب کیا، آپ ہی کا نصیب تھا، مگر حامدین کا کیا جائے وہ حسبِ علی رضی اللہ عنہ کے بچاتے، ہمیشہ بغضِ خود یہ رضی اللہ عنہ سے اپنی دوکان چکاتے رہے۔ پاکستان بھر میں پہنچے تھم فروش اور جمیع فروش نامہ فروش بھاری دستیاب ہیں، یہ حضرات اللہ کی شمشیرِ قلم کی تیز و دھڑکی کی تاب نہ لے سکتے، زبان و دین کو ایک مروجہ آگاہی شان میں برزد سرانی کر کے قراپ کرتے رہے، ان کی مسوسہ تحریروں کے جواب میں حضرت نے کبھی بھی ایسا انداز اختیار نہیں کیا، جس سے سخت نفی کی کہیں بھی کسی بھی انداز میں نکالتے کا پسند چمکتا، گمانیایا کہہ کر مسخرات، مزاحیہ تحریروں کا جواب شیعہ کی وقار سے دیکھتے تھے، یہ حضرت کی عاجزی و فروتنی اور اندر کی نیکی و میل ہے۔

یہ شانِ اعشاریہ آپ اپنے سرمد حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ سے ملی تھی۔

مناہ سے اپنی پستی کو آخر تک مرتبہ چاہے
کہ رانہ سناٹ میں مل کر کل دکھلا رہا ہوتا ہے۔

(ماہنامہ حق پور پابلیکیشنز نمبر ۱۷۷)

(۲) بے نفسی :-

آگے لکھتے ہیں۔

ایک شخص تحریک کا پانی ہوا، میرا ہوسہ سے کام لیتا ہوا، ہزاروں عقیدے مندوں، جوگ، اس کی
مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاتے ہوں، تو فطری بات ہے کہ ایسا شخص اپنے رات
مندوں، عقیدت، کیسوں اور سوسائٹیز کے حضور اپنی آرا مانے اور خوارق عادات کی کتابوں کی
ایک لمبی لہر سے غی آں جان اور شان سے بیان کرے اور اپنا حیران پہ ہمیشہ قائم رکھے، آخر
ہمارے حضرات کو ماضی کا حسب رستہ اللہ کی ذات حرکات و سکنات سے کسی ایسی چیز کی جوتک
نہ آئی تھی، وہاں اپنے عقائد و عقائد کے مطابق عقیدت مندوں کے سر پرانے عقیدت کی جنبش و حرکات
دیکھنے میں شامان فرما رہا نہیں ہوتے تھے بلکہ حضرات الہیہ، ارام، طبعی، سلام و منظر سے صحابہ
الارام رضی اللہ عنہم اور حضرات قلقلہ، راشدین کے ادوار کا بیان سے ایسے عجوبہ انگیز واقعات
بیان فرماتے کہ ہم شخص اپنے کو بے مضامین اور کمال پرکھتے۔ اور ان کائناتوں اللہ، اللہ، اللہ، اللہ
اللہ کے خلاف جہل سے رطب انسان رہتے تھے۔ (ص ۹۷)

(۳) کسر نفسی کی امتیاز :-

مرزا کا صوفی کھڑے شریف صاحب لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ ہم نے سالانہ سنی کانفرنس میں حضرت وکھور کوٹ، دعوت دہلی، جو تحریک
نہام اہل سنت کے ذریعہ جمع تھی۔ جب سنی کانفرنس کے اشتہار شائع کیے گئے تو اشتہار میں
حضرت کے نام کے ساتھ "امام اہل سنت" لکھ دیا گیا۔ جب ہم نے اشتہار پکڑا تو میں نے کہا
تو حضرت نے "امام اہل سنت" پر روشنی کیجیہ کہ چھوٹا ہوا اشتہار لکھواتے اور مجھے ڈرا کر
کہ آپ کو کسی نے کہا کہ میرے نام نے ساتھ امام اہل سنت لکھیں، ایسا سے نزدیک تو امام

کوئی اعظم سا کرے۔ ارشد ادا کرو اور قوموں۔

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عظمتوں کے حصول کے لیے انسان کو عظیم دل گردہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ عزت، شہرت اور عظمت محض سوچنے سے نہیں ملتی بلکہ اس کے لئے اپنی انا کو مٹا کر "ما جزی و انکساری" کی کنھن اور دشوار ترین راہوں پر چلنا پڑتا ہے۔

شہید ملت اسلامیہ مولانا محمد اعظم طارق کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، جب مولانا اٹار القاضی شہید رحمہ اللہ کے بعد انہیں "سیدہ صاحبہ" پاکستان کا نائب سرپرست اعلیٰ بنا دیا گیا اور جماعت کے ان کی کراچی سے جسٹس بھٹلی کا فیصلہ کیا تو مولانا شہید رحمہ اللہ نے "جامع مسجد عبدیق اکبر ناگن پور کئی" کی امامت و خطابت کے لیے اپنی جگہ پر بندہ کا انتخاب کیا۔ میری امامت و خطابت کے دوران آٹھ عرصہ تک مولانا شہید رحمہ اللہ میرے برابر والے مسجد کے مکان میں مقیم رہے، اسی دوران کا واقعہ ہے کہ میرے اور ان کے گھر کے باورچی خانے کا مشترکہ "مین ہول" کچرا پھنس جانے کی وجہ سے بند ہو گیا۔ میں مسجد کے بیت الخلاء میں کام کرنے والے بھٹلی کو بلا کر لایا اور مولانا کے گھر دروازے پر دستک دی۔ مولانا نے دروازہ کھولا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے گھر کی طرف سے "مین ہول" بند ہو گیا ہے جس کی معافی کے لئے میں بھٹلی کو کچرا لایا ہوں۔ تو مولانا جو پہلے ہی آستینیں چڑھائے ہوئے گھر کھولنے کے لیے مستعد تھے فرمانے لگے کہ "اس کو لانے کی سیاضہ و رت تھی؟" یہ کام تو میں خود بھی کر لیا کرتا ہوں۔

خیر۔ یہ تو گھر کا "مین ہول" تھا۔ مولانا نے بڑے بھائی مولانا محمد احمد مدنی صاحب فرمانے لگے کہ ہم نے بار بار دیکھا کہ جب کبھی مسجد کی کنٹرول رن بند ہو جاتی تو مولانا کسی بھٹلی کو بلا لانے کے بجائے خود ہی آستینیں چڑھاتے اور "اپنی مدد آپ" کے تحت گٹہ صاف کر دیتے اور فرماتے کہ "اس سے ہماری شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔"

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بجز و انکساری کا پیلہ بن کر اپنے آپ کو ترا دیتا ہے، خداوند عالم اسے پستیوں سے اٹھا کر عظمتوں کی ثریا تک پہنچا دیتا ہے۔ ورنہ مجھے بخوبی

(۴) ”یہ خدمت میں ہی سراجی ہو جاتا ہوں۔“

حضرت مولانا محمد نسیم، نقابی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند صاحب ”امامی لہذا کی صاحبہ“ تھے

میں

مولانا کا ایک خاصہ یہ تھا کہ بڑوں پر اعتماد ادب اور چھٹوس پن کمال اور شہادت
ادب کی شفقت فرماتے تھے۔ اس کی بہت ساری مثالیں میرے مشاہدات میں ہیں۔ جب
ڈاکٹر شریف حکومت نے آخری مرحلہ والد محترم حضرت مولانا امجد علی صاحب اور حضرت
مولانا محمد احمد صاحب کوئی صاحب کو گرفتار کر کے ”گت“ والا پارک ”فلپس“ پارک لے کر بند کر دیا تو
حضرت شہید نے واقعہ نرائی کو مشاء کے بعد دوبارہ شروع کر دیا۔

والد صاحب انھوں کو بندہ کئے اور فرمایا ”مولانا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی عظمتوں کا امین بنایا
ہے اس کام کے لیے اور بہت ہیں جس کا کام اسی نور سے ہے۔ حضرت شہید نے مزید فرمایا
کہ ”آپ مختلف سوانح میں بتاتے ہیں اور اسے تکرار بھی ہیں اور یہاں دوسرے بھی کوئی نہیں
اس لئے یہ خدمت میں ہی سراجی ہو جاتا ہوں۔“

یہ بھی مولانا کے کربانہ کی عظمت کی دلیل کہ جس کی ذاتی شدت اور سیرت ادب شریا کو
چھوٹے نہیں دوا اپنے انبیا کے کاموں کیسے کرتے تھے۔ (حوالہ بالا ص ۳۳۳)
حضرت مولانا مفتی نظام الدین شہزاد شہزاد شہزاد شہزاد شہزاد شہزاد شہزاد شہزاد
واقعات:

(۱) سراجی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے یہ خدمت

مولانا محمد مفتی الدین تھے ہیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ میں آشیق عاجزی و انکساری ایسی تھیں کہ کوئی بھی نہ ہوئی تھی کہ ماضی
قریب میں بھی اس کی مثال نہ دیا دینی تھیں۔

جیسے جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرحلہ و مقام بڑھتا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی و تواضع بھی
بڑھتی چلی گئی تھی۔ ان میں سے ۱۳۲۲ھ کی بات ہے جب راقم الحروف اور حضرت کا صاحب

آپ نے جس کی نسبت ممبروہ کیا اور اس سے معافی کی درخواست کی ماس طالب علم کی خط
 عزت پر ملتی صاحب کا غصہ ہے آخری حد پہنچ گیا تھا لیکن ایسے غصے کے عالم میں بھی
 آپ کی عظمت چمکی مگر آپ نے ان صرف یہ بلکہ آپ نے بہت اور فی طالب ممبر سے مولیٰ
 بھی مانگی۔ (۱۰۱۲ رالہ دس خصوصی نمبر ۷۳۸)

وَلَا تَجْعَلُوا دِينَكُمْ تِجَارَةً

وَرَبِّكُمْ قَدْ مَكَرَ لِيَكْسِبُوا دِينَكُمْ إِنَّمَا حَرَّمَ ذَاتَ الْقُلُوبِ الْعُتَا

الْبَعْدَةُ ۝ ۱۲۲

عُلَمَاءِ دِیوبند

کا

دینی نُرخ اور مسلکی مزاج

آخری تصنیف

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)



دارالترک الشک فیہ

۹۰ دارالترکین ۝ لا ضرر



فلاح المسلمین

جلد اول

برصغیر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا دینی کارنامہ

اسلامی عقائد و ثقافت اور فتنہ کی نشاۃ ثانیہ کا مشعل
 و راعی اور ہندو کی غیر مسلموں کی فتنہ، ہندو سیاسی سرگرمیوں کا ناگہانی جتنا

مبایعہ

مجلس شورای اسلامی ایران

کتاب خانہ

مکتبہ اسلام حضرت علامہ امام محمد باقر عظیمی رحمہ اللہ

مکتبہ، سید علی حسینی عظیمی

ادارہ اسلامیات کے ذریعے

أَشْرَفُ الْأَحْكَامِ

تِلْكَ أَمَدُ الْفَتَاوَى

حضرت تھانوی قدس سرہ کی بیسیوں کتب اور سینکڑوں مباحث و ملفوظات
سے اہم فقہی مسائل کا جامع اور مفید انتخاب

از افادات

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

جمع و ترتیب

نائب حضرت محمد اقبال قریشی صاحب

ادارہ احیاء
کراچی لاہور

اساتذہ کرام کے ادب و احترام کے موضوع پر مختصر اور جامع کتاب
 دینی مدارس کے اساتذہ عظام اور طلبہ کرام کے لیے بہترین تحفہ

اساتذہ کرام کے ادب و حقوق

تحریر
 مولانا محمد ضائق آبادی
 - مدرسہ اسلامیہ دارالافتاء -

تعارف
 حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مدظلہ

ادارہ اسلامیات

لاہور

تاریخ اسلام اور سیر و سوانح سے نصیحت آموز واقعات کا مفید مجموعہ

صبر و تحمل کی روشن مثالیں

تالیف

جناب مولانا محمد صاحب استاذ مدرسہ عربیہ رحیم آباد، صادق آباد

نقص و تہذیب

جناب مولانا اعجاز احمد صدیقی صاحب

ناشر

ادارہ اسلامیات کراچی، لاہور

